دُھوپ چھاؤں

تصنیف: لورا مے ایلکاٹ
ترجمہ: اشرف صبوحی دہلوی

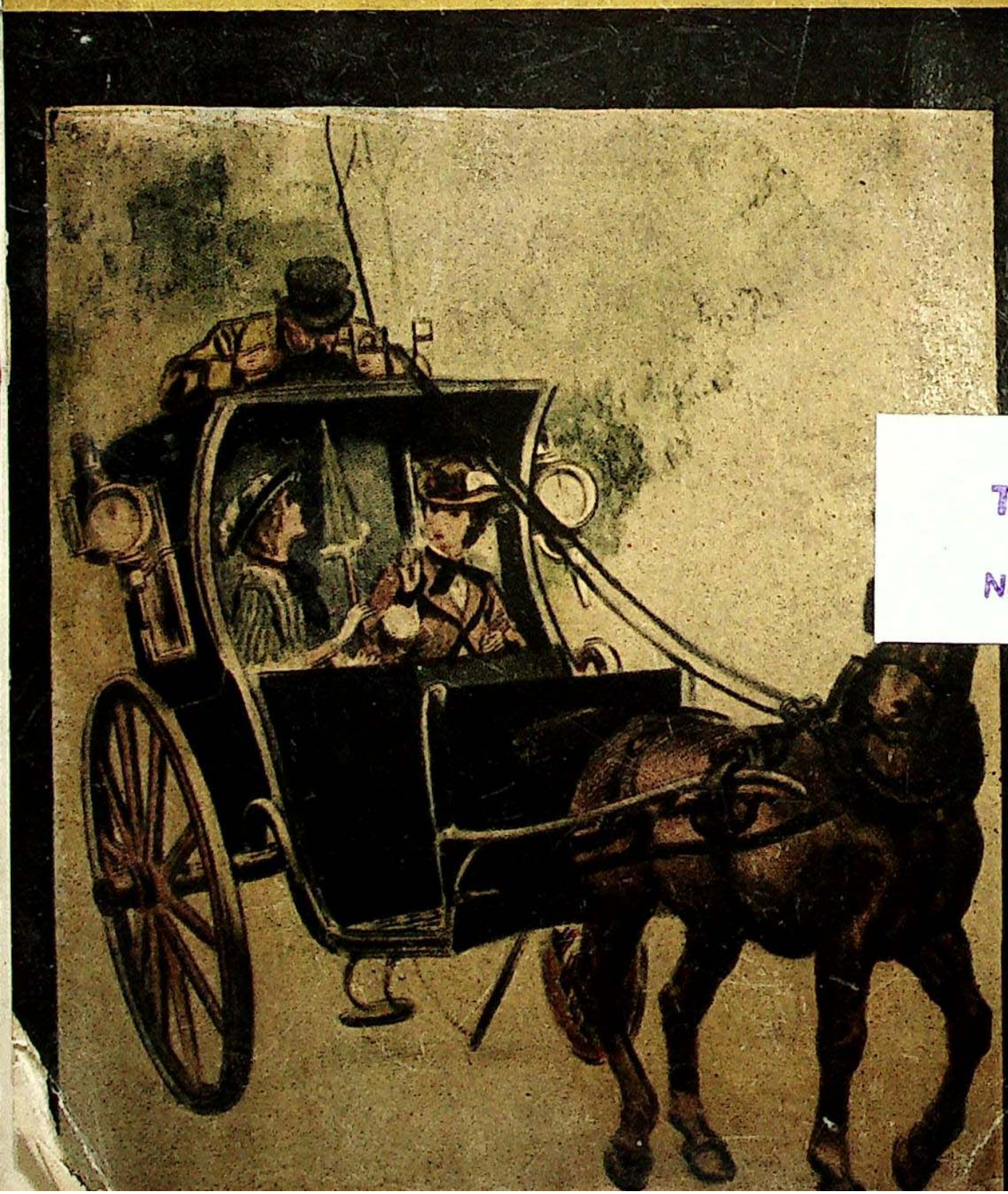

T.T.F LIBRA
No:...../44

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

دھوپ چھاؤں

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

T.T.F LIBRARY
NO: 144

دھوپ چھاؤں

مصنفہ

لویزا مے الکاٹ

مترجمہ

اشرف صبوحی دھلوی

Taj Tahir Foundation

★

ناشر

دارالاشاعت پنجاب، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

This is an authorized Urdu translation of

GOOD WIVES

by Louisa May Alcott

which was first published in the United States of America in 1868 as Part Second of Little Women. Colour print of drawing by Louis Jambor, on the cover, reproduced by special permission of the copyright owner.

Copyright 1947 by Grosset and Dunlap.

SECOND URDU EDITION

PRINTED IN PAKISTAN

طبع دوم : جون ۱۹۶۸ء

تعداد : دو ہزار

ناشر : بیگم و سید امتیاز علی تاج

طابع : ایس - ایم - شفیق

مطبع : شفیق پریس ، لاہور

قیمت : دس روپے

دارالاشاعت پنجاب ، لاہور

بہ اشتراک

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ،

لاہور ـــــ نیویارک

Taj Tahir Foundation

فہرست مندرجات

ابواب	:	عنوان	صفحہ
پہلا باب	:	سر راہے	۱
دوسرا باب	:	پہلی شادی	۱۹
تیسرا باب	:	فن کاری	۲۹
چوتھا باب	:	ادبی سبق	۴۶
پانچواں باب	:	تجرباتِ خانہ داری	۵۸
چھٹا باب	:	ملاقاتیں	۸۳
ساتواں باب	:	نیکی کا صلہ	۱۰۵
آٹھواں باب	:	ہمارا غیر ملکی نامہ نگار	۱۲۳
نواں باب	:	دل کا آزار	۱۴۰
دسواں باب	:	جو کی ڈائری	۱۶۰
گیارھواں باب	:	دوست	۱۸۰
بارھواں باب	:	دردِ دل	۲۰۵
تیرھواں باب	:	بتھ کا راز	۲۲۲
چودھواں باب	:	نئے اثرات	۲۳۱
پندرھواں باب	:	طاق پر	۲۵۱
سولھواں باب	:	کاہل وجود لارنس	۲۷۲
سترھواں باب	:	وادیِ تاریک	۲۹۲
اٹھارھواں باب	:	بھلانے کی کوشش	۳۰۵

Taj Tahir Foundation

انیسواں باب :	تنہائی	۳۲۴
بیسواں باب :	حیرت کی باتیں	۳۳۹
اکیسواں باب :	حضور عالی اور حضور عالیہ	۳۶۶
بائیسواں باب :	ڈیمی اور ڈیزی	۳۷۵
تیئیسواں باب :	چھتری کا سایہ	۳۸۴
چوبیسواں باپ :	کھیتی	۴۰۶

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

امریکہ کی پرانی اور مشہور مصنفہ لوئزا مے الکاٹ کے نام سے بہت کم تعلیم یافتہ لوگ ناواقف ہوں گے۔ ان کی مشہور کتاب ''لٹل و من'' کا ترجمہ میں نے ''ننھی بیبیاں'' کے نام سے اردو میں کیا تھا جو میری امید سے بہت زیادہ مقبول ہوا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں ان ہی مصنفہ کی دوسری کتاب ''گڈ وائیوز'' کا ترجمہ بھی کروں۔ لیکن ایک تو میں ترجمہ کے کام میں زیادہ مشاق نہیں دوسرے عدیم الفرصت بھی ہوں۔ اس لیے میں نے دلی افسوس کے ساتھ معذوری ظاہر کر دی تھی۔

مجھے دلی خوشی ہے کہ اب اردو کے نامور انشاء پرداز جناب اشرف صبوحی دہلوی نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔ مجھے ان کے ترجمے کے مطالعے کا موقع نہیں ملا۔ مگر ایک میں کیا، جو کوئی بھی ملک کے مقتدر ادبی رسائل میں اشرف صبوحی صاحب کے مضامین پڑھ چکا ہے، وہ ان کے انداز تحریر کی شیرینی و دلکشی کا قائل ہے۔ ان کی آب کوثر میں دھلی ہوئی اردو مستغنی عن التعریف ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ انھوں نے مترجم کے فرائض بہت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کیے ہوں گے۔

میں ''ننھی بیبیاں'' کے دیباچے میں لکھ چکی ہوں کہ اس ناول کا تعلق امریکہ کے نچلے متوسط طبقے کے ایک خاندان سے ہے۔ اس میں وہاں کی اس زمانے کی زندگی کا نقشہ ایسی سادگی اور بے ساختگی سے کھینچا گیا ہے کہ پڑھنے والا بھی گویا ناول کے کرداروں کی شوخیوں، شرارتوں اور خوشیوں میں شریک ہو جاتا ہے۔ وہاں کی زندگی مشرق کے اسلامی ملکوں کی موجودہ طرز زندگی سے مختلف ضرور ہے، لیکن کتاب میں انسانی اقدار ایسی

Taj Tahir Foundation

ہیں جو عالمی اور مستقل ہیں۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب پاکستان میں بھی بہت شوق و دل چسپی سے پڑھی جائے گی۔ نیک بیویاں (یعنی دھوپ چھاؤں) اگرچہ اپنی جگہ مکمل اور جدا ناول ہے، لیکن اس کا تعلق ننھی بیبیاں ہی کے کرداروں کی بقیہ زندگی سے ہے۔ ان دونوں کتابوں کے چھپنے سے یہ تصنیف اب صحیح معنوں میں مکمل ہو گئی ہے۔

لوئزا مے الکاٹ کے ان ناولوں سے انگریزی دان ممالک میں کئی پشتوں کے لڑکے اور لڑکیاں لطف اندوز ہو چکی ہیں اور آج بھی یہ ناول ان میں اتنے ہی مقبول ہیں جتنے کہ اُن کے دادا دادی اور پردادا پردادی کے زمانے میں تھے۔ ان کے نئے ایڈیشن برابر شائع ہوتے رہتے ہیں اور ان سے یا ان کے ترجموں سے مغربی ممالک کی کوئی لائبریری خالی نہیں رہنے پاتی۔

مجھے امید واثق ہے کہ اشرف صبوحی صاحب کی دوسری تحریروں کی طرح ان کا یہ ترجمہ بھی اُردو میں ایک یادگار چیز ہو گا۔

حجاب امتیاز علی

Taj Tahir Foundation

پہلا باب

سرِ راہے

مناسب یہ ہوگا کہ قصہ شروع کرنے سے پہلے ہم مارچ خاندان کے کچھ تازہ بہ تازہ حالات بیان کر لیں اور پھر اطمینان سے میگ کی شادی میں شامل ہوں ۔ مگر ایک بات ابھی صاف کر دینی چاہیے، مجھے اندیشہ ہے کہ کم از کم بعض بڑے بوڑھے ضرور اس بات پر ناک بھوں چڑھائیں گے کہ اس کہانی میں عشق و عاشقی کی بھرمار ہے ۔ (نوجوانوں کو یقیناً اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا ۔) بہر حال میرا جواب خود مسز مارچ کے الفاظ میں صرف یہ ہے کہ جس گھر میں چشم بد دور ایک نہ دو اکٹھی چار ہنس مکھ لڑکیاں موجود ہوں اور پڑوس میں ماشاء اللہ ایک زندہ دل صاحبزادہ بھی موجود ہو ، وہاں آپ اور توقع کیا رکھ سکتے ہیں ؟

جنگ ختم ہونے پر مارچ صحیح سلامت گھر واپس آ کر پہلے کی طرح گرجا کے کاموں اور مطالعۂ کتب میں مشغول ہو گئے جس کے لیے وہ اپنی حسنِ طبع کے لحاظ سے موزوں ثابت ہوئے ۔ وہ عافیت کوش اور مطالعے کے شوقین ہیں ۔ ان کی دانش علم محض سے بہتر ہے ۔ کشادہ دل ایسے کہ سب انسانوں کو بھائی بھائی سمجھتے ہیں ۔ ان کی پاک بازی نے ان کے کردار کو دل نواز اور باوقار بنا دیا ہے ۔

یہ ان ہی صفات کا کرشمہ ہے کہ ان کی غربت اور راستبازی کے باوجود ، جس نے انھیں پھلنے پھولنے نہ دیا، بہت سی قابل تعریف ہستیاں ان کی طرف اس طرح کھنچی چلی آئیں جیسے شہد کی مکھیاں پھولوں پر چلی جاتی ہیں ۔ مسٹر مارچ کی پر لطف گفتگو اور ان کے پنجاہ سالہ تجربات کی داستان بڑی دلکش تھی ۔ پر خلوص نوجوانوں نے اس پیرانہ سر عالم کے سینے میں بھی اپنے ہی جیسا پر خلوص

Taj Tahir Foundation

اور جوان دل پایا ۔ مصیبت زدہ خواتین اس یقین کے ساتھ اپنا دکھ درد ان سے بیان کرنے از خود آتیں کہ یہ بوڑھا دلی ہمدردی کے ساتھ ہمیں نیک مشورے دے گا ۔ گنہگار انسان اس نیک دل شخص کے سامنے اپنی لغزشیں بیان کرتے اور وہ معمولی سرزنش کے بعد ان کو نیک راہ پر لگا دیتا ۔ ذی علم اور قابل آدمیوں کو اس کی ذات میں اپنا رفیق مل جاتا ۔ بلند حوصلہ لوگ اس لیے ملتے کہ انھیں اس میں اپنے سے بلند تر عزائم کی جھلکیاں دکھائی دیتیں اور وہ لوگ جو صرف دنیا دار کہلاتے ہیں ، اس لیے اس کے پاس بیٹھتے کہ اور کچھ نہیں تو اس کی باتیں سن کر تفریح حاصل کریں گے ۔

بادی النظر میں تو گھر کے سیاہ و سفید کی مالک ایک ادھیڑ عمر کی عورت اور چار شوخ چنچل لڑکیاں تھیں لیکن حقیقت میں خاندان کا حقیقی سرپرست اور نگران یہی مسٹر مارچ تھا جو بظاہر تو کتابوں کا کیڑا نظر آتا لیکن ہر بات میں اپنی بیوی اور بیٹیوں کا مشیر یعنی ایک باوفا شوہر بھی اور ایک مہربان باپ بھی تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ چاروں لڑکیاں ماں باپ پر جان فدا کرتی تھیں اور ماں باپ بھی اگر زندہ تھے تو اپنی اس اولاد ہی کے لیے جیتے تھے۔ اس باہمی محبت کا یہ اثر تھا کہ سارا خاندان ایک خوب صورت بندھن میں بندھا ہوا تھا اور دیکھنے والوں کو رشک آتا تھا ۔

بیگم مارچ کے بال پہلے کی نسبت زیادہ سفید ہو گئے ہیں مگر وہ اب بھی ویسی ہی پھرتیلی اور ہنس مکھ ہیں جیسی آغاز جوانی میں تھیں ۔ آج کل وہ میگ کا گھر بسانے کی دھن میں لگی رہتی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ہسپتالوں اور محتاج خانوں میں جانا بھی چھوڑ دیا ہے جہاں آج بھی زخمی سپاہی اور بیکس بیوائیں ان کی ہمدردی اور غمخواری کے گیت گاتی ہیں ۔

جان بروک پورے ایک سال تک مردانہ وار فوجی ملازمت کے فرائض انجام دیتا رہا ، یہاں تک کہ زخمی ہو گیا اور واپس بھیج دیا گیا ۔ صحت یاب ہونے پر اس نے پھر دوبارہ جنگ پر

Taj Tahir Foundation

جانا چاہا لیکن اسے اجازت نہیں ملی ۔ افسوس یہ ہے کہ اسے کوئی اعزاز بھی نہیں ملا حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا ۔ کیوں کہ اس نے اپنا سب کچھ ہنسی خوشی تج دیا تھا ۔ وہ جوان تھا اور جوانی میں زندگی اور محبت پوری بہار پر ہونے کی وجہ سے بہت عزیز ہوتی ہیں۔ تاہم فوجی خدمات سے سبکدوش ہونے پر وہ راضی برضا رہا اور حصول صحت کے بعد وہ کاروبار میں لگ گیا تاکہ روپیہ کما کر اپنی منسوبہ میگ کے لیے ایک اچھا سا گھر بنائے ۔ اس کا ایک دوست مسٹر لارنس اسے بقدر ضرورت کچھ قرض دینے پر آمادہ تھا لیکن جان کی غیرت اور خود داری کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اپنے دوست کا مقروض کہلائے ۔ اس نے ایک جگہ محاسب کی ملازمت کر لی اور اطمینان کا سانس لیا کیوں کہ اپنی کمائی کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے ۔

ادھر میگ شادی کا انتظار کرنے کے ساتھ ساتھ کام بھی کرتی رہتی تھی ۔ گھریلو کام کی سوجھ بوجھ میں اسے کافی مہارت ہوگئی تھی ، اور جان بروک کی محبت نے اس کے ہر کام کو حسین و دلکش بنا دیا تھا ۔ جان متمول نہ تھا اور میگ جانتی تھی کہ میری نئی زندگی معمولی طریقے سے شروع ہوگی ۔ پھر بھی اور لڑکیوں کی طرح اس کے بھی دل میں نئی نئی امنگوں کا پیدا ہونا قدرتی بات تھی ۔ نڈ سوفاٹ اور سیلی گارڈنر کی حال ہی میں شادی ہوئی تھی ۔ ان کے پاس عمدہ مکان ، گاڑی گھوڑا اور نفیس ساز و سامان تھا ۔ میگ اپنی حالت کا مقابلہ ان کی خوش حالی سے کیے بغیر نہ رہ سکی ۔ اس کے بعد مایوسی کا پیدا ہونا لازمی تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ جان نے کیسی کٹھن محنت اور انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ اس کے لیے وہ گھر بنایا ہے جس میں اب جانے والی ہے تو سب رشک و حسد اور بے اطمینانی دور ہو گئی ۔

جب وہ سر شام آمنے سامنے بیٹھ کر اپنے چھوٹے چھوٹے منصوبوں پر گفتگو کرتے تو مستقبل اس قدر خوش آیند اور روشن

Taj Tahir Foundation

نظر اتا کہ سیلی کی شان و شوکت ہیچ معلوم ہوتی اور وہ خود کو دنیا کی سب سے زیادہ مال دار اور خوش نصیب عورت سمجھتی۔

جو نے پھوپھی مارچ کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا، کیوں کہ بڑی بی کے دل میں ایمی گھر کر چکی تھی۔ انھوں نے ایمی کو ایک بہترین استاد سے تعلیم دلانے کا لالچ دے کر اپنے پاس رکھ لیا۔ ایمی نے اس فائدے کو دیکھتے ہوئے یہ پیشکش منظور کر لی۔ چنانچہ وہ اب صبح کو کام اور شام کو آرام و تفریح کرتی اور خوب مزے سے دن گزار رہی تھی۔ جو نے اس عرصے میں خود کو مطالعۂ ادب اور بتھ کی دیکھ بھال کے لیے وقف کر دیا۔ بتھ عرصہ دراز سے بخار کے عارضے میں مبتلا تھی۔ گو اب بخار تو نہیں تھا، لیکن وہ بے حد لاغر و کمزور تھی۔ اس کے سرخ و سفید گالوں پر نقاہت نے زردی پھیر رکھی تھی۔ تاہم وہ مسرور تھی اور پرامید بھی، نیز اپنے پسندیدہ کام خود آٹھ کر انجام دیتی۔

جب تک 'سپریڈ ایگل' پرچے والے جو کو بقول خود اس کی فضولیات کا معاوضہ ایک ڈالر فی کالم دیتے رہے، وہ خود کو صاحب ذرائع سمجھتی رہی اور بڑی محنت سے اپنی چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھتی رہی۔ لیکن اس کے بلند ارادے والے دماغ میں بڑے بڑے منصوبے پرورش پاتے رہے۔ چنانچہ ٹین کے باورچی خانے کی چھت والے کمرے میں ان مسودات کا ڈھیر لگتا رہا جن کی وجہ سے آگے چل کر جو مارچ کا نام مشہور ہوگیا۔

لاری جو دادا کو خوش کرنے کے لیے بڑی فرمانبرداری کے ساتھ کالج میں داخل ہوگیا تھا اب خود کو شاداں و فرحاں رکھنے کے لیے عجیب عجیب طریقے ایجاد کر رہا تھا۔ وہ اپنی خوش مزاجی اور فطری ذہانت کے باعث ہر دلعزیز بن گیا تھا۔ روپے کے ساتھ اس میں فیاضی کا مادہ بھی تھا۔ وہ مجلسی آداب کو بخوبی سمجھتا تھا، تاہم کالج کی آزاد فضا میں اس کے بگڑ جانے کا بھی اندیشہ تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ دوسرے ہونہار نوجوانوں کی طرح

Taj Tahir Foundation

کسی حد تک گمراہ ہوگیا تھا ، لیکن اس کے پاس برائی سے بچنے کے لیے مہربان اور بزرگ مسٹر مارچ اور مسز مارچ کی دعائیں بطور طلسم محافظ تھیں ۔ مسز مارچ اسے سگے بیٹے کی طرح چاہتی تھی ۔ اس کے علاوہ خاندان کی ان چار بھولی بھالی لڑکیوں کا بھی اسے خیال تھا، جو اس کی گرویدہ اور اس کی بذلہ سنجی سے ہمیشہ خوش رہا کرتی تھیں ۔

اس کی فطرت میں چونکہ شوخی اور شرارت تھی ، اس لیے نچلا بیٹھنا اس کے لیے ناممکن تھا ۔ یہ لڑکیوں سے دوستی گانٹھتا ، جذباتی بن جاتا اور کالج کے طور طریق کے مطابق کشتی رانی اور دوسرے ورزشی کھیلوں میں کود پڑتا ۔ جو اسے ستاتا یہ اسے تگنی کا ناچ نچاتا ۔ کبھی اس کی گفتگو تہذیب سے بھی گر جاتی، اور کئی بار تو شرارت کے باعث کالج سے نکال دیے جانے کا پورا پورا خطرہ پیدا ہوگیا تھا ۔ لیکن اس کی شرارتوں کی تہ میں جوش جوانی اور ہنسی دل لگی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا ۔ اس لیے وہ کھلے دل سے اپنے قصور کا اعتراف کرتا اور باعزت تلافی کرکے اپنی پرکشش باتوں سے مخالف کو رام کر لیتا اور اپنی کارستانی پر اسے فخر بھی تھا ۔ وہ لڑکیوں کو جھلائے ہوئے ٹیوٹروں اور باوقار پروفیسروں نیز اپنے مخالفوں کی خفت اور ندامت کے قصے خوب نمک مرچ لگا کر سناتا اور لطف لیتا ۔ وہ یہ قصے بڑی توجہ کے ساتھ سنا کرتیں اور اسے ہر واقعے کا ہیرو سمجھتیں ۔ کبھی کبھی لاری ان لڑکیوں کو اپنے گھر لے جاتا اور اپنے ہم جماعت آفت کے پرکالوں کا ان سے تعارف کرا دیتا ۔

خصوصاً ایمی کو یہ بلند مرتبہ ضرور ملتا اور وہ ان میں خاصی ہر دلعزیز ہوگئی۔ ایمی کو قدرت نے ایک ایسی مقناطیسی کشش بخشی تھی کہ لوگ خود بخود اس کی طرف جھکتے ، اور اس کا احساس چھٹپن ہی سے ایمی کو ہوگیا تھا اور وہ اس وصف سے کام لینا بھی سیکھ گئی تھی ۔ میگ تو اپنے جان ہی کے خیال میں ایسی غرق

Taj Tahir Foundation

رہتی تھی کہ اس کی توجہ کسی اور مرد کی جانب نہ جا سکی ، لیکن جو بڑے شوق اور چاؤ سے لاری اور اس کی سوسائٹی سے ملتی اور ان کے طور طریق برتتی اور ان کے کارناموں کی نقل اتارے بغیر نہ رہتی ۔ یہ دل پھینک سوسائٹی بظاہر جو کی اداؤں پر فریفتہ تھی لیکن ان میں ایک بھی چاہنے والا نہ تھا ۔ البتہ ایمی کے حضور میں چند پُر جذبات آہوں کا نذرانہ پیش کرنے میں سوسائٹی کا کوئی فرد باز نہ رہ سکا ، اور جذبات کے ذکر سے قدرتاً 'آشیانۂ فاختہ' کا خیال آ گیا ۔

یہ اس مختصر مگر سجے سجائے مکان کا نام تھا جو مسٹر بروک نے میگ کے لیے بنوایا تھا ۔ 'آشیانۂ فاختہ' لاری نے نام رکھا تھا اور وہ یہ نام رکھنے کی توجیہ اس طرح کرتا تھا کہ عشاق فاختہ کے جوڑے کی مانند کو کو کرتے رہتے ہیں ، لہٰذا ان کے گھر کا نام 'آشیانۂ فاختہ' سے بہتر کیا ہو سکتا ہے ۔ اس چھوٹے سے مکان کی پشت پر ایک باغیچہ اور سامنے کے رخ ایک چھوٹا سا لان تھا ۔ یہاں میگ نے فوارہ اور پھولوں کی کیاریاں لگانے کی تجویز سوچی تھی ، لیکن یہ تجویز عملی جامہ نہ پہن سکی ۔ فوارے کے مقام پر ایک پرانا دھرانا خاک دان رکھ دیا گیا اور جھاڑیوں کی جگہ دیودار کے پودے لگا دیے گئے اور پھولوں کی کیاریوں کے مقام پر کھپچیوں کی قطاریں تھیں ۔

بایں ہمہ مکان کا اندرونی حصہ بڑا خوش نما تھا اور مسرور دلہن کو اوپر کی منزل سے لے کر تہہ خانے تک کوئی عیب اور نقص دکھائی نہ دیتا تھا ۔ یہ صحیح ہے کہ ہال کی چھت بہت نیچی تھی ۔ یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ ان کے پاس پیانو نہ تھا ورنہ وہ پورا کا پورا ہال میں نہ سما سکتا ۔ اسی طرح کھانے کا کمرہ اتنا چھوٹا سا تھا کہ بمشکل چھ آدمی ٹھس کر ہی بیٹھ سکتے تھے اور باورچی خانے کی سیڑھیاں بنانے والے نے شاید یہ سوچ کر بنائی تھیں کہ جب ملازم چینی کے برتن لے کر چڑھے اترے تو وہ اور برتن گڈمڈ ہو کر خاک دان میں گر پڑیں ۔ لیکن سامان بڑے سلیقے سے اور سوچ سمجھ کر

Taj Tahir Foundation

لگایا گیا تھا ، اس لیے گھر کی خوش نمائی میں کوئی نقص نہ تھا ۔ اگرچہ وہاں سنگ مرمر کی میزیں ، قد آدم آئینے یا لیس دار پردے تو نہ تھے، مگر سادہ فرنیچر، لکڑی کے خوبصورت فریموں میں چند خوبصورت تصویریں، اور ایک خوش نما گل دان، الماریوں میں چینی کے برتن اور عمدہ قسم کی کتابیں رکھی ہوئی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ اور شادی پر دوستوں کی طرف سے دیے ہوئے تحفے الگ سجا دیے گئے تھے ، جو دوستوں کی محبت کا عملی ثبوت تھے ۔ میرا خیال ہے کہ لاری کے دیے ہوئے مجسمے سائیکی کو جان کے ایک معمولی بریکٹ پر رکھ دینے سے اس کے حسن میں کچھ فرق نہیں آتا تھا ۔ اور ایمی نے جس سلیقے سے ململ کے سادہ پردے لٹکائے اس سے زیادہ فن کاری کوئی ماہر آرائش کیا دکھا سکتا تھا ۔ جس طرح جو اور اس کی والدہ نے میگ کے گنے چنے بکس اور گٹھڑیاں وغیرہ کوٹھڑی میں لگائیں اس سے زیادہ خلوص کے ساتھ کسی اور سٹور روم میں کیا سامان رکھا گیا ہوگا ۔ اور نیا باورچی خانہ ہرگز اتنا آرام دہ اور صاف ستھرا معلوم نہ ہوتا اگر حنا نے ایک ایک برتن اور تسلوں کو جھاڑ پھونک کر نہ رکھا ہوتا اور اس خیال سے آگ روشن نہ کی ہوتی کہ مس بروک کے گھر میں قدم رکھتے ہی سب کچھ تیار ملے ۔ کسی شادی شدہ عورت کو اپنی ازدواجی زندگی شروع کرتے وقت اتنے جھاڑن ، اتنی صافیاں اور اتنے ٹکڑوں کے تھیلے نہ ملے ہوں گے جتنے میگ کو دیے گئے تھے ۔ کیوں کہ بتھ نے سالگرہ تک کے لیے ان کی کافی مقدار فراہم کر دی تھی اور چینی کے برتنوں کے لیے تین مختلف قسم کے کپڑے تیار کر دیے تھے ۔

جو لوگ اس قسم کی چیزیں کرائے پر لیتے ہیں ، انھیں کبھی نقصان کا اندازہ نہیں ہوتا اور معمولی سے معمولی کام بھی دلکش بن جاتے ہیں اگر انھیں خلوص سے انجام دیا جائے ، اور میگ کو اس کے اتنے ثبوت ملتے چلے گئے جن کا کوئی شمار نہ تھا ۔ اس کے چھوٹے سے آشیانے میں باورچی خانے کے بیلن سے لے کر گلدان تک ہر چیز

Taj Tahir Foundation

محبت اور سلیقے کا اظہار کر رہی تھی ۔ انھوں نے کیسی خوشی اور دل جمعی کے ساتھ صلاح مشورے کیے تھے اور کس اہتمام سے سامان خریدے جاتے تھے ۔ ان معاملات میں کیسی پر لطف اور مزیدار ٹھوکریں کھاتے تھے ۔ اکثر لاری کے مہنگے سودے لے آنے پر کیسے قہقہے لگتے تھے ۔ یہ نوجوان اگرچہ کالج کا پڑھا لکھا تھا لیکن ہنسی مذاق کے معاملے میں بچہ بن جاتا تھا ۔

اب اس پر یہ دھن سوار تھی کہ ہر ہفتے ملنے آتا تو نئی دلہن کے لیے کوئی نہ کوئی کارآمد اور انوکھی چیز ضرور ساتھ لاتا ۔ کبھی کپڑوں کی پنوں کی تھیلی، کبھی کوئی عجیب کدو کش جو پہلی دفعہ کام لینے پر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ۔ چاقو صاف کرنے کا ایسا تیل جس سے سارے چاقو خراب ہو گئے ۔ ایک عجیب قسم کی جھاڑو جو فرش پر سے سارے دھاگے اور دھجیاں تو اٹھا لیتی مگر کوڑا کرکٹ چھوڑ دیتی ۔ میل اتارنے والا صابن لاتا جو جسم کی کھال تک اتار دیتا ۔ نہ جھڑنے والا سینٹ جو خریدار کی انگلیوں کے سوا اور کسی چیز پر نہ لگتا اور ہر قسم کے ٹین کے برتن جن میں پائیاں جمع کرنے کے ننھے سیونگ بنک سے لے کر ایک حیرت انگیز بوائلر تک شامل تھا ، جو اپنی ہی بھاپ سے کپڑے دھوتا مگر جس کے درمیان ہی میں پھٹ جانے کا اندیشہ رہتا ۔

میگ اسے منع کرتے کرتے تھک گئی اور جان نے بھی اس کی ہنسی اڑائی ۔ جو نے اسے 'بدھو' کا خطاب دیا مگر لاری کا خبط نہ جانا تھا نہ گیا ۔ چنانچہ ہر ہفتے وہ اسی قسم کی حماقت تازہ کرتا رہتا تھا ۔ آخرکار سب تیاریاں مکمل ہو گئیں ۔ یہاں تک کہ ایمی کا مختلف رنگ کے کمروں میں ان کے ہم رنگ صابن رکھنے کا کام بھی پورا ہو گیا اور بتھ پہلی ضیافت کے لیے میز لگا کر بھی فارغ ہو گئی ۔

جب بیگم مارچ بیٹی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس نئے مکان کی سیر کرنے آئیں تو انھیں یہ گھر بہت پسند آیا اور انھوں نے مسکرا

Taj Tahir Foundation

کر صاحبزادی سے پوچھا : ''کہو بیٹی! اب تو مطمئن ہو ؟ غالباً یہ 'آشیانہ' فاختہ کے جوڑے کے لیے بہت ہی موزوں ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہاں تمھارا دل لگے گا۔''

میگ نے خوشی خوشی جواب دیا : ''ہاں امی میں خوش اور مطمئن ہوں اور آپ کی اتنی ممنون ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔'' اور زبان سے زیادہ اس کی نظریں اظہار تشکر کر رہی تھیں۔

ایمی جو اس وقت نشست کے کمرے میں یہ سوچ رہی تھی کہ مشتری کا برنجی مجسمہ الماری کی کارنس پر اچھا لگے گا یا آتشدان کے اوپر ، باہر نکلتے ہوئے بولی : ''میگ کے پاس دو ایک نوکر ہوتے تو اس گھر کو چار چاند لگ جاتے۔''

میگ نے یہ سن کر اطمینان سے جواب دیا کہ : ''اماں جان نے اس کا بدل بتا دیا ہے اور میں عنقریب اسے آزماؤں گی۔ لوٹی کو تو تم جانتی ہو ، وہ ادھر اُدھر ہو آیا کرے گی اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹایا کرے گی۔ کام کچھ زیادہ نہیں جس کے لیے نوکروں کی ضرورت ہو۔ علاوہ ازیں میں کاہل الوجود بننا نہیں چاہتی۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنا صحت و تندرستی کے لیے ایک قسم کی ورزش سے کم نہیں۔''

ایمی کہنے لگی : ''سیلی موفاٹ کے آگے چار نوکر ہیں۔''

''اگر میگ کے آگے بھی چار نوکر ہوں تو وہ رہیں گے کہاں ؛ کیا باغیچے میں ان کے لیے خیمے ڈلوا دے جائیں گے ؟'' جو نے درمیان میں لقمہ دیتے ہوئے کہا جو دروازے کی دستیوں کو پالش لگا کر آخری بار رگڑ رہی تھی۔

بیگم مارچ نے کہا : ''سیلی کی بات اور ہے، وہ غریب آدمی کی بیوی نہیں۔ اس کے پاس خادماؤں کا ہونا لازمی ہے۔ میگ اور جان کی پوزیشن دوسری ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک عالی شان محل کے برابر انھیں اس چھوٹے سے گھر میں سکھ نصیب ہوگا۔ میگ جیسی نوجوان لڑکیوں کا صرف کپڑے بدلنا اور ملازموں

Taj Tahir Foundation

پر حکم چلانا اور دنیا بھر کی باتیں ملانا سخت غلطی ہے۔ جب میری نئی نئی شادی ہوئی تھی تو میں نئے کپڑوں کے پھٹنے کی دعائیں مانگا کرتی تھی تاکہ مجھے سینے سلانے کا موقع ہاتھ لگے کیوں کہ بیکار بیٹھے بیٹھے میں اُکتا جاتی تھی۔

میگ نے کہا: ''امی جان! آپ سیلی کی طرح باورچی خانے میں جا کر اور وہاں کی چیزوں کو اُلٹ پلٹ کرکے کیوں نہیں دل بہلا لیتی تھیں۔ سیلی کہتی ہے کہ وہ تو یہی کرتی ہے۔ اکثر کھانے خراب کر دیتی ہے اور نوکر چاکر اس کے پھوہڑ پن پر ہنستے ہیں۔''

ماں نے جواب دیا: ''میں بھی کچھ دن بعد باورچی خانے میں جانے لگی تھی، مگر گڑبڑ کرنے کے لیے نہیں بلکہ حنا سے کام سیکھنے کے لیے تاکہ نوکروں کو مجھ پر ہنسنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس وقت تو یہ حرکتیں کھیل معلوم ہوتی تھیں، مگر ایک وقت آیا کہ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ میں اپنی چھوٹی چھوٹی بچیوں کے لیے صحت بخش غذا تیار کر سکتی ہوں، اور جب قیمتاً امداد لینے کے ناقابل ہوں تو اپنی مدد آپ کر سکتی ہوں۔ پیاری میگ! میری باتوں پر کان دھرو! جو باتیں تم مجھ سے سیکھو گی اور غربت کے دنوں کو ہنسی خوشی گزار دو گی تو یہ آگے چل کر تمھارے کام آئیں گی۔ خاص طور سے اس وقت جب جان امیر ہو جائے گا۔ خوب یاد رکھو! گھر کی مالکہ کو، خواہ وہ کتنی ہی امیر ہو، کام کاج کا ڈھنگ آنا چاہیے۔''

میگ بولی: ''ہاں امی! میں سب سمجھ رہی ہوں۔''

وہ ماں کی تقریر کو دل لگا کر اور مؤدبانہ طور پر سن رہی تھی کیوں کہ ہر عورت فطرتاً خانہ داری کی باتوں کو بڑے دھیان سے سنتی ہے؛ مگر اپنی رائے کو وقعت بھی دیتی ہے۔

چند منٹ بعد وہ دونوں اوپر کی منزل پر پہنچیں تو میگ بولی: ''مجھے اس ننھے سے گھر میں یہ کمرہ بہت ہی پسند ہے۔''

Taj Tahir Foundation

یہاں وہ سوتی کپڑوں سے بھری ہوئی الماری کو کھول کر دیکھ رہی تھی ، اور بتھ وہاں بیٹھی ہوئی برف جیسے سفید کپڑے تہ بہ تہ الماری میں رکھ رہی تھی اور انھیں سلیقے کے ساتھ رکھنے کی داد آپ ہی آپ لے رہی تھی ۔ میگ کی اس بات پر کہ یہ ننھا منا کمرہ مجھے بہت پسند ہے ، تینوں ہنس پڑیں ۔

کہیں پھوپھی مارچ نے غصے میں آ کر شادی سے پہلے یہ کہہ دیا تھا ، اگر میگ نے جان بروک سے شادی کی تو میں اسے ایک پائی کا سامان نہیں دوں گی ۔ لیکن جب غصہ اتر گیا اور جان سے شادی ٹھہر گئی تو انھیں اس قول پر پچھتانا پڑا اور وہ چہ کنم میں پڑ گئیں ۔ انھوں نے اپنی بات ہلکی نہ ہونے دی اور سوچتی رہیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ، یعنی کام بھی نکل جائے اور بات بھی رہ جائے ۔ آخر کار ان کے ذہن نے یہ ترکیب نکالی کہ فلورنس کی ماں مسز کیرول کو بہت سا سوتی کپڑا خریدنے اور تیار کرکے بطور تحفہ دلہن کو دینے کے لیے آمادہ کر لیا ۔ چنانچہ اس ترکیب پر سختی کے ساتھ عمل کیا گیا اور ہدایت کی کہ کانوں کان اس راز کی کسی کو خبر نہ ہو ۔ مگر یہ راز چھپ کیسے سکتا تھا ، اس بھید کے کھل جانے پر خاندان والوں نے بڑا لطف لیا ۔ اگرچہ آخر وقت تک پھوپھی مارچ اس واقعے سے اپنی لا علمی ظاہر کرتی رہیں اور یہی کہتی رہیں کہ وہ تو پرانی وضع کے جواہرات دیں گی جس کا شادی سے پہلے انھوں نے وعدہ کر رکھا تھا ۔

بیگم مارچ نے سوتی میزپوش پر پسندیدگی کی نظر ڈالتے ہوئے کہا : ''اس تحفے سے گھریلو مذاق ٹپکتا ہے اور اسے دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے ۔ میری ایک سہیلی تھی جب وہ گھربار کی ہوگئی تو اس کے پاس صرف چھ چادریں تھیں ، مگر دعوت کے موقع پر انگلیاں دھونے کے پیالے بکثرت تھے اور اس سے بڑا سکون و اطمینان اسے حاصل نہ تھا ۔''

Taj Lahir Foundation

میگ نے کہا: ''میرے پاس انگلیاں دھونے کا تو صرف ایک ہی پیالہ ہے ، مگر حنا کہتی تھی کہ یہ دیکھنے دکھانے کی چیز ہے اور مضبوط ایسا کہ عمر بھر کام دے گا۔''

نیچے سے جو چلائی: ''بدھو میاں آ رہے ہیں۔'' یہ سن کر سب نیچے اتر آئے کیوں کہ لاری سے مل کر سب کے دل باغ باغ ہو جاتے تھے اور اس کا یہ ہفتہ وار پھیرا خاص اہمیت رکھتا تھا۔ آپ کا حلیہ شریف ملاحظہ ہو :

دراز قد ، چوڑے شانے ، رنگ سرخ و سفید ، بال تراشیدہ ، سر پر فیلٹ کی ٹوپی ، ڈھیلا ڈھالا کوٹ ، چال میں تیزی ۔ بس آتے ہی دروازہ کھولے بغیر چھوٹی جھاڑی پھلانگ کر سیدھا بیگم مارچ کے پاس پہنچا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر پرجوش طریقے سے بولا : ''امی! میں آ گیا ہوں، باقی سب خیریت ہے۔''

آخری فقرہ غالباً بڑی بی کی اس نظر کا جواب تھا جس سے اس نے لاری کو دیکھا ۔ اس نظر میں مہر و محبت کے ساتھ ساتھ یہ سوال بھی جھلک رہا تھا کہ تم کیسے ہو ۔

لاری نے اس کے بعد بڑی بی کی پیشانی چوم لی اور بڑی بی نے لاری کی ۔ گویا اظہار عقیدت اور بزرگانہ شفقت کی قدیم رسم ادا کر دی گئی ۔

لاری نے ایک بادامی کاغذ میں لپٹا ہوا پارسل میگ کو دیتے ہوئے کہا : ''بنانے والے کی جانب سے مبارک باد کے ساتھ !'' پھر بتھ کے بالوں کے ربن کو علیحدہ کرتا ہوا اس سے بولا : ''لڑکی جیتی رہو!'' اور جو کے کپڑے دیکھ کر کہنے لگا : ''تم کو دیکھ کر تو آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہو جاتا ہے۔'' پھر ایمی کے ساتھ مضحکہ خیز طریقے سے اظہار مسرت کرتے ہوئے بولا : ''ایمی ! چشم بددور! تم تو بہت حسین و خوب صورت ہوتی جا رہی ہو۔'' بعد ازاں اٹھ کر سب سے باری باری مصافحہ

Taj Tahir Foundation

کیا اور سب آپس میں باتیں کرنے لگے۔

میگ نے تشویش کے لہجے میں پوچھا: ''جان کہاں ہے؟''

لاری نے جواب دیا: ''محترمہ! وہ کل کے لیے لائسنس حاصل کرنے کی خاطر رک گیا ہے۔''

جو نے پوچھا: '' ٹیڈی! پچھلے میچ میں کون جیتا؟'' (جو لاری کو پیار سے 'ٹیڈی' کہتی تھی) گو وہ انیس برس کی ہو گئی تھی مگر مردانہ کھیلوں میں برابر دل چسپی لے رہی تھی۔

لاری نے اسے بتایا: ''ہم جیتے اور کون جیتا! کاش تم کھیل دیکھنے کے لیے وہاں ہوتیں۔''

ایمی نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا: ''حسین مس مرانڈا کیسی ہے؟''

''پہلے سے زیادہ سنگ دل؛ دیکھتی نہیں میں اس کے غم میں کس بری طرح گھل رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر لاری نے اپنے چوڑے چکلے سینے پر ہاتھ مارا اور ڈرامائی انداز سے ایک آہ بھری۔ ان دل چسپ باتوں کا سلسلہ بتھ نے یہ کہہ کر توڑ دیا کہ میگ اس پارسل کو کھول کر تو دیکھو۔ اس مرتبہ کوئی انوکھا مذاق ہے یا وہی روایاتِ کہن کی تجدید۔ جب پارسل کھولا گیا تو فوراً ایک چوکیدار کا ڈنڈا برآمد ہوا جسے دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔ اسے کھڑکھڑانے سے ایک مہیب آواز پیدا ہوتی تھی۔

لاری بولا: ''آتش زدگی اور چوری کے محل پر اس کا ہونا بہت ضروری ہے۔ دیکھو مسز جان بروک! جب کبھی جان کہیں گیا ہوا ہو اور تم کو حالات خوف زدہ کر دیں تو اسے کھڑکی سے باہر نکال کر ہلانا شروع کر دینا اور یہ پلک جھپکتے ہی ہمسایوں کو جگا دے گا۔ ہے نا اچھی چیز!'' اور اس نے اپنے تحفے کا کمال دکھانا شروع کر دیا اور سب نے گھبرا کر اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

لاری کہنے لگا: ''ہاں مجھے ایک بات اور یاد آ گئی۔ شکر کرو حنا نے تمہارے عروسی کیک کو ٹوٹنے پھوٹنے سے بچا لیا۔

Taj Tahir Foundation

میں نے اسے تمھارے مکان میں کیک لے کر جاتے ہوئے دیکھا۔ خاصا چوٹی دار معلوم ہوتا تھا۔ میری رال اسے دیکھ کر ٹپک پڑی اور میں اسے توڑنے کے لیے لپکا مگر حنا نے مردانہ وار مقابلہ کرکے مجھے پسپا کر دیا۔''

میگ نے یہ سن کر بزرگانہ لہجے میں کہا: ''لاری! تم کب تک بچہ بنے رہو گے؟''

لاری نے جواب دیا: ''محترمہ! میں اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا ہوں کہ جوان بن جاؤں، مگر کیا کروں قد نہیں بڑھتا۔ آج کل کے رو بہ تنزل زمانے میں مردوں کے قد چھ فٹ سے اونچے نہیں جاتے۔'' حالانکہ اس کا سر چھوٹے سے فانوس کے برابر جچتا تھا۔

پھر کہنے لگا: ''میرا خیال ہے، اس صاف ستھرے نئے زنانہ کمرے میں کچھ کھانا بدتمیزی میں داخل ہوگا۔ چوں کہ میں بہت زیادہ بھوکا ہوں اس لیے التوا کی تجویز پیش کرتا ہوں۔''

''امی اور میں جان کا انتظار کریں گے۔ ابھی کچھ باتیں تصفیہ طلب ہیں۔'' کہتی ہوئی میگ تیزی سے چل دی۔

ایمی نے ایک خوش نما ٹوپی اپنے گھونگر والے بالوں پر جماتے ہوئے کہا: ''بتھ اور میں کٹی برائنٹ کے ہاں سے کل کے لیے اور پھول لانے جا رہے ہیں۔''

لاری جو سے کہنے لگا: ''وہ دیکھو بی! تم ایک ساتھی کو نہ چھوڑ بھاگنا۔ میں اس قدر تھکا ہوا ہوں کہ بلا سہارا گھر تک نہیں جا سکتا، اور وہاں دیکھو تم اپنا یہ بالاپوش نہ اتارنا، بڑا موزوں معلوم ہو رہا ہے۔ جو نے اپنا بازو اس کے آگے کر دیا تاکہ وہ سہارا لیتا ہوا چلے۔

راستے میں جو نے کہا: ''ٹیڈی! میں تم سے کل کی تقریب کے بارے میں سنجیدگی سے ایک بات کہنی چاہتی ہوں۔ تمھیں وعدہ کرنا پڑے گا کہ کل تم کوئی مخول نہ کرو گے۔ اگر تم نے

Taj Tahir Foundation

چار آدمیوں کے سامنے کوئی بیہودہ مذاق کیا تو ہمارے سارے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔''

لاری : ''نہیں ، نہ مخول ہوگا نہ اس کے کنبے کا کوئی آدمی۔''

جو : ''اور جب سنجیدہ بن کر بیٹھنے کا موقع ہو تو مسخرے پن کی کوئی بات منہ سے نہ نکالنا۔''

لاری : ''بہت اچھا ، بہت خوب !''

جو : ''اور مہربانی فرما کر دوران تقریب میں میری طرف نہ دیکھنا ورنہ مجھے بڑے زور کی ہنسی آ جائے گی۔''

لاری : ''تم مجھے دیکھ ہی نہ سکو گی۔''

جو : ''کیوں ؟''

لاری : ''تم اس قدر زور زور سے رو رہی ہوگی کہ تمہارے اردگرد کہر کا دبیز پردہ فضا کو دھندلا کر دے گا۔''

جو : ''مگر میں تو سخت تکلیف کے بغیر کبھی نہیں روتی۔''

لاری : ''تکلیف کی نہ پوچھو ، تکلیف تو کالج جانے میں بھی ہوتی ہے نا ؟''

جو : ''بے وقوف نہ بنو ؛ میں اس روز اس لیے رونے لگی تھی کہ کالج جانے سے سہیلیوں کا ساتھ چھوٹتا تھا۔''

لاری : ''اچھا یہ بتاؤ اس ہفتے دادا جان کے مزاج کیسے رہے ؟''

جو : ''بہت مہربان ہیں۔ کیا تم کسی مشکل میں پھنس گئے ہو اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ ان کا رویہ تمہارے متعلق کیا ہوگا ؟''

لاری : ''اور کیا ، یہی تو معلوم کرنا ہے ورنہ پوچھتا ہی کیوں۔''

لاری اتنا کہہ کر رک گیا اور اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ دل کی خلش سے بے چین ہے۔

پھر لاری نے کہا : ''اور کچھ خیال نہ کرنا ، مجھے ان سے

Taj Tahir Foundation

صرف روپیہ طلب کرنا ہے۔"

جو بولی : "ٹیڈی تم بڑے خرچیلے ہو؟"

"میں تو روپے کو خرچ کرتا ہی نہیں ؛ وہ تو پتا نہیں لگتا خود ہی خرچ ہو جاتا ہے ، اور کمال یہ ہے مجھے معلوم ہونے سے پہلے سب اٹھ جاتا ہے۔" لاری نے کہا۔

"اصل میں تم فراخ دل معلوم ہوتے ہو۔ لوگ قرض مانگتے ہیں اور تم مروت کے باعث انکار نہیں کرتے۔ ہم نے ہنشا کے بارے میں سن رکھا ہے کہ تم نے کس طرح اس کی امداد کی۔ اگر تم اسی ڈھنگ سے روپیہ اٹھاتے رہے تو کوئی بھی تمھیں قصوروار نہ ٹھہرائے گا۔"

جو کے لہجے میں جوش تحسین تھا۔

لاری بولا : "ہنشا نے تو رائی کا پہاڑ بنا دیا۔ وہ محنتی آدمی ہے ، اس کو قدرے روپے کی ضرورت تھی۔ میں ایسے اچھے آدمی کو کام کرتے کرتے موت کے دروازے پر دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ بس تھوڑی سی امداد سے اس کی بگڑی بن گئی۔ جو! کیا تم میری جگہ ہوتیں تو اس کی امداد نہ کرتیں ؟"

"یقیناً کرتی۔" جو نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "لیکن لباس کے معاملے میں تمھاری یہ فضول خرچی مجھے پسند نہیں۔ غضب خدا کا ایک نہ دو اکٹھی سترہ عدد واسکٹیں۔ بے شمار نکٹائیاں ، صبح شام نئی ٹوپیاں۔ اس پر طرہ یہ کہ تم نے اپنے آپ کو بھیانک بنانے کا فیشن اختیار کر لیا ہے۔ یہ جناب کا سر فرشی برش معلوم ہوتا ہے۔ اس پر تنگ کسی ہوئی جاکٹ پہن کر بالکل کاٹھ کے الو بن گئے ہو۔ ہاتھوں میں نارنجی دستانے اور پاؤں میں چوڑی نوک کے بھاری اور بھدے جوتے۔ استغفراللہ ! تمھارا یہ حلیہ بازاری بھی ہے اور بد وضع بھی۔ پھر اس لباس پر جتنا خرچ ہوا ہوگا اس سے آدھی قیمت پر ایک شریفانہ قسم کا لباس تیار ہو سکتا ہے۔ مجھے تو یہ لباس ایک آنکھ نہیں بھاتا۔"

Taj Tahir Foundation

لاری نے اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھٹک کر اتنے زور زور سے ہنسنا شروع کیا کہ اس کی فیلٹ ٹوپی زمین پر گر پڑی اور اتفاق سے اس پر جو کا پاؤں پڑ گیا ۔ اس توہین سے لاری کی بن آئی ۔ اس نے چلاؤ قسم کے لباس کے فائدے گنوانے شروع کر دیے اور اپنی کچلی ہوئی ٹوپی کو اٹھا کر جیب میں رکھ لیا ۔

جو نے جواب میں اپنی طلاقت زبان کے خوب خوب جوہر دکھائے ۔ آخر لاری نے کہا : ''اب میرے حال پر عنایت کیجیے اور مزید لیکچر نہ پلائیے ! میں یہاں آ کر تفریح کرنی چاہتا ہوں اور تم ناصح مشفق بن کر میرے پیچھے پڑ جاتی ہو ۔ کل میں خرچ کی طرف سے بے پروا ہو جاؤں گا اور دوستوں عزیزوں کے لیے باعث مسرت ثابت ہوں گا ۔''

جو نے سختی سے کہا : ''میں تمھیں تنگ نہ کروں گی اگر تم صرف اپنے بال بڑھنے دو ۔ گو میں رئیسانہ مزاج نہیں رکھتی مگر مجھے ایسے شخص کے ساتھ بیٹھنے پر اعتراض ہے ، جو ایک پیشہ ور نوجوان یا مکا باز پہلوان معلوم ہوتا ہو ۔''

لاری بولا : ''اس سیدھی سادی وضع سے پڑھائی میں آسانی معلوم ہوتی ہے ، اس لیے ہم غریب طلبا یہ وضع بنائے رکھتے ہیں ۔'' اور سچ یہ ہے کہ لاری کو اترانے کا الزام نہیں دیا جا سکتا تھا کیوں کہ اس نے اپنی مرضی سے خوش نما گھونگر والے بال کٹوا کر پاؤ انچ لمبے خشخاشی بال کرا لیے تھے جو ایک گبرو جوان کے لیے اچھی خاصی قربانی تھی ۔

اس نے پھر کہا : ''ہاں ایک بات تو سنو ؛ میرا خیال ہے وہ پار کر ایمی کی یاد میں بڑا بے قرار رہنے لگا ہے ۔ ہر وقت اس کا ذکر کرتا رہتا ہے ۔ شعر لکھتا ہے اور خاصا مجنوں بنا پھرتا ہے ۔'' پھر ایک لمحہ چپ رہنے کے بعد ایک بڑے بھائی کی طرح ہمدردانہ لہجے میں بولا : ''پار کر کو اپنے ناپختہ عشق کی روک تھام کرنی چاہیے ۔''

Taj Tahir Foundation

''یقیناً ہم آگے کئی برس تک کوئی مزید شادی رچانے کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔ خدا کی پناہ ! آخر ان بچوں کے دماغ میں کیا چیز سما گئی ہے ۔'' یہ کہہ کر جو اس طرح بھونچکا تھی گویا ابھی اور پار کر ابھی کم سن بچے ہیں ۔

لاری نے بطور اظہار افسوس مگر اپنی فطری شرارت کے ساتھ جو کے خیالات کی ہمنوائی کرتے ہوئے کہا : ''محترمہ ! یہ عجیب دور ہے ؛ خبر نہیں دنیا کو کیا ہو گیا ہے ۔ ابھی تمھاری عمر ہی کیا ہے ، کون جانے کہ آئندہ تمھارے ہی جانے کی باری ہو اور ہم اس پر کڑھتے رہ جائیں ۔''

''تم گھبراؤ نہیں، میں پسندیدہ قسم کی لڑکی نہیں ہوں ؛ میرا کوئی طلب گار نہیں ہوگا ۔ آخر خاندان میں کوئی تو بن بیاہی لڑکی رہنی ہی چاہیے ۔''

لاری نے اپنے چہرے کی پوری تابانی کے ساتھ جو کو ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا : ''تو شاید تم مجھے موقع نہیں دو گی۔ ایک تو تم اپنے کردار کے نرم پہلو نظروں سے اوجھل رکھتی ہو ۔ اگر کوئی اتفاقاً تاک جھانک کرکے تاڑ جائے اور پسند کیے بغیر نہ رہ سکے تو تم پٹھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتی ہو اور ایسی کھری بن جاتی ہو کہ کوئی بھی قریب آنے کی جرأت نہ کر سکے ۔''

یہ سن کر جو اور بھی حوصلہ شکنی پر اتر آئی ، بولی : ''مجھے اس قسم کی باتیں ہرگز پسند نہیں ہیں۔ میں اتنی زیادہ اپنے کاموں میں لگی رہتی ہوں کہ ان فضولیات کی جانب نظر اٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکتی ۔ براہ کرم آئندہ اس سلسلے میں کچھ نہ کہنا ۔ میگ کی کیا شادی ہوئی کہ سب کو یہی عشق بازی کا سودا ہو گیا ہے ۔ میں برہم ہونا نہیں چاہتی ، اس لیے بہتر یہی ہے کہ موضوع گفتگو بدل دیں ۔''

لاری کے دل میں کچھ ہو مگر وہ اپنے جذبات چھپانے کے لیے آہستہ آہستہ سیٹی بجانے لگا اور جب وہ دروازے پر پہنچ کر ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو لاری نے یہ پیش گوئی کی : ''جو!

Tahir Foundation

میری اس وقت کی بات کو یاد رکھنا، اب کے تمھاری باری ہے۔"

دوسرا باب

پہلی شادی

جون کا مہینہ تھا اور صبح کا سہانا وقت، برآمدے پر گلاب کے تازہ پھول سورج کی کرنوں کے ساتھ گھل مل کر ہمسایوں کی طرح خوشیاں منا رہے تھے۔ جب ہوا ٹہنیوں کو جھولا جھلاتی تو پھول جھک جھک کر اور مسکرا مسکرا کر گلابی رنگ کی نازک بدن اور شوخ چشم پیاری پیاری نازک نازک کلیوں سے سرگوشیاں کرنے لگتے۔ کچھ بیلیں دیوار سے لپٹی ہوئی کھانے والے کمرے کی کھڑکی سے ہم کنار ہو رہی تھیں اور کچھ مکان کے اس حصے کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھیں، جہاں دلہن کی سہیلیاں اور بہنیں دلہن کو شادی کے لیے بنا سنوار رہی تھیں اور پھول جو کچھ آنکھوں سے دیکھتے تھے دوسروں کو بھی اشاروں اشاروں میں بتاتے جاتے تھے۔

آج جس طرح مہمانوں کے چہروں پر مسرت کھیل رہی تھی اسی طرح یہ لال لال پھول اور ان کی ہم راز پیاری پیاری کلیاں بھی خوش خوش نظر آ رہی تھیں۔ پھولوں کی پھبن اور کلیوں کے تبسم دیکھ دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا، جیسے نہالان چمن اپنی مالکہ کی بارگاہ میں، جو ایک مدت سے ان کی ہم جلیس اور رکھوالی تھی اور آج تھوڑی دیر بعد اپنے دولھا کے ساتھ اس گھر سے رخصت ہونے والی تھی، حسن اور جوانی کا معطر تحفہ لے کر آئے ہیں۔

رہی میگ! تو آج وہ خود بھی گلاب کا ایک خوب صورت پھول ہی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے پیارے پیارے چہرے پر اس وقت شرم اور حجاب کی وہ دل کش جھلک، جس میں حسن اور شباب

Taj Tahir Foundation

کی مستیاں تھیں جھلک رہی تھی اور وہ اس جام جہاں نما کی طرح تھا جس میں دل کے چھپے ہوئے راز آئینے کی طرح صاف صاف نظر آ جاتے ہیں ۔ کبھی وہ مسکرا کر اپنی کسی سہیلی سے کہتی : ''اب چھوڑو بھی نا ! مجھے تم وہی سادہ میگ رہنے دو جو شادی کی ان وقتی رسموں سے تمھاری محبت اور اخلاص کی زیادہ آرزومند ہے ۔''

اس نے اپنا عروسی گاؤن معصوم تمناؤں اور سادہ ارمانوں کو دل میں لیے ہوئے خود ہی سیا تھا ۔ اس کی بہنوں نے اس کے بال بنائے اور اس کے جسم پر وادی کے گل ہائے لالہ کے سوا اور کوئی زیور نہ تھا ، جنھیں اس کا جان سب سے زیادہ پسند کرتا تھا ۔

میگ جب عروسی جوڑا پہن چکی تو ایمی محبت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی : ''میگ ! میں سچ کہتی ہوں ، مجھے اگر تمھارے اس عروسی جوڑے کے ملے دلے جانے کا خوف نہ ہوتا تو تمھیں ابھی گلے لگا لیتی اور بھینچ بھینچ کر اتنا پیار کرتی ، اتنا پیار کرتی کہ بس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔'' یہ کہتے ہوئے ایمی کی آنکھوں میں محبت اور پیار کے آنسو ڈبڈبا آئے ۔

'' اوہو ! یہ بات ہے گویا ۔'' میگ نے مسکرا کر کہا ۔ ''تم تو اس ایک عروسی جوڑے کو کہہ رہی ہو ، اگر اس جیسے اور بیسیوں بھی ہوں تو تمھارے ایک پیار پر سب قربان کر دوں ۔'' یہ کہہ کر وہ ایمی سے چمٹ گئی ، پھر اسی طرح وہ اپنی دوسری بہنوں سے بھی گلے ملی اور ثابت کر دیا کہ بہنوں کی محبت بھی شوہر کی محبت سے کچھ کم نہیں ۔

میگ جب بہنوں سے بغل گیر ہو چکی تو ہنس کر کہا : ''لو ! اب ذرا مجھے جان کے گلوبند (Cravat) باندھ آنے دو ۔ ابا جان بھی میرا انتظار کر رہے ہوں گے ۔''

جان کے گلوبند باندھنے اور باپ کے ساتھ مطالعہ گاہ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد وہ ماں کے پاس آئی ۔ جو بظاہر تو مسکرا رہی تھی ، لیکن دل کی گہرائیوں میں یہ غم بھی تھا کہ آج گھر

Taj Tahir Foundation

سے ایک خوب صورت پرندہ جسے سینے سے لگا لگا کر پالا پوسا تھا ، اپنے نئے نشیمن کی طرف پرواز کرنے والا ہے ۔

دلہن کی تینوں بہنیں جو پاس پاس کھڑی بناؤ سنگھار کر رہی تھیں اگر اس وقت ان کے متعلق بھی دوچار لفظ کہہ دیے جائیں تو کچھ بے محل نہ ہوگا ۔ گو گزشتہ تین سال میں ان کے رنگ روپ پر کچھ اثر تو ضرور پڑا ہے ، لیکن جوبن ابھی بہار پر ہے ۔

جو کے جسم میں اب وہ پہلا سا تناؤ نہیں رہا ، ہاں چال کی محشر خرامی ابھی وہی ہے اور گھنگریالے بالوں کی دلکشی بھی وہی جوقد کی موزونی پر سونے پرسہاگے کا کام دیتی ہے ۔ گالوں پر خوبانی کی سی ہلکی ہلکی سرخی ، اور آنکھوں میں معصومیت کی چمک کبھی بہت تیز طرار تھی ، لیکن طبیعت میں اب کچھ سنجیدگی بھی پیدا ہوگئی ہے ۔

بتھ کچھ زرد زرد اور خاموشی پسند نظر آتی ہے ۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں جوانی کی شوخیوں کی بجائے یاس کی جھلکیاں اور چہرے پر شباب کی مسکراہٹوں کی جگہ غم دوراں کھلی ہوئی کتاب کے ورق کی طرح ہویدا ہے ، لیکن نہ کبھی کسی نے زبان شکوہ کھلتی سنی ہے اور نہ اس نے کبھی مایوسی کا اظہار کیا ہے ۔

ایمی ایک سولہ سال کی دوشیزہ ہے ۔ گو وہ کچھ ایسی حسین تو نہیں ، تاہم اس کے گورے گورے بدن کے اندر ایک دلکشی ہے ۔ اس کے خد و خال ، اس کے جسم کی بناوٹ ، اس کے سنہرے گھونگر والے بال ؛ اس پر اس کا ذرا بن سنور کر رہنا اور جوانی کا وقار دیکھنے والوں کے دل میں دلچسپی سی پیدا کر دیتا ہے ۔ ہاں ! اسے قدرت سے یہ شکایت ضرور ہے کہ اس کی ناک ستواں نہیں ۔ دہانہ اور ٹھوڑی بھی اس کی پسند کی نہیں ، لیکن وہ یہ کہہ کر دل کو تسلی دے لیتی ہے کہ اس کی آنکھیں نیلگوں

Taj Tahir Foundation

آسمان کی طرح پیاری ہیں اور اس کے گھونگر والے بال دوسروں کے لیے قابل رشک ہیں۔

تینوں بہنیں مہین سفید کپڑے کے گاؤن پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے سر کے بال اور سینے پھولوں سے مزین تھے، لیکن اس سادگی میں بھی تینوں چہروں پر دلکش مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔ نگاہوں سے شوخیاں ٹپک رہی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی کتاب زندگی کے ہر ورق کا مطالعہ کچھ تجسس اور دلچسپی سے کر رہی ہیں۔ طے یہ ہوا تھا کہ فضول رسموں سے اجتناب کیا جائے اور کسی بات سے تصنع یا بناوٹ ظاہر نہ ہو، لیکن جب دلہن کی پھوپھی مارچ آئیں تو انھوں نے کچھ اور ہی تماشا دیکھا۔ اول تو دلہن نے لپک کر ان کے قدم لیے، پھر انھوں نے دولھا کو ایک ہار باندھتے ہوئے دیکھا جو نیچے گر پڑا تھا اور دلہن کے والد پادری صاحب دونوں بغلوں میں دو شراب کی بوتلیں دبائے زینے پر چڑھ رہے تھے۔

چنانچہ جب وہ اس جگہ جو خاندان کے بزرگوں کے لیے مخصوص تھی، بیٹھ چکی تو ذرا ناک بھوں چڑھا کر بولی:

''پیاری میگ! تم دلہن ہو، تمھیں آج ذرا دوسروں سے الگ ہو کر بیٹھنا چاہیے۔''

''پھوپھی جان!'' میگ نے بھی ذرا منہ پھلا کر جواب دیا: ''میں کوئی تماشا نہیں جو آج ہر کوئی میری طرف گھور کر دیکھ رہا ہے۔ ہم نے لوگوں کو اس لیے مدعو نہیں کیا کہ وہ میرے لباس پر نکتہ چینی کریں یا یہ حساب لگانے بیٹھیں کہ آج کے کھانے پر خرچ کیا آئے گا۔ آج میری شادی کا دن ہے اور خوشی کا موقع ہے جو کسی کا دل چاہے کہے، مجھے کسی کی کچھ پروا نہیں۔''

پھر جان سے بولی: ''پیارے جان! یہ رہا تمھارا ہتھوڑا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ شوہر کا اس کام میں ہاتھ بٹانے لگی جو موقع کے

Taj Tahir Foundation

لحاظ سے ایک دولھا کے لیے بالکل نامناسب تھا۔

مسٹر بروک نے شکریہ تک ادا نہ کیا۔ لیکن جب وہ ہتھوڑے جیسا معمولی اوزار اٹھانے کے لیے جھکا تو اس نے نیم وا دروازے کی آڑ میں دلہن کو ایسی محبت سے پیار کیا کہ پھوپھی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور انھوں نے اپنی جیب سے رومال نکال کر آنکھوں پر رکھ لیا۔

کوئی چیز گری، ایک چیخ سنائی دی؛ لاری نے قہقہہ لگا کر کہا: ''ارے! ارے! جو نے پھر کیک گرا دیا۔'' اس واقعے سے تھوڑی سی بھاگ دوڑ ہونے لگی، اور یہ ختم ہوئی تھی کہ چچیرے ممیرے خلیرے بھائی بہنوں کا قافلہ نمودار ہو گیا اور جیسا کہ بتھ بچپن میں کہا کرتی تھی ''پارٹی اندر آئی۔''

جب کمرہ ان سے بھر گیا اور لاری کا سیاہ سر سب کے سروں سے اونچا نظر آنے لگا تو پھوپھی مارچ نے ایمی سے کہا:

''اس دیو کو میرے قریب نہ آنے دینا، یہ مجھے مچھروں سے کہیں زیادہ تنگ کرتا ہے۔''

ایمی نے جواب دیا: ''اس نے وعدہ کیا ہے کہ آج وہ کوئی بیہودہ حرکت نہیں کرے گا، آپ بالکل مطمئن رہیں۔'' اور اس نے فوراً جا کر ہرقل کو اژدہے سے خبردار رہنے کی تنبیہ کی، جس کے بعد اس نے کوشش کر کے بڑی بی کو ڈھونڈا اور ان کے ساتھ اس قدر تمیزداری سے پیش آیا کہ وہ حیران رہ گئیں۔

گو دولھا اور دلہن کا جلوس تو نہیں نکالا گیا لیکن جب دونوں آ کر محراب کے نیچے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تو کمرے میں ایک خوش گوار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دلہن کی ماں اور بہنیں دلہن کو اس طرح اپنے جھرمٹ میں لیے کھڑی تھیں، گویا انھیں یہ خوف تھا کہ کوئی ان سے چھین کر نہ لے جائے۔ نکاح کا خطبہ پڑھتے ہوئے دلہن کے باپ کی آواز کئی بار تھرائی جس سے خطبہ اور بھی زیادہ بھلا اور باوقار معلوم ہونے لگا۔ دولھا

Taj Tahir Foundation

کا ہاتھ کپکپایا اور اس کے ایجاب و قبول کی آواز کسی کے کانوں تک نہ پہنچی ۔ مگر میگ نے ایجاب و قبول کے وقت اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اقرار زوجیت کیا ۔ اس کے چہرے اور آواز سے اس قدر بھولا بھالا جذبۂ اعتماد ٹپکتا تھا کہ اس کی ماں کا دل خوشی سے لہرا اٹھا اور پھوپھی مارچ کی ناک سے ''پھوں پھوں'' کرنے کی آواز سنائی دینے لگی ۔

جو اگرچہ روئی نہیں مگر کئی بار بسورتی ہوئی نظر آئی۔ دراصل رونے سے باز رہنے کی وجہ یہ تھی کہ لاری اس کی طرف ٹکٹکی باندھے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جن میں خوشی اور جذبے کی ملی جلی مسخروں جیسی کیفیت پائی جاتی تھی ۔ بتھ نے اپنا چہرہ ماں کے شانے میں چھپائے رکھا ، مگر ایمی ایک باوقار مجسمے کی طرح بے حس و حرکت کھڑی رہی ۔ دھوپ کی ایک شعاع اس کی گوری گوری پیشانی اور بالوں کے پھول پر پڑتی ہوئی بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی ۔

میگ کو یہ حرکت کرنی تو نہیں چاہیے تھی مگر اس نے نکاح کی رسم انجام پاتے ہی چلا کر کہا : ''پہلا بوسہ امی کو!'' اور مڑ کر پورے جوش دل کے ساتھ ماں کو بوسہ دیا اور اس کے بعد کچھ دیر تک وہ سچ مچ ہی اس خوب صورت پھول کی طرح تھی جسے چومنا ہر ایک اپنا حق سمجھتا تھا ۔

حنا جس نے اس تقریب پر ایک بہت بے ڈھنگی سی ٹوپی پہن رکھی تھی ، دلہن کے گلے کچھ اس انداز سے ملی کہ خوشی کے آنسوؤں کے ساتھ ایک کرخت سا قہقہہ بھی نکلا اور اس نے میگ کا بوسہ لیتے ہوئے کہا :

''پیاری بٹیا ! مبارک ہو! تمہارا کیک جوں کا توں ہے ۔ واللہ بڑا پیارا منظر ہے ۔''

اس کے بعد ہر ایک چھکنے یا چھکنے کی کوشش کرنے لگا جس سے خاصا سماں بندھ گیا ۔ کیوں کہ دل خوش ہو تو خود بخود

Taj Tahir Foundation

ہنسی آتی ہے ۔ تحفے تحائف کی نمائش نہیں کی گئی اس لیے کہ وہ تو پہلے ہی سے دولہا کے گھر پہنچا دیے گئے تھے ۔ اسی طرح کسی لمبی چوڑی دعوت کا انتظام بھی نہ کیا گیا بلکہ کیک اور پھلوں کا لنچ دیا گیا ، جن پر پھول کتر کے برکے گئے تھے ۔ جب گھر کی تینوں لڑکیوں نے مہمانوں کو پانی ، لیمونیڈ اور کافی کے علاوہ مشروبات میں سے کچھ اور پیش نہ کیا تو مسٹر لارنس اور پھوپھی مارچ نے اظہار بے بسی کے طور پر اپنے کندھے پھڑکائے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے ۔ تاہم کسی نے اس وقت تک کچھ نہ کہا جب تک لاری جس نے دلہن کی شراب سے تواضع کرنے پر اصرار کیا ، بھری ہوئی سینی یا طباق اٹھائے دلہن کے سامنے پہنچا اور استعجاباً آہستہ سے پوچھا :

''کیا جو نے اتفاقاً ساری بوتلیں توڑ ڈالی ہیں یا میں اس مغالطے میں ہوں کہ میں نے آج صبح کچھ کھلا ہوا دیکھا تھا !''

میگ نے اسے بتایا : ''تمھارے دادا جان نے از راہ مہربانی اپنی بہترین شراب کی پیشکش کی تھی ، اور پھوپھی جان نے بھیج بھی دی تھی ، مگر ابا جان نے اس میں سے تھوڑی سی بتھ کے لیے رکھ کر باقی شراب فوجیوں کی آرام گاہ میں بھیج دی تاکہ وہاں مریضوں کے کام آسکے ۔ ان کا خیال ہے کہ شراب صرف بیماری کی حالت میں پینی چاہیے ۔ اور اماں جان نے کہہ دیا ہے کہ وہ اور ان کی بیٹیاں اپنے گھر میں کبھی کسی نوجوان کو شراب پیش نہیں کریں گی ۔''

اس کا لہجہ سنجیدہ تھا اور اسے توقع تھی کہ یا تو لاری کی تیوری پر بل پڑ جائے گا یا وہ ہنس دے گا ۔ مگر اس نے تیوریاں چڑھانے یا ہنسنے کی بجائے اس پر ایک تیز نظر ڈال کر کہا :

''مجھے یہ بات بہت پسند آئی ہے کیوں کہ میں شراب کے نقصانات اس قدر دیکھ چکا ہوں کہ اب میری یہ خواہش ہے کہ اور عورتیں بھی تمھاری ہم خیال ہو جائیں ۔''

Taj Tahir Foundation

میگ نے پوچھا : ''مگر تم کو تو تجربے سے عقل نہ آئی ہو گی۔'' اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

''نہیں ، اور میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں۔ گو اس پر میری رال نہیں ٹپکتی لیکن چوں کہ ایسے ماحول میں پل کر بڑا ہوا ہوں جہاں شراب پانی کی طرح پی جاتی ہے اور بے ضرر بھی معلوم ہوتی ہے اس لیے پینے نہ پینے کی کچھ زیادہ پروا نہیں کرتا۔ تاہم جب کوئی حسین لڑکی کوئی چھلکتا ہوا جام پیش کرتی ہے تو تم جانتی ہو کون انکار کر سکتا ہے!''

''لیکن تم شراب چھوڑ دو! اپنی خاطر سے نہیں تو میری خاطر سہی۔ لو آج وعدہ کرو ، اور مجھے یہ سمجھنے کا ایک اور موقع دو کہ آج میری زندگی کا سب سے زیادہ پر مسرت دن ہے۔'' میگ نے ایک دلربایانہ انداز میں کہا۔

اس مطالبے سے جو کہ اتنا سنجیدہ اور اچانک تھا ، لاری ایک لمحے کے لیے تذبذب میں پڑ گیا۔ کیوں کہ اکثر انسان ایثار پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن تحقیر برداشت نہیں کر سکتا۔ میگ جانتی تھی کہ اس نے اگر ایک بار وعدہ کر لیا تو ہر قیمت پر اسے نبھائے گا اور اس نے اپنی طاقت پر بھروسا کرتے ہوئے ایک عورت کی حیثیت سے اس جذبے کو اپنے ایک رفیق کی بہبود کے لیے استعمال کیا۔ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔ اس کا اپنا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جو زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ آج مجھ سے کوئی کسی چیز کے لیے انکار نہیں کر سکتا اور واقعی لاری انکار نہ کر سکا۔ اور اس نے جواب میں مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا : ''مسز بروک! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیوں گا۔''

وہ بولی : ''بہت بہت شکریہ!''

جو نے احساس مسرت سے چمکتی ہوئی آنکھوں سے اس کی

Taj Tahir Foundation

طرف بہ نظر پسندیدگی دیکھا اور اس پر لیمونیڈ پھینک کر اپنا گلاس گھماتے ہوئے کہا :''میں تمھارے اس عزم کی درازیِ عمر کا جام نوش کرتی ہوں ۔''

چنانچہ یوں جام صحت پیا گیا ، قول و قرار ہو گئے اور وعدہ شکنی کے مواقع آنے کے باوجود لاری اس قول پر قائم بھی رہا ۔ کیوں کہ لڑکیوں نے فطری ذکاوت سے شراب چھوڑنے کا وعدہ ایک ایسے موقع پر لیا تھا جب لاری پر بات ماننے کی مزاجی کیفیت طاری تھی اور وہ زندگی بھر ان کا ممنون رہا کہ انھوں نے اسے اپنا رفیق سمجھ کر ایک برائی سے بچا لیا ۔

لنچ کے بعد مہمان دو دو تین تین کی ٹولیاں بنا کر باغ میں دھوپ سینکتے ہوئے ٹہلنے لگے ۔ میگ اور جان ایک گھاس کے قطعے کے وسط میں کھڑے تھے کہ لاری کو ایک ایسی بات سوجھی جس پر عمل درآمد کرنے سے اس بے رسموں کی شادی کے خد و خال مکمل ہو گئے ۔ بلند آواز سے بولا :

''سب شادی شدہ جوڑے جرمنوں کی مانند ہاتھ باندھ کر دولھا دلہن کے گرد رقص کریں اور ہم کنوارے اور بن بیاہے ان کے حلقے کے باہر رہ کر دو دو کی ٹولیاں بنا کر چلیں اور اس نے ایمی کا ہاتھ پکڑ کر روش پر ایسے جوش و خروش اور مہارت سے ناچنا شروع کر دیا کہ دوسرے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور بلا چون و چرا اس کی پیروی کرنے لگے ۔ مسٹر اور مسز مارچ اور پھوپھی اور چچا کیرول نے ابتدا کی ۔ دوسرے بھی آناً فاناً اس رقص میں شریک ہو گئے ۔ حد یہ ہے کہ سیلی موفاٹ نے بھی ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد اپنے شوہر نڈ کا ہاتھ پکڑا اور شادی شدہ ناچتے ہوئے جوڑوں کے حلقے میں جا شامل ہوئی ۔ مگر دلچسپ ترین مذاق یہ ہوا کہ جب پر شکوہ اور پیرانہ سال مسٹر لارنس پھوپھی مارچ کی جانب اس ارادے سے بڑھے کہ ان کے ساتھ رقص کریں تو بڑی بی نے ان کی شریک رقص بننے کی

بجائے اپنی چھڑی بغل میں دبائی اور پھدک کر ان سے دور ہٹتی ہوئی باقی مہمانوں میں جا شامل ہوئیں اوردولھا دلھن کے گرد رقص کرنے لگیں ۔ نوجوان مرد عورت اس طرح سارے باغ میں مٹکتے پھر رہے تھے جیسے بہار کے دنوں میں پھولوں کے گرد تتلیاں ۔

جب ناچتے ناچتے سانس پھول گئے تو اس ہنگامی رقص کو ختم کر دیا گیا اور مہمان رخصت ہونے لگے ۔ پھوپھی مارچ کو جب دولھا گاڑی میں سوار کر رہا تھا تو انھوں نے میگ سے کہا : ''خدا مبارک کرے اور شادی راس لائے ! میں تہ دل سے تمھارے لیے دعا کرتی ہوں ، مگر میرا خیال ہے تمھیں پچھتانا پڑے گا ۔'' اور دولھا سے مخاطب ہو کر بولیں : ''نوجوان ! تم کو ہیرا لڑکی مل گی ہے ، خود کو اس کا اہل ثابت کرنا ۔''

مسز موفاٹ نے گاڑی میں گھر واپس ہوتے ہوئے اپنے شوہر سے کہا : ''نڈ ! میں ایک مدت سے ایسی اچھی شادی کی تقریب میں شریک نہیں ہوئی تھی جس میں ذرا بھی رسموں کا خیال نہیں کیا گیا ۔''

جب تقریب کی ہلچل کے بعد مسٹر لارنس اپنی آرام کرسی میں آرام کر رہے تھے تو انھوں نے لاری سے کہا : ''بیٹا ! اگر تم بھی اسی قسم کی تقریب کا شوق رکھتے ہو تو ان میں سے کسی لڑکی کو امداد کے لیے چن لو ۔ میں اپنی طرف سے مطمئن ہو جاؤں گا ۔''

لاری نے حسب معمول مؤدب ہو کر جواب دیا : ''جناب میں آپ کو خوش کرنے کی انتہائی کوشش کروں گا ۔'' وہ اس پھولوں کے گچھے کی پن الگ کر رہا تھا جسے جو نے اس کے کوٹ میں لگایا تھا ۔

دولھا کا گھر کچھ دور نہیں تھا اور میگ کو جو عروسی سفر کرنا پڑا وہ صرف اتنا تھا کہ وہ جان کے ساتھ پیدل چل کر پرانے گھر سے نئے گھر میں پہنچ گئی ۔ جب وہ رخصت ہونے کے لیے نیچے اتری تو فاختئ رنگ کے سوٹ اور تنکوں کے بونیٹ

Taj Tahir Foundation

میں جو سفید فیتے سے باندھا گیا تھا ، بڑی سیدھی سادی اور بھلی نظر آ رہی تھی - سب رخصتی سلام کے لیے اس طرح اس کے گرد جمع ہوگئے جیسے وہ کسی لمبے سفر پر روانہ ہو رہی ہے -

میگ نے ماں کے گلے لگ کر کہا : ''پیاری امی ! آپ یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ میں آپ سے چھوٹ گی ہوں یا جان کی محبت سے آپ کی محبت میں کمی آ جائے گی -'' پھر باپ سے بولی : ''ابا جان ! میں ہر روز آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہونے کی کوشش کروں گی ، اور ہر چند میری شادی ہو گئی ہے ، مگر امید کرتی ہوں کہ آپ کے دلوں میں میرے لیے جو جگہ ہے ، اسے بھی برقرار رکھوں گی - بتھ زیادہ تر میرے ہی پاس رہا کرے گی اور باقی دونوں بہنیں بھی میرے پھوہڑ پن پر ہنسنے کے لیے گاہے گاہے وہاں آ جایا کریں گی - میں آج کے دن کو کامیاب بنانے کے لیے آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں - خدا حافظ ! خدا حافظ !'' اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے -

وہ سب کھڑے اس کو دیکھتے رہے - ان کے چہرے محبت ، امید اور تفاخر کے احساس سے تمتما اٹھے - جس وقت میگ اپنے شوہر کا بازو تھامے ، پھول دونوں ہاتھوں میں لیے وہاں سے روانہ ہوئی ، اس کے مسرور چہرے پر جون کی اجلی اجلی دھوپ نثار ہو رہی تھی ـــــ غرض یوں میگ کی ازدواجی زندگی شروع ہوئی -

---

تیسرا باب

فن کاری

انسان کے فطری جوہر اور خدا داد قابلیت میں امتیاز کرنا خصوصاً نوجوانوں کو ذرا دیر ہی میں آتا ہے - ایمی بڑی دقتین اٹھانے کے بعد ان کے فرق کو سمجھنا سیکھ رہی تھی - اس نے

Taj Tahir Foundation

اپنے شوق کو فطری آکساہٹ جان کر فنون لطیفہ کے ہر شعبے میں بڑے چاؤ سے قدم رکھا - پہلے مجسمہ سازی کی طرف توجہ کی ، جسے وہ کیچڑ کا سموسہ کہتی تھی - ایک عرصے تک وہ اس کام میں لٹکی رہی - اس کے بعد نفیس ترین نقاشی شروع کردی اور اس صنعت میں ایسی چابک دستی اور ہنروری دکھائی کہ اس کی بنائی ہوئی چیزیں نقاشی کا نہ صرف اعلیٰ نمونہ قرار دی گئیں بلکہ وہ نفع بخش بھی ثابت ہونے لگیں - اس کام میں آنکھوں پر زور پڑتا تھا ، آخر اس مشغلے سے بھی اسے دست کش ہونا پڑا - پھر اس نے ٹھپوں سے خاکے بنانے شروع کر دیے - جب تک یہ شوق رہا گھر والے ہر وقت آتش زدگی کا اندیشہ کرتے رہے - کیونکہ اس شوق کی وجہ سے ایک تو ہر وقت گھر میں دھواں بھرا رہتا ، دوسرے روغنی لکڑی کے جلنے کی چراند بھی پھیلی رہتی - آگ میں تپائے ہوئے لال انگارہ ٹھپے ہر وقت آگ لگنے کا سگنل دیتے رہتے - حنا اسی اندیشے کے پیش نظر سوتے وقت اپنے سرہانے پانی کی بالٹی بھری رکھتی اور گھنٹی دروازے پر لگی رہتی کہ خطرے کے وقت خبردار کر دے - کبھی ڈھلائی کے بورڈ کی اندرونی سطح پر ریفل مصور کا چہرہ دکھائی دیتا ، کبھی بیر شراب کے پیپے کے ڈھکنے پر بیکس (Bacchuis) کی تصویر نظر آتی - کبھی شکر کا ڈبا حمد گاتے ہوئے معصوم بچے کی شبیہ سے مزین ہوتا ، اور کبھی ایسی تصویر بنائی جاتی جس میں گیرک (شاعر) کو فرانسیسی دستکار لڑکی سے دستانے خریدتے ہوئے دکھایا جاتا -

اس کے بعد قدرتی طور پر مصوری کا نمبر آیا تو ایمی نے اس فن میں غایت دلچسپی لی - ایک مصور دوست نے اپنا برتا ہوا سامان برش، رنگ اور پیالیاں، موقلم وغیرہ دے دیے - اس نے اپنی فطری ذہانت سے دیہاتی اور بحری زندگی کے مختلف پہلو تصاویر کے ذریعے دنیا کو دکھائے - اس نے ایسے عجیب الخلقت مویشی بنائے

Taj Tahir Foundation

جن کو زراعتی نمائش میں دکھایا جاتا تو یقیناً انعام ملتا ۔ سمندری جہازوں کی تصویریں بنائیں تو ان پر ایسا روغن دکھایا گیا کہ کوئی بڑے سے بڑا ماہر جہازرانی انھیں دیکھ کر اس خیال سے ہنستے ہنستے لوٹ نہ جاتا کہ جہاز سازی کے سارے قاعدوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے تو اسے سمندری عارضہ ضرور ہو جاتا ۔ ایمی کے سٹوڈیو کے ایک گوشے سے جو میلے کچیلے لڑکے اور سیاہ چشم عورتیں ہر دیکھنے والے کو تکتی نظر آتی تھیں ، یہ موریلو کی مصوری کی آئینہ دار تھیں ۔ وہ چکنے بھورے سائے جو چہروں کی وضع کے تھے اور جن پر ہیبت ناکی کا پیلا پن غلط جگہ دکھایا گیا تھا ریمبراں کی تصویروں جیسے تھے ۔ پھولی ہوئی عورتیں اور جلندر کے مریض بچے روبینس کے شاہکاروں کے قائم مقام تھے ۔ اور ٹرنر کا رنگ نیلی گرج کے طوفانوں ، نارنجی برق، بھوری بارش اور قرمزی بادلوں کی شکل میں ظاہر کیا گیا تھا ۔ اس تصویر کے بیچوں بیچ ٹماٹری سرخ رنگ کا چھینٹا اس طرح دیا گیا تھا کہ اسے دیکھنے والا سورج ، کشتی ، ملاح کی قمیض یا شاہی چوغہ جو جی چاہے سمجھ سکتا تھا ۔

اس کے بعد کوئلے کی تصویریں کھینچی جانے لگیں اور سارے خاندان کی تصویروں کو ایک لائن میں لٹکا دیا گیا اور ان کی شکلیں اس قدر وحشت ناک بنائی گئیں کہ جیسے سب کوئلے کی کوٹھڑی سے لائے گئے ہوں ۔ رنگین چاک کی شکلیں پھر بھی بہتر رہیں ، کیوں کہ ان میں مشابہت پائی جاتی تھی ۔ چنانچہ جو کی ناک میگ کے دہن اور لاری کی آنکھوں کی بہت تعریف کی گئی ۔ اب پھر مٹی اور پلستر کے بت بنانے کی دھن سمائی ۔ ایمی کے واقف کاروں کے بھوتوں جیسے مجسمے گھر کے کونے کونے میں دکھائی دینے لگے یا الماریوں پر سے لوگوں کے سروں پر گرنے لگے ۔ بچوں کو بہلا پھسلا کر ماڈل بنایا جاتا ، یہاں تک کہ مس ایمی کی پر اسرار سرگرمیوں کے بارے میں ان کے غیر مربوط بیانات کے بعد لوگ

Taj Tahir Foundation

اسے آدم خور عورت سمجھنے لگے۔

مگر اس کام کے ضمن میں اس کی تمام جد و جہد ایک ایسے ناشدنی حادثے سے اچانک ختم ہوگئی جس نے اس کے سارے ولولے سرد کر دیے۔ کچھ عرصے سے کوئی ماڈل نہ ملنے کی وجہ سے اس نے اپنے ہی خوبصورت پاؤں کا مجسمہ بنانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس کا سانچا بنانے کے لیے پاؤں پر پلستر لگایا اور ایک دن سارا گھر اس کی وحشیانہ چیخوں اور پاؤں دے دے مارنے کی آوازوں سے گھبرا کر مدد کو پہنچا تو دیکھا کہ بڑی وحشت کے عالم میں ادھر اُدھر پھدکتی پھر رہی ہے۔ دراصل اس نے پاؤں پر جو پلاسٹر لگایا تھا وہ غیرمتوقع سرعت کے ساتھ سختا گیا تھا۔ بڑی مشکل سے پاؤں پلاسٹر سے نکالا گیا۔ کچھ کچھ خطرہ بھی پیدا ہوگیا، کیوں کہ جو پلاسٹر چھڑاتے میں ہنسی سے اتنی زیادہ بے قابو ہوگئی کہ چاقو ضرورت سے زیادہ نیچے اتر گیا اور ایمی کا پاؤں کسی قدر کٹ گیا اور یوں کم از کم حصول فن کی ایک کوشش کی یادگار تو چھوڑ ہی گئی۔

اس سبق کے بعد ایمی کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا، مگر جب مناظر قدرت کی تصویریں بنانے کی دھن سمائی تو وہ خوب صورت مناظر کی تلاش میں دریاؤں، میدانوں اور جنگلوں کو کھوندتی پھرنے لگی اور کھنڈروں کے نقشے اُتارنے کے لیے پر شوق آہیں بھرنی شروع کیں۔ وہ ایک مزیدار منظر کی تصویر کشی کے لیے گیلی اور مرطوب گھاس پر بیٹھ کر ٹھنڈ کا شکار ہو جاتی اور وہ منظر کیا ہوتا؟ ایک پتھر، اس کے قریب کسی درخت کا تنا اور ایک کھمبی اور نیم شکستہ شاخ یا 'بادلوں کا ایک ملکوتی ہجوم' جو تصویر اترنے کے بعد پروں کے بستر کی نمائش معلوم ہوتا۔ اس نے روشنی اور سائے کے مطالعے کی دھن میں گرمیوں کی دھوپ میں دریا کے بہاؤ پر تیر کر اپنا رنگ بگاڑ لیا اور روشنی کے نقطوں کے پیچھے بھینگی بن کر دیکھنے سے ناک پر ایک جھری

Taj Tahir Foundation

ڈال لی ۔ مائیکل اینجلو کے بقول ''جوہر دائمی یا ابدی تحمل ہے ۔'' تو ایمی کا اس پر یقیناً کچھ نہ کچھ حق ہوگیا تھا کیوں کہ وہ تمام رکاوٹوں، ناکامیوں اور حوصلہ شکنیوں کے باوجود مستقل مزاجی سے کام کرتی رہی ۔ اسے پکا یقین تھا کہ بتدریج مشاق ہو کر کوئی نہ کوئی ایسا کارنامہ پیش کر دے گی جو فن کا اعلیٰ نمونہ کہلا سکے گا ۔

اس اثنا میں وہ دوسرے کام سیکھنے ، انھیں انجام دینے اور ان سے لطف اندوز ہونے میں مشغول رہتی تھی کیوں کہ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر عظیم فن کار نہ بن سکی تو بھی ایک دلکش اور ہمہ صفت موصوف عورت تو ضرور بن کر رہے گی ۔ اس مقصد میں اسے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ۔ وہ ان خوش نصیب انسانوں میں سے تھی جو تھوڑے ہی سے خوش ہو جاتے ہیں ، ہر جگہ دوست بنا لیتے ہیں اور زندگی کو عذاب جان بنائے بغیر اس قدر وقار سے بسر کرتے ہیں کہ کم حیثیت لوگ انھیں خوش حال سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ دانائی اور سوجھ بوجھ کے وصف نے اسے ہردلعزیز بنا دیا تھا ۔ اس میں یہ بات تاڑ جانے کا قدرتی مادہ تھا کہ کیا چیز مناسب اور خوش کن ہے ۔ وہ ہمیشہ جیسا آدمی دیکھتی اس سے ویسی ہی بات کرتی ۔ ہر کام موقع و محل کی مناسبت سے انجام دیتی ۔ اسے خود پر جتنا قابو تھا اسے دیکھ کر بہنیں کہا کرتیں کہ اگر ایمی کو تیاری کیے بغیر کسی دربار میں حاضر ہونا پڑ جائے تو وہ اپنی طبع سلیم سے سمجھ جائے گی کہ کس موقع پر کیا ادب آداب برتنے چاہئیں ۔

اس میں ایک کمزوری تھی تو یہ کہ اعلیٰ ترین طبقے میں میل جول رکھنا چاہتی تھی ۔ حالانکہ اسے یہ پوری طرح معلوم بھی نہیں تھا کہ کون کون لوگ اعلیٰ ترین طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس کی نظر میں دولت ، عزت ، فیشن کے لوازمات اور وہ آداب جن سے خوش مذاقی ٹپکتی ہو بہت ہی پسندیدہ تھے ۔

Taj Tahir Foundation

چنانچہ وہ ایسے ہی لوگوں سے میل جول چاہتی تھی جو ان صفات سے متصف ہوں ۔ مگر اکثر کھرے کھوٹے کی تمیز میں چوک کھا جاتی تھی اور ناپسندیدہ شخص کی مداح بن جاتی تھی ۔ اسے اپنے اعلیٰ نسب ہونے کا احساس تھا اس لیے خاندانی لوگوں کا سا ذوق اور ان کے سے خیالات و احساسات پیدا کر رہی تھی تاکہ جب موقع آئے تو وہ بلند مقام حاصل کر لے جس کی راہ میں افلاس اور غربت حائل ہو گئی تھی ۔

اس کے دوست احباب اسے مزاحاً ''حضور بیگم صاحبہ'' کہا کرتے تھے ۔ مگر وہ دل سے سچ مچ کی بیگم بننے کی خواہش مند تھی ۔ گو ابھی تک اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ محض دولت سے نفاست طبع حاصل نہیں کی جا سکتی ، اور معاشرے میں بلند مقام ہی سے شرافت کے گن پیدا نہیں ہو جاتے اور ظاہری موانع کی موجودگی میں بھی خاندانی اثر اپنا کرشمہ دکھاتا رہتا ہے ۔

ایک دن وہ بڑے طمطراق کے ساتھ ماں کے پاس جا کر بولی : ''امی میرا ایک کام کیجیے !''

ماں نے پوچھا : ''کیا کام ہے ننھی !'' کیوں کہ اس کی نظر میں یہ قد آور عورت اب بھی ننھی ہی تھی ۔

ایمی کہنے لگی : ''ہماری ڈرائنگ کلاس اگلے ہفتے ختم ہو رہی ہے ۔ لڑکیاں گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے اپنے اپنے گھر جائیں گی ۔ میں چاہتی ہوں کہ انھیں ایک دن کے لیے مہمان بلا لوں ۔ وہ سب دریا کا منظر دیکھنے ، ٹوٹے پل کا اسکیچ بنانے اور میری کاپی کے چند پسند کردہ نمونے نقل کرنے کے لیے پھڑک رہی ہیں ۔ انھوں نے مجھ پر طرح طرح کی عنایتیں کی ہیں اور میں ان کی ممنون احسان بھی ہوں ۔ اگرچہ وہ سب امیروں کی لڑکیاں ہیں اور میں غریب ہوں پھر بھی وہ برابر کی حیثیت سے ملتی ہیں ۔ انھوں نے مجھ میں اور اپنے میں کبھی فرق نہیں سمجھا ۔''

بیگم مارچ نے اکڑ کر کہا : ''انھیں فرق کرنے کا حق بھی

Taj Tahir Foundation

کیا ہے۔" اس وقت ان کا نقشہ وہ تھا جسے بیٹیاں 'ملکہ میریا تھریسا کا دبدبہ، کہا کرتی تھیں۔"

ایمی بڑے دھیمے مزاج کی تھی، اس نے مسکرا کر کہا: "یہ بات آپ اور میں دونوں جانتی ہیں کہ ہر کوئی دوسرے سے اس کی حیثیت کا لحاظ رکھ کر ملتا ہے، اس لیے آپ اس مرغی کی طرح بگڑیے نہیں جو اپنے چوزوں کو دوسرے پرندوں کی ٹھونگیں کھاتے دیکھ کر کڑکڑانے لگتی ہے۔ بدصورت بطخ سے بھی مرغابی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔"

بیگم مارچ ہنس پڑیں، انھوں نے مادرانہ غرور کو پرے رکھ کر پوچھا: "اچھا میری مرغابی! بتاؤ تمھارا منصوبہ کیا ہے؟"

"میں چاہتی ہوں کہ آیندہ ہفتے اپنی ہم جماعت لڑکیوں کو لنچ پر بلاؤں اور انھیں ان مقامات کی سیر کراؤں جنھیں دیکھنے کا انھیں اشتیاق ہے۔ شاید وہ کشتی میں دریا کی سیر بھی کریں۔"

"اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لنچ میں تمھارے خیال میں کیا کیا ہونا چاہیے؟ کیک، سینڈوچ، پھل اور کافی ٹھیک رہے گا؟"

"جی نہیں؛ جیب، چوزے، فرنچ چاکولیٹ اور ان کے ساتھ آئس کریم، یہ چیزیں ہونی چاہئیں۔ وہ لڑکیاں ایسی ہی چیزوں کی عادی ہیں۔ ہرچند میں ان کی طرح امیر نہیں ہوں اور خود روزی کماتی ہوں، مگر میں چاہتی ہوں کہ میرا لنچ امیرانہ ہو۔"

ماں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا: "کتنی لڑکیاں آئیں گی؟"

"جماعت میں تو بارہ چودہ ہیں مگر میرا خیال ہے سب نہیں آئیں گی۔"

Taj Tahir Foundation

''بیٹی صد رحمت ! اتنی لڑکیوں کے لیے تو تمھیں اومنی بس کرنی پڑے گی ۔''

''آپ بھی کیا باتیں کرنے لگیں امی ! چھ یا آٹھ لڑکیوں سے زیادہ شاید ہی آئیں ۔ میں ایک گاڑی کرائے کی کر لوں گی ، ایک مسٹر لارنس سے مانگ کر لے لوں گی ۔''

''ایمی ! خرچ کافی ہوگا ، سمجھ لو ۔'' بیگم مارچ نے کہا ۔

''ایسا کچھ زیادہ نہیں ، میں نے حساب لگا رکھا ہے اور سارا خرچ میں اپنی جیب سے دوں گی ۔'' ایمی نے زور دے کر یہ بات کہی ۔

''پیاری بیٹی ! یہ لڑکیاں مہنگی اور نفیس چیزوں کی عادی ہیں ؛ ہم کتنا ہی بہتر سے بہتر ضیافت کا سامان تیار کرکے رکھ دیں پھر بھی انھیں کوئی انوکھا پن معلوم نہیں ہوگا ۔ اس لیے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم سیدھی سادی دعوت کریں ، تاکہ ایک تو انھیں انوکھی اور عجیب محسوس ہو اور ہم زیادہ خرچ کرنے یا چیزیں مانگنے سے بچ جائیں ۔ نیز وہ چال نہ چلیں جو ہمارے حالات کے مطابق نہیں ہے ۔''

ایمی نے جواب دیا : ''اگر دعوت اس طرح نہیں کی جا سکتی جس طرح میں چاہتی ہوں تو پھر میں ایک سرے سے دعوت کی ضرورت ہی نہیں سمجھتی ۔ میں جانتی ہوں اگر آپ اور دوسری بہنیں تھوڑی بہت امداد کریں تو یہ کام خوش اسلوبی سے انجام پا سکتا ہے ۔ دوسرے میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب میں خود خرچ اٹھانے کو تیار ہوں تو آپ کو کیا اعتراض ہے ۔'' اس کے لہجے سے ظاہر تھا کہ اس نے دعوت کرنے کی ٹھان لی ہے اور مخالفت سے ضد پر اتر آئی ہے ۔

بیگم مارچ جانتی تھیں کہ تجربہ بہترین استاد ہوتا ہے اور بشرطِ حالات اپنے بچوں کو وہ سبق سیکھنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا کرتی تھیں جنھیں وہ ناصحانہ ہدایت کی کڑوی دوا کی طرح

Taj Tahir Foundation

پلاتیں تو حلق سے ایک گھونٹ بھی نیچے نہ اترتا۔

انھوں نے کہا: ''اچھا بیٹی! اگر تمھارے دماغ میں یہی سما گئی ہے اور تم روپے، وقت اور تحمل کا بہت زیادہ اسراف کیے بغیر کام چلا سکتی ہو تو میں کچھ نہیں کہتی۔ بہنوں سے بات چیت کر لو اور جو تم لوگ آپس میں طے کر لو گی تو میں بھی ہر طرح تمھاری مدد کروں گی۔''

ایمی نے کہا: ''شکریہ امی جان! آپ میرے حال پر بہت مہربان ہیں۔'' اور وہ بہنوں سے بات کرنے چلی گئی۔

میگ فوراً راضی ہو گئی، اس نے امداد کا وعدہ کر لیا اور اس کے مختصر گھر میں جو کچھ موجود تھا سب کچھ دعوت میں استعمال کرنے کے لیے حاضر کر دیا۔ مگر جو کی پیشانی پر بل پڑ گئے، اور شروع میں تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ اس معاملے سے سروکار نہیں رکھے گی۔

جو اس وقت اپنے ناول کے نازک ترین مرحلے پر تھی اس لیے جھلا کر بولی: ''تمھیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ ان لڑکیوں کے لیے، جو تمھاری ذرہ بھر پروا نہیں کرتیں، اپنا روپیہ خرچ کرو۔ گھر کے آدمیوں کو پریشان کرو گی اور گھر کی ساری چیزوں کو بھی الٹ پلٹ کر کے ڈال دوگی۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ تم اپنی ذکاوت اور خودداری کی وجہ سے کسی عورت کے سامنے محض اس لیے کبھی نہ جھکو گی کہ وہ رئیسانہ ٹھاٹ باٹ سے رہتی ہے۔''

اس قسم کی باتوں میں ان دونوں میں ہمیشہ تکرار ہو جایا کرتی تھی۔ ایمی نے طیش میں آ کر جواب دیا: ''میں حاشیہ برداری نہیں کرتی، اور تم جتنی حوصلہ افزائی چاہتی ہو، مجھے اتنی حوصلہ افزائی کا بھی چاؤ نہیں ہے۔ وہ لڑکیاں میرا لحاظ کرتی ہیں اور میں ان کا لحاظ کرتی ہوں۔ جسے تم فیشن پرستی کی لغویت کہتی ہو اس کے ہوتے ہوئے وہ بہت نرم دل، ذی فہم اور ہنرمند

Taj Tahir Foundation

لڑکیاں ہیں ۔ تم نہ تو اپنے مداح پیدا کرتی ہو ، نہ اونچے طبقے میں میل جول بڑھاتی ہو ، اور نہ تم میں خوش مذاقی اور ادب آداب ہیں ۔ اس کے برعکس میں تو ان باتوں کی عاشق ہوں اور ہر موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں ۔ تم آستینیں چڑھائے گردن اکڑائے پڑی پھرو اور اس کو آزادی سمجھے جاؤ ۔ لیکن میرا راستہ مختلف ہے ۔"

ایمی جب کبھی بولنے پر آتی یا کسی خیال کا اظہار کرتی تو عام طور سے اس کا پانسا زبر رہتا ۔ اس لیے کہ بہت سوچ سمجھ کر بات منہ سے نکالتی ۔ رہی جو تو اس کا ذوق آزادی اور رسمیات سے تنفر اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ کسی مسئلے پر بحث کرتی تو جذبات میں الجھ کر بازی ہار بیٹھتی ۔ ایمی نے جو کے تصور آزادی کی کچھ اس طرح تعریف کی کہ وہ ایک عمدہ چوٹ ثابت ہوئی جس پر دونوں ہنس پڑیں اور بات ہنسی میں پڑ گئی ۔ بالآخر جو نے اپنی مرضی کے خلاف اپنا ایک دن قربان کرکے مسز گرنڈی کے ہاں جانے اور بہن کو اس کام میں مدد دینے کی ہامی بھر لی جو اس کے نزدیک لغویت تھی ۔

دعوت نامے بھیجے گئے جو قریب قریب تمام قبول کرلیے گئے اور اس بڑی تقریب کے لیے آیندہ پیر کا دن مقرر ہوگیا ۔ ہفتۂ رواں کے کاموں کا نظام درہم برہم ہونے سے حنا کا مزاج بگڑ گیا تھا ؛ اس نے پیشین گوئی کر دی کہ اگر کپڑے دھونے اور استری کرنے کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری نہ رہ سکا تو کوئی کام قرینے سے نہ ہوگا ۔ گھر کی مشین کی اس بڑی کمانی میں خرابی پیدا ہونے سے ساری باتوں پر برا اثر پڑا ۔ لیکن ایمی اس بات کی قائل تھی کہ کبھی ہمت نہ ہارو ۔ چنانچہ جب اس نے تہیہ کر لیا تو تمام موانع کے باوجود اپنا کام جاری کھا ۔ گڑ بڑ یوں ہوئی کہ سب سے پہلے تو حنا کے پکائے ہوئے کھانے کچھ اچھے نہیں پکے ۔ چوزے اچھی طرح نہیں گلے ، جیب کے سالن

Taj Tahir Foundation

میں نمک زیادہ پڑ گیا اور چاکولیٹ میں ٹھیک طرح جھاگ یا پھین نہیں آٹھے - پھر کیک اور برف وغیرہ پر ایمی کے اندازے سے زیادہ خرچ آگیا - اسی طرح گاڑی کا کرایہ زیادہ ادا کرنا پڑا اور دوسرے مختلف اخراجات بھی جو پہلے معمولی نظر آتے تھے بعد میں جمع ہو کر خاصی بڑی رقم بن گئے - بتھ کو نزلہ ہو گیا اور وہ بستر پر دراز ہو گئی - میگ کے ہاں معمول سے زیادہ مہمان آ گئے اس لیے وہ وہاں سے ہل نہ سکی - جو پریشان خیالی کی وجہ سے اس قدر پے در پے حوادثات اور غلطیوں سے دو چار ہوئی جو نہ صرف نقصان کا باعث تھیں بلکہ صبر آزما بھی تھیں -

ایمی نے ضیافت ختم ہونے کے بعد کہا : ''اگر اماں جان اڑے نہ آتیں تو بس یہ ضیافت ہو چکی تھی'' اور جب اور سب نے موسم کے اس بہترین مذاق کو فراموش کردیا اس کے بعد بھی اس نے ماں کی یہ عنایت یاد رکھی -

ضیافت کا دن ابھی دور تھا کہ ایک اور شاخسانہ پیدا ہوا - وہ یہ کہ پیر کے روز موسم اچھا نہ رہا تو مہمان منگل کو آئیں گے - اس تبدیلی سے جو اور حنا کو بے حد کوفت ہوئی - پیر کی صبح کو موسم ایسا تھا کہ یہ پتا ہی نہ چلتا تھا کہ مطلع صاف رہے گا یا لگا تار بارش ہوگی - کبھی پھوار پڑنے لگتی ، کبھی تھوڑی دیر کو دھوپ نکل آتی - کبھی ہوا چلنے لگتی ، اور موسم نے اس وقت تک اپنے بارے میں کوئی فیصلہ ہی نہ کیا جب تک دوسرے کی رائے قائم کرنے کا وقت گزر نہ گیا - ایمی نے صبح دم آٹھ کر سب کو جگایا اور جلدی جلدی ناشتے سے فارغ کرایا تاکہ گھر کو ٹھیک ٹھاک کیا جا سکے - نشست گاہ اسے خاص طور پر بہت زیادہ میلی کچیلی معلوم ہوئی ، لیکن اس نے اپنی محرومی پر آہیں بھرنے کی بجائے فوراً یہ کیا کہ جہاں جہاں دری پھٹی پھٹی سی تھی وہاں کرسیاں رکھ دیں - دیواروں کے داغوں اور دھبوں کو تصویروں سے چھپا دیا اور خالی گوشوں

Taj Tahir Foundation

کو خانہ ساز مجسموں سے پر کر دیا جس سے کمرے کی فضا صنعت کارانہ ہوگئی۔ ادھر جو نے جا بجا خوشنما پھولوں کے گلدان رکھ دیے تھے، ان سے بھی عروسیت برسنے لگی۔

لنچ کے لیے جو کھانے تیار کیے گئے تھے ان کا نظارہ بڑا دلکش تھا۔ اس نے اپنے دل میں دعا کی کہ خدا کرے ایسے ہی خوش ذائقہ بھی ہوں اور مانگے کے چینی اور چاندی کے برتن صحیح سلامت واپس ہو جائیں۔ گاڑیوں کے وعدے کر لیے گئے تھے۔ میگ اور بیگم مارچ مہمانوں کی پذیرائی کے لیے تیار تھیں۔ بتھ کھانا تیار کرنے میں حنا کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ جو بد دل سی تھی۔ سر کے درد اور طبیعت کے اضمحلال کی وجہ سے ہر چیز اور ہر شخص اسے برا لگ رہا تھا۔ پھر بھی اس نے ہشاش بشاش اور حلیم الطبع بننے کی پوری کوشش کی۔ اور جب وہ اوپری دل سے پوشاک پہن رہی تھی ایمی اس مسرت آگیں لمحے کے تصور سے دل خوش کر رہی تھی کہ جب لنچ کے بخیر و خوبی انجام پزیر ہونے کے بعد سہ پہر کے وقت وہ اپنی سہیلیوں کو ساتھ لے کر قابل دید مقامات کی سیر کرائے گی؛ اسے ٹوٹے پل اور سیج گاڑی کے بارے میں اعتماد تھا کہ ان سے مہمانوں پر رعب پڑے گا۔

اس کے بعد دو گھنٹے کا وقفہ آیا۔ اس دوران میں ایمی دلی جوش سے کانپتی ہوئی نشست گاہ اور پورچ کے درمیان چکر لگاتی رہی اور لوگ مختلف رائیں ظاہر کرتے رہے۔ مہمانوں کو بارہ بجے آنا تھا مگر گیارہ بجے زور کا چھینٹا پڑا، بارہ بجے تک کوئی نہیں آیا جس سے اندازہ ہوا کہ شاید لڑکیوں نے ضیافت کھانے کے ارادے کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ دو بجے چلچلاتی دھوپ نکل آئی اور درماندۂ انتظار خاندان ضیافت کے ان کھانوں کو زہر مار کرنے بیٹھ گیا جن کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ تھا۔

دوسرے دن صبح مطلع صاف تھا۔ ایمی نے اٹھتے ہی کہا:

Taj Tahir Foundation

''آج موسم اچھا رہے گا، اس لیے ہمیں جلدی تیار ہو جانا چاہیے۔ مہمان آج ضرور آئیں گے۔'' اس کا لہجہ پر اُمید تھا لیکن اس نے اپنے دل میں کہا کاش میں نے منگل کا ذکر ہی نہ کیا ہوتا کیوں کہ ضیافت کے کیک کی طرح اس کا شوق بھی باسی ہوتا جا رہا تھا۔

مسٹر مارچ نے کہا: ''آج مچھلی نہیں مل سکتی، اس لیے سلاد نہیں بن سکے گا۔'' وہ مچھلی لینے گئے تھے، آدھے گھنٹے کی ناکام تلاش کے بعد گھر واپس آ کر یہ بری خبر سنائی۔

بیگم مارچ نے صلاح دی: ''چوزوں سے کام لو۔ سلاد میں ادھ گلے چوزوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

بتھ جو بلیوں کی مربی تھی بولی: ''ایمی! مجھے افسوس ہے کہ انھیں تو بلی اُٹھا لے گئی۔ حنا کچھ دیر پہلے انھیں باورچی خانے کی میز پر رکھ کر بھول گئی تھی۔''

ایمی نے کہا: ''تو پھر مچھلی ضرور ہوگی؛ کیوں کہ خالی جیب سے کام نہیں چلے گا۔'' ''تو میں دوڑی دوڑی شہر جاؤں اور کہیں سے لے کر آؤں؟'' جو نے اس طرح پوچھا جیسے وہ مچھلی لانے کے لیے اپنی جان قربان کرنے پر کمر بستہ ہے۔

ایمی بولی: ''اجی بس، تم کیا لاؤگی! میں خود جاتی ہوں۔''

چنانچہ وہ چہرے پر موٹا نقاب ڈالے ٹوکری سنبھالے روانہ ہو گئی۔ دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اومنی بس میں ہوا کھاتے ہوئے جانے آنے سے طبیعت کی بے چینی دور ہو جائے گی اور کام کاج کے لیے مزاج ٹھکانے آ جائے گا۔

تھوڑی بہت تلاش کے بعد مطلوبہ چیز مل گئی۔ اسی طرح ڈریسنگ کی بوتل بھی ہاتھ لگ گئی، جس سے گھر پر وقت ضائع ہونے کا احتمال نہ رہا اور وہ خوش خوش گھر واپس آئی۔

بس میں چونکہ ایمی کے علاوہ دوسری سواری ایک اونگھتی

Taj Tahir Foundation

ہوئی بڑی بی ہی تھیں ، اس لیے ایمی نے نقاب اتار کر جیب میں رکھ لیا اور سفر کی کوفت اس طرح دور کرنے لگی کہ روپے پیسے کے خرچ کا حساب جوڑنے لگی ۔ وہ اپنی جمع تفریق میں اتنی غرق تھی کہ ایک مرد بس کو ٹھہرائے بغیر ہی اندر داخل ہوگیا ۔ ایمی کو اس وقت تک کچھ خبر نہ ہوئی جب تک ایک مردانہ آواز نے آسے مخاطب کرکے یہ نہ کہا : ''سلامِ صبح مس مارچ !'' اور اب جو اس نے نظر آٹھائی تو لاری کے ایک دوست کو سامنے پایا جو سب سے زیادہ بنا ٹھنا رہتا تھا ۔ ایمی کو یہ توقع تھی کہ وہ اس سے پہلے ہی آتر جائے گا ، اس لیے اس نے ٹوکری کو ہٹانے کی طرف توجہ نہ کی جو اس کے قدموں میں رکھی تھی ، اور دل میں اس بات پر خوش ہوتے ہوئے کہ آج اس کے جسم پر نئے کپڑے ہیں ، ایمی نے اس نوجوان کے سلام کا جواب حسب عادت نرمی اور تپاک سے دیا ۔

وہ دونوں خوب باتیں کرتے رہے اور یہ معلوم ہو کر ایمی کا سب سے بڑا خدشہ دور ہوگیا کہ وہ نوجوان اس سے پہلے ہی آتر جائے گا ۔ غرض وہ خوب بن بن کر باتیں کر رہی تھی کہ دفعتاً بڑی بی بس سے آترنے لگیں اور جب وہ لڑکھڑاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھیں تو انھوں نے ٹوکری الٹ دی ۔ بس غضب ہی تو ہوگیا ، اعلیٰ خاندانی نوجوان نے بھدی لمبی چمکتی ہوئی مچھلی دیکھ لی ۔

اس نے اپنی چھڑی سے مچھلی کو ٹوکری میں ٹھونستے ہوئے چلا کر کہا : ''واللہ! بڑی بی اپنا ڈنر یہیں بھول چلیں ۔'' اور اس غرض سے ٹوکری آٹھانے لگا کہ بڑی بی کے حوالے کردے ۔

ایمی کا چہرہ احساس کمتری سے مچھلی کی طرح سفید ہوگیا ؛ بولی: ''مہربانی کرکے اسے یہیں رہنے دیں ، مچھلی میری ہے ۔''

''اچھا ! اوہ میں معافی چاہتا ہوں! مچھلی بڑی نفیس ہے ۔ ہے نا ؟'' بنے ٹھنے نوجوان نے کہا ۔ وہ بڑا حاضر دماغ انسان

Taj Tahir Foundation

تھا ــــ اور اس نے اپنی خاندانی شرافت سے کام لے کر فوراً متانت اختیار کر لی ۔

ایمی نے بھی چشم زدن میں اپنے آپ پر قابو پا لیا ؛ ٹوکری آٹھا کر نشست پر رکھ لی اور ہنس کر بولی : ''کیا آپ اس مچھلی کا سلاد اور آن خواتین کی محفل میں شرکت پسند نہیں کریں گے جو ہماری مہمان بن کر اسے نوش جان کریں گی ؟''

ایمی نے بڑی سمجھ داری کی بات کی ۔ اس سے ایک تو مچھلی کے ساتھ خوشگوار واقعے کی یاد وابستہ ہوگئی ، دوسرے مہمان خواتین کے بارے میں ایک ایسا تجسس پیدا ہوگیا جس سے اس کا خیال موجودہ تمسخر انگیز حادثے سے ہٹ گیا ۔

جب وہ نوجوان رخصت ہوتے وقت بطور تکریم اس کے سامنے جھکا اور اس کے بعد بس سے آتر گیا تو ایمی نے اپنے دل میں سوچا کہ جب یہ لاری سے ملے گا تو بس کا یہ واقعہ بیان کرکے خوب مذاق اڑائے گا ، مگر چلو میں تو شرمندگی اٹھانے کے لیے وہاں موجود نہ ہوں گی ۔

اس نے گھر والوں کو اس ملاقات کا حال نہیں سنایا ۔ (گو بوتل گرنے سے اس کے نئے کپڑے کافی خراب ہوگئے تھے) اور دعوت کی تیاریوں میں لگ گئی جو اب پہلے سے زیادہ کوفت کا باعث معلوم ہو رہی تھیں ۔ بہرحال بارہ بجے دعوت کا سامان ایک بار پھر تیار ہوگیا ۔ اس نے محسوس کیا کہ پڑوسی اس کی بھاگ دوڑ کو دل چسپی کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں ۔ اس لیے اس نے کل کی ناکامی کا داغ آج کی شاندار کامیابی سے دھونے کا ارادہ کر لیا اور گاڑی منگوا کر مہمانوں کو لانے کے لیے بڑی شان سے روانہ ہوئی۔

جب کچھ دیر بعد گاڑی کے پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی تو بیگم مارچ نے کہا : ''لو وہ گاڑی آ گئی ، میں پورچ میں جا کر ان کا استقبال کرتی ہوں ۔ ایک تو مہمان نوازی کا حق ادا ہوگا ، دوسرے بچی کو اتنی کوفت کے بعد تھوڑی بہت راحت ملے گی ۔''

Taj Tahir Foundation

وہ فوراً باہر نکلیں ، مگر ایک نظر ڈالنے کے بعد پیچھے ہٹ آئیں ۔ ان کے چہرے پر ایک ایسی کیفیت تھی جسے بیان نہیں کیا جا سکتا ، کیوں کہ بڑی ساری گاڑی میں ایمی اور ایک دوسری لڑکی بیٹھی تھی ۔

جو نے چلا کر کہا : ''دیکھنا بتھ ! تم اور حنا مل کر جلدی جلدی میز پر سے کھانے اُٹھا لو ۔ اکیلی لڑکی کے آگے بارہ آدمیوں کا کھانا رکھنا حماقت ہے ۔'' وہ اس قدر مضطرب تھی کہ ہنسنا بھی بھول گئی تھی ۔

ایمی اندر آئی تو چپ چپ تھی اور اپنے وفا کیش مہمان کے ساتھ خوشی خوشی بڑے تپاک سے پیش آ رہی تھی ۔ گھر کے باقی لوگ بھی موقع محل کا لحاظ رکھنے کی وجہ سے اچھی طرح ملے اور مہمان مس ایلیٹ نے بھی انھیں خوش طبع پایا ۔ وجہ یہ تھی کہ اس وقت ان سب پر ہنسی مذاق کا دورہ سا پڑ رہا تھا اور اس ہنسی کو ضبط کرنا مشکل تھا ۔ لنچ کے بعد سٹوڈیو اور باغ دکھایا گیا ، آرٹ پر گفتگو ہوئی اور پھر ایمی نے بگھی منگوا کر مہمان کو شام تک گرد و نواح کی سیر کرائی جس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی ۔

جب ایمی ٹہلتی ہوئی اندر آئی تو وہ بہت تھکی ہوئی تھی ، لیکن حسب عادت ذرا بھی پریشان نہیں تھی ۔ اس نے دیکھا کہ آفت رسیدہ ضیافت کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے ۔ البتہ جو کے چہرے کی قدرے قلیل شکنوں سے اس کا پتا چلتا ہے ۔

اس کی ماں نے ایسے ادب قاعدے سے گویا پورے بارہ کے بارہ مہمان آئے ہوئے ہیں ایلیٹ سے پوچھا : ''کہو بیٹی ! خوب سیر کی ؟''

بتھ نے غیر معمولی تپاک سے کہا : ''مس ایلیٹ بڑی اچھی لڑکی ہیں اور میرے خیال میں وہ اچھی طرح لطف اندوز ہوئی ہیں ۔''

میگ سنجیدہ لہجے میں پوچھنے لگی : ''اپنے کیک میں سے

Taj Tahir Foundation

تھوڑا سا ہمیں بھی دو گی یا نہیں - ہمارے گھر مہمان بڑی کثرت سے آتے رہتے ہیں ، ان کے آگے یہی رکھ دیا کریں گے کیوں کہ تمھاری جیسی مزیدار مٹھائی تو ہم سے بن چکی -''

ایمی بولی : ''تم سارا کیک لے جاؤ - ہمارے ہاں تو میرے سوا میٹھی چیزیں کوئی پسند ہی نہیں کرتا ، اور یوں بھی میرے ختم کرنے سے پہلے یہ جم جائے گا -'' اور اس نے یہ سوچ کر اطمینان کا سانس لیا کہ اس کی بنائی ہوئی چیز بڑی بہن کے کام آئے گی -

جب وہ دو دن کے اندر اندر چوتھی مرتبہ آئس کریم اور سلاد کھانے بیٹھے تو جو کہنے لگی : ''لاری نہ ہوا ورنہ وہ بھی ہمیں مدد دیتا -'' مگر ماں نے اسے آنکھوں آنکھوں میں منع کر دیا اور وہ چپ ہو گئی - سب بڑی شجاعانہ خاموشی کے عالم میں کھا رہے تھے کہ مسٹر مارچ نے مزے مزے میں کہنا شروع کیا کہ : ''قدیم زمانے کے لوگ سلاد بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے اور ایویلن ـــــ'' تو سب بے تحاشہ ہنس پڑے اور وہ حیران رہ گئے -

ایمی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے - اس نے انھیں پونچھتے ہوئے کہا : ''یہ سب کسی ٹوکری میں بھر کر ہمیل خاندان کو بھجوا دیجیے - جرمن یہ کھانے پسند کرتے ہیں - مجھے ان کے نظارے سے تکلیف محسوس ہوتی ہے ، اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ لوگ اس لیے پرخوری کی موت مریں کہ میں نے ایک حماقت کی ہے -''

جو ہنستے ہنستے بے حال ہوگئی ؛ پھر کہنے لگی : ''میرا خیال ہے ، مجھے اس وقت مر جانا چاہیے تھا جب میں نے تم دو لڑکیوں کو اس گاڑی میں اس طرح آتے دیکھا جیسے ایک بہت بڑے ناریل کے خول میں دو ننھی منی گریاں ، اور ادھر اماں جان مہمانوں کے شاہانہ استقبال کے لیے چشم براہ کھڑی تھیں -''

بیگم مارچ نے مادرانہ اظہار افسوس کے طور پر کہا : ''مجھے افسوس ہے بیٹی کہ تم کو مایوس ہونا پڑا ، مگر ہم نے تمھیں

Taj Tamir Foundation

مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی۔"

ایمی نے آواز میں ایک ہلکی سی تھرتھری لیے ہوئے کہا:

"میں بالکل مطمئن ہوں۔ میں نے جو کچھ کرنے کی ٹھانی تھی اسے کر گزری۔ میں نے یہ کہہ کر خود کو صبر دے لیا ہے کہ اگر اب بھی یہ کام پورا نہیں ہوا تو اس میں میرا کیا قصور۔ میں آپ سب کی ممنون ہوں کہ سب نے میرا ہاتھ بٹایا، اور اگر آپ لوگ آئندہ کم از کم ایک ماہ تک اس کا ذکر زبان پر نہ لائیں تو میں اور بھی ممنون ہوں گی۔"

وہاں کسی نے ایک مہینہ چھوڑ کئی مہینے بھی اس کا ذکر نہیں کیا، لیکن لفظ 'ضیافت' سے سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی تھی۔ اور لاری نے ایمی کو سالگرہ پر جو تحفہ دیا وہ بطور حرز جاں ایک چھوٹی سی مونگے کی مچھلی تھی۔

چوتھا باب

ادبی سبق

قسمت دفعتاً جو پر مہربان ہوگئی اور اس کی جھولی میں کچھ رقم ڈال دی۔ یہ کچھ زیادہ نہیں تھی، مگر جس طریق سے رقم ملی اس کی وجہ سے اسے جتنی خوشی ہوئی اتنی لکھو کھا کی رقم ملتی تب بھی نہ ہوتی۔

اس کے لکھنے کا ڈھنگ یہ تھا کہ ہر دو تین ہفتے کے بعد خود کو اپنے کمرے میں بند کر لیتی، لکھنے کا لباس پہن لیتی اور بقول خود 'نذر گرداب' ہو جاتی اور کمال ذوق و شوق سے ناول لکھتی۔ پھر اسے پورا کیے بغیر اس کو قرار نہ آتا۔ لکھتے وقت کا لباس ایک سیاہ اونی لبادے اور اسی کپڑے کی ایک ٹوپی پر مشتمل تھا، جس کی تزئین ایک خوش رنگ سرخ فیتے سے کی جاتی اور اسی سے کام شروع کرتے وقت سر کے بال باندھ لیے جاتے۔

Taj Tahir Foundation

یہ ٹوپی گھر والوں کی متجسس نظروں کے لیے ایک اشارہ تھی جو ایسے موقعوں پر عمداً دور دور رہتے اور درمیان میں ایک آدھ مرتبہ کمرے میں جھانک کر دل چسپی ظاہر کرتے ہوئے دریافت کر لیتے ، کیوں جو! خیالات اتر رہے ہیں نا ؟ اور ہر بار تو وہ یہ بھی دریافت کرنے کی جرأت نہ کر سکتے بلکہ ٹوپی کو دیکھ کر ہی تاڑ جاتے کہ حال کیا ہے ۔ اگر وہ ماتھے پر آئی ہوئی ہوتی تو اس کا یہ مطلب ہوتا کہ کام خوب زور شور سے کیا جا رہا ہے ۔ جب کام میں جان اڑی ہوتی تو اسے کج کر لیا جاتا ، اور مایوس کن لمحات میں اتار کر فرش پر پھینک دی جاتی ۔ ایسے موقعوں پر جھانکنے والے خاموشی سے پرے ہٹ جاتے اور جب تک سرخ فیتہ سر پر کسا ہوا نظر نہ آ جاتا گھر کا کوئی فرد جو سے بات کرنے کی جرأت نہ کر سکتا ۔

وہ خود کو کسی اعتبار سے جوہر قابل نہیں سمجھتی تھی مگر جب لکھنے کا دورہ پڑتا تھا تو تحریر کے کام میں ڈوب جاتی تھی اور خیالی دنیا کے دوستوں میں جو اسے سچ مچ کے انسانوں سے کم عزیز نہیں تھے ، اس طرح خوش خوش وقت گزارتی کہ کسی احتیاج ، تردد یا موسم کی خرابی کا ہوش تک نہ رہتا ۔ اس کام میں جو وقت گزرتا اس کا کوئی صلہ نہ ملتا ، لیکن اس کے لیے اس مشغلے میں کچھ ایسی لذت تھی کہ سونا اور کھانا تک بھول جاتی اور دن رات اسی میں کھوئی رہتی ۔ یہ ملکوتی کیفیت عام طور سے ایک دو ہفتے رہتی پھر وہ اس 'گرداب' سے نکلتی تو شدت سے بھوکی ہوتی ۔ خواب آلود آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتیں اور اس کے مزاج میں چڑچڑا پن ہوتا ۔

ایک مرتبہ جب اس پر یہ کیفیت گزر ہی چکی تھی اسے مس کرو کر کے ہمراہ ایک لیکچر میں جانے پر آمادہ کر لیا گیا اور اپنی اس نیکی کے بدلے میں اسے ایک نیا خیال ہاتھ لگا ۔ لیکچر اہرامِ مصر پر تھا ۔ جو کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کیا تو

Taj Tahir Foundation

مجمع ہے اور کس موضوع پر لیکچر دیا جا رہا ہے لیکن اس نے یہ کہہ کر خود کو تسلی دے لی کہ ایسے لوگوں کے سامنے جن کے دماغ ہر وقت نون تیل لکڑی کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں اور جن کی زندگیاں ابوالہول کے معمے سے زیادہ سخت معمے حل کرنے میں بسر ہوتی ہیں ، ان کے سامنے فرعونوں کی شان و شوکت کا حال بیان کرنے میں بھی کسی بڑی مجلسی خرابی کی روک تھام یا کسی عظیم کمی کی تلافی مد نظر ہوگی ۔

وہ کچھ پہلے پہنچ گئی تھیں ۔ مس کرو کر اپنی جراب کی ایڑی لگاتی رہیں ؛ اس اثنا میں جو نے نشستوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہروں پر نظر ڈالنی شروع کی ۔ اس کی بائیں جانب دو میٹرن بیٹھی تھیں ۔ چوڑے بھاری ماتھے ، ایسے ہی بھاری بھر کم بونیٹ ۔ وہ کنارے بن رہی تھیں اور حقوق نسواں پر بحث و مباحثہ کر رہی تھیں ۔ ان سے پرے ایک دوسرے کو چاہنے والا جوڑا بیٹھا تھا جو سادگی سے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا ۔ پھر ایک پیرانہ سال کنواری تھیں جو ایک کاغذی تھیلے میں سے پیپرمنٹ نکال نکال کر کھا رہی تھیں ، اور ان کے بعد ایک بڑے میاں تھے جو ایک زرد رومال منہ پر ڈالے اونگھ رہے تھے ۔ اس کے دائیں ہاتھ کی جانب ایک ہی آدمی بیٹھا تھا ۔ یہ ایک طالب علمانہ وضع کا لڑکا تھا جو اخبار کے مطالعے میں غرق تھا ۔

یہ اخبار ایک مصور جریدہ تھا ۔ تصویر میں دکھایا گیا تھا کہ ایک ہندوستانی پورے جنگی لباس میں ایک عمودی چٹان سے گر رہا ہے اور ایک بھیڑیے نے اس کا گلا پکڑ رکھا ہے ۔ ساتھ ہی دو غضب ناک آدمی جن کے پاؤں غیر قدرتی طور پر چھوٹے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں ، قریب ہی ایک دوسرے کے خنجر مار رہے ہیں ، اور پس منظر میں ایک پریشان حال عورت منہ پھاڑے ہوئے بھاگ رہی ہے ۔ جو نے حیرت سے سوچا خبر نہیں وہ کون سے عجیب اور خوف ناک حالات ہیں جن کے لیے اتنی

Taj Tahir Foundation

منسی خیز تصویر بنانے کی ضرورت پڑی ۔ لڑکے نے اخبار کا ورق الٹتے میں اسے اخبار کی طرف متوجہ دیکھا تو حسن اخلاق سے آدھا اخبار اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا : ''کیا آپ پڑھنا چاہتی ہیں ؟ یہ کہانی اعلیٰ درجے کی ہے ۔''

جو نے تبسم کے ساتھ اخبار لے لیا اور پڑھنے لگی ۔ یہ کہانی اس قسم کا ہلکا پھلکا ادب تھی جس میں جذبات کو کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے ، اور جب مصنف کی قوت تخیل جواب دے جاتی ہے تو ایک شاندار حادثے سے آدھے کردار مر جاتے ہیں اور باقی نصف کو ان کی تباہی پر خوشیاں منانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ غرض جو عشق ، اس کے اسرار اور قتل کی بھول بھلیوں میں کھو گئی ۔

لڑکے نے جو کو دیے ہوئے ورق کے آخری پیراگراف پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا : ''ہے نا خوب ؟''

جو کو اس کہانی کی لغویت پسندی میں لطف محسوس ہوا ؛ بولی : ''میرا خیال ہے اگر کوشش کریں تو میں اور تم بھی ایسی کہانی لکھ سکتے ہیں ۔''

وہ کہنے لگا : ''اگر میں یہ کام کر سکوں تو خود کو خوش قسمت سمجھوں گا ۔'' اس نے کہانی کے عنوان کے نیچے لکھے ہوئے نام مسز ایس ایل اے این بی کی طرف اشارہ کیا اور بولا : ''کہتے ہیں کہ یہ عورت ایسی کہانیاں لکھ لکھ کر خوب روپیہ کماتی ہے ۔''

جو نے فوری دل چسپی سے پوچھا : ''تم اس سے واقف ہو؟''

''نہیں ، مگر میں اس کی ہر کہانی پڑھتا ہوں ، اور میں ایک ایسے شخص سے واقف ہوں جو اس اخبار کے دفتر میں ملازم ہے ۔''

جو نے پوچھا : ''کیا یہ عورت ایسی کہانیاں لکھ کر کافی رقم کما لیتی ہے ؟'' اور اس نے احترام کی نظر سے تصویر کے ہیجانی منظر اور ان استعجابیہ علامات کو دیکھا جو سارے صفحے

Taj Tahir Foundation

پر بڑی کثرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

لڑکا بولا: ''وہ جانتی ہے کہ عوام کیا پڑھنا چاہتے ہیں؛ بس وہی لکھ دیتی ہے اور اسے خوب معاوضہ ملتا ہے۔''

لیکچر شروع ہو گیا مگر جو نے اس کی طرف بہت کم توجہ دی، کیوں کہ اُدھر پروفیسر سینڈز اپنی تقریر میں بلزونی اور اہرام مصر کے بانی کیوپس کی شخصیات، قدیم مصریوں کے متبرک بھونرے کے حالات اور خط رموز پر روشنی ڈال رہے تھے، ادھر جو اخبار کا پتا نقل کر رہی تھی، اور اس کے کالموں میں ایک سنسنی خیز کہانی کے عوض سو ڈالر کے جس انعام کا اعلان تھا اسے حاصل کرنے کی ٹھان رہی تھی۔ لیکچر ختم ہوتے اور مجمع کے ہوش میں آتے آتے اس نے خیال ہی خیال میں اچھی خاصی دولت سمیٹ لی تھی اور یہ اس کا پہلا موقع نہیں تھا۔ وہ اپنی کہانی کے واقعات کا جوڑ ملانے کے فکر میں غرق تھی اور یہ فیصلہ بھی نہیں کرسکی تھی کہ آیا مبارزت ہیرو اور ہیروئن کے بھاگنے سے پہلے ہو یا قتل کے بعد۔

اس نے اپنے اس منصوبے کے متعلق گھر والوں کو کچھ نہیں بتایا مگر دوسرے ہی دن سے کام شروع کر دیا۔ اس کی ماں کو پریشانی ہوئی کیوں کہ جب کبھی اس پر یہ جنون طاری ہوتا تھا اسے تشویش ہونے لگتی تھی۔ اس سے قبل جو 'سپریڈ ایگل' کے لیے بہت ہلکی قسم کی رومانی کہانیاں تو لکھتی رہی تھی مگر اس رنگ میں کبھی طبع آزمائی نہیں کی تھی۔ اسے تھیٹر کا تجربہ اور کچھ اگلا پڑھا پڑھایا بھی کام آیا۔ کیوں کہ اس سے ڈرامائی اثر قائم کرنے اور پلاٹ بنانے میں مدد ملی۔ حزن و یاس اور بے جگری کے جذبات کے بارے میں اسے جتنی محدود واقفیت تھی اسی سے کام لے کر اس نے کہانی کو ان جذبات میں رنگ دیا۔ ناول کا محل وقوع لزبن رکھا اور زلزلے پر ختم کیا کیوں کہ یہی مناسب و موزوں انجام معلوم ہوا۔ مسودہ خفیہ طور پر

Taj Tahir Foundation

بھیج دیا اور یہ خط لکھ کر اس کے ساتھ رکھ دیا کہ اگر یہ کہانی انعام کی مستحق قرار نہ پائے، اس لیے کہ راقمہ کو انعام حاصل ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے، تو جو کچھ مناسب سمجھا جائے دے دیا جائے، اسی کو شکریے کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا۔

ایک لڑکی کے لیے چھ ہفتے انتظار کرنا اور اس سے بھی لمبے عرصے تک کسی بات کو راز میں رکھنا مشکل کام ہے، مگر جو نے انتظار بھی کیا اور راز بھی نہ کھولا۔ وہ مسودے کی واپسی تک سے مایوس ہو چلی تھی کہ ایک دن اسے ایک خط ملا اور وہ یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی کہ اس کے نام سو ڈالر کا چیک اس میں سے برآمد ہوا ہے۔ پہلے تو وہ اسے اس طرح گھورتی رہی جیسے یہ کوئی سانپ ہے، پھر اس نے خط پڑھا تو خوشی سے دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جس نے یہ کرم نامہ تحریر کیا تھا اگر اس خوش اخلاق آدمی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کے خط سے ایک انسانی دل کو کتنی بے پایاں مسرت حاصل ہوئی تو میرا خیال ہے وہ بشرط فرصت بہت سا وقت اس کام کے لیے وقف کر دیتا۔ جو نے رقم سے زیادہ اس حوصلہ افزائی کی قدر کی جو خط سے ٹپکی پڑتی تھی۔ سالہا سال کی کوشش اور جد و جہد کے بعد یہ معلوم کرنا کتنا خوش‌گوار تھا کہ اسے کوئی نہ کوئی کام آ تو گیا خواہ وہ سنسنی خیز کہانی ہی لکھنا کیوں نہ ہو۔

جب اس نے اپنے گھر والوں کو خط اور چک دکھانے کے بعد یہ بتایا کہ میں نے انعام حاصل کر لیا ہے اس وقت کچھ نہ پوچھو کہ اس کے تفاخر اور تمکنت کا کیا عالم تھا! گھر بھر خوشی سے اچھل پڑا اور جشن کا سماں بندھ گیا۔ جب کہانی چھپ کر آئی تو سب نے پڑھی اور داد دی۔ گو باپ نے یہ کہنے کے بعد کہ زبان اچھی ہے؛ رومان جدت اور شگفتگی لیے ہوئے ہے، اور ٹریجڈی دل ہلا دیتی ہے؛ یہ بھی کہا کہ: ''جو! تم اس سے

Taj Tahir Foundation

بہتر ادب پیش کر سکتی ہو۔ معیار کو بلند ترین رکھو اور معاوضے کی پروا نہ کرو"

ایمی بولی: "میرے خیال میں تو روپے کا خیال سب سے پہلے کرنا چاہیے۔ تم تمام وقت دولت کا کیا کرو گی؟" وہ چیک کو بڑی عظمت کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

جو نے فوراً جواب دیا: "بتھ اور اماں جان کو آب و ہوا کی تبدیلی کی غرض سے ایک دو ماہ کے لیے ساحلی مقام پر بھیجوں گی۔"

بتھ چلا اٹھی: "کیا بات ہے! نہیں بھئی نہیں، ہم اتنے خودغرض نہیں بن سکتے۔" اس نے اپنے دبلے دبلے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے ہوئے اس طرح ایک لمبا سانس کھینچا جیسے تازہ سمندری ہوا کو ترس رہی ہے، مگر پھر رک گئی اور اس چیک کو پرے ہٹا دیا جو اس کی بہن اسے دکھا رہی تھی۔

جو نے جواب دیا: "نہیں جناب آپ کو ضرور ساحلی مقام پر بھیجا جائے گا۔ میں نے یہی تہیہ کر رکھا تھا۔ اسی عزم کے بل بوتے پر میں نے کہانی لکھی اور یہی وجہ ہے کہ مجھے کامیابی ہوئی۔ میں محض اپنی ذات کے لیے کام کرکے کامیاب نہیں ہوتی، بلکہ تمہارے لیے کام کرنے سے مجھے سہارا ہے۔ علاوہ ازیں امی کو بھی تبدیلی آب و ہوا کی ضرورت ہے، اور یہ تمہارے بغیر جا نہیں سکتیں، لہذا تم کو بھی جانا ہوگا۔ جب تم موٹی تازی اور سرخ و سفید ہو کر واپس آؤ گی تو کیسی اچھی لگو گی۔" آفرین ہے ڈاکٹر جو کو کہ وہ اپنے مریضوں کو صحت یاب کرتی ہیں۔

چنانچہ بہت کچھ بحث مباحثے کے بعد ان دونوں کو ایک ساحلی مقام پر بھیج دیا گیا۔ گو بتھ اتنی موٹی اور سرخ و سپید ہو کر واپس نہیں آئی جتنی تمنا تھی پھر بھی اس کی حالت خاصی سدھر گئی۔ بیگم مارچ تو یہ کہہ اٹھیں کہ میں خود کو دس سال چھوٹی محسوس کر رہی ہوں۔ بہرحال جو کو یہ اطمینان

Taj Tahir Foundation

ہوگیا کہ اس نے انعام کی رقم صحیح طور پر خرچ کی اور وہ مزید دولت کمانے کا عزم کرکے خوش خوش کام کرنے لگی ۔ چنانچہ اس سال خاصی اچھی آمد ہوئی اور وہ خود کو ایک ایسی قوت سمجھنے لگی جو اپنے قلمی جادو سے گھر کے افراد کے لیے راحت و آرام کے سامان فراہم کر رہی ہو۔ ''ڈیوکس ڈاٹر'' کے معاوضے سے قصاب کا قرضہ اتارا گیا ، ''فینٹم ہینڈ'' کی رقم سے نئی دری خریدی گئی اور ''دی کرس آف دی کوونٹریز'' کے معاوضے سے مارچ خاندان کو کھانے کی چیزوں میں کرانا اور کپڑوں میں گاؤن خریدنے کا موقع ملا اور اس طرح جو ان کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ۔

دولت یقیناً بڑی اچھی شے ہے ، مگر غریبی کے بھی بہت سے روشن پہلو ہیں ۔ ایک تو یہی کہ غریبی میں ہاتھ یا دماغ سے کام کرنے کے بعد حقیقی اطمینان محسوس ہوتا ہے ۔ چنانچہ دنیا کی دانش مندانہ، خوب صورت اور مفید اشیاء میں سے آدھی ایسی ہیں جو تکمیل ضروریات کے جذبے کی پیداوار ہیں ۔ جو اس اطمینان قلب کا ذائقہ جانتی تھی ۔ اس نے امیروں کی لڑکیوں پر رشک کرنے کی عادت ترک کر دی ۔ اسے یہی احساس ہو کر تسلی ہو جاتی کہ وہ خود کفیل ہے اور اسے کسی اور سے ایک پائی مانگنے کی حاجت نہیں ۔

اگرچہ اس کی کہانیوں کی طرف کسی نے خاص نظر التفات نہیں کی پھر بھی وہ فروخت ہوتی رہیں ۔ اس سے جو کا حوصلہ بڑھا ۔ اس نے حصول دولت و شہرت کے لیے دلیرانہ ہاتھ مارنے کا مصمم ارادہ کر لیا ۔ اپنے نئے ناول کے چار مسودے تیار کرنے کے بعد تمام رازدار دوستوں کو سنایا اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ تین ناشروں کو بھیجا، اور بالآخر اس شرط پر فروخت کرنے کے لیے تیار ہو گئی کہ اس کا ایک تہائی حصہ حذف کر دےگی اور وہ حصے بھی قلم زد کر دیے جائیں گے جنھیں وہ خاص طور سے پسند کرتی ہے ۔

Taj Tahir Foundation

اس نے سب گھر والوں کو ایک جگہ بٹھا کر ان سے کہا :
''اب دو ہی صورتیں ہیں ، یا تو میں اسے ٹین کی چھت والے باورچی خانے میں ڈال کر دیمک کی نذر کر دوں یا خریداروں کے کہنے کے مطابق کاٹ چھانٹ کرکے جتنا معاوضہ ملے لے لوں ۔ شہرت بڑی اچھی چیز ہے ، مگر نقدہ کی اہمیت اس سے زیادہ ہے ۔ چنانچہ میں اس بارے میں آپ لوگوں کی رائے معلوم کرنی چاہتی ہوں ۔''

باپ نے صلاح دی کہ : ''کتاب کو خراب نہ کرو ۔ اس کی اہمیت جتنی تم سمجھ رہی ہو اس سے بہت زیادہ ہے ۔ تم نے بنیادی خیال کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے ۔ اسے پڑا رہنے دو ، وقت آئے گا تو یہ پوری قیمت لائے گی ۔'' والد بزرگوار کا اپنا عمل یہی تھا ۔ وہ تیس برس سے اپنی کوششوں کے پھل کا انتظار کر رہے تھے اور اب بھی جب کہ سفینہ کنارے کے قریب تھا انہیں کوئی جلدی نہیں تھی ۔

بیگم مارچ بولیں : ''میرے خیال میں جو کو انتظار کے بجائے آزما کر دیکھنے میں فائدہ رہے گا ۔ نکتہ چینی اس قسم کی کتابوں کی بہترین کسوٹی ہے ، کیوں کہ اس سے نامعلوم خوبیوں اور نقائص کا علم ہو جائے گا اور تم آئندہ بہتر چیز پیش کرسکو گی ۔ ہم لوگوں کو قریبی عزیز ہونے کی وجہ سے عیب نظر نہ آتے ہوں گے، دوسروں کی تعریف اور عیب جوئی زیادہ مفید ثابت ہوگی خواہ معاوضہ زیادہ نہ ملے ۔''

''ہاں!'' جو نے مدبرانہ انداز سے کہا : ''یہی بات ہے ۔ میں اتنے عرصے سے اس کے بارے میں عقل لڑا رہی ہوں، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اچھی ہے ، بری ہے یا درمیانے درجے کی ہے ۔ غیرجانبدار لوگوں کی سوچی سمجھی رائے سے بڑی مدد ملے گی ۔''

میگ کی رائے میں اس سے بہتر ناول لکھا ہی نہیں گیا تھا ۔ اس نے کہا : ''جو! اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو اس کا ایک لفظ بھی حذف نہ کرتی ۔ ترمیم سے ناول ختم ہو جائے گا ، کیوں کہ

Taj Tahir Foundation

کہانی کی دلچسپی افراد کی نقل و حرکت سے زیادہ ان کے خیالات سے وابستہ ہے جن کا عمل ان کے دماغوں میں ہوتا ہے ، اور اگر اس کی وضاحت نہ ہوتی گئی تو کہانی خلط ملط ہو جائے گی ۔''

جو نے ناشر کے خط کے حوالے سے بتایا کہ وہ چاہتا ہے کہ تشریحات حذف کر کے ناول کو مختصر اور ڈرامائی بنا دیا جائے اور کرداروں کو کہانی بیان کرنے دی جائے ۔

ایمی نے عملی پہلو کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا : ''تم ویسا ہی کرو جیسا وہ کہتا ہے ۔ اسے بازار کا حال معلوم ہے ۔ بکنے والی کتاب لکھو اور زیادہ روپیہ کھینچو۔ رفتہ رفتہ جب تمھارا نام نکل جائے گا تو اس وقت تم روگردانی کر سکتی ہو اور اپنے کرداروں کو فلسفی اور مابعدالطبیعیاتی دکھا سکتی ہو ۔''

جو نے ہنستے ہوئے کہا : ''اگر میرے کردار فلسفی اور مابعدالطبیعیاتی ہیں تو یہ میرا قصور نہیں ہے ، کیوں کہ میں تو ان علوم سے بے بہرہ ہوں ۔ کبھی کبھی ابا جان سے جو باتیں سنتی ہوں ، ان ہی کو اگر میں نے اپنے رومان میں لپیٹ لیا ہے تو یہ میرے لیے اچھا ہے ۔ اچھا جی بتھ ! تمھارا کیا خیال ہے ؟''

بتھ نے جواب میں صرف اتنا کہا کہ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تمھاری کتاب جلد چھپ کر آ جائے اور یہ کہتے وقت مسکرائی لیکن جب اس نے نادانستہ لفظ ''جلد'' پر زور دیا تو اس کی آنکھوں میں جو ہمیشہ طفلانہ چمک لیے ہوتی ہیں حسرت و یاس چھا گئی ۔ ایک لمحے کے لیے جو کے دل پر چوٹ لگی اور ایک منحوس اندیشہ پیدا ہو گیا اور اس نے جلد از جلد کتاب چھپوا دینے کا فیصلہ کر لیا ۔

چنانچہ اسپارٹا والوں کی سی مستعدی کے ساتھ نوجوان مصنفہ نے اپنے پہلے ناول کو بڑی بیدردی سے کاٹ چھانٹ ڈالا ۔ اس پر ''بوڑھے اور گدھے'' والی کہانی کی مثل صادق آتی تھی کہ اس نے ہر ایک کو خوش کرنے کی غرض سے ہر ایک کی رائے

Taj Tahir Foundation

کا لحاظ رکھا اس لیے کتاب کسی کی بھی مرضی کے مطابق نہیں رہی۔

اس کے باپ کو مابعدالطبیعیاتی عنصر پسند آیا تھا، جو غیر شعوری طور پر ناول میں شامل ہو گیا تھا، اس لیے اس عنصر کو رہنے دیا گیا گو اس کے بارے میں اسے شبہات تھے۔ ماں کی رائے میں بیانیہ عنصر ذرا زیادہ تھا اس لیے یہ عنصر خارج کر دیا گیا جس کے ساتھ کہانی کی بہت سی ضروری کڑیاں بھی نکل گئیں۔ میگ کو ٹریجڈی پسند آئی تھی، لہذا اسے برقرار رکھا گیا۔ ایمی کو چوں کہ ہنسی مذاق پر اعتراض تھا اسے بھی قلم زد کر دیا۔ حالانکہ اس سے سنجیدہ مناظر کا توازن قائم تھا۔ غرض اس کاٹ چھانٹ میں ایک تہائی کتاب حذف کر دی اور یوں اس مختصر سے رومان کو اپنی تقدیر آزمانے کے لیے طوفانی حالات میں ڈال دیا۔

خیر کتاب شائع ہو گئی اور اس کو بطور معاوضہ تین سو ڈالر ملے۔ اسی طرح تعریفیں اور نکتہ چینیاں بھی بکثرت ہوئیں۔ اس کی توقع سے اتنی زیادہ کہ وہ کچھ عرصے تک حیرت کی شدت سے سنبھل نہ سکی۔

اس کے پاس خطوط کا ڈھیر لگ گیا۔ انھیں پڑھ کر وہ کبھی خوشی اور فخر سے پھولی نہ سماتی، کبھی مایوسی اور غصے سے جل اٹھتی۔ اس نے خطوں کے ڈھیر کو الٹتے پلٹتے ہوئے کہا: ''امی جان! آپ کہتی تھیں کہ تنقید سے مجھے مدد ملے گی لیکن ان متضاد قسم کی تنقیدوں سے مجھے کیا حاصل ہو سکتا ہے، جن سے مجھ پر یہ اثر ہوتا ہے کہ یا تو میں نے بڑی اچھی کتاب لکھی ہے یا سارے قوانین مذہب کی تکذیب کر کے رکھ دی ہے۔ دیکھیے یہ شخص لکھتا ہے: ''ایک حسین ترین کتاب ہے جو حقائق، حسن اور خلوص سے لبریز ہے؛ یکسر لطیف، منزہ اور فرحت بخش ہے۔'' مگر دوسرا کہتا ہے: ''کتاب میں جس اصول کی تلقین کی گئی

Taj Tahir Foundation

ہے ، وہ بہت برا ہے اور یہ مریضانہ تصورات ، روحانیاتی خیالات اور غیر فطری کرداروں سے بھری پڑی ہے ۔'' حالانکہ میرے پاس نہ کوئی تصورات ہیں نہ میں روحانیت کی قائل ہوں ۔ میں نے تو اپنے کردار روزمرہ کی زندگی سے لیے ہیں ۔ اس صورت میں اس شخص کی رائے کیسے درست ہو سکتی ہے ۔ ایک اور شخص لکھتا ہے : ''یہ سالہا سال پیچھے تک کے تمام امریکی ناولوں میں بہترین ہے۔'' (حالانکہ اس سے بہتر ناول میرے علم میں ہیں) ایک دوسرا نقاد کہتا ہے : ''گو یہ طبع زاد ہے اور بڑے جوش اور شدت احساس کے ساتھ سپرد قلم کیا گیا ہے مگر یہ ایک خطرناک کتاب ہے ۔'' حالانکہ یہ خطرناک بالکل نہیں ہے ۔ بعض نے اس کا مذاق اڑایا ہے ، بعض نے بہت زیادہ تعریف کی ہے ، اور یہ رائے تو قریب قریب سب ہی نے ظاہر کی ہے کہ میرے ناول کی بنیاد کسی مخصوص تصور پر ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے تفریحاً اور حصول زر کے لیے ناول لکھا ہے ۔ کاش میں نے اسے یا پورے کا پورا چھپوایا ہوتا یا بالکل نہ چھپوایا ہوتا کیوں کہ مجھے اس طرح غلط فہمی کا نشانہ بننے سے نفرت ہے ۔''

اس کے گھر والوں اور دوستوں نے تسلی دی ، دل کھول کر تعریفیں کیں ۔ مگر حساس طبیعت رکھنے والی جو پر یہ تعریف اور تنقیص بری طرح اثر انداز ہوئی ۔ اس نے اپنی دانست میں ایک اچھا کام کیا تھا لیکن وہ برا ہو گیا تھا ۔ پھر بھی وہ فائدے میں رہی کیوں کہ جن لوگوں کی رائے صحیح معنوں میں وقعت رکھتی تھی انھوں نے وہ تنقید کی جسے اہل قلم کی بہترین تعلیم قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اور جب ابتدائی تلخی دور ہو گئی تو وہ اپنی کتاب پر ہنسی ، گو اب بھی اسے اس کے بلند معیار ہونے کا یقین تھا ۔ اور جو تھپیڑے لگے تھے ، ان سے وہ پہلے سے بھی زیادہ باشعور اور قوی ہو گئی ۔

اس نے تن کر کہا : ''میں کیٹس جیسی جوہر قابل نہیں،

Taj Tahir Foundation

ہوں کہ تنقید سے رنجیدہ ہو کر مر جاؤں گی اور اب بھی دوسرے ہی میرے مذاق کا آئینہ ہیں کیوں کہ ناول کے جو حصے حقیقی زندگی سے لیے گئے ہیں انھیں تو غیر فطری اور لغو قرار دیا جا رہا ہے اور جو مناظر میرے خام دماغ کی پیداوار ہیں انھیں قدرتی اور فطری بتایا جا رہا ہے، اس لیے میں دل برداشتہ نہیں ہوں گی اور جوں ہی طبیعت کام پر آمادہ ہو جائے گی میں کمرِ ہمت باندھ کر دوسرا ناول شروع کر دوں گی۔

پانچواں باب

تجربات خانہ داری

ہر نئی دلہن کی طرح میگ نے جب ازدواجی زندگی میں قدم رکھا تو اس نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ خانہ داری کی ایسی مثال قائم کرنی چاہیے جو دوسروں کے لیے قابل تقلید ہو۔ یعنی گھر کو ایسا بنا دے کہ اس پر جنت کا گمان ہونے لگے۔ چنانچہ اس نے اپنے طرز عمل سے شوہر کا دل ہاتھ میں لے لیا۔ قسم قسم کے خوش ذائقہ کھانے اپنے ہاتھ سے پکاتی اور کھلاتی۔ لباس میں کبھی ایک بٹن کی بھی کمی نہ ہونے پاتی۔ غرض پورے جوش اور انہماک کے ساتھ اس نے گھر کو سنبھالا۔ اگرچہ کچھ مشکلات بھی پیش آئیں پھر بھی کامیابی نے اس کے قدم چومے۔ بعض وقت وہ شوہر کو خوش کرنے کی دھن میں حد سے گزر جاتی اور دماغ پر تفکرات کا بوجھ لیے ہوئے ادھر اُدھر بھاگی بھاگی پھرتی اور نڈھال ہو کر پڑ جاتی جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کی جنت ابھی مکمل سکون سے کوسوں دور ہے۔

ادھر جان نے بد ہضمی کی بنا پر سادہ خوراک کا مطالبہ شروع کر دیا۔ لباس میں اکثر کوٹ کے بٹن غائب نظر آتے۔ وہ حیران ہو کر سوچتی کہ آخر بٹن گئے کہاں۔ وہ مردوں کی

Taj Tahir Foundation

بے پروائی پر تعجب کرتی اور شوہر سے کہتی کہ میرے ٹانکے ہوئے بٹن توڑ کر کہہ دیتے ہو کہ ٹھیک طرح نہیں ٹانکے ؛ اب میں تم سے بٹن ٹنکواؤں گی اور دیکھوں گی کہ مروڑنے اور جھٹکا دینے سے وہ بھی ٹوٹتے ہیں یا نہیں ۔

یہ بھید کھل جانے کے بعد بھی کہ خالی محبت کے سہارے زندگی بسر نہیں ہو سکتی ان کی ازدواجی مسرت میں کوئی کمی نہیں آئی ۔ اب میگ کافی کی کیتلی کے پیچھے سے ایک خانہ دار عورت کی طرح دزدیدہ نظروں سے شوہر کو دیکھتی مگر شوہر کی نظر میں وہ اب بھی نئی نویلی دلہن تھی ۔ اسی طرح شوہر رخصتی بوسے کے بعد میگ سے یہ بھی دریافت کرتا کہ ڈنر کے لیے بچھڑے کا گوشت بھیجوں یا بھیڑ کا ۔ ان کے مختصر مکان کی عروسانہ آب و تاب تو جاتی رہی مگر اب وہ صحیح معنوں میں گھر بن گیا ، اور یہ تبدیلی انھیں بہتری کی جانب نظر آئی ۔

ابتدا میں انھوں نے خانہ داری کے اہتمام میں کچھ چاؤ چونچلے سے کام لیا ۔ پھر جان نے گھریلو ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے معاش کی جانب پوری توجہ شروع کر دی ۔ ادھر میگ نے بھی نفیس کپڑے اتار ڈالے اور معمولی لباس پہن کر گھر کے کام دھندوں میں لگ گئی ۔ لیکن ان گھریلو کاموں میں اس نے سوجھ بوجھ کی بجائے جوش سے زیادہ کام لیا ۔

جب تک اچھے اچھے کھانے پکانے کا خبط رہا وہ مسز کارنیلیس کی کھانے پکانے کے طریقوں کی کتاب کو گویا ریاضی کی کتاب سمجھتی رہی اور اسے پڑھ کر کھانے پکانے کے اہم مسائل حل کرتی رہی ۔ جب کبھی کوئی کھانا مزے دار پک جاتا تو میکے والوں کو بھی بلا لیا جاتا اور بے مزہ کھانا بھی لوٹی کے ہاتھ میکے ہی بھجوا دیا جاتا تاکہ اوروں کی نظروں سے چھپا کر ہمیلز والوں کو کھلا دیں ۔ کبھی شام کو جان کے ساتھ بیٹھ کر گھر کے اخراجات کا حساب لکھا جاتا تو کھانے پکانے کا جوش

Taj Tahir Foundation

عارضی طور پر ٹھنڈا پڑ جاتا اور کفایت شعاری کا چکر چلنے لگتا ۔ غریبوں کی طرح ڈبل روٹی کی پڈنگ ، قیمے اور گرم قہوے پر گزارا کیا جاتا ۔ یہ عمل جان کو بہت اکھرتا ، مگر میگ کی دلجوئی اور خوشی کے لیے گوارا کرنا ہی پڑتا ۔

نئے بیاہے ہوئے جوڑے یعنی دولہا دلہن زیادہ دیر تک اچار اور مربوں کے بغیر نہیں رہا کرتے ۔ چنانچہ میگ نے بھی کفایت شعاری کو مد نظر رکھتے ہوئے کشمش کے مربے کی طرح اس طرح ڈالی کہ ایک پرانا مرتبان اس کے لیے مخصوص کیا اور جان سے درخواست کی گئی کہ ڈیڑھ درجن اچار دانیاں اور زائد چینی لا دی جائے ۔ کشمش تو ان کی کیاریوں میں بکثرت آ چکی تھی اور انھیں توڑنے اور اکٹھا کرنے کے لیے ایک لڑکا منتخب کر لیا گیا تھا ۔ جان کو یقین ہی نہیں بلکہ ناز تھا کہ اس کی بیوی بڑی سلیقہ شعار اور کھانا پکانے کی ماہر ہے ۔ چنانچہ اس نے تہیہ کر لیا کہ بیوی کا کہنا پورا ہونا چاہیے اور کیا برا ہے اگر اپنی کیاری کا پھل جاڑے میں کھانے کے لیے اس خوش گوار طریقے سے محفوظ ہو جائے ۔ پھر کیا تھا فوراً چار درجن اچار دانیاں اور نصف پیپا چینی بھیج دی ۔ ادھر میگ نے بالوں کا جوڑا باندھا ، آستینیں چڑھائیں اور ایک دھاری دار لبادہ جو خاصا طرح دار معلوم ہوتا تھا پہن کر کام میں لگ گئی ۔ اسے اپنی کامیابی کا پکا یقین تھا ۔ آخر حنا کو سینکڑوں مرتبہ یہی کام کرتے دیکھ چکی تھی ۔ وہ اچار دانیوں کی اتنی لمبی قطار دیکھ کر آپ ہی آپ حیران ہوئی کہ اتنا زیادہ مربا کیا ہوگا ۔ لیکن ایک تو جان کو مربا بہت بھاتا تھا ، دوسرے یہ کہ اچار دانیاں الماری کے اوپر کے خانے میں رکھی ہوئی بہت بھلی معلوم ہوں گی ، یہ سوچ کر اس نے مربے کی تیاری شروع کر دی ۔ سارے دن پھل چھانٹنے ، جوش دینے ، چھاننے اور مربے کی تیاری میں لگی رہی ۔ اس سلسلے میں مسز کارنیلیس کی کتاب سے بھی مدد ملی ۔ اپنے

Tai Tahir Foundation

دماغ پر بھی زور ڈالا کہ اس موقع پر حنا کیا کرتی تھی لیکن خدا کی قدرت کہ مربا اس کے قابو میں نہ آیا ۔ پھل کو دوبارہ ابال کر شیرے میں ڈالا لیکن مربا نہ بننا تھا نہ بنا ۔ اس کی خواہش تو یہ تھی کہ اسی حالت میں میکے جائے اور ماں سے مدد لے مگر مشکل یہ تھی کہ میگ اور جان میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ وہ اپنے تجربات ، تفکرات یا مناقشات کا احوال دوسروں کو سنا کر پریشان نہیں کریں گے ۔ لفظ مناقشات پر وہ اس طرح ہنس دیا کرتے تھے گویا کوئی احمقانہ بات منہ سے نکل گئی ہو ۔ تاہم وہ اس فیصلے پر سختی سے پابند تھے اور جب بلا امداد کام چل سکتا تو ہرگز کسی کا سہارا نہ ڈھونڈتے ۔ ادھر بیگم مارچ نے بھی اسی قسم کی صلاح دی تھی ۔ غرض میگ دن بھر جلتی بھنتی رہی اور بگڑے ہوئے مربے کو بناتی رہی ۔ جب شام کے پانچ بجے تک مربا قابو میں نہ آیا تو بے بسی کے عالم میں اپنے دونوں لتھڑے ہوئے ہاتھ مل مل کر اور چلا چلا کر رونے لگی ۔ نقشہ یہ تھا کہ باورچی خانے کا سارا سامان بکھرا پڑا تھا ، مربا جل چکا تھا۔

اب ایک بات اور بھی سنتے چلیے ۔ میگ اپنی نئی زندگی کی ترنگ میں کئی بار کہہ چکی تھی کہ میرا شوہر جب کبھی چاہے اپنے کسی دوست کو بے کھٹکے بطور مہمان گھر لا سکتا ہے ۔ مہمان کے آرام و آسائش کا سب سامان فوراً ملے گا ۔ پریشان کن بھاگ دوڑ ، لعن طعن یا بے آرامی سے کبھی سابقہ نہیں پڑے گا ۔ بلکہ گھر صاف ستھرا اور لذیذ کھانا تیار ملے گا ۔ اس نے جان کو مخاطب کرکے کہا تھا : ''میرے پیارے ! آپ مجھ سے پوچھے بغیر جس کو چاہیں مدعو کریں اور مجھ پر بھروسہ رکھیں کہ مہمان کی خاطر تواضع کے لیے میں اپنے آپ کو وقف کر دوں گی۔''

یہ قول اس قدر مضبوطی کے ساتھ دیا گیا تھا کہ جان کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا تھا اور اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ خوب صورت ، خوش صفات اور خوش سلیقہ بیوی بھی خدا

Taj Tahir Foundation

کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

اس دوران میں اکثر اوقات مہمان آتے جاتے رہے لیکن ابھی تک کوئی اچانک مہمان وارد نہیں ہوا تھا اور میگ کے سلیقے اور قابلیت کے جوہر دیکھنے کا جان کو موقع نہ ملا تھا۔

دنیا کا دستور ہی کچھ ایسا ہے کہ مرتے ہی کو مارتے ہیں۔ خدا کی شان دیکھیے کہ عین اس موقع پر جب مربا بگڑ چکا تھا اور میگ بے حد غمگین تھی، جان اپنے ایک دوست کو غیرمتوقع طور پر گھر لے آیا۔

اسے مربے کے بگڑنے کا کوئی علم نہ تھا، نہ یہ بات اس کے ذہن میں تھی کہ میگ اپنا سر پیٹ چکی ہے، بلکہ وہ تو اس خیال میں تھا کہ مربا تیار ہو چکا ہوگا اور جب میں اپنے دوست کو لے کر گھر پہنچوں گا تو بیوی آگے بڑھ کر خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرے گی۔

یہاں تدبیر تقدیر کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہے اور وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ جان مہمان کو لیے ہوئے شادان و فرحاں اپنے مکان 'آشیانہ' پہنچا۔ صدر دروازہ عموماً مہمانوں کی آمد کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا تھا، مگر آج یہ بند ہی نہیں مقفل بھی تھا اور کیچڑ بھی سیڑھیوں کی زینت بنی ہوئی تھی۔ نشست گاہ کی کھڑکیاں بند تھیں اور ان کے پردے چھوٹے ہوئے تھے۔ مکان پر مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور ماحول غمگین نظر آ رہا تھا۔ پری جمال میگ مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لیے نہ دروازے پر نظر آئی نہ صحن میں دکھائی دی۔ وہ حوروش جو روزانہ جان کے استقبال کے لیے سفید براق سا لباس پہنے اور گھنگریالے بالوں میں دلکش فیتہ باندھے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ لیے کھڑی رہتی تھی آج کہیں نظر نہ آتی تھی۔ صرف ایک لال بھبوکا سا لڑکا کشمش کی جھاڑیوں میں بے خبر سویا پڑا تھا۔

جان نے اس سناٹے سے خوفزدہ ہو کر کہا: ''میرا خیال ہے

Taj Tahir Foundation

کوئی ناشدنی ہوگئی ہے - سکاٹ ! تم ذرا باغیچے میں چلو میں مسز بروک کو تلاش کر لوں -"

یہ کہہ کر وہ فوراً لپکا اور مکان کے پچھواڑے کی جانب چلا ، کیوں کہ ادھر ہی سے جلی ہوئی چینی کی بو آ رہی تھی - مسٹر سکاٹ جان کی پریشانی دیکھ کر باغیچے میں جانے کی بجائے جان بروک کے پیچھے آہستہ آہستہ چل رہے تھے - جب بروک آنکھوں سے اوجھل ہوگئے تو وہ ایسی جگہ رک گئے ، جہاں سے وہ سب کچھ دیکھ بھی سکتے تھے - مسٹر سکاٹ کے لیے یہ سماں کنوارا ہونے کی وجہ سے بڑا لطف انگیز تھا - باورچی خانے میں بڑی گندگی اور ابتری پھیلی ہوئی تھی- مربے کا ایک گھان تو ایک برتن سے دوسرے برتن میں ٹپکایا جا چکا تھا ، دوسرا فرش پر لنڈھا پڑا تھا ، تیسرا چولھے پر چڑھا ہوا خوب مزے سے جل رہا تھا -

لوٹی ایک بلغمی مزاج والی ٹیوٹنی قوم کی طرح بے فکری کے ساتھ کھانا کھانے اور کشمش کی شراب پینے میں مشغول تھی - رہا مربا تو اس کی وہ مثل ہوئی کہ پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیا - اس کو مربا کہہ ہی نہیں سکتے تھے - وہ تو اچھا خاصا حریرہ تھا اور مسز بروک سر پر بالا بند ڈالے سسکیاں لے لے کر رو رہی تھیں - دونوں ہاتھ جھلسے ہوئے تھے -

جان نے یہ خوفناک منظر دیکھا تو اور بھی سراسیمہ ہوگیا - وہ بے تحاشا چلایا ، "جان من! یہ کیا ہوا؟" "ہائے جان! کیا پوچھتے ہو ، ایک تکلیف ہو تو بیان کی جائے ؛ ایک مصیبت ہو تو برداشت کی جائے - پیہم حادثات نے ہوش و حواس کھو دیے ہیں - سارے دن کی تھکن ، اس پر طرہ یہ کہ مربے کا جلتا ہوا قوام ہاتھوں پر گر پڑا ، جس نے یہ دیکھو میرے ہاتھوں پر آبلے ڈال دیے ہیں - ایک آگ تن بدن میں لگی ہوئی ہے - پھر مربا بھی میری تقدیر کی طرح بگڑ گیا ہے - ساری لاگت ضائع گئی - ہائے اللہ

Taj Tahir Foundation

میں تو اس جھکندن میں پھنس کر بالکل ناکارہ ہوگئی - جان میرے اچھے جان ! خدا کے لیے میری امداد کر دو ، ورنہ مر جاؤں گی۔''
یہ کہہ کر اس نے اپنے تئیں جان کے سینے پر ڈال دیا ، گویا اس وقت بھی وہ شوہر کا استقبال کر رہی تھی - اس کا پیش‌بند بھی فرش کی طرح گیلا تھا جیسے کسی نے بپتسمہ دیا ہو -

پریشان حال جان نے اس کی چھوٹی سی ٹیڑھی ٹوپی کے تاج کا آہستہ سے بوسہ لیتے ہوئے کہا : ''جان من! تم اپنا رونا بند کرو - میں اس کے سوا ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں -''

میگ نے بسورتے ہوئے کہا : ''مربے سے تو میں ہاتھ دھو بیٹھی ، سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کروں -''

یہ سن کر جان بروک اتنا ہنسا کہ اتنی ہنسی ساری عمر میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی ، اور اس کا دوست سکاٹ بھی جان کا قہقہہ سن کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا ، یہ گویا میگ کی مصیبت پر آخری ضرب تھی -

جان نے کہا : ''بس اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا - اس سب مربے کو کھڑکی کے باہر پھینک دو اور کسی قسم کا رنج نہ کرو - میں بازار سے اور سیروں مربا خرید کر لا دوں گا - یہ تو کوئی بات نہیں - ایسے نقصان تجربات میں اٹھانے ہی پڑتے ہیں - خدا کے لیے اپنی ان تشنجی کیفیات کو ختم کرو ، کیوں کہ میں جیک سکاٹ کو اپنے ہمراہ کھانا کھلانے کے لیے لایا ہوں اور ـــــ جان ابھی آگے کچھ اور نہ کہنے پایا تھا کہ میگ نے پرے دھکا دیتے ہوئے (حزنیہ انداز میں) اپنے ہاتھوں کو مروڑا ، پھر اپنے آپ کو کرسی پر گرا دیا - اس کے بعد غصے ، ملامت اور بددلی کے ملے جلے جذبات کے لہجے میں بولی : ''گھر میں سب کچھ موجود ہے نا جو ایک شخص کو کھانے پر لے آئے - مجھے تعجب ہے کہ تمھیں یہ ہمت کیسے ہوئی ؟''

'' خاموش رہو! وہ باغیچے میں ہے - ہماری گفتگو اس نے

Taj Tahir Foundation

سن لی تو بڑی رسوائی ہوگی - میں اس کم بخت مرے کی مصیبت کو تو جان ہی نہیں سکتا تھا ، لیکن اب کیا ہو سکتا ہے -'' جان نے اضطراب کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا -

میگ نے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق زبان اس طرح چلانی شروع کردی ، جیسے قمریاں گھبراہٹ میں چونچیں مارتی ہیں ، کہ مہمان کو تمھیں لانا تھا تو کسی کے ہاتھ کہلا بھیجتے یا صبح خود کہہ جاتے اور یہ تو تمھیں معلوم تھا کہ مرے کی وجہ سے میں کس قدر مصروف ہوں -

جان نے مظلومیت کے انداز میں کہا : ''صبح مجھے اس بات کا علم ہی نہ تھا اور نہ پیغام بھیجنے کا وقت ملا ، اس لیے کہ ان سے راستے ہی میں ملاقات ہوگئی - لیکن تم نے تو مجھے مہمان نوازی کے بارے میں کھلی اجازت دے رکھی ہے کہ میں جب چاہوں کسی کو اپنے ہمراہ لا سکتا ہوں ، پھر اجازت طلبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - مگر آئندہ کے لیے میری توبہ ہے ، اگر پھر کبھی مجھ سے ایسی خطا سرزد ہو تو پھانسی کے تختے پر چڑھا دینا -''

میگ نے جس کا مزاج بے حد چڑچڑا ہوگیا تھا کہا : ''اسے یہاں سے فوراً باہر لے جاؤ میں اسے دیکھنا تک نہیں چاہتی - یہاں کھانا پینا کچھ نہیں ہے -''

جان نے رکاب دار خانے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا : ''اچھا آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر ، لیکن یہ تو بتائیے کہ وہ گوشت اور ترکاریاں جو میں نے صبح بھیجی تھیں کہاں ہیں اور تم نے جس پڈنگ کا وعدہ کیا تھا کدھر ہے ؟''

''مجھے کچھ بھی پکانے کی فرصت نہیں ملی ؛ میرا ارادہ تو اماں جان کے ہاں کھانے کا تھا ، تاہم میں اس بے حد مصروف رہنے پر اظہار افسوس کرتی ہوں - یقین ہے کہ تم مجھے معاف کردوگے -'' اتنا کہہ کر میگ کی آنکھوں میں دوبارہ آنسو آ گئے -

جان لاکھ نرم دل سہی لیکن تھا تو آخر گوشت پوست کا

Taj Tahir Foundation

انسان ہی ۔ سارے دن کام کاج کرنے کے بعد تھکا ہارا بھوکا پیاسا پھر ایک مہمان کو لیے ہوئے اس امید کے سہارے گھر آیا تھا کہ شریک زندگی کی بدولت دل و دماغ کو کچھ راحت و سکون نصیب ہوگا ، دن بھر کی کوفت اور پریشانی دور ہوگی ، اس کی فردوس نواز مسکراہٹ تمام پریشان حالی کا خاتمہ کردے گی ۔ معدے کی چیخ پکار اس کے ہاتھ کے پکے ہوئے لذیذ کھانے فوراً بند کر دیں گے ۔ مہمان کی ایسی آؤ بھگت ہوگی کہ وہ خوش ہو کر ہماری مہمان نوازی کے گیت گائے گا ، لیکن واقعات کے دھارے نے رخ ہی پلٹ لیا ۔ سب سے بڑی تکلیف دہ یہ بات تھی کہ شریک زندگی کے مزاج کا پارہ چڑھا ہوا تھا ۔

تاہم جان نے تحمل سے کام لیا اور کہا : ''میں مانتا ہوں کہ بدمزگی پیدا ہوئی لیکن تم چاہو تو اب بھی کچھ نہیں گیا ، ڈیر! رونے دھونے سے کچھ نتیجہ نہیں نکلے گا ۔ ایک ذرا سی ہمت کرو اور ہمیں کچھ پیٹ بھرنے کو دے دو ۔ ہم دونوں شکاریوں کی طرح بھوکے بنے ہوئے ہیں ، اس لیے ہمیں یہ خیال ہرگز نہ آئے گا کہ ہم کیا کھا رہے ہیں ۔ ہمیں ٹھنڈا گوشت ، روٹی اور پنیر دے دو ۔ تمہارا مربا نہیں چاہیے ۔''

جان نے تو سیدھے سبھاؤ مربے کا نام لے دیا تھا ، لیکن اس ایک لفظ نے گویا اس کے نصیب پر مہر لگا دی ۔ میگ نے سمجھا کہ یہ مجھ پر چوٹ ہے ۔ میری ناکامی کی طرف ایک سخت ظالمانہ اشارہ ہے ، چنانچہ اس لفظ کے سنتے ہی میگ میں ضبط کا یارا باقی نہ رہا اور اس نے بپھر کر کہا : ''براہ کرم آپ اس بدمزگی کے ماحول سے باہر تشریف لے جائیں ، مجھ سے کسی کے لیے ہاتھ پاؤں نہیں ہلائے جا سکتے ۔ تمہاری تو وہی مثل ہے کہ ایک شخص کے پاس دعوت کے سامان میں ایک ہڈی ، رو کھی سو کھی روٹی اور تھوڑی سی پنیر ہو اور وہ ایک فوج کو مدعو کر لے ، تو نتیجہ معلوم ؛ میں اپنے گھر میں اس قسم کا طرز عمل روا نہیں

Taj Tahir Foundation

رکھ سکتی - بہتر یہ ہے کہ سکاٹ کو اماں جان کے ہاں لے جاؤ اور میرے بارے میں ان سے کہہ دو کہ وہ کہیں چلی گئی ہے یا بیمار ہے یا مر گئی ہے ، یا اور جو کچھ تمھاری سمجھ میں آئے کہہ دینا ، میں اس مہمان کو یہاں مطلق دیکھنا نہیں چاہتی - تم مجھ پر اور میرے مرنے پر جس قدر چاہو ہنس سکتے ہو ، اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہو؟'' میگ نے ایک ہی سانس میں یہ سب کچھ کہہ دیا اور اپنا بالاپوش اتار کر ہائے ہائے کرتی ہوئی کمرے میں چلی گئی -

جان نے پھر کیا کیا ، اسے بالکل خبر نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ مسٹر سکاٹ کو اماں جان کے گھر نہیں لے جایا گیا - جب وہ دونوں چلے گئے تو میگ اندر آئی اور یہ دیکھ کر سخت بو کھلائی کہ کھانا بڑی بے ترتیبی کے ساتھ کھایا گیا ہے -

لوٹی نے بتایا کہ انھوں نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا ہے ہنسے بولے ہیں اور اسے حکم دے گئے ہیں کہ شیرہ تو پھینک دیا جائے اور مرتبانوں کو چھپا دیا جائے -

میگ نے چاہا کہ اپنی ماں کے پاس جا کر دل کی بھڑاس نکالے لیکن ایک تو اپنی کوتاہیوں کا اظہار مانع تھا ، دوسرے جان کی عدم وفاداری کے احساس نے (جس کا اظہار وہ کسی طرح بھی نہیں کرنا چاہتی تھی) اسے جانے سے روکے رکھا - انسان کا دل خود ہی منصف ہوتا ہے ، بالآخر وہ اپنی فروگذاشتوں اور غلطیوں کی معافی کے لیے بن ٹھن کر جان کے انتظار میں بیٹھ گئی کہ وہ آئے اور اپنے غصے کو تھوک دے اور گلے مل کر معاف کر دے -

بد قسمتی سے جان نہیں آیا - اس لیے نہیں کہ اس نے اپنے معاملے کو کسی دوسری روشنی میں دیکھا بلکہ کسی مصروفیت کی بنا پر اسے دیر ہو گئی - بلکہ اس نے تو یہ سمجھا کہ مہمان کے ساتھ اپریل فول کی رسم ادا کی گئی ہے - وہ تو مہمان کے ساتھ

Taj Tahir Foundation

اس خاطر داری کے ساتھ پیش آیا کہ اسے دعوت شیراز کا پورا لطف آ گیا اور وہ دوبارہ آنے کا وعدہ بھی کر گیا۔ جان نے اس حرکت پر اگرچہ اپنی کم عمر بیوی کو معاف کر دیا تھا لیکن پھر بھی یہ خیال ضرور تھا کہ میگ نے مہمان کی آمد کو بد مزگی کا باعث سمجھا اور ضرورت کے وقت کنارہ کشی اختیار کی۔

کیا یہ مناسب تھا کہ پہلے تو ایک آدمی سے کہا جائے کہ وہ نہایت آزادی کے ساتھ مہمانوں کو جب چاہے گھر لے آئے اور جب اس کی باتوں کو قابل اعتبار سمجھ کر عمل کیا جائے تو یہ مشتعل ہو کر الٹا الزام دے اور پریشانی کی حالت میں اسے لوگوں کے ہنسنے یا ترس کھانے کے لیے چھوڑ دے۔

خدا کی قسم ! یہ نادانستہ حرکت نہیں تھی بلکہ میگ نے ایسا دیدہ و دانستہ کیا ہے۔ دعوت کے دوران میں بھی جان اندر ہی اندر کھولتا رہا۔ لیکن جب جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور سکاٹ کو رخصت کرنے کے بعد گھر آیا تو اس کا دل بہت کچھ پسیج چکا تھا اور وہ خیال کر رہا تھا کہ افسوس اس غریب نے تو مجھے خوش کرنے کے لیے یہ پاپڑ بیلے تھے، لیکن ناتجربہ کاری کی دیوار جو کم عمری نے چنی تھی، اس موقع پر حائل ہو گئی اور جس کام کا اس نے بیڑا اٹھایا تھا وہ ناکام اور ناتمام رہ گیا۔ لہٰذا مجھے بھی صبر سے کام لینا تھا اور زبان طعن دراز نہیں کرنی چاہیے تھی۔

ضمیر کی اس ملامت کے باوجود خودداری نے اسے یہ رائے دی کہ وہ خاموشی اور نرمی کے ساتھ ذرا اکڑ پن بھی دکھائے گا۔ اگر وہ بالکل موم کی طرح پگھل گیا تو میگ کو اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کا احساس کیوں کر ہوگا۔ اسے امید تھی کہ میگ اپنی ماں کے ہاں نہیں گئی ہو گی، چنانچہ وہ سیدھا گھر کی جانب چلا۔

Taj Tahir Foundation

وہ جو کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے ، میگ نے بھی ادھر یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ بھی خاموشی اور نرمی کے ساتھ جان کو اس کے فرض سے آگاہ کرے گی ۔ معافی بھی مانگے گی مگر بالکل گر کر نہیں ۔ گو اندر سے دل کہہ رہا تھا کہ کسی طرح پر لگ جائیں اور وہ اڑ کر اس کے پاس پہنچ جائے اور اس سے معافی مانگے ۔ جان اس کے جواب میں بوسہ لے کر اس کی دل جوئی کرے لیکن خدا جانے ایسا کیوں نہیں کیا ۔ اس نے جان کو آتا دیکھا تو اپنے آپ کو بے حس و حرکت بنا کر گرا دیا اور لمبے لمبے ہنکارے بھرنے لگی جیسے کوئی سخت تکلیف میں ہو ۔

جان کو یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ اس میں یونان کی افسانوی مہربان ماں نیوب کی سی دردمندی نہیں ہے ۔ اپنے درجے اور مرتبے کے مطابق وہ میگ سے معافی کا طالب ضرور تھا ، اس لیے وہ منہ سے تو کچھ بولا نہیں بس اندر آ کر صوفے پر دراز ہو گیا اور موقع کے لحاظ سے صرف اتنا کہا : ''بیگم! ہمیں ایک نیا چاند ملنے والا ہے ۔''

اسی طرح کی یعنی عام مذاق کی باتیں مسٹر بروک نے چھیڑیں لیکن مسز بروک نے گویا سنی ان سنی کر دی اور بات چیت کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا ۔ جان نے ایک کھڑکی کے قریب آ کر ایک کاغذ کھولا اور اس میں اپنا منہ کر لیا گویا اب میگ سے نہیں کاغذ سے گفتگو ہو رہی ہے ۔ میگ دوسری کھڑکی کے پاس جا کر اپنے سلیپر پر پھول ٹانکنے لگی ۔ گویا یہ بھی زندگی کے لیے ایک ضروری امر ہے ۔ غرض دونوں میں سے ایک بھی نہیں بولا ۔ دونوں خاموشی کے ساتھ جذبات کے تلاطم میں گھرے ہوئے تھے مگر اندرونی خلش دونوں کو بے چین کیے ہوئے تھی ۔ دفعتاً میگ کو خیال آیا کہ ایک دن اماں جان نے کہا تھا : ''پیاری بیٹی ! ازدواجی زندگی ایک سخت امتحان ہے ۔ اس میں صبر و تحمل کی

Taj Tahir Foundation

ضرورت ہے جیسا کہ محبت میں۔'' اس کے ساتھ ہی ماں کی اور نصیحتیں بھی یاد آ گئیں جو اس نے بہت عرصہ پیشتر کی تھیں اور اس وقت اس نے ان پر کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی۔

ماں نے یہ بھی کہا تھا کہ: ''جان ایک اچھا آدمی ہے لیکن اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں جو تمھیں اس لیے برداشت کرنی ہوں گی کہ تم بھی ان سے خالی نہیں ہو۔ جان کی ہر بات فیصلہ کن ہوتی ہے لیکن یہ نہیں کہ وہ ضدی ہے۔ اگر تم اس کی بات کی توجیہ نرمی سے کرو اور بے صبری سے اس کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو تو وہ اپنی ضد سے باز آ جائے گا کیوں کہ وہ بڑا کھرا آدمی ہے اور بہت حق پسند۔ تم اسے فیلیا کہتی ہو حالانکہ وہ اچھی سیرت کا ہے۔ میگ تم اسے اپنے قول و فعل سے دھوکا نہ دو۔ تم جس اعتماد کی مستحق ہو وہ تمھیں آپ حاصل ہو جائے گا۔ اس کا مزاج ہمارے جیسا نہیں ہے۔ بجلی کی ایک چمک سمجھو، ادھر چمکی اُدھر غائب ہوئی۔ رہی اس کی روشنی، وہ غصے کے مترادف ہے جو بہت کم بھڑکتی ہے لیکن جب بھڑکتی ہے تو مشکل سے بجھتی ہے۔ ہوشیار رہو اور بہت ہوشیار۔ اس کے غصے کو اپنے خلاف کبھی نہ بھڑکاؤ۔ اگر تم دونوں سے بھول چوک ہو جائے تو پھر تم معافی چاہنے میں پیش قدمی کرو۔ ضد، غلط فہمی اور بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکالنے میں سخت احتیاط برتو۔ اس لیے کہ ان کا انجام تلخ اور افسوس ناک ہوتا ہے۔''

ماں کی یہ باتیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ غروب آفتاب کا وقت تھا اور وہ بیٹھی سی رہی تھی۔ جب اس نے ماں کی نصیحت کی روشنی میں اپنے طرز عمل کا موازنہ کیا تو فوراً احساس ہوا کہ اس نے جلد بازی اور بے وقوفی سے کام لیا ہے۔ اب اس کا اپنا غصہ بھی بچوں کا سا معلوم ہوتا تھا۔ غریب جان کے اس طرح پریشانی کی حالت میں گھر آنے کے تصور نے میگ کے دل کو پگھلا کر پانی کر دیا اور اس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے

TajTahirFoundation

جان کی طرف دیکھا مگر جان نے اس کی طرف توجہ نہ کی ۔ یہ دیکھ کر میگ نے اپنا کام رکھ دیا اور یہ خیال کرکے کھڑی ہو گئی کہ معافی چاہنے میں مجھے ہی سبقت کرنی چاہیے ۔ جان نے میگ کے دل کی آواز کو سنا تو ضرور ہوگا لیکن پندار کو نگل لینا بھی بڑا مشکل کام ہے ۔ وہ جہاں بیٹھا تھا وہیں بت بنا بیٹھا رہا ، ٹس سے مس نہ ہوا ۔ میگ نے آہستہ آہستہ قدم بڑھائے اور جان کے پاس کمرے میں آ گئی مگر جان نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ کون آیا کون گیا ۔ میگ نے محسوس کیا کہ معافی چاہنے کا کام مجھ سے نہ ہو سکے گا ۔ لیکن معاً خیال آیا کہ ماں کی نصیحتیں بھلانی نہیں چاہئیں ۔ ابھی تو ابتدا ہے ۔ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ جھکی اور آہستہ سے اپنے شوہر کی پیشانی چوم لی ۔ میگ نے اپنے ناز و نعم اور پندار کو ختم کرکے ازدواجی زندگی کی اس گتھی کو بڑی خوبی سے سلجھا لیا ۔ پیشانی کے بوسے کی قدر و قیمت کا اندازہ بہت دشوار ہے ۔ جان نے اسے اپنے زانو پر بٹھا لیا اور کہا : ''مربے کے چھوٹے چھوٹے مرتبانوں پر ہنسنا واقعی بری بات تھی ۔ ڈیر ! میں بہت نادم ہوں مجھے معاف کر دو ۔ آئندہ ایسا ہرگز نہ ہوگا ۔'' میگ نے کہا : ''غلطیاں تو مجھ سے ہوئی ہیں ، معافی کی طالب میں ہوں ۔''

جان نے نہ صرف اسے معاف کیا بلکہ سینکڑوں برکتوں کی دعائیں دیں اور ایسا ہی میگ نے بھی کیا ۔ بعد ازاں اقرار کیا کہ ہم نے آج تک جتنے مربے بنائے تھے یہ ان میں سب سے زیادہ شیریں ثابت ہوا اس لیے کہ گھر کا امن اس چھوٹے سے خاندانی مرتبان میں محفوظ کر دیا گیا ہے ۔

اس کے بعد میگ نے مسٹر سکاٹ کو کھانے پر بطور خاص مدعو کیا اور پہلی مرتبہ بغیر خانساماں کے بہت ہی پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا ۔ اس موقع پر میگ نے بڑا بھڑکیلا اور قیمتی لباس زیب تن کیا اور ہر چیز کو اس سلیقے اور عمدگی سے پیش

Taj Tahir Foundation

کیا کہ سکاٹ نے جان کو اس کے خوش نصیب ہونے پر مبارک باد دی اور رخصت ہوتے وقت سر ہلا ہلا کر مجرد آدمی کی گوناگوں تکالیف کا ذکر کرتا رہا۔

موسم خزاں میں میگ کو نئے نئے تجربے اور آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ سیلی موفاٹ جو بہت خوش حال تھی لیکن امیری کے باعث الگ الگ رہتی تھی اب اس نے میگ سے راہ و رسم پھر بڑھانی شروع کی۔ باتیں مٹھارنے کے لیے دوڑی دوڑی میگ کے گھر چلی جاتی یا وقت گزارنے کے لیے اسے اپنے دولت کدے پر بلا لیتی۔ میگ بھی اس موسم کی اداسیوں کے باعث اکثر تنہائی محسوس کرتی، کیوں کہ جان رات گئے تک گھر سے باہر رہتا۔ وہ یا تو سینے پرونے، لکھنے پڑھنے میں وقت گزارتی یا ادھر ادھر گھومتی پھرتی۔ اب جو سہیلی سے ملاقات ہوئی تو قدرتی طور پر وہ اس کے ساتھ وقت کا بیشتر حصہ گزار دیتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ جب سیلی موفاٹ کی خوب صورت چیزیں دیکھتی تو اس کا دل بھی ان چیزوں کے لیے پھڑکتا اور اپنے پاس ان کی کمی سے اسے افسوس ہوتا۔ سیلی اس پر بہت مہربان تھی، وہ اکثر اس کی پسندیدہ چھوٹی موٹی چیزوں کو بطور تحفہ بھی دیتی مگر میگ اس خیال سے انکار کر دیتی کہ جان کو یہ چیز ناپسند ہے۔ میگ آخر کہاں تک بچتی، وہ اس راہ پر ہو لی جو جان کی نظر میں بے حد معیوب تھی۔

میگ کو اپنے شوہر کی آمدنی کا علم تھا۔ وہ اس بات سے خوش تھی کہ اسے نہ صرف شوہر کا اعتماد حاصل ہے بلکہ خوشنودی بھی، یہاں تک کہ بعض آدمی جو دولت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اس کی بھی وہ مالک تھی۔ خرچ کرنے کا بھی اسے پورا پورا اختیار تھا۔ البتہ اس کا شوہر اتنا ضرور چاہتا تھا کہ وہ پائی پائی کا حساب رکھے، بلوں کی ادائیگی مہینے میں ایک بار ہو۔ تاہم اسے یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیے کہ وہ ایک متمول شخص کی

بیوی نہیں ہے بلکہ متوسط یا غریب طبقے سے اس کا تعلق ہے۔ میگ کا انتظام بہت اچھا تھا، کفایت شعاری سے خرچ کرتی۔ اس کا حساب کتاب بڑی صفائی کے ساتھ رہتا تھا اور بغیر کسی جھجک کے ہر مہینے دکھاتی رہتی تھی۔ مگر یہ خزاں کا موسم سانپ بن کر اس کی جنت میں داخل ہوا اور اس نے نئے فیشن کی حوا کو گندم کی بجائے کپڑوں کا لالچ دیا۔ میگ نہیں چاہتی تھی کہ لوگ اسے غریب کہیں کیوں کہ غربت کا اقرار کرتے ہوئے اسے شرم آتی تھی۔ وہ کبھی کبھی کوئی فیشن ایبل چیز خرید کر ڈال لیتی، گو ہمیشہ یہ چیزیں خرید کر پچھتاتی۔ کیوں کہ خوب صورت چیزوں کا شمار شاذ و نادر ہی ضروریات زندگی میں شامل ہوتا ہے۔ تاہم کم قیمت ہونے کی وجہ سے ان کی خرید میں تردد بھی نہیں ہوتا۔ غرض یونہی کرتے کرتے چھوٹی موٹی چیزوں کا اضافہ ہوتا گیا۔ میگ کا دکان دکان پھرنا ایک تماشائی کی حیثیت سے نہ تھا بلکہ مدنظر خریداری ہوتی تھی۔

بالآخر چھوٹی چھوٹی چیزوں کی قیمت مل کر اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ مہینے کے آخر میں جب اس نے حسابات کی دیکھ بھال کی تو ان حقیر سی چیزوں کے خریدنے میں جو رقم صرف ہوئی اس کی میزان نے میگ کو خوفزدہ کر دیا۔ جان نے اس مہینے مصروفیت کی وجہ سے بلوں کو میگ کے پاس رہنے دیا، دوسرے مہینے وہ کہیں باہر چلا گیا، تیسرے مہینے اسے سہ ماہی کے بڑے بڑے حسابات کرنے تھے اس لیے اس نے گھر کے حسابات چیک نہیں کیے۔

چند روز قبل میگ نے ایک ایسی غلطی کی جس کا بار اس کے ضمیر پر بہت ہی گراں گزرا۔ بات یہ ہوئی کہ سیلی ریشمی کپڑا خرید رہی تھی، میگ نے بھی ایک نئی چیز کی خواہش ظاہر کی۔ یہ پارٹیوں میں جانے کا ایک خوب صورت ہلکا پھلکا کپڑا تھا۔ اس کے اپنے پاس جو کالا ریشمی کپڑا تھا وہ عام سی چیز تھی

Taj Tahir Foundation

اور شام کے پہننے کے باریک کپڑے خصوصیت سے لڑکیوں کے لیے مناسب تھے - پھوپھی مارچ عام طور پر نئے سال کی خوشی میں ہر بہن کو پچیس ڈالر کا تحفہ دیتی تھیں جس کے ملنے میں ابھی ایک مہینہ باقی تھا ، اور یہ پیارا پیارا بنفشی رنگ کا ریشمی کپڑا اس وقت فروخت کے لیے موجود تھا - اس کے پاس روپیہ تھا اگر وہ خریداری کی جرأت کرتی تو اسے خرید سکتی تھی - جان تو ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تمھارا ہے لیکن یہ بھی کیا تک ہے کہ مقررہ پچیس ڈالر کے علاوہ مزید پچیس ڈالر خرچ کر دیے جائیں - وہ خریدتے ہوئے ہچکچا رہی تھی مگر سیلی نے اسے خرچ کرنے پر آکسایا - اپنے پاس سے قرض بھی دیا اور سمجھایا کہ ارادے کی بلندی کا تقاضا ہے کہ اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کیا جائے - آخر ایک منحوس گھڑی میں دوکاندار نے ایک خوب صورت چمکدار تھان دکھاتے ہوئے کہا :

''بیگم صاحبہ ! یہ آپ کے لیے کیسی اچھی چیز ہے -'' میگ نے جواب دیا میں لے لوں گی - چنانچہ کپڑا لے لیا گیا اور قیمت ادا کردی گئی - سیلی نے سہیلی کی اس بات پر فخر کیا اور ہنسی گویا یہ تو معمولی سی بات تھی - جب دونوں اپنے اپنے گھر روانہ ہونے لگے تو میگ کو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے یہ کپڑا کہیں سے چرایا ہے اور پولیس اس کا پیچھا کر رہی ہے -

اس نے گھر پہنچ کر پشیمانی کی اذیت سے اپنے دل کو تسکین دینے کے لیے اس پسندیدہ ریشمی کپڑے کو پھیلا کر ادھر اُدھر سے دیکھا ، مگر اب نہ اس میں وہ چمک دمک دکھائی دیتی تھی، نہ یہ کپڑا اپنا معلوم ہوتا تھا ، اور لفظ پچاس ڈالر کی چھاپ سارے کپڑے پر نظر آ رہی تھی - اس نے گھبرا کر کپڑے کو پرے پھینک دیا ، گویا وہ کوئی سانپ تھا جو اسے ڈس رہا تھا -

رات کو جان نے چھوٹے چھوٹے بہی کھاتے نکالے تو میگ کا دل خوف کے مارے بیٹھنے لگا - آج اس کی ازدواجی زندگی میں یہ

Taj Tahir Foundation

پہلا دن تھا کہ وہ اپنے شوہر سے ڈر رہی تھی - خوف کے مارے اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جان کی مہربان اور شربتی آنکھیں سرخ انگارا بن جائیں گی - اس کے چہرے کا تبسم اور غیر معمولی خوشی صرف دیکھنے کی ہے ، ورنہ اس نے سب کچھ بھانپ لیا ہے اور ظاہر کرنا نہیں چاہتا - حساب کتاب میں گھر کے سب بل ادا کیے جا چکے تھے اور سارے اندراج باقاعدہ تھے - جان نے اس کی بہت تعریف کی اور جب پرانی پاکٹ بک جس کا نام انھوں نے بنک رکھا تھا ، کھولنے لگا تو میگ نے اس خوف سے کہ وہ بالکل کوری ہے ، جان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اضطراب کے ساتھ کہنے لگی :
''تم نے ابھی تک میرے ذاتی اخراجات کی کتاب تو دیکھی نہیں ؟''
جان نے اسے کبھی دیکھنے کی غرض سے نہیں مانگا تھا ، لیکن وہ ہمیشہ اس کے دیکھنے پر اصرار کرتی تھی ، تاکہ وہ اس بات کا لطف اٹھائے کہ مرد کس طرح عورتوں کی ضروری چیزوں کے مطالبے پر تعجب کا اظہار کیا کرتے ہیں اور وہ انھیں پڑھ کر یہ قیاس کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ ''پائپنگ'' کیا چیز ہوتی ہے اور ''ہگ می ٹائٹ'' (ایک چست اونی پوشش) کے کیا معنی ہوتے ہیں اور وہ اس بات پر تعجب کرے کہ کیوں کر ایک چھوٹی سی چیز جو تین گلاب کی کلیوں ، ایک مخمل کے ٹکڑے اور دو ڈوریوں سے مل کر ایک بونیٹ (بے چھجے کی کھلنے بند ہونے والی ٹوپی) بن سکتی ہے اور اس کی قیمت پانچ یا چھ ڈالر ہوتی ہے-

اس شب کو جان کچھ اسا دکھائی دے رہا تھا ، گویا رقموں میں گڑبڑ کرنے کے فن کو تو وہ پسند کر رہا ہے اور فضول خرچی پر غضب ناک ہونے کو بہانہ بنا کر ٹال رہا ہے ، جیسا کہ وہ ہمیشہ کیا کرتا تھا کہ اسے اپنی بیوی کی دور اندیشی پر ناز بھی تھا اور فخر بھی -

میگ نے اپنی ذاتی خرچ والی چھوٹی پاکٹ بک آہستہ سے باہر نکالی اور اس کے سامنے رکھ دی اور خود اس کے پیچھے سر

Taj Tahir Foundation

دبانے کے بہانے کھڑی ہوگئی اور بولی : ''ڈیر جان ! مجھے اپنی کتاب تمھیں دکھاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے ، اس لیے کہ پچھلے دنوں میں نے بہت فضول خرچی کی ہے ، جیسا کہ آپ جانتے ہیں سیلی اس کی ذمہ دار ہے - میں نے تو اس کے کہنے کے مطابق عمل کیا - نئے سال کی تقریب میں آمدنی ہوگی ، میں اس میں سے کچھ قرض اتار سکوں گی ، لیکن افسوس ہے کہ قرض کر لینے کے بعد مجھے اس کا خیال آیا کہ تم مجھ سے بدظن ہوگے ، ورنہ میں ایسا ہرگز نہ کرتی -''

جان ہنسا اور خوش مذاقی سے اس کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولا : ''تم چھپو نہیں - میں تم کو نہیں ماروں گا اگر تمھارے پاس خندہ انگیز بوٹوں کا ایک جوڑا ہے- مجھے اپنی بیگم کے پاؤں کی بڑی قدر ہے اور ان پر فخر کرتا ہوں - اگر وہ ان کی زینت کے لیے آٹھ یا نو ڈالر کے اچھے جوتے پہن لے تو کیا حرج ہے -''

چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بوٹوں کا جوڑا آخری چیز تھی، جس پر جان کی نظر پڑی اور اس نے مذکورہ بالا بات خوش مزاجی کے طور پر کہی - اب میگ کا خیال معاً پچاس ڈالر والی مد کی طرف گیا اور وہ کانپنے لگی کہ اس پر نظر پڑ جانے کے بعد نہ جانے کیا ہو - اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو بوٹوں سے بھی گراں قیمت ریشمی لباس ہے - دیکھیے اس کا قصہ کیوں کر نمٹتا ہے -

جان نے پوچھا : ''ہاں ڈیر ! یہ تو بتاؤ بقول مسٹر مینٹلینی آخر ان سب رقموں کی میزان کیا ہوگی ؟''

یہ جان کے دل کی آواز نہ تھی اور وہ اس کی طرف سیدھے سلجھاؤ اسی نظر سے دیکھ رہا تھا ، جیسے ہمیشہ دیکھا کرتا تھا - اور وہ بھی آج کی گھڑی تک بقول سعدی آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک، بڑی آزادی کے ساتھ جواب دیتی تھی ، لیکن آج پچاس ڈالر کی رقم کا چور رہ رہ کر اس کے دل میں چٹکیاں لے رہا تھا - چاہتی تھی کہ یا تو اس رقم کا اندراج اس کتاب میں نہ ہوتا

تو بہتر تھا یا پھر جان کی نظر اس رقم پر پڑ جائے تاکہ جو خلش دل میں چبھ رہی ہے جلد رفع ہو جائے۔ اس لیے میگ نے صفحہ پلٹ کر پچاس ڈالر کی رقم کی طرف توجہ منعطف کرا ہی دی۔ کمرے میں چند منٹ تک خاموشی طاری رہی۔ پھر جان نے بہت آہستہ سے کہا جس میں ناراضگی کا شائبہ تک نہ تھا: ''اچھا، میرے خیال میں ایک ایسی پوشاک کے لیے جس میں حاشیے اور جھالریں وغیرہ لگی ہوئی ہوں پچاس ڈالر کی رقم کچھ زیادہ نہیں۔ یہ سن کر میگ کی جان میں جان آئی اور اس نے لمبا سانس لیتے ہوئے کہا: ''ابھی تو یہ کپڑا ہی کپڑا ہے، جب سلے گا اور اس پر کچھ ٹنکے گا تو اور خرچ.....'' جان نے خشک منہ بنا کر کہا: ''کیا مضائقہ ہے، تاہم میری بیوی اسے پہن کر سیلی موفاٹ کی طرح بڑی خوبصورت دکھائی دے گی۔''

''جان! میں جانتی ہوں کہ تم ناراض ہو مگر میں کیا کروں؛ میں تمہاری رقم ضائع کرنا نہیں چاہتی تھی اور نہ مجھے یہ خبر تھی کہ تھوڑا تھوڑا کرکے یہ رقم اتنی بڑھ جائے گی۔ میں نے جب دیکھا کہ سیلی جو چاہتی ہے خرید لیتی ہے اور میری بے کسی پر ترس کھاتی ہے تو میں کس طرح ان کے خریدنے سے باز رہ سکتی تھی۔ میں نے ہر چند قانع اور صابر و شاکر رہنے کی کوشش کی، لیکن اب مشکل ہے اور میں غربت سے تنگ آ گئی ہوں۔''

آخری لفظ میگ نے آہستگی سے کہے تاکہ جان سن نہ لے، لیکن اس نے سن لیا تھا اور یہ سن کر اس کے جذبات کو سخت ٹھیس لگی تھی، کیوں کہ اس نے میگ کی خاطر اپنی بہت سی خوشیوں کو قربان کر دیا تھا۔ دراصل میگ کو یہ بات زبان پر لانی نہیں چاہیے تھی، بلکہ جب زبان پر آ گئی تھی تو زبان کاٹ دینی چاہیے تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جان نے غصے میں آ کر حساب کی کتابیں پھینک دیں اور کانپتی ہوئی آواز میں یہ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا: ''میگ! مجھے اسی دن کا ڈر تھا، لیکن میں تو اپنی سی

Taj Tahir Foundation

کر چکا۔''

جان کے اس جملے میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میگ دوڑ کر جان سے لپٹ گئی اور اپنی نرگسی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگی: ''میرے جان! میرے پیارے جان! مجھ پر جان فدا کرنے والے جان! میں بہت نادم اور پشیمان ہوں کہ میرے منہ سے ایسی ناشکرگزاری کے شر انگیز الفاظ کیسے نکل گئے۔ حاشا میرا مطلب وہ نہیں تھا جو یہ الفاظ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ میرے مفہوم کی صحیح ترجمانی یہ الفاظ نہیں کر سکتے۔ نادانستہ طور پر یہ میری زبان سے کیسے نکل گئے۔ مجھے بڑا رنج و ملال ہے۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو!''

جان بڑا مہربان خاوند تھا، اس نے فوراً ہی معاف کر دیا اور پھر ملامت کا ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ لیکن میگ جانتی تھی کہ جو کچھ اس نے کیا اور کہا ہے، وہ جلد نہیں بھلایا جا سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جان کبھی اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں کرے گا۔ میگ نے وعدہ کیا کہ تنگی ہو یا فراخی وہ ہر حالت میں جان سے محبت کرے گی۔

جان خاموشی کے ساتھ اپنے کام کے لیے باہر چلا گیا، گویا کچھ ہوا ہی نہیں اور غربت کے طعنے کی بات بھی آئی گئی ہوئی۔ البتہ اب جان دیر سے گھر آتا اور اس وقت تک رات کو کام کرتا رہتا جب تک نیند کا غلبہ اس پر طاری نہ ہو جاتا اور میگ بھی انتظار کی گھڑیاں گنتے گنتے سو نہ جاتی۔

میگ کو اس پشیمانی اور پریشانی نے بیمار ڈال دیا اور جب اس کو یہ پتا چلا کہ جان نے اپنے بڑے کوٹ کا جو آرڈر دیا تھا اسے منسوخ کر دیا ہے تو اس کے دل پر گہرا اثر ہوا اور اس کی حالت قابل رحم ہو گئی۔ جب میگ نے اس آرڈر کی منسوخی کے بارے میں بار بار دریافت کیا تو جان نے صرف اتنا کہا: ''ڈیر! بات یہ ہے کہ میں اس خرچ کو فی الحال برداشت نہیں کر سکتا۔''

Taj Tahir Foundation

میگ نے جواب میں کہا تو کچھ نہیں لیکن چند منٹ کے بعد ہال میں جا کر اپنے منہ کو پرانے کوٹ میں چھپا لیا اور اتنا روئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

وہ دونوں اس رات دیر تک باتیں کرتے رہے اور میگ نے اچھی طرح جان لیا کہ وہ غربت کی حالت میں اپنے شوہر سے نسبتاً زیادہ محبت کر سکتی ہے۔ غربت کو لوگ اذیت سمجھتے ہیں لیکن غور سے دیکھا جائے تو غربت ہی پیار و محبت کو بڑھاتی ہے۔ وہ طاقت بھی دیتی ہے اور ہمت بھی؛ جس سے انسان اپنا الگ راستہ نکال کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور خواہشات پوری نہ ہوں تو برداشت کی قوت کارفرما ہوتی ہے اور جو چیزیں نفس کی محبوب ہوتی ہیں ان سے خود بخود بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔

اگلے دن اس نے اپنے گھمنڈ کو جیب میں ڈالا اور سیلی کے پاس جا کر سب کچھ سچ سچ کہہ دیا اور یہ بھی کہا کہ مہربانی کرکے ہم سے آپ وہ ریشمی کپڑا خرید لیں۔ نیک فطرت مسز موفاٹ نے یہ بات مان لی اور یہ احتیاط برتی کہ اسے فوراً ہی بطور تحفہ کے واپس نہیں کیا۔

میگ نے گھر پہنچ کر بڑے کوٹ کا آرڈر دے دیا۔ جب وہ سل کر آ گیا تو میگ نے جان کے آنے پر وہ کوٹ خود پہن کر اسے دکھایا اور دریافت کیا کہ یہ نیا ریشمی گاؤن اسے کس قدر پسند ہے۔ اب تصور تو کیجیے کہ جان نے کیا جواب دیا ہوگا اور کس مسرت کے ساتھ یہ تحفہ قبول کیا ہوگا اور کیسی خوشی کی باتیں آپس میں ہوئی ہوں گی۔ ہر صبح جان وہ بڑا کوٹ پہنتا اور رات کو اس کی وفا شعار بیوی اسے اتار دیتی۔ جان نے اب پھر جلدی گھر آنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح سال نے اپنا ایک چکر ختم کیا اور موسم سرما کے وسط میں میگ کو ایک نیا تجربہ پیش آیا۔ یعنی عورت کی زندگی میں ایک بہت گہرا اور نازک۔ ہوا یہ کہ ایک سنیچر کے دن لاری بڑے جوش و خروش

Taj Tahir Foundation

کے ساتھ آشیانہ کے باورچی خانے میں چپ چاپ گھس آیا لیکن بڑے زور و شور کے ساتھ اس کا استقبال کیا گیا - حنا نے تو مارے خوشی کے ایک ہاتھ میں کرچھا لیا اور دوسرے میں اس کا ڈھکنا اور اسی کو بجانا شروع کر دیا -

لاری نے پوچھا : ''چھوٹی اماں جان کس طرح ہیں ؟ اور سب کہاں ہیں ؟ گھر میں آنے سے قبل یہ سب تفصیل مجھے بتانی چاہیے تھی -''

''اماں جان ملکہ کی طرح خوش ہیں اور سب اوپر بیٹھے سلامتی کی دعا مانگ رہے ہیں - ہم نہیں چاہتے تھے کہ پہلے سے ان سب کو اطلاع دے کر ایک طوفان بے تمیزی برپا کراتے اس لیے خاموش رہے ، اب تم کمرے میں چل کر بیٹھو - میں ان سب کو تمہارے پاس یہیں بھیجتی ہوں -'' یہ کہہ کر خوشی سے چہچہاتی ہوئی حنا اوپر چلی گئی -

اس اثنا میں جو آ گئی وہ بڑے فخر کے ساتھ ایک فلالین کا بنڈل لیے ہوئے تھی اور آتے ہی اس نے وہ بنڈل تکیے پر رکھ دیا جو کا چہرہ اگرچہ سنجیدہ تھا لیکن آنکھوں میں شوخی چمک رہی تھی اور آواز بھی کچھ عجیب سی تھی ، جو پوشیدہ جذبات کا پتا دے رہی تھی - اس نے لاری کو بلاتے ہوئے کہا ''اپنی آنکھیں بند کر لو اور بازو پھیلاؤ -''

لاری نے ایک کونے میں پیچھے جھکتے ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو پیچھے لے جاتے ہوئے منت کرنے کے انداز میں کہا : ''نہیں شکریہ میں ایسا نہیں کر سکتا ؛ میں اس بنڈل کو پھینک دوں گا یا ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا - بس اسے قسمت کا نوشتہ سمجھو -''

جو نے لڑتے ہوئے انداز میں زور دے کر کہا : ''اچھا یہ بات ہے تو پھر تم مجھ کو بھی نہیں دیکھ سکتے -''

''میں تمہارا کہنا کروں گا اور ضرور کروں گا مگر نقصانات کی ذمہ دار تم ہوگی -'' یہ کہہ کر لاری نے حکم کی تعمیل کرتے

Taj Tahir Foundation

ہوئے بڑی بہادری سے آنکھیں بند کیں اور ہاتھ آگے کو بڑھا دیے۔ چنانچہ کوئی چیز اس کے ہاتھوں میں ڈال دی گئی۔ جو، ایمی، مسز مارچ اور حنا نے ایک زور کا قہقہہ بلند کیا اور دوسرے لمحے لاری نے آنکھیں کھولیں تو ایک بچے کی بجائے دو بچے اپنی گود میں پائے۔

اگر وہ لوگ ہنسے تو تعجب کیا ہے اس لیے کہ لاری کا چہرہ اتنا مضحکہ خیز تھا جسے دیکھ کر سنجیدہ فرقۂ کیکراں کا ایک فرد بھی مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو جاتا۔ اس نے کھڑے ہو کر وحشیوں کی طرح ہنسنے والے تماشائیوں پر ایسی ڈاروٹنی نظر ڈالی کہ جو تو ڈر کر فرش پر بیٹھ گئی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

پھر اس نے صرف اتنا کہا: ''خدا کی قسم دو جڑواں بچے!'' بعد ازاں اس نے خواتین کی طرف طربیہ اور ترس کھانے والی نظر ڈال کر کہا: ''انھیں جلدی سے کوئی اٹھا لے ورنہ مجھے ہنسی چھوٹنے والی ہے اور میں انھیں پھینک دوں گا۔''

یہ سن کر جان نے اپنے بچوں کو اٹھا لیا اور دونوں کو اپنی دونوں بغلوں میں لے کر اوپر نیچے پھرنے لگا۔ گویا وہ بچوں کے راز سے پہلے ہی واقف تھا۔ جو کو جب اطمینان کا سانس آیا تو اس نے کہا: ''یہ وقت کا بہت اچھا مذاق رہا۔ دیکھا مسٹر لاری! میں نے تمھیں کس قدر متعجب کیا اور مذاق میں جو کچھ کرنا چاہتی تھی وہ خوش اسلوبی کے ساتھ کر گزری۔''

نیو فاؤنڈ لینڈ والے جس طرح اپنی بزرگی اور مہربانی کے انداز میں بلی کے بچوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اسی طرح لاری نے ان بچوں کو دیکھ کر کہا: ''میں اپنی عمر میں کبھی اتنا پس و پیش میں نہیں پڑا۔ کیا یہ عجیب تماشہ ہے؟ کیا یہ دونوں لڑکے ہیں؟ تم ان کا کیا نام رکھو گے؟ ''بھئی ایک دفعہ اور دیکھنا چاہیے۔ جو! مجھے اٹھاؤ، میرے لیے تو بس

Tai Tahir Foundation

ایک ہی بہت ہے۔'' پاپا نے فخر سے ان ننھے منے سرخ بچوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا: ''ان میں ایک لڑکا ہے اور دوسری لڑکی۔''

لاری نے تیزی سے جھک کر یہ دیکھنے کے لیے کہ ان میں کون لڑکا ہے اور کون لڑکی، کہا: ''میں نے تو اپنی عمر میں ایسے عجیب و غریب بچے دیکھے نہیں۔'' ایمی نے نیلے رنگ کا ربن تو لڑکے کے باندھ دیا اور گلابی رنگ کا لڑکی کے، فرانس والوں کے فیشن کے مطابق، اور کہا کہ اب تم ہمیشہ انھیں صحیح نام سے پکارا کرو گے۔ اس کے علاوہ ایک کی آنکھیں نیلی ہیں اور دوسرے کی شربتی۔ شریر جو نے کہا: ''چچا ٹیڈی انھیں پیار کرو۔''

لاری جو ایسے موقعوں پر بزدلی دکھایا کرتا تھا، اس نے غیر معمولی طور سے کہا: ''مجھے ڈر ہے کہ وہ یہ بات پسند نہ کریں گے۔''

جو نے اس ڈر سے کہ وہ کسی اور کو اس کام پر مامور نہ کر دیں، فوراً حکم دیا کہ وہ ضرور اس بات کو پسند کریں گے اور اب تک پسند کرتے چلے آئے ہیں۔ لاری نے منہ بنایا اور تعمیل حکم میں بچوں کے رخساروں کو جوش کے ساتھ تھپتھپایا جس کے باعث بچوں نے چیخ کر ایک دوسری ہنسی کا سامان پیدا کر دیا۔

لاری نے پھر خوشی سے چھوٹا سا مکا بنا کر اور ان بچوں کے چہروں پر گھماتے ہوئے چلا کر کہا: ''میں نہ کہتا تھا کہ وہ یہ بات پسند نہیں کرتے۔ دیکھو! یہ لڑکا ہے، لاتیں مار رہا ہے اور ایک اچھے آدمی کی طرح مٹھیاں بھی باندھ رہا ہے۔ جان بروک اب کے اسے اپنے سائز کا ایک آدمی بناؤ، کیا تم اس بات پر رضامند ہو؟''

ایمی نے خالہ کی طرح دل چسپی لیتے ہوئے کہا: ''لڑکے کا نام جان لارنس رکھو اور لڑکی کا اس کی ماں اور نانی کے نام پر مارگریٹ۔ ورنہ ہم اسے ڈیزی کہیں گے تاکہ ایک نام کی

Taj Tahir Foundation

دو میگ نہ ہو جائیں ۔ میرے خیال میں لڑکے کا نام جیک رکھ دیا جائے جب تک کوئی دوسرا اچھا سا نام نہ مل جائے ۔''

لاری نے کہا : ''اس کا نام ڈیمی جان رکھو اور ہم پیار سے اسے ڈیمی کہا کریں گے ۔''

جو نے تالیاں بجاتے ہوئے کہا : ''ڈیزی اور ڈیمی ، بس یہ دو نام خوب رہیں گے اور میرے خیال میں ٹیڈی اسے ضرور پسند کریں گے ۔''

ٹیڈی نے یقیناً یہی نام رکھ لیے ہوں گے کیونکہ اس باب کے ختم ہونے تک دونوں کے نام ڈیزی اور ڈیمی تھے ۔

چھٹا باب

ملاقاتیں

''جو ! چلو وقت ہو گیا ۔''

''کس کام کے لیے ؟''

''اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ آج دن بھر میں تم نے جو چھ مرتبہ ملنے کا وعدہ کیا تھا اسے بالکل بھلا دیا ؟''

''یہ سچ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں بے سوچے سمجھے بیوقوفی کی بہت سی باتیں کی ہیں لیکن مجھے خیال آیا ہے کہ میں اس قدر احمق نہیں ہوں کہ میں نے کسی سے ایک دن میں چھ مرتبہ ملاقات کا وعدہ کیا ہو ، جب کہ حال یہ ہو کہ ایک ملاقات ہی میرے ہفتے بھر کے نظام کو درہم برہم کرکے رکھ دیتی ہے ۔'' جو نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

''بہن ! تم چندراتی کیوں ہو ، کیا ہم دونوں میں یہ بات طے نہیں پائی تھی کہ میں تمہارے لیے رنگین کھریا سے بتھ کی تصویر بناؤں گی اور تم میرے ساتھ پڑوسنوں کے ہاں ملاقات باز دید کے لیے باقاعدہ جاؤ گی ؟'' ایمی نے ذرا ترش رو ہو کر کہا ۔

Taj Tahir Foundation

''شائی لاک! اگر یہ بات ہے تو وہ اقرار نامے میں ہوگی اور میں اس تحریر کی پابند ہوں۔ مگر یہ تو دیکھو مشرق کی جانب بادل گھرے ہوئے ہیں، اس وقت باہر جانا ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا میں نہیں جاتی۔'' جو نے بے پروائی کے انداز میں کہا۔

''دیکھو اب تم کترا رہی ہو؛ کیا سہانا دن ہے۔ بارش تو ہوتی نظر نہیں آتی۔ تمھیں تو خواہ مخواہ کا وہم ہے۔ مزید برآں تمھیں ہمیشہ اپنا وعدہ ایفا کرنے پر فخر رہا ہے۔ لہٰذا اب بھی اسے نبھاؤ اور اگلے چھ مہینے کے لیے نچنت ہو جاؤ۔'' ایمی بولی۔

جو اس وقت خصوصیت کے ساتھ کپڑے سینے میں منہمک تھی، اس لیے کہ وہ سارے گھر والوں کے گاؤن سیتی تھی اور اس کام میں مانی ہوئی تھی۔ سوئی ہو یا قلم ان دونوں چیزوں سے اسے کام لینا خوب آتا تھا۔ جولائی کے گرم موسم میں اس کے لیے یہ بڑا صبر آزما کام تھا کہ اسے بہترین کپڑے پہنا کر پہلی مرتبہ متعدد جگہ چلنے کی آزمائش میں ڈالا جائے۔ طبعی طور پر اسے ان رسمی ملاقاتوں سے نفرت تھی۔

اگر ایمی اسے کہیں لے جانا چاہتی تو وہ جو سے کبھی سودے بازی کرتی، کبھی کوئی لالچ دیتی یا کسی نئے بہانے سے چلنے کا وعدہ لے لیتی، مگر موجودہ صورت میں بچ نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہ تھا۔ اس نے لاکھ کہا کہ بادل کی گرج سنائی دے رہی ہے، بارش آ جائے گی، مگر اس کی ایک نہ چلی۔ آخر اس نے غصے میں آ کر قینچی ایک طرف پھینک دی اور کام چھوڑ دیا۔ قہر درویش بر جان درویش، ہیٹ اور دستانے اٹھا لیے اور ایمی سے بولی: ''چلو تمھارا شکار تیار ہے۔''

''جو مارچ تم میں تو وہ صلاحیت ہے کہ ایک ولی کو بھی آمادہ کرلو۔''

ایمی نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: ''میرا خیال ہے کہ اس وضع قطع میں تمھارا ارادہ ملاقاتیں کرنے کا نہیں تھا۔''

Taj Tahir Foundation

''کیوں نہیں ، کیا میں صاف ستھری اور آسودہ مزاج نہیں ہوں ؟ اس گرم موسم کا لحاظ کیے بغیر اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے کیا میں مستعد نہیں ہوں ؟ اگر لوگوں کو مجھ سے زیادہ میرے کپڑوں کی پروا ہے تو پھر میرا انھیں دور ہی سے سلام ہے ۔ بلا شک تم اپنے کپڑوں سے دونوں مقصد حاصل کر سکتی ہو اور نفیس سے نفیس کپڑے پہن کر ان سے تمھیں کچھ نہ کچھ حاصل ہی ہوتا ہے ، مگر مجھے اس سے کیا غرض ، مجھے تو کپڑوں پر گوٹیں اور پلیٹیں تک پریشان کرتی ہیں ۔''

ایمی نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا : ''ہائے اللہ! اب میں کیا کروں ، جو کو تو اس وقت مخالفت کا دورہ پڑ رہا ہے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے چلنے پر آمادہ کرنے میں مجھے یہاں سے نکلنا پڑے ۔'' آخر چاپلوسی اور خوشامد پر اتر آئی اور لجاجت سے بولی : ''جو! میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ مجھے آج یوں جانے میں کوئی خوشی نہیں ہے ، لیکن کیا کیا جائے ، یہ تو سوسائٹی کا ہمارے ذمے ایک قرض ہے اور اسے تمھارے اور میرے سوا تیسرا شخص کیسے ادا کر سکتا ہے ۔''

''پیاری جو! میں تمھاری ہر خدمت بجا لانے کو تیار ہوں اگر تم مہربانی کر کے عمدہ کپڑے بدل لو اور میرے ساتھ چل کر مجھے شہریت کے حقوق ادا کرنے میں مدد دو ۔ تمھاری باتیں کتنی دل چسپ، مزے دار اور اچھی ہوتی ہیں ۔ بہترین لباس میں تم ایک شہزادی معلوم ہوتی ہو اور لوگوں پر اپنے اخلاق کا جادو کر دیتی ہو جس سے وہ تمھارے مطیع ہو جاتے ہیں ۔ مجھے تمھاری ان صفات پر بڑا فخر ہے ۔ اور اب ذرا سی ہمت کر لو ۔ اٹھو اور پوشاک بدل ڈالو ۔ میرے ساتھ چلو ، بلکہ میری نگرانی بھی کرو۔ میں تنہا کچھ نہیں کر سکتی بلکہ اکیلی جاتے ہوئے ڈرتی ہوں ۔''

جو یا خودداری کے موڈ میں تھی یا ایمی کی چکنی چپڑی باتوں سے حلیم بن کر اطاعت شعاری کے لہجے میں بولی :

Taj Tahir Foundation

''ایمی ! تم گربۂ مسکین کی طرح خوشامد اور للّو پتّو کرنے میں بڑی فن کار ہو اور اپنے اس حربے سے مجھ جیسی تنک مزاج بڑی بہن کو بھی نہیں چھوڑا ۔ تمھارا یہ خیال کہ میں بڑی شاندار اور مہذب ہوں اور تم کہیں اکیلی جاتے ہوئے بھی ڈرتی ہو ، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے تمھاری کون سی بات سب سے زیادہ واہیات ہے ۔ اچھا اگر میرا جانا ایسا ہی ضروری ہے تو میں چلوں گی اور جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے کروں گی ، لیکن ایک شرط ہے ، تمھیں اس مہم کی کپتان کرنی ہوگی اور میں آنکھیں بند کرکے تمھارا حکم مانوں گی ۔ کہو اب تو خوش ہو ۔''

ایمی خوش ہو کر بولی : ''تم واقعی ایک معصوم فرشتہ ہو ۔ اب اچھے اچھے کپڑے پہن لو ۔ میں تمھیں بتاتی جاؤں گی کہ کس جگہ کیا کرنا چاہیے تاکہ تمھارا بہت اچھا اثر پڑے ۔ میں چاہتی ہوں کہ لوگ تمھیں پسند کریں اور وہ ضرور پسند کریں گے ، بشرطیکہ تم ان کے ساتھ متحد اور متفق ہو جاؤ ۔ اپنے بالوں کو خوب صورتی کے ساتھ بناؤ اور اپنی ٹوپی میں گلابی پھول لگاؤ ۔ تم اپنے سادہ سوٹ میں کیسی دل فریب اور سنجیدہ نظر آتی ہو ، بس یہی سوٹ مناسب ہے ۔ ہلکے دستانے اور بیل والا رومال لے لو ۔ ہم راستے میں میگ کے ہاں ٹھہریں گے اور تھوڑی دیر کے لیے اس کی سفید چھتری لے لیں گے اور تم میری فاختئ رنگ کی چھتری لے لینا ۔''

ایمی جو کو کپڑے پہناتی جاتی تھی اور حکم احکام بھی جاری کرتی جاتی تھی ، جسے وہ بے چون و چرا مان رہی تھی ۔ تاہم جب اس نے نئی آرکنڈی کے کھڑکھڑاتے ہوئے کپڑے پہنے تو ایک ٹھنڈا سانس بھرا ۔ بغیر کسی قصور کے اس کے سر پر بانیٹ رکھ کر اس کی ڈوریاں کس کر باندھ دی گئیں ۔ اس تکلیف سے اس کی تیوری چڑھ گئی ، لیکن پھر بھی خاموش رہی اور جب کالر لگایا تو بری طرح پنوں کے ساتھ کشمکش کرنی پڑی ۔ اس نے منہ پر رومال

Tai Tahir Foundation

ہلایا تو اس کساؤ کی وجہ سے اور رومال پر جو کام بنا ہوا تھا ، اس سے ناک کو ایسی اذیت پہنچی کہ چہرے پر جھریاں سی پڑگئیں اور جب اس نے اپنے ہاتھ تنگ دستانوں میں گھسائے جن پر تین بٹن اور ایک پھندنا لگا ہوا تھا اور جو نفاست کی گویا آخری کڑی تھی تو جو نے چہرے پر کمزوری کے آثار ظاہر کرتے ہوئے ایمی سے مخاطب ہو کر نہایت عاجزی کے ساتھ کہا : ''میں تو بڑی دکھیا ہوں ، لیکن اس کے باوجود اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں لوگوں کے سامنے پیش ہونے کے قابل بن گئی ہوں تو میں خوشی سے مرنے کو تیار ہوں ۔''

''تمہارا بناؤ تو بڑا تسلی بخش ہے ۔ ذرا تھوڑا سا مڑو تا کہ میں پوری طرح تمہارا جائزہ لے سکوں ۔'' ایمی نے کہا ۔

یہ سن کر جو مڑی اور ایمی نے ادھر آدھر سے ٹھیک ٹھاک کیا ، پھر پیچھے ہٹ کر سر کو ایک طرف جھکا کر محبت سے دیکھا اور کہا: ''ہاں دیکھو نا اب ٹھیک ہے ۔ تمہارے سر کی زینت بھی میری مرضی کے مطابق ہے۔ یہ گلاب کا پھول جو تمہاری ٹوپی پر لگا ہوا ہے کیا فرحت بخش معلوم ہوتا ہے ۔ اپنے کندھوں کو ذرا پیچھے کی طرف کرو اور ہاتھوں کو ڈھیلا چھوڑ دو ۔ دستانے اگر تنگ ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ ایک اور چیز جو تم آسانی کے ساتھ کر سکتی ہو وہ یہ ہے کہ شال اوڑھ لو ۔ تم اس سے بہت بھلی لگو گی ۔ مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ پھوپھی مارچ نے ایسی نفیس چیز تمہیں دی ۔ گو یہ دیکھنے میں سیدھی سادی سی ہے ، لیکن پرکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ بڑی قیمتی شال ہے ۔ اس کے بازوؤں پر جو چنٹیں پڑی ہوئی ہیں ، وہ بڑی فن کارانہ ہیں ۔''

پھر شال اوڑھ کر دریافت کیا : ''دیکھنا اس کی جھالر بیچ میں ہے یا نہیں اور اس کے پلو تو برابر ہیں نا ۔ میں اپنے جوتے بھی دیکھنا چاہتی ہوں ، کیوں کہ میرے پاؤں خوب صورت ہیں اگرچہ ناک خوش نما نہیں ۔''

Taj Tahir Foundation

جو نے واقف کارانہ انداز کے ساتھ سنہری بالوں میں نیلے رنگ کے پر کو لگا ہوا دیکھ کر کہا : ''تم حسن کی ایک مکمل تصویر ہو اور ایک ایسی مسرت جو دائمی ہو ، لیکن مہربانی فرما کر یہ تو بتاؤ کہ میں اپنی اس بہترین پوشاک کو گرد آلود ہونے دوں یا ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر چلوں ؟''

''جب تم چلو تو دامنوں کو اٹھا کر چلو اور گھر آ کر چھوڑ دو ۔ دامنوں کے گھسٹتے ہوئے چلنے کا انداز تمھیں برا معلوم ہوتا ہے تو انھیں خوب صورتی کے ساتھ اٹھانے کا طریقہ بھی سیکھ لو ۔ اور ہاں تم نے ایک کف میں آدھے بٹن نہیں لگائے ہیں ، انھیں ابھی ٹھیک کر لو ۔ اگر تم ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال نہیں رکھو گی تو ایک مکمل ، خوب صورت اور فیشن ایبل عورت نہیں کہلائی جا سکتیں ، کیوں کہ یہ سب طریقے مل کر خوش کن بن جاتے ہیں ۔''

جو نے ایک آہ بھری اور اپنے دستانے کے بٹن کھولنے شروع کیے تاکہ کف اوپر چڑھائے ۔ آخر کار دونوں تیار ہو کر چل پڑیں ۔ حنا جو اوپر کی کھڑکی سے انھیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی بولی : ''یہ تو ایسی خوب صورت دکھائی دے رہی ہیں ، جیسے شمالی برطانیہ کی ایک قدیم قوم میں سے ہوں ۔''

''پیاری جو ! اب یہ سمجھ لو کہ چسٹر خاندان والے اپنے تئیں بڑا نفیس طبع سمجھتے ہیں ، اس لیے میں چاہتی ہوں کہ تم بہترین طور طریقے استعمال کرو ۔ تمھاری باتیں انمل بے جوڑ نہ ہوں اور کوئی ایسی حرکت بھی نہ کرنا جو عجیب و غریب معلوم ہو ۔ کیوں سمجھ گئیں نا ؟ ایک خاتون کی اسی میں عافیت ہے کہ وہ خاموش ، متین اور ٹھنڈے مزاج کی ہو ۔ تم اس پر اچھی طرح عمل کر سکتی ہو ۔ وہاں زیادہ وقت نہیں لگے گا ۔ شاید پندرہ منٹ یا اس سے بھی کم ۔''

ایمی نے یہ باتیں اس وقت کہیں جب وہ میگ کے گھر سے

Taj Tahir Foundation

سفید چھتری لے کر چلی اور میگ بے چاری دونوں ہاتھوں میں ایک ایک بچہ لیے بیٹھی تھی - جو بولی : ''تمھارا مطلب یہی ہے نا کہ میں خاموش ، متین اور ٹھنڈے مزاج کی بن کر بیٹھی رہوں - ایسا میں کر سکتی ہوں ، اس لیے وعدہ کرتی ہوں - میں اسٹیج پر ایک نوعمر لیڈی کا پارٹ ادا کر چکی ہوں ، یہاں بھی آزماؤں گی -''

ایمی مطمئن ہوگئی ، لیکن شریر جو نے اس کے کہنے پر ضرورت سے زیادہ عمل کیا - پہلی ملاقات میں وہ اس طرح بیٹھی کہ اس کے ہر عضو سے شائستگی ٹپکی پڑتی تھی - کپڑے کی ہر شکن درست تھی - یوں سمجھیے کہ وہ گرمی کے سمندر کی طرح متین اور برف کی طرح سرد اور ابوالہول کی طرح خاموش تھی -

مسٹر چسٹر نے اپنے دل چسپ ناول کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کیا اور ان لڑکیوں نے پارٹیوں ، پکنک ، اوپیرا اور فیشن کے متعلق بہت کچھ باتیں کیں ، لیکن جو ان سب کے جواب میں کبھی مسکرا کر ، جھک کر یا محجوب ہو کر ہاں یا نہیں میں سے بس ایک لفظ کہہ دیتی - ایمی نے ہر چند تار برق کی طرح اشارہ کیا کہ بولو ، پاؤں سے بھی چپکے چپکے ٹھوکا دیا ، مگر سب بے کار - جو کچھ ایسی خاموش بیٹھی تھی گویا منہ میں زبان ہی نہیں - کسی بات کی خبر ہی نہیں - بالکل مٹی کا مادھو ـــــ نہ کارے نہ مسئلے -

مہمانوں نے باہر نکلتے اور گھر کا دروازہ بند ہوتے وقت میزبان خواتین کے منہ سے یہ ناخوشگوار فقرے سنے - ''کھوسٹ مس مارچ کتنی غیر دل چسپ اور مغرور ہے -'' جو نے یہ سنا تو دل ہی دل میں خوب ہنسی ، لیکن ایمی یہ دیکھ کر مایوس ہوئی کہ اس کی ہدایات ناکامیاب رہیں اور قدرتی طور پر اس نے سارا الزام جو پر رکھا -

ایمی نے پوچھا : ''آخر تم نے میرے ساتھ یہ غلطی کیوں کی ؟ میں تو صرف یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح تمھاری قدر و منزلت

Taj Tahir Foundation

بڑھے لیکن تم نے تو اپنے آپ کو پتھر بنا لیا۔ اب ہم لیم کے ہاں جا رہے ہیں، وہاں تو خود کو ملنسار ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ جیسی اور لڑکیاں بات چیت کریں تم بھی ویسی ہی باتیں کرنا۔ پوشاکوں کا ذکر ہو یا ہنسی دل لگی کی باتیں، اگر کوئی واہیات سی بات بھی بیچ میں آ جائے تو تم اس میں بھی حصہ لینے سے دریغ نہ کرنا۔ وہ لوگ اعلیٰ سوسائٹی میں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ وہ مال‌دار بھی ہیں۔ میں خود بھی کوشش کروں گی کہ ان پر اپنے اخلاق کا بہت اچھا نقش جماؤں۔''

جو نے کہا: ''تم خاطر جمع رکھو، میں ان کی ہاں میں ہاں ملاؤں گی، ظرافت کی باتیں کروں گی، قہقہے لگاؤں گی اور موقع و محل دیکھ کر چھوٹی سے چھوٹی ڈراؤنی بات پر خوف زدہ ہوجاؤں گی اور خوشی کی بات ہوگی تو قہقہے لگاؤں گی۔ میں اب ایک دل کش لڑکی کا روپ اختیار کروں گی۔ میرے لیے یہ کچھ مشکل بھی نہیں اس لیے کہ میرے پاس 'مے چسٹر' کا نمونہ موجود ہے۔ میں اس میں کچھ اور اضافہ ہی کروں گی۔ اگر لیم یہ کہہ نہ اٹھیں جو مارچ کے کیا کہنے وہ کتنی زندہ دل اور عمدہ لڑکی ہے۔''

ایمی گھبرا سی گئی، کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ جو کا موج پر آ جانا شرط ہے، پھر پتا نہیں چلتا کہ وہ کہاں جا کر ٹھہرے۔ لیکن یہ دیکھ کر ایمی کے چہرے پر بحالی سی آ گئی کہ اس کی بہن پھرتی کے ساتھ اٹھ کر برابر کے ڈرائنگ روم میں چلی گئی اور ایک سرے سے تمام جوان خواتین کے بوسے لینے شروع کر دیے۔ نو عمر مردوں کے ساتھ بڑے اچھے انداز سے پیش آئی اور گفتگو میں اس انہماک سے حصہ لیا کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہو گئی۔

ایمی مسز لیم کی منظور نظر تھیں اس لیے وہ انھیں اپنے ساتھ

Taj Lahir Foundation

لے گئیں اور لگریشیا کے آخری حملے کے حالات سننے پر مجبور کیا ۔ اس وقت قریب ہی تین زندہ دل نوجوان منڈلا رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ وہ ذرا رکے تو اندر جھپٹ کر اسے بچا لیں ۔ ایسی صورت میں بے بس ایمی جو سے کیا کہہ سکتی تھی ۔ اس کے سر پر تو شرارت کا بھوت سوار تھا ، اور بڑی بوڑھیوں کی طرح قینچی سی زبان چل رہی تھی ۔ اس کے چاروں طرف سروں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے ۔ ایمی نے یہ سننے کے لیے کہ اُدھر کیا ہو رہا ہے چپکے سے اسے کان لگائے کیوں کہ نا مکمل فقروں کے کان میں پڑنے سے وہ چوکنی ہو گئی تھی ۔ اس کے چاروں طرف گردش کرنے والی آنکھیں اور بلند ہاتھ گویا اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے جس سے اس کو روحانی تکلیف پہنچ رہی تھی ۔ اور پھر لگاتار قہقہوں کی مکروہ آوازوں نے بھی وحشی بنا دیا تھا ۔ گفتگو میں ذیل کے فقرے سن کر اس پر جو گزر رہی ہو گی اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں ۔

''وہ بہت اچھی سواری کرتی ہے ، اسے کس نے سواری کرنی سکھائی ؟''

''کسی نے بھی نہیں ۔ وہ سواری کی مشق کرنے کے لیے درخت پر کاٹھی ڈال کر اور باگیں ہاتھ میں پکڑ کر سیدھی بیٹھ جاتی تھی ۔ اب وہ ہر چیز کی سواری کر لیتی ہے کیوں کہ وہ ڈر کو تو جانتی ہی نہیں کہ کیا بلا ہے ۔ سائیس بھی اسے گھوڑے لا دیتے ہیں کیوں کہ وہ گھوڑوں کو ایسا سدھا دیتی ہے کہ وہ رام ہو کر خواتین کو بڑے آرام سے لے جاتے ہیں ۔ وہ گھوڑوں کی ایسی گرویدہ ہے کہ میں اس سے اکثر کہتی ہوں اگر آمدنی کا کوئی اور سہارا نہ رہے تو وہ چابک سوار بن جائے اور کام کے ذریعے روزی حاصل کرے ۔''

اس بے جوڑ تقریر کو سن کر ایمی نے اپنے آپ کو بمشکل

Taj Tahir Foundation

سنبھالا ۔ کیوں کہ جو کے متعلق یہ سمجھایا گیا تھا کہ وہ ایک بد چلن جوان عورت ہے ۔ اور اس کا رجحان خصوصیت سے برائی کی طرف ہے ۔ لیکن وہ کیا کر سکتی تھی اس لیے کہ جو تو اپنی کہانی کے درمیانی حصے میں پہنچ چکی تھی ۔ اور بہت کچھ تو پہلے کہہ چکی تھی اور اب پھر آزاد ہو کر بہت سے مضحکہ خیز انکشافات کے علاوہ سخت سے سخت غلطیاں بھی کر رہی تھی ۔

ایمی اس دن بڑی مایوس رہی کیوں کہ سارے اچھے جانور تو چلے گئے تھے اور ان میں سے تین باقی رہ گئے تھے ۔ ایک لنگڑا ، ایک اندھا اور ایک ایسا بد نصیب کہ جب تک اس کے منہ میں خاک نہ بھرو وہ چلنے کا نام ہی نہ لے ۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ وہ نقل محفل کے لیے بڑا عمدہ جانور ہے ۔

وہ لوگ جو اس موضوع میں دل چسپی لے کر ہنس رہے تھے ان میں سے ایک نے پوچھا: ''آخر اس نے کس کو پسند کیا ؟''

''کسی کو بھی نہیں ۔''

اس نے سن رکھا تھا کہ دریا پر فارم میں ایک ایسا جوان گھوڑا ہے کہ اس کی سواری کسی خاتون نے نہیں کی ہے ۔ پھر کیا تھا اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اس خوب صورت اور تیز طرار گھوڑے کی سواری کسے گی ۔ اس کی یہ کوشش واقعی دید کے قابل تھی ۔ کیوں کہ کوئی شخص اس منہ زور گھوڑے پر کاٹھی نہیں رکھ سکتا تھا ۔ لیکن پیاری جو نے اس پر نہ صرف کاٹھی رکھ دی بلکہ کاٹھی سمیت دریا پار کیا ۔ پھر وہ کاٹھی وہاں سے اپنے سر پر رکھ لی اور اناج کے کوٹھے تک لے گئی ۔ وہاں کا بوڑھا آدمی بھی یہ دیکھ کر حق دق رہ گیا ۔

''اس نے گھوڑے کی سواری بھی کی؟''

''کیوں نہیں ، بڑی دیر تک ۔ میرا تو خیال تھا کہ گھر

Taj Tahir Foundation

میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آئیں گے لیکن اس نے گھوڑے کو بخوبی قابو میں رکھا۔ اور پارٹی کی روح رواں بنی رہی۔"

نوجوان مسٹر لیم نے کہا: "میں تو اسے بہادری کہتا ہوں۔" پھر اس بات کو سراہنے کی غرض سے ایمی پر نظر ڈالی اور تعجب اپنی ماں پر ہؤا کہ وہ تو یہ کہہ رہی تھی کہ لڑکی کا رنگ شرم کی وجہ سے سرخ ہے اور کچھ بے آرام سی بھی ہے۔

وہ ابھی تک بے آرام سی تھی اور چہرے کی سرخی غائب تھی کہ اچانک گفتگو کا رخ لباس کے موضوع کی طرف پھر گیا۔ جوان خواتین میں سے ایک نے جو سے پوچھا کہ پکنک کے موقع پر تم جو خوب صورت موٹے اون کی ہیٹ پہنے ہوئے تھیں وہ کہاں سے خریدی تھی۔ مگر جو نے یہ بتانے کی بجائے کہ وہ کہاں سے خریدی تھی، بلا ضرورت اور بے تکلفی سے کہا: "اسے تو ایمی نے رنگا تھا۔ آپ ایسے رنگ بھلا کہاں سے خرید سکتی ہیں۔ ہمارا تو جیسا دل چاہتا ہے رنگ لیتے ہیں۔ اگر کسی کو میری طرح ایک فن کار بہن مل جائے تو اسے بڑا سکھ پہنچتا ہے۔"

"کیا یہ ایک نیا خیال نہیں ہے؟" مس لیم نے جو کو بڑا پر مذاق دیکھ کر کہا۔

"یہ تو اس کی فن کارانہ صلاحیتوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ ایسا کون سا کام ہے جو یہ نہ کر سکے۔ دیکھیے ابھی کچھ دن ہوئے کہ سیلی کی ایک پارٹی میں اسے نیلے جوتوں کی ضرورت تھی، چنانچہ اس نے اپنے سفید گرد آلود جوتوں کو ایسے نفیس آسمانی رنگ سے رنگا کہ آپ تو آپ چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ بالکل ساٹن کے بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔" جو نے اپنی بہن کے کمالات کا اظہار کرتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔

یہ سنتے ہی ایمی کے تن بدن میں ایک آگ سی لگ گئی اور

Taj Tahir Foundation

یہ دل چاہا کہ اپنے تعارفی کارڈوں کا ڈبا جو کے منہ پر دے مارے۔

''ہم نے پچھلے دنوں آپ کی ایک کہانی پڑھی تھی ، خوب لکھی تھی اور ہم اس سے بڑے محظوظ ہوئے تھے۔'' بڑی مس لیم نے اظہار عقیدت کے طور پر جو سے کہا۔

جو واقعی ادیبہ تھی ، مگر وہ اس وقت ہرگز ادیبہ معلوم نہیں ہو رہی تھی - جو پر ہمیشہ اس کی تصانیف کے ذکر سے برا اثر پڑتا تھا - یا تو وہ یہ ذکر سن کر ساکت ہو جاتی تھی اور یہ محسوس ہوتا تھا ، گویا اس کی توہین کی گئی ہے یا فوراً کوئی بے تکی سی بات کہہ کر موضوع گفتگو بدل دیتی تھی اور اس وقت بھی اس نے یہی کیا - کہنے لگی : ''افسوس ہے آپ کو کوئی بہتر چیز پڑھنے کے لیے نہیں مل سکی - میں یہ خرافات اس لیے لکھتی ہوں کہ خوب بکتی ہے اور معمولی آدمی انھیں پسند کرتے ہیں - کیا آپ امسال سردیوں میں نیویارک جا رہی ہیں ؟''

چونکہ مس لیم نے کہانی سے پورا لطف اٹھایا تھا ، لہٰذا یہ بات نہ قطعی طور پر مؤدبانہ تھی نہ عقیدت مندانہ - جو کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا ، لیکن اس خوف سے کہ معاملہ بد سے بدتر نہ ہو جائے ، اس نے سوچا کہ اب چلنے کی بات کرنی چاہیے اور ایک دم یہ کہہ دیا کہ ایمی چلو ، چلیں ، خدا حافظ ! تینوں کے منہ میں بات آدھی رہ گئی -

ابھی اس فقرے کے اثرات کم نہیں ہوئے تھے کہ جو کی آواز آئی - ''مسٹر لیم ! میں آپ کو تو مدعو کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی ، لیکن اگر آپ میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیں گے تو میں اس قدر بدلحاظ نہیں ہوں کہ آپ کا خیر مقدم نہ کروں -''

جو نے یہ سب کچھ کہتے ہوئے مے چسٹر کے انداز کی اس قدر مضحکہ خیز نقالی کی کہ ایمی جس قدر جلد ہو سکا کمرے سے باہر بھاگ گئی تاکہ دل کھول کر ہنسے اور چیخیں مارے -

راستے میں جو نے بڑے اطمینان سے پوچھا : ''کیوں میں نے

Taj Tahir Foundation

ٹھیک کیا نا ؟''

''خاک کیا تم نے ٹھیک!'' ایمی نے جل کر جواب دیا ۔ اس سے بدتر بھی کچھ اور ہو سکتا تھا ۔ آخر تمھیں میرے وہ زین ہیٹ اور جوتوں کے قصے اور باقی سب کچھ کہنے کی کیا ضرورت تھی ۔''

''واہ ضرورت کی بھی ایک کہی ۔ یہ تو بڑی مزے دار باتیں ہیں ۔ لوگ ان سے خوش ہو کر کیف حاصل کرتے ہیں ۔ سب کو معلوم ہے کہ ہم غریب ہیں یہ ظاہر کرکے کوئی فائدہ نہیں کہ ہمارے ہاں خدمت گار موجود ہیں ۔ یا ہم ایک موسم میں کئی کئی ہیٹ خریدتے ہیں اور ہماری ساری چیزیں ان کی طرح آرام دہ اور خوش نما ہیں ۔''

''تمھیں ان سے اپنی تمام چھوٹی موٹی باتیں کہنے اور اس بھونڈے طریق سے اپنی مفلسی کو ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔ افسوس تم میں ذرا سی بھی خودداری نہیں اور تمھیں کبھی بھی اس بات کی سمجھ نہیں آئے گی کہ انسان کو کس وقت بولنا اور کس وقت خاموش رہنا چاہیے ۔

ع ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے دارد''

ایمی نے بہت ہی مایوسانہ انداز میں جواب دیا ۔

جو بے چاری شرمندہ ہو کر اپنے رومال کے سرے سے ناک مسلنے لگی گویا اپنے کیے پر پچھتا رہی ہے ۔

''اچھا ، یہاں کیا رویہ رکھوں ؟'' اس نے تیسرے مکان پر آ کر پوچھا ۔

''جیسی تمھاری مرضی ــــ میں تو تم سے مایوس ہو چکی ہوں ۔''

ایمی نے مختصر جواب دیا ۔

''تو پھر میرے لیے موج ہی موج ہے ۔ لڑکے گھر پر موجود ہیں ، وقت نہایت اچھا گزرے گا ۔''

''سچ کہتی ہوں مجھے ذرا سی تبدیلی کی ضرورت ہے ، کیوں کہ یہ رکھ رکھاؤ میری تندرستی پر برا اثر ڈالتا ہے ۔''

Taj Tahir Foundation

جو نے اپنی ناکامیوں سے پریشان ہو کر مغموم لہجے میں کہا۔

تیسری جگہ تین نوجوانوں اور کئی بچوں کے پرجوش خیر مقدم نے اس کے بے چین احساسات کو تسکین دی۔ ایمی کو میزبانوں، مسز اور مسٹر ٹیوڈر کے پاس چھوڑ کر وہ نوجوان پارٹی میں جا شامل ہوئی اور اس تبدیلی نے اس میں ایک تازگی کی لہر دوڑا دی۔

مسٹر ٹیوڈر کے چچا نے ایک انگریز خاتون سے شادی کی تھی جو کسی زندہ لارڈ کی خالہ یا ماموں زاد بہن تھی اور ایمی اس خاندان کی بڑی عزت کرتی تھی۔ ان برطانوی شرفا کے دور کے رشتہ داروں سے بات چیت کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے باوجود ایمی جو سے غافل نہیں رہی اور جب ملاقات کو مناسب وقت گزر گیا تو وہ جبراً قہراً ان رؤسا کی صحبت سے الگ ہو کر جو کو تلاش کرنے لگی۔ اسے خوف تھا کہ اس کی ناقابل اصلاح بہن ایسی حالت میں نہ ملے جس سے خاندان کے نام کو بٹا لگے۔

یہ خدشہ بے جا نہ تھا۔ اتفاق دیکھیے کہ جو اس حال میں ملی کہ وہ لڑکوں بالوں میں گھری ہوئی گھاس پر بیٹھی تھی اور ایک کتا اس کے شان دار دعوتی لباس پر اپنے گندے پنجوں سمیت آرام کر رہا تھا اور وہ لاری کا کوئی کارنامہ بیان کر کے حاضرین سے داد لے رہی تھی۔ ایک بچہ ایمی کی دل پسند چھتری سے کچھوؤں کو مارتا پھر رہا تھا۔ دوسرا بچہ جو کی ٹوپی پر روٹی رکھے ہوئے کھا رہا تھا اور تیسرا بچہ اس کے دستانوں سے گیند کھیل رہا تھا، لیکن سب کے سب خوش تھے اور جو ان سے زیادہ مسرور تھی۔ ایمی کو دیکھتے ہی جو نے جانے کے لیے اپنی ستیاناس کی ہوئی چیزیں سمیٹیں اور چلنے کے لیے قدم بڑھائے۔ اس کو چھوڑنے کے لیے جو آدمی ساتھ آیا اس نے درخواست کی کہ دوبارہ بھی تشریف لائیے گا۔ لاری کے چنڈولوں کی باتیں بھی کتنی مزے دار تھیں۔

"کیا شاندار لڑکے ہیں! ہیں نا؟" اب میں خود کو

Taj Tahir Foundation

بالکل جوان اور چست و چالاک محسوس کرتی ہوں - جو نے کچھ تو عادتاً اور کچھ ٹوٹی ہوئی چھتری کو چھپانے کی خاطر پیچھے ہاتھ رکھ کر چلتے ہوئے کہا -

''تم ہمیشہ مسٹر ٹیوڈر سے کیوں گریز کرتی ہو ؟'' ایمی نے جو کی خستہ حالت پر تبصرہ کیے بغیر پوچھا -

''مجھے وہ پسند نہیں - اس کا دماغ آسمان پر ہے ، وہ بہنوں کو مارتا ہے ، باپ کو تنگ کرتا ہے اور اپنی ماں کا احترام نہیں کرتا - لاری کہتا تھا وہ بھروسے کا آدمی نہیں - اس میں چھچھور پن بہت زیادہ ہے - اس لیے میرے نزدیک وہ پسندیدہ دوست نہیں - لہٰذا میں نے اسے تنہا چھوڑ دیا -''

''کم از کم تمھیں تو اس سے خوش اخلاق کے ساتھ پیش آنا چاہیے تھا - کسی کے ہاں جانے کے بعد اس کی مزاج پرسی کتنی ضروری ہے - لیکن تم نے نہ مزاج پوچھا، نہ وہاں بیٹھیں، نہ کوئی تمیز کی بات کی - اور ابھی ابھی تم نے کس قدر نرمی سے ٹامی چیمبرلین کے لیے احتراماً سر جھکایا تھا اور اسے دیکھ کر مسکرائی بھی تھیں - حالانکہ اس کا باپ پنساری ہے - اگر تم اس کے برعکس کرتیں تو درست تھا -'' ایمی نے حقارت آمیز انداز میں کہا : ''نہیں ، وہ درست نہیں تھا!'' ضدی جو نے جواب دیا - ''میں نہ تو ٹیوڈر کو پسند کرتی ہوں نہ اس کی عزت کرتی ہوں اور نہ اس کی تعریف ہی کرنا چاہتی ہوں - چاہے اس کے دادا کے ماموں کے بھتیجے کی بھتیجی کسی لارڈ کی تیسری خالہ یا ماموں زاد بہن تھی -''

''ٹامی غریب شرمیلا ، نیک اور ہوشیار ہے - اس کی بابت میرا نہایت اچھا خیال ہے اور میں یہ ظاہر کرنا چاہتی ہوں کہ وہ خاکی کاغذ کے پارسلوں کے باوجود ایک شریف آدمی ہے -''

''تمھارے ساتھ بحث کی کوشش کرنا بےسود ہے -'' ایمی نے کہا -

''ہاں ہاں، بالکل بالکل!'' جو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا -

Taj Tahir Foundation

آگے چل کر جس مکان پر جانا تھا جو نے وہاں پہنچ کر کہا : ''لو خوش ہو جاؤ اور ایک ملاقاتی کارڈ یہاں ڈال دو۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کنگس گھر پر نہیں ہیں اور میں اس کے لیے تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔''

ملاقاتی کارڈوں میں سے ایک کارڈ وہاں ڈال دیا گیا اور لڑکیاں آگے چلیں۔ پانچویں مکان پر پہنچ کر جو نے ایک بار پھر شکر کیا کیوں کہ وہاں انھیں بتایا گیا کہ اہل خانہ مصروف ہیں۔

جو نے کہا : ''آؤ بس اب گھر چلیں۔ اور آج پھوپھی مارچ کے متعلق کوئی خیال نہ کرنا چاہیے، ہم کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اور دراصل یہ کتنی بری بات ہے کہ تھکن سے چور چور ہو کر ایک دوسرے سے کھچے کھچے اپنے بہترین لباس کے ساتھ گرد و غبار میں اٹے ہوئے خدائی‌خوار گدھے سوار پھریں۔''

''بس مہربانی فرما کر صرف اپنی بات کرو، مجھے اپنے ساتھ نہ ملاؤ۔ پھوپھی تو ہم سے چاہتی یہی ہیں کہ ہم ٹھیک طریقے سے بن ٹھن کر نکلنے اور رسمی طور پر ملاقات کو جانے کے لیے ان کے شکر گزار ہوں۔ گو یہ معمولی بات ہے لیکن اس سے وہ خوش ہوتی ہیں کہ اچھے لوگوں سے ملا جائے، اور مجھے یقین ہے کہ اس طرح تمھارے کپڑے کم خراب ہوں گے بہ نسبت اس کے کہ انھیں گندے کتوں اور بیوقوف لڑکوں سے خراب کرایا جائے۔ ذرا سر جھکاؤ تا کہ میں تمھاری ٹوپی سے روٹی کے ٹکڑے صاف کر دوں۔''

''تم کتنی اچھی لڑکی ہو ایمی!'' جو نے اپنے میلے اور مسلے ہوئے لباس کے بعد اپنی بہن کے تازہ اور بے داغ کپڑوں پر پچھتاوے کی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ ''کاش میں بھی تمھاری طرح لوگوں کو ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش کر سکتی۔ مجھے ان کا خیال رہتا ہے لیکن ان کے کرنے میں بہت دیر لگتی

Taj Tahir Foundation

ہے ۔ لہٰذا میں کسی بڑے موقع کا انتظار کرنے لگتی ہوں جو میرے لیے زیادہ سے زیادہ تعریف کا باعث ہو اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ دیتی ہوں ۔ یہ میری عقل کا فتور ہے ، ورنہ یہی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتیں آ گے چل کر بہترین ستائش کا موجب بنتی ہیں ۔''

ایمی مسکرائی اور فوراً نرم ہو گئی ؛ پھر ذرا مادرانہ شفقت سے کہنے لگی : ''عورتوں کو یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ وہ کیسے ہردلعزیز بن سکتی ہیں ؛ خصوصاً غریب عورتوں کو ۔ کیوں کہ ان پر جو مہربانیاں کی جاتی ہیں ان کا بدلہ چکانے کے لیے اور کوئی طریقہ نہیں ۔ اگر تم یہ بات یاد رکھو اور اس پر عمل کرو تو لوگ مجھ سے زیادہ تمھیں پسند کریں گے کیوں کہ تم میں اور بھی خوبیاں ہیں ۔''

''میں بڑی خود پسند ہوں اور ایسی ہی رہوں گی ۔ لیکن میں دل سے مانتی ہوں کہ تمھارا کہنا درست ہے ۔ یقین جانو میں لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ قربانی دے سکتی ہوں بلکہ جان تک ، بہ نسبت اس کے کہ ان کے ساتھ جو مجھے پسند نہیں ہیں خندہ روئی سے پیش آؤں ۔ یہ بھی ایک بدقسمتی ہے کہ آدمی اتنی شدید پسند اور ناپسند رکھے ۔ کیوں ہے نا ٹھیک ؟''

''یہ اس سے بھی زیادہ بد قسمتی ہے کہ کوئی آدمی اپنی پسند اور نا پسند کو چھپا نہ سکے ۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں کہ میں ٹیوڈر کو اس سے زیادہ نہیں سمجھتی جتنی تم سمجھے ہوئے ہو ۔ لیکن مجھے یہ بات اپنے طرز عمل سے اس پر ظاہر نہیں کرنی چاہیے اور نہ تمھیں ۔ اور اس بات میں کوئی فائدہ نہیں کہ تم اس سے اس لیے بری بن جاؤ کہ وہ برا ہے ۔'' ایمی نے جواب دیا ۔

''لیکن میرے خیال میں لڑکیاں جب نوجوانوں کو ناپسند کرتی ہوں تو انھیں اس کا اظہار کر ہی دینا چاہیے اور اظہار

Taj Tahir Foundation

کرنے کا طریقہ اپنے برتاؤ کے سوا اور کس طرح ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ سمجھانے سے کام نہیں چلتا۔ جیسا کہ میں ٹیڈی کے معاملے میں دیکھ چکی ہوں اور مجھے اس کا رنج ہے۔ لیکن اور بہت سے طریقے ہیں جن سے میں ایک لفظ کہے بغیر اسے متاثر کر سکتی ہوں۔ اور یہی میرا کہنا ہے کہ ہمیں حتی الامکان دوسروں کے معاملے میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔'' جو نے جواب دیا۔

''ٹیڈی ایک خاص قسم کا لڑکا ہے اور اسے دوسرے لڑکوں کے مقابلے میں بطور مثال پیش نہیں کیا جا سکتا۔'' ایمی نے سنجیدہ لہجے میں کچھ اس یقین کے ساتھ کہا کہ ٹیڈی سن لیتا تو 'یہ خاص قسم کا لڑکا' سیخ پا ہو جاتا۔ سلسلۂ سخن جاری رکھتے ہوئے ایمی بولی: ''اگر ہم حسین یا دولت مند ہوتے تو شاید کچھ کر سکتے۔ لیکن اب ہمارا نوجوانوں کے ایک طبقے کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھانا کیوں کر ہم انھیں پسند نہیں کرتے اور دوسرے طبقے کو دیکھ کر اس لیے مسکرانا کہ کہ وہ ہمیں پسند ہیں ذرہ بھر اثر نہیں رکھتا۔ اور ہم صرف عجیب اور مذہبی تنگ نظر کہے جا سکتے ہیں۔''

''تو گویا صرف اس لیے کہ ہم حسین اور دولت مند نہیں ہیں ان چیزوں اور ان لوگوں کو پسند کرنا چاہیے جن سے ہمیں دلی نفرت ہے۔ ہے نا یہی بات؟ یہ خوب اخلاق ہے۔'' جو نے کہا۔

''میں اس کے متعلق بحث نہیں کر سکتی؛ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ دنیا کا یہی طریقہ ہے، اور جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں، ان کی ہنسی اڑتی ہے اور انھیں رنج پہنچتا ہے۔'' ایمی نے جواب دیا۔ ''مجھے مصلح بننا پسند نہیں، اور تم سے بھی امید کرتی ہوں کہ ساری عمر مصلح بننے کی کوشش نہ کرنا۔''

''میں مصلحین کو پسند کرتی ہوں۔ اگر ہو سکا تو خود بھی ان میں سے ایک ہو جاؤں گی۔ لیکن ہنسی اڑانے کے باوجود دنیا ان کے بغیر آگے نہیں چل سکتی۔ اصل میں اس مسئلے پر ہمارا تمھارا

Taj Tahir Foundation

سمجھوتا ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ تم پرانے خیال کی ہو اور میں نئے خیال کی ۔ تم یقیناً بہترین زندگی گزار دوگی ، لیکن اس کی ہنگامہ آرائیاں میرے حصے میں آئیں گی ، بلکہ میں تو خشت باری اور نفرین سے بھی لطف اندوز ہوں گی ۔'' جو نے کہا ۔

''خیر اب ذرا طبیعت کو سنبھالو اور اپنے نئے خیالات سے پھوپھی کو پریشان نہ کرنا ۔'' ایمی نے نرمی کے ساتھ کہا ۔

''کوشش تو یہی کروں گی ، لیکن میں ہمیشہ ان کے سامنے کوئی نہ کوئی دو ٹوک بات کر بیٹھتی ہوں یا کسی انقلابی جذبے کا اظہار مجھ سے ہو جاتا ہے ۔ یہ میری عادت ہے ، اس لیے مجھے معذور سمجھنا چاہیے ۔'' جو نے جواب دیا ۔

پھوپھی کیرول اور پھوپھی مارچ دونوں کی دونوں کسی دل چسپ گفتگو میں محو تھیں ۔ ایمی اور جو کو دیکھتے ہی انھوں نے اپنی بات ختم کر دی ، لیکن نگاہوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دونوں اپنی بھتیجیوں کے متعلق گفتگو کر رہی تھیں ۔ جو کی طبیعت شگفتہ نہیں تھی اور جنونی کیفیت عود کر آئی تھی ۔ لیکن ایمی جس نے اپنا فرض خوبی سے ادا کیا تھا ، یعنی طبیعت کو قابو میں رکھ کر ہر شخص کو خوش کیا تھا ، اس وقت بھی باوقار اور پرسکون تھی ۔ چنانچہ اس کی یہ قابل تعریف کیفیت فوراً پھوپھیوں کے دل پر اثر انداز ہوئی اور دونوں نے اسے محبت کے ساتھ خوش آمدید کہا اور شفقت کے ساتھ سر پر ہاتھ پھیر کر بولیں : ''یہ بچی روز بروز اچھی ہوتی جا رہی ہے ۔''

ایمی باادب بچوں کی طرح مسز کیرول کے پاس ادب سے سلام کرکے بیٹھی تو انھوں نے پوچھا : ''کیا تم میلے کے لیے کچھ کام کر رہی ہو ؟''

''ہاں پھوپھی جان ! مسز چسٹر نے مجھ سے پوچھا تھا اور میں نے ایک میز پر کام کرنے کی پیشکش کر دی ہے ، کیوں کہ میں سوائے اپنا وقت دینے کے اور کچھ نہیں کر سکتی ۔''

Taj Tahir Foundation

''لیکن میں کچھ نہیں کروں گی۔'' جو نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ''میں سرپرستی سے نفرت کرتی ہوں اور چسٹر کے خاندان والوں کا خیال ہے کہ آنھوں نے ہمیں اپنے اعلیٰ معیار کے میلے میں شرکت کی اجازت دے کر بڑا کرم کیا ہے۔ ایمی! مجھے تعجب ہے کہ تم کیسے راضی ہوگئیں۔ وہ تم سے صرف کام لینا چاہتے ہیں۔''

''میں کام کرنے کو راضی ہوں، جو عوام اور چسٹر خاندان دونوں کے لیے ہے۔ اور میرے خیال میں یہ ان کی مہربانی ہے کہ آنھوں نے اس میں مجھے شرکت کی اجازت دی۔ یہ کام کا کام ہے اور تفریح کی تفریح۔ ایسی سرپرستی جو نیکی اور بھلائی پر مبنی ہو، مجھے اس سے دکھ نہیں ہوتا۔'' ایمی نے کہا۔

''بالکل درست اور مناسب ہے۔ میں تمھارے اس احسان مندی کے جذبے کو پسند کرتی ہوں۔ میری بچی! ایسے لوگوں کی مدد کرکے خوشی حاصل ہوتی ہے جو ہماری کوششوں کو سراہیں۔ بعض لوگ ایسا نہیں کرتے اور یہ چیز صبر آزما ہے۔'' پھوپھی مارچ نے اپنی عینک پر سے جو کو دیکھتے ہوئے کہا جو الگ بیٹھی ہوئی کسی شدید جذبے کے تحت کانپ رہی تھی۔

اگر جو کو صرف یہ معلوم ہو جاتا کہ ان میں سے ایک کے لیے کتنی بڑی خوشی متوقع ہے تو شاید وہ ایک منٹ میں فاختہ کی طرح رام ہو جاتی، لیکن بدقسمتی سے ہمارے سینوں میں کھڑکیاں لگی ہوئی نہیں ہیں، اس لیے ہم نہیں دیکھ سکتے کہ ہمارے دوستوں کے دلوں کی کیا حالت ہے۔ ویسے تو یہ ہمارے لیے بہتر ہے کہ ایسا نہیں ہوتا، لیکن کبھی کبھی ایسا ہو سکتا تو کس قدر آرام رہتا۔ وقت اور قوت احساس کی کتنی بچت ہوتی۔

جو نے دوبارہ بات کرکے خود کو برسوں کی خوشی سے محروم کر دیا اور ساتھ ہی زبان بند رکھنے کے فوائد میں اسے بروقت سبق بھی حاصل ہوا۔

Taj Tahir Foundation

''میں عنایتوں کو پسند نہیں کرتی ؛ عنائتیں انسان کے ضمیر کو کچل ڈالتی ہیں اور اپنی غلامی کا احساس کراتی ہیں ۔ میں تو اپنے لیے ہر کام خود کروں گی اور مکمل طور پر خود مختار رہوں گی ۔'' جو نے یہ فیصلہ کن بات بھی اسی اکھڑپن سے کہی ۔

''اہیم ۔'' پھوپھی کیرول نے پھوپھی مارچ کی طرف دیکھ کر نرمی سے کھنکارا ۔

''میں نے تم سے نہیں کہا تھا ؟'' پھوپھی مارچ نے پھوپھی کیرول سے فیصلہ کن انداز میں سر ہلا کر کہا ۔

اس وقت جو قابل رحم انداز میں اپنے سے بے خبر کسی انقلابی جذبے میں بھری ، ناک پھلائے بیٹھی تھی ۔ یہ حالت دیکھنے کے قابل تھی ۔

''کیا تم فرانسیسی بولتی ہو ؟'' مسز کیرول نے ایمی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا ۔

''خوب اچھی طرح ، اور اس کے لیے میں پھوپھی مارچ کی شکرگزار ہوں کہ جتنی بار میں چاہوں وہ استھر کو مجھ سے بات کرنے کی اجازت دیتی ہیں ۔''

یہ بات ایمی نے بڑے مؤدبانہ طریق سے کہی اور وہ بوڑھی خاتون مہربان ہو کر مسکرا دی ۔

''تمھارا زبانوں کے متعلق کیا خیال ہے ؟'' مسز کیرول نے جو سے پوچھا ۔

''میں تو غیر زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتی ۔ میں پڑھنے پڑھانے میں بے وقوف ہوں ۔ رہی فرانسیسی تو اس کو میں قطعی برداشت نہیں کر سکتی ۔ یہ ایسی پھسلواں اور بیہودہ زبان ہے کہ شاید ہی کوئی زبان ایسی ہو ۔'' جو نے بے باکانہ جواب دیا ۔

دونوں خواتین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا اور دانتوں میں انگلی دے لی ۔ پھر پھوپھی مارچ نے ایمی سے کہا : ''میرا خیال ہے اب تم توانا اور تندرست ہو بیٹی ؟ تمھاری

Taj Tahir Foundation

آنکھوں میں تو اب کوئی تکلیف نہیں ۔''

''نہیں پھوپھی صاحبہ ! شکریہ ۔ اب میں بالکل تندرست ہوں اور آئندہ سردیوں میں بڑے بڑے کام کرنے کے ارادے رکھتی ہوں ، تاکہ جب بھی وہ مسرت بخش وقت آئے میں روم جانے کے لیے تیار ہوں ۔''

''اچھی بیٹی ! تم جانے کے لائق ہو اور یقین ہے کہ ضرور جاؤ گی ۔'' پھوپھی مارچ نے ایمی کو جو جھک کر دھاگوں کی گولی اٹھا رہی تھی ، تھپتھپاتے ہوئے کہا ۔

''بدمزاج آٹھ ، گھر کی کنڈی لگا ۔''

''آگ کے پاس بیٹھ ، چرخہ کات ۔''

طوطے نے جو کی کرسی کے پیچھے سے جھک کر جیسے وہ اسے جھانک کر دیکھنا چاہتا ہو ایسے تمسخرانہ انداز میں کہا کہ سب کو بے تحاشا ہنسی آ گئی ۔

''کتنا چالاک پرندہ ہے !'' بوڑھی خاتون بولی ۔

''آؤ ذرا سیر سپاٹا کرو گی بیٹا !'' طوطے نے اپنی چینی کی کٹوری کی طرف پھدکتے ہوئے ایسی نظروں سے کہا گویا اب اسے مٹھائی ملنی چاہیے ۔

''شکریہ، کروں گی سیر ۔ آؤ ایمی !'' کہہ کر جو نے ملاقات ختم کر دی ۔ اب اسے پہلے سے بھی زیادہ محسوس ہو رہا تھا کہ ملاقاتیں اس کی تندرستی پر برا اثر ڈالتی ہیں ۔ تاہم جو نے بڑے شریفانہ انداز سے پھوپھیوں سے ہاتھ ملایا ، لیکن ایمی نے دونوں پھوپھیوں کے ہاتھوں کو چوما اور رخصت ہوگئیں اور اپنے پیچھے دھوپ چھاؤں کے اثرات چھوڑ گئیں اور دونوں پھوپھیاں ان اثرات سے کافی متاثر تھیں ۔ ان کے جاتے ہی پھوپھی مارچ نے کہا : ''سنو ! یہ کام ضرور کر لو ؛ روپیہ میں دوں گی ۔'' اور پھوپھی کیرول نے فیصلہ کن انداز میں کہا : ''اگر اس کے والدین رضامند ہوئے تو ضرور کروں گی ۔''

Taj Tahir Foundation

ساتواں باب

نیکی کا صلہ

مسز چیسٹر کا میلہ اس قدر خوش منظر اور دل فریب ہوتا تھا کہ قرب و جوار کی لڑکیاں بالیاں اس میں حصہ لے کر میز لگانے کی دعوت کو بڑا اعزاز سمجھتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک کو اس میلے سے گہری دل چسپی اور خاص شغف تھا۔ اس مرتبہ ایمی کو اس میں حصہ لینے کی دعوت ملی اور بتایا گیا کہ فنون لطیفہ جس سے اس کی طبیعت مناسبت رکھتی ہے، اس کی میز لگائے۔ چنانچہ ایمی نے یہ دعوت قبول کرکے مناسب چیزوں کی تیاری اور فراہمی کے لیے جد و جہد شروع کر دی۔

اگرچہ جو بھی فنونِ لطیفہ کی ایک شاخ ادب میں پیری ہوئی تھی، لیکن اُسے نہ پوچھا گیا؛ شاید اس لیے کہ وہ مزاج کی غصیل اور غیر دل چسپ لڑکی تھی۔ علاوہ ازیں اس کے ہاتھوں میں نقص تھا، جس کی وجہ سے اُسے ہلکے پھلکے کام سکھانا بھی کٹھن تھا۔

میلے کی تاریخ سے ایک دن پہلے تک سب کام درست ہوتا رہا، لیکن عین میلے والے دن مے چیسٹر سے ایمی کی کچھ جھڑپ ہوگئی۔ یوں تو جہاں چار برتن ہوتے ہیں، وہ آپس میں کھڑکا کرتے ہی ہیں، لیکن اس معاملے کی تہ میں رشک و حسد کا رنگ جھلک رہا تھا۔ مے چیسٹر سے کہیں زیادہ ایمی کی آؤ بھگت تھی، پھر اس موقع پر اتفاقاً کچھ ایسی چھوٹی موٹی باتیں پیش آ گئیں، جنھوں نے مل کر کشیدگی کو اور بڑھا دیا۔

ایک تو حسد پیدا کرنے والی یہ بات ہوئی کہ ایمی کی سیاہی کی تصویریں مے کی نقاشی کیے ہوئے گلدانوں سے بڑھ گئیں۔ پھر دوسری بات یہ چبھی کہ پچھلی رات کے ایک رقص میں پرکشش ٹیوڈر نے مے کو صرف ایک بار اور ایمی کو چار بار

Taj Tahir Foundation

ہم رقص بنایا ۔ یہ خلش کچھ کم نہ تھی کہ ان سب سے بڑی جلن جس کی وجہ سے مے چیسٹر بد سلوکی پر اتر آئی ، یہ تھی کہ کانا پھوسی کرنے والے لتروں نے اس کے کان بھر دیے تھے کہ مارچ کی بیٹیوں نے لیم کے ہاں اس کا مذاق اڑایا ہے ۔ اگرچہ یہ الزام سارے کا سارا جو پر آنا چاہیے تھا ، کیوں کہ اس شریر کی شرارت اور نقالی کا مذاق کبھی چھپا نہیں ۔ لیم خاندان کے مسخرے افراد نے یہ حال اوروں کو بتا دیا تھا ۔ لیکن اس کی پاداش میں جس غریب کو تختۂ مشق بنایا گیا ، اسے تو اس واقعے کی کوئی سن گن بھی نہیں ملی تھی ۔ وہ بالکل بے خبر تھی کہ جو نے مے چیسٹر کے متعلق کیا کہا اور کیا نہ کہا ۔ مذکورہ بالا واقعات مے چیسٹر کے تار رگ جان پر زخمہ زن تھے اور وہ دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے موقع کی متلاشی تھی ۔ ہوا یہ کہ جب ایمی اپنی خوش نما میز کا نگ سگ درست کر رہی تھی اور مسز چیسٹر نے جو اپنی لڑکیوں کا مفروضہ مذاق اڑائے جانے پر ناراض تھیں ، کسی قدر ملائم لہجے میں مگر انتہائی سرد مہری کے ساتھ کہا : ''مائی ڈیر ایمی ! لڑکیوں بالیوں کا خیال کچھ اس قسم کا ہے کہ مجھے یہ میز اپنی بچیوں کے سوا کسی اور کو نہیں دینی چاہیے تھی ، چونکہ یہ میز سب سے نمایاں اور دل کش ہے اور میری بچیوں ہی نے اس میلے کا سارا انتظام کیا ہے ، اس لیے مناسب اور حق بھی یہی ہے کہ یہ جگہ ان کو دی جائے ۔ تم سے یہ میز لینے کا مجھے افسوس ضرور ہے ، لیکن میں جانتی ہوں کہ تم بھی میلے کی کامیابی چاہتی ہو ، اس لیے تھوڑی سی مایوسی کا جو صرف تمھاری ذات تک محدود ہوگی ، کچھ ایسا خیال نہیں کروگی ۔ اگر تم پسند کروگی تو میں تمھیں ایک اور میز دے دوں گی ۔''

مسز چیسٹر یہ سمجھے ہوئے تھیں کہ میں اپنے مفہوم کو رکے اور جھجکے بغیر ادا کر دوں گی ، لیکن جب بولنے کا وقت

Taj Tahir Foundation

آیا تو اٹک اٹک کر اپنے مافی الضمیر کو ادا کر سکیں۔

ایمی نے جس کی آنکھوں میں کرب و بے چینی کی علامات نمایاں تھیں، مسز چیسٹر کی بات کا برا مانتے ہوئے کہا:

''اس سے تو یہ کہیں بہتر ہے کہ میں کوئی میز ہی نہ لوں۔''

مسز چیسٹر بولیں: ''دیکھو میری عزیز! برا نہ مانو، ایک فوری ضرورت کے تحت ایسا کیا جا رہا ہے۔ قدرتاً میری لڑکیوں کو اس میلے کا سربراہ بننا ہے، اس لیے اس میز کو ان کی مناسب جگہ سمجھا جا رہا ہے۔ واقعی تم نے اس میز کو سجانے میں جس قابلیت، محنت اور تن دہی سے کام کیا ہے، وہ قابل داد ہے اور اس کے لیے بہت بہت شکرگزار ہوں، لیکن حالات کا تقاضا ہے کہ تم تھوڑی سی قربانی اور ایثار سے کام لو۔ ذاتی اغراض پوری کرنے کے لیے اور مواقع بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ میں تمھارے لیے کہیں اور گنجائش نکالوں گی۔ فی الحال تم پھولوں کی میز لے لو۔ یہ جگہ چھوٹی لڑکیوں نے سجائی تھی، مگر وہ جی چھوڑ بیٹھی ہیں۔ تم اس میں چار چاند لگا سکتی ہو۔ علاوہ ازیں پھولوں کی میز ویسے بھی دلکش ہوتی ہے۔''

''خاص کر مردوں کے لیے۔'' مسز چیسٹر نے طنزیہ لہجے میں یہ کہہ کر ایک چٹکی لی، اور یہ کہتے وقت اس نے جن نظروں سے ایمی کی طرف دیکھا، ان سے ایمی پا گئی کہ میز چھیننے کی وجہ کیا ہے اور کس وجہ سے مجھے راندۂ درگاہ بنایا گیا۔

ع کھوئے جاتے ہو جہاں میں تمھیں پا جاتا ہوں

اگرچہ ایمی کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا تھا، مگر وہ اس چھچھورے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے خلاف توقع ملنساری کی ادا سے بولی: ''مسز چیسٹر! آپ جو چاہتی ہیں وہی ہوگا۔ میں ابھی یہ جگہ چھوڑ کر پھولوں کی سجاوٹ کا کام شروع کیے دیتی ہوں۔''

Tai Tahir Foundation

مے نے کہنا شروع کیا :''اگر تمھاری مرضی ہو تو تم اپنی چیزیں اپنی ہی میز پر رکھ سکتی ہو۔'' در اصل مے چیسٹر ایمی کی بنائی ہوئی چیزوں یعنی خوب صورت ریک نقاشی کی ہوئی سیپیاں اور طلاکاری کے ان عجیب نمونوں کو دیکھ کر اپنے دل میں نادم سی ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس نے یہ بات طنزاً نہیں کہی تھی لیکن ایمی اس کو چوٹ سمجھی اور چمک کر بولی : ''ہاں ہاں اگر یہ چیزیں تمھارے کام میں حارج ہیں تو میں انھیں لیے جاتی ہوں۔'' اور اس نے وہ چیزیں سمیٹ سمٹا کر اوندھے سیدھے لبادے میں ڈالیں اور وہاں سے ففرو ہو گئی۔ اسے غصہ تھا کہ اس کی اور اس کی فنکارانہ مصنوعات کی ناقابل تلافی توہین کی گئی ہے۔

مے نے اپنی میز کی خالی جگہوں پر دل شکستگی سے نظر ڈالتے ہوئے کہا : ''یہ تو غصے سے دیوانی ہی ہو گئی ، کاش یہ میں نے نہ کہا ہوتا۔'' اس کی ماں اپنے کیے پر ندامت محسوس کرتے ہوئے بولی : ''لڑکیاں تو جلد ہی روٹھ کر من جایا کرتی ہیں۔''

ادھر پھولوں والی میز کی چھوٹی لڑکیوں نے ایمی اور اس کی نادر چیزوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ لڑکیوں کے اس خلوص سے ایمی کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اس عزم کے ساتھ کام شروع کر دیا کہ فنون لطیفہ کے ذریعے موقع نہ ملا تو اب پھولوں کے ذریعے اپنے جوہر دکھائے گی۔ لیکن میلے کی ہر چیز اس کی مخالف معلوم ہو رہی تھی۔ شام تک تھک کر وہ چور ہو گئی تھی۔ چھوٹی لڑکیاں آرام جان کی بجائے وبال جان بن گئی تھیں۔ وہ صرف میناؤں کی طرح چہچہاتی پھرتی تھیں اور زیادہ سے زیادہ سلیقہ دکھانے کی دھن میں اپنے اناڑی پن سے اور بھی ابتری پھیلا رہی تھیں۔ اس نے سدا بہار محراب کھڑی تو کر دی لیکن وہ ٹکتی ہی نہ تھی۔ بلکہ جب لٹکنے والی ٹوکریاں بھری گئیں تو ہل جل جانے کے بعد اس کے سر پر گرنے لگیں۔ اس کے بہترین ٹائل پر

Taj Tahir Foundation

پانی گر پڑا جس سے کیوپڈ کے گال پر ہلکے زرد رنگ کا آنسو رہ گیا ۔ پھر ہتھوڑی سے ٹھونکا پیٹی کرنے میں اس نے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے ۔ تیز ہوا میں کام کرنے کی وجہ سے نزلہ ہو گیا اور اسے یہ فکر پڑ گئی کہ خدا جانے کل کیا ہو ۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والی جس کسی لڑکی پر یہ بپتا پڑی ہوگی اسے غریب ایمی کے حال پر ضرور رحم آئے گا اور وہ دل سے دعا کرے گی کہ اس کی مشکل آسان ہو ۔

ایمی نے رات کو گھر پہنچ کر جب یہ ماجرا بیان کیا تو وہاں سب کو بڑا غصہ آیا ۔ ماں نے کہا : ''ان کا یہ طرز عمل شرافت کی کھلی توہین ہے ۔ مگر تم نے صحیح قدم اٹھایا ۔'' بتھ نے کہا : ''میں اس میلے میں ہرگز نہ جاؤں گی ۔'' اور جو نے ایمی سے کہا کہ تم اپنی چیزیں واپس کیوں نہ لے آئیں ۔ یہ کمینے لوگ ان سے محروم ہی رہیں تو اچھا ہے ۔

ایمی نے جواب دیا : ''اس رذالت پن سے یہ اثر تو نہیں لینا چاہیے کہ میں بھی ان کی طرح کمینی حرکتیں کرنے لگوں ۔ جس طرح تم برا مان رہی ہو میں بھی مان رہی ہوں لیکن اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتی ۔ مجھے ان باتوں سے سخت نفرت ہے ۔ میری درگزر کا تلخ باتوں یا انتقامی کارروائیوں سے زیادہ اثر ہوگا ۔ کیوں ہے نا مارمی یہی بات ؟''

''ہاں بیٹی ! جو کچھ تم کہہ رہی ہو بالکل صحیح ہے ۔ ظلم پر صبر کرنا شریفوں کا شیوہ ہے ، گو اسے نبھانا مشکل ہوتا ہے ۔'' ماں نے کچھ ایسے انداز سے کہا گویا اسے تجربہ ہے کہ کہنے اور کرنے میں کتنا فرق ہوتا ہے ۔

دوسرے دن ایمی کا دل قدرتی طور پر بار بار اظہار ناراضگی کرنے اور ادلے کا بدلہ اتارنے پر راغب تھا مگر وہ ضبط کرتی رہی اور غصے کو پیتی رہی ۔ وہ اسی بات پر جمی رہی کہ دشمن پر نرمی کی جائے اور اخلاق فتح حاصل کی جائے ۔ اس عزم کو

Tai Tahir Foundation

تقویت پہنچا ' کے لیے اتفاق سے ایک صبح اپنی میز کی چیزوں کو سنبھالتے ہوئے اسے ایک چھوٹی سی کتاب ملی جس کے چرمی اوراق پر انجیل مقدس کی عبارتیں منقوش تھیں - یہ کتاب اس کے باپ نے اپنے نوادر کے ذخیرے میں سے نکال کر دی تھی - وہ جب اس کتاب کے حسین و پرکار اوراق کا جائزہ لے رہی تھی تو اس کی نظر ایک شعر پر پڑی جسے پڑھ کر وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئی - سرخ نیلی اور سنہری جدول میں آسمانی فرشتے کانٹوں اور پھولوں سے الجھتے دکھائے گئے تھے - شعر کا مفہوم یہ تھا -

''ہمسایوں سے اتنی ہی محبت کرو جتنی تمھیں اپنے سے ہو-''

ایمی نے نظر اٹھا کر جب اپنے اردگرد نظر ڈالی تو اسے بڑے بڑے گل دانوں کے پیچھے جو اس خلا کو پورا کرنے میں ناکام تھے جہاں سے ایمی نے اپنی خوب صورت چیزیں ہٹا لی تھیں، مے کا مایوس چہرہ دکھائی دیا - ایمی نے سوچا مجھے ہمسائے سے اپنی ہی طرح محبت کرنی چاہیے لیکن میں نے عمل اس کے خلاف کیا ہے - وہ دو تین منٹ تک کتاب کے ورق پلٹتی رہی اور ہر صفحے پر انسانی دل کی جلن اور تنگ نظری کی مذمت میں وہ شیریں عبارتیں پڑھتی رہی جو اس میں لکھی تھیں - مثلاً روزانہ بازار ، سکول ، دفتر یا گھر میں ایسے لوگ ہمیں درس انسانیت دیتے رہتے ہیں جنھیں خود خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کر رہے ہیں - کسی کو جن پری کی کہانی سے بھی بروقت سبق حاصل ہو جائے تو وہ بھی وعظ سے کم نہیں - خدا کی مخلوق در اصل خدا کا کنبہ ہے لہٰذا ہمیں ہر شخص سے بلا قید مذہب و ملت محبت کرنی چاہیے - ایمی کے ضمیر نے انجیل مقدس کے ان الفاظ سے اثر لے کر وہ کام کیا جو ہم میں سے عموماً نہیں کرتے -

لڑکیوں کی ایک ٹولی مے کی میز کے قریب جمع تھی اور خوب صورت چیزوں کی تعریفیں کر رہی تھی - دکاندارنی کے بدلے جانے کا ذکر چھڑا ہوا تھا - وہ ایمی کو آتا دیکھ کر آہستہ آہستہ

Taj Lahir Foundation

باتیں کرنے لگیں ۔ ایمی تاڑ گئی کہ میرا ہی ذکر ہو رہا ہے ۔ یہ بات اسے اچھی نہیں معلوم ہوئی تاہم اس کا دل بدل چکا تھا اور وہ ایسا اقدام کرنے والی تھی جسے کوئی غیور لڑکی پسند نہ کرتی ۔

اس نے مے کو افسردگی کے ساتھ یہ کہتے سنا : ''اب دوسری چیزوں کی تیاری کے لیے ویت نہیں رہا ، اور یہ مناسب نہیں کہ اوٹ پٹانگ چیزوں سے میز بھر دی جائے ۔ یہ میز ذرا دیر پہلے تو قریب قریب مکمل تھی مگر اب اس کا نقشہ بگڑا بگڑا سا دکھائی دے رہا ہے ۔''

ایک لڑکی بولی : ''میرا خیال ہے اگر تم منت و لجاجت کے لہجے میں کہو گی تو ایمی ضرور اٹھائی ہوئی چیزیں لا کر رکھ دے گی ۔''

مے کہنے لگی : ''اب اتنی کہا سنی کے بعد میں کس منہ سے کہہ سکتی ہوں ؟'' ابھی اس نے یہ بات پوری طرح کہی بھی نہ تھی کہ ایمی نے محبت بھرے لہجے میں کہا : ''اگر تمھیں ان چیزوں کی ضرورت ہے تو بغیر پوچھے لے سکتی ہو؛ میں بخوشی دے دوں گی ۔ میں ابھی ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ ان چیزوں کو وہیں رکھ دوں کیوں کہ اب یہ میری نہیں بلکہ تمھاری ہی میز کی چیزیں ہیں ۔ جلدی کرو ، انھیں پھولوں کی میز سے اٹھا کر اپنی میز پر رکھ لو ۔ اور ہاں میری کل رات کی جلد بازی سے تمھیں جو تکلیف پہنچی ہو اسے کھلے دل سے معاف کر دو ۔''

مے وہ چیزیں اٹھاتے ہوئے ہچکچائی تو ایمی نے مسکراتے ہوئے اپنی ساری چیزیں مے کی میز پر لا کر رکھ دیں اور آپ پھولوں کی میز پر خاموش بیٹھ گئی ۔ اس کا ضمیر مطمئن تھا کہ خوب کام کیا ۔

ایک لڑکی خوشی سے چلائی : ''یہ تو اس نے بڑی اچھی بات کی ؟ کی یا نہیں ؟''

Taj Tahir Foundation

مے نے کیا جواب دیا وہ سنائی نہ دے سکا مگر ایک اور نوجوان عورت نے جس کا مزاج شاید لیمونیڈ تیار کرنے کی وجہ سے کچھ کڑوا ہو گیا تھا ایک تلخ ہنسی کے ساتھ کہا : ''اچھی بات کیا کی، جانتی تھی کہ میری میز پر یہ چیزیں بک نہ سکیں گی اس لیے لا کر رکھ دیں۔''

یہ واقعی بہت کڑوی بات تھی۔ انسان ایثار اور قربانی کے بعد لعن طعن سنے تو اس کا دل کیا کہے گا۔ ایمی کو ایک لمحے کے لیے افسوس تو ضرور ہوا کہ اس نے یہ حماقت کیوں کی۔ شاید نیکی خود اپنا صلہ نہیں ہے یا یہ مثل بھی سچی ہے کہ نیکی کر دریا میں ڈال، لیکن پھر سنبھلی اور کہا غلط بالکل غلط۔ نیکی خود اپنا صلہ ہے۔ اس کا ولولہ بڑھنے لگا اور اس کی میز خود اس کے سلیقے کی وجہ سے پھولوں کا تختہ بن گئی۔ لڑکیاں اس کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آئیں اور اس چھوٹی سی قربانی نے فضا کو حیرت ناک طریقے پر صاف کر دیا۔

دن بہت لمبا تھا، ایمی کو اپنی میز پر اکیلے بیٹھے بیٹھے آندھ آ گئی۔ چھوٹی لڑکیاں بہت جلد رفو چکر ہو گئیں۔ خریدار تھوڑے آئے؛ گرمیوں میں پھول کون خریدے، چنانچہ اس کے گلدستے رات ہونے سے پہلے مرجھانے لگے۔

فنون لطیفہ کی میز جو مے کے قبضے میں تھی سب سے زیادہ دلکش تھی۔ وہاں دن بھر ہجوم رہا؛ بڑے چھوٹے غول کے غول آتے اور چیزیں خریدتے دکھائی دیتے۔ ایمی نے پر ارمان نظروں سے اس طرف دیکھا اور سوچا کہ میں اس میز پر ہوتی تو اچھی رہتی؛ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھی رہتی۔ ہم میں سے بعض لوگوں کو محسوس نہیں ہوگا کہ یہ حالت کتنی کٹھن اور ایک زندہ دل خوب صورت ماہر فن لڑکی کے لیے بڑی صبر آزما تھی۔ اور جب یہ خیال آتا کہ شام کو اس کے خاندان والے لاری

Taj Tahir Foundation

اور دیگر دوست احباب جب یہاں آئیں گے اور اسے مکھیاں مارتے ہوئے اکیلا شٹروں ٹوں دیکھیں گے تو اس کے دل پر چھریاں سی چلیں گی۔

وہ رات سے پہلے گھر نہیں پہنچی، اور نہ اس نے گھر والوں سے کوئی شکایت کی نہ اپنی قربانی کا ذکر کیا۔ لیکن وہ اس کا زرد چہرہ اور اسے چپ چپ دیکھ کر سمجھ گئے کہ دن اچھا نہیں گزرا۔ اس کی ماں نے چائے کا گرم پیالا دے کر اپنے آنس کا اظہار کیا۔ بتھ نے کپڑے بدلوائے اور اس کے سر کے جوڑے کے لیے پھولوں کا ایک ہار بنا کے لائی۔ جو بہت حساس طبیعت کی واقع ہوئی تھی؛ وہ اپنی بہن کی مایوسی اور ناکامی سے متاثر ہو کر بولی: ''گھبراؤ نہیں اب نقشہ بدلنے کو ہے۔''

جب صبح ایمی جانے لگی تو اس نے جو سے کہا: ''دیکھو بھئی جو! مہربانی کرکے کوئی بدتمیزی نہ کر بیٹھنا۔ میں چرچے کرانے نہیں چاہتی؛ جو کچھ ہوگیا اس پر خاک ڈالو۔ بات نہ بڑھاؤ۔ تم سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو، جس سے انتقام کی بو آتی ہو۔'' ایمی یہ امید لیے ہوئے میلے میں چلی گئی کہ تازہ پھول آئے ہوں گے تو میز کی رونق بڑھ جائے گی۔

جو نے لاری کی راہ دیکھتے ہوئے دروازے پر ٹیک لگا کر جواب دیا: ''میں تو اپنے ہر جاننے والے کے ساتھ کچھ ایسے حسن سلوک سے پیش آؤں گی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک تمہارے میز والے کونے میں رکا کھڑا رہے۔ ٹیڈی اور اس کے دوست بھی اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں گے اور ہمارا وقت بہت اچھی طرح گزرے گا۔'' اتنے میں لاری آ گیا اور جو دوڑ کر اس سے ملنے گئی۔

''کیا یہ وہی لڑکا ہے جو میرا ہے؟''

''بالکل اسی طرح جیسے یہ لڑکی میری ہے۔'' یہ کہہ کر لاری نے آس کا ہاتھ اپنی بغل میں دبا لیا۔ وہ خود کو نواب

Taj Tahir Foundation

بے ملک سے کم نہیں سمجھ رہا تھا۔

ایمی کے ساتھ جو زیادتی ہوئی تھی اس کا سارا حال جو نے لاری کو سنایا اور کہا دیکھا کیا ہو رہا ہے؟

لاری نے گرم جوشی کے ساتھ اس کی ہم نوائی کرتے ہوئے کہا: ''ہمارے کالج کے لڑکوں کا ایک پورا قافلہ کاروں پر آ رہا ہے، میں انھیں مجبور کروں گا کہ ایمی کا ایک ایک پھول خرید لیں اور اس کے بعد اس کی میز کے آگے ڈیرا ڈال دیں۔''

جو نے بیزاری کے لہجے میں کہا: ''ایمی کہتی ہے کہ پھول بالکل گھٹیا قسم کے ہیں اور شاید تازہ پھول بروقت نہ پہنچ سکیں۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پھول ایک سرے سے پہنچیں گے ہی نہیں، کیونکہ جو لوگ ایک معاملے میں کمینہ پن کر سکتے ہیں تو ان سے کیا بعید ہے کہ دوسرے معاملے میں بھی ایسا ہی کریں۔''

''کیا ہیز نے ہمارے باغ کے بہترین پھول تمھیں نہیں دیے؟ میں نے تو اسے ہدایت کر دی تھی۔'' لاری نے کہا۔

''مجھے یہ بات معلوم نہیں، شاید وہ بھول گیا ہو، اور چونکہ تمھارے دادا جان کی حالت اچھی نہیں تھی، میں نے پھول مانگ کر انھیں پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے میں تمھارے باغ سے پھول منگوانے ضرور چاہتی تھی۔''

لاری نے کہنا شروع کیا: ''بھئی جو! تم بھی عجیب آدمی ہو! تمھیں بھی مانگنے کی ضرورت تھی؟ وہ پھول تو جتنے تمھارے ہیں اتنے ہی میرے ہیں۔ کیا ہم ہر چیز آدھی آدھی تقسیم نہیں کرتے؟''

جو اس کی ایسی باتوں سے ہمیشہ چڑ جایا کرتی تھی، بولی: ''خدا کی سنوار! تم ہر چیز مجھے آدھی کب دیتے ہو۔ تمھاری بعض چیزوں میں سے نصف ایسی ہوں گی جو میرے لیے موزوں ہی نہ ہوں گی، مگر دیکھو! اس فقرے بازی میں وقت ضائع ہو رہا ہے

Taj Tahir Foundation

تم جاؤ اور پوری شان سے کام کرو - اگر تم اتنی مہربانی کرو کہ ہیز کو کچھ پھول لے کر میلے میں بھیج دو تو میں ہمیشہ خدا سے تمھاری آسودگی چاہتی رہوں گی -"

"کیا یہ کام (یعنی خدا سے دعا) اس وقت نہیں کر سکتیں؟" لاری نے کچھ ایسے معنی‌خیز لہجے میں پوچھا کہ جو نے غیر متواضع طریق سے اور بڑی سرعت کے ساتھ دروازہ بند کر دیا اور سلاخوں میں جھانک کر کہا جاؤ جاؤ ٹیڈی! میں اس وقت مصروف ہوں -

سازشیوں کو صد آفریں! کہ اس رات ایمی کی میز کا نقشہ ہی پلٹ گیا - ہیز نے ڈھیروں پھول ایک خوب صورت ٹوکری میں لگا کر پہنچا دیے - پھر مارچ خاندان کا پورا لشکر میلے میں پہنچ گیا - جو نے دکان پر بھیڑ بھڑکا ہونے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو خریداری پر مائل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ، جس کی وجہ سے صرف یہی نہیں کہ لوگ ایمی کی میز پر آتے تھے ، بلکہ وہاں دیر تک رکے بھی رہتے تھے - وہ جو کی یاوہ گوئی پر ہنستے ، ایمی کے حسن ذوق کی داد دیتے اور خوب لطف اندوز ہوتے - لاری اور اس کے دوستوں نے فیاضی کا اظہار کرتے ہوئے گلدستے خریدے اور میز کے آگے ڈیرے ڈال دیے ، گویا اس میز کو چہل پہل کا مرکز بنا دیا - یہ رنگ دیکھ کر ایمی کی طبیعت بھی اپنے رنگ پر آگئی تھی اور وہ ہر خریدار کو اپنے حسن اخلاق سے گرویدہ بنا رہی تھی - بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ نیکی خود اپنا صلہ ہے -

جو کی روش قابل تعریف رہی - اس نے فریق مخالف کو نہ برا بھلا کہا ، نہ لڑائی بھڑائی کی ، بلکہ جب ایمی کو اس کے مداح گھیرے ہوئے عزت افزائی کر رہے تھے تو جو میلے میں چل پھر کر جاسوسی کے فرائض انجام دے رہی تھی ، یعنی لوگوں کی گپ شپ سے حالات کا اندازہ لگا رہی تھی - جب اسے چیسٹر محاذ

Taj Tahir Foundation

کی تبدیلی کا حال معلوم ہوا تو اس نے خود کو اپنی سوءظنی پر ملامت کی۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صبح ایمی نے کس قدر شان دار قربانی دی ہے اور یہ قربانی اس کی عالی حوصلگی کا بہترین نمونہ تھی۔

فنون لطیفہ کی میز کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے اپنی بہن کی چیزوں کی تلاش میں اس پر ایک نظر ڈالی، مگر وہاں کسی چیز کا پتا نہ تھا۔ جو نے سوچا شاید آٹھا کر رکھ دی ہوں گی۔ دراصل وہ اپنے یا ایمی کے ساتھ ہر زیادتی کو معاف کر سکتی تھی لیکن اپنے خاندان کی بے عزتی کسی طرح گوارا نہ تھی۔

مے نے صلح جویانہ انداز سے سلام کیا اور پوچھا: ''ایمی کی خرید و فروخت کا کیا حال ہے؟'' وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ میں بھی فراخ دل ہوں۔

جو نے جواب دیا: ''ان کی ہر چیز جو قابل فروخت تھی، بک چکی ہے اور اب وہ مزے سے بیٹھی ہوئی آنند کے تار بجا رہی ہیں۔ پھولوں کی میز ویسے بھی ہمیشہ پر کشش ہوتی ہے خاص کر مردوں کے لیے۔''

یہ فقرہ کیا تھا، گویا مے کے منہ پر ایک طمانچہ تھا، لیکن مے نے اس قدر تحمل برتا کہ جو کو دوسرے ہی لمحہ ملال ہونے لگا۔ وہ اس بات کی چبھن کم کرنے کے لیے اس کے بڑے بڑے گلدانوں کی تعریف کرنے لگی جو ابھی تک نہیں بکے تھے، مگر ساتھ ہی اسے یہ معلوم کرنے کی دھن بھی تھی کہ اس کی چیزوں کا کیا حشر ہوا، چنانچہ پوچھنے لگی: ''ایمی کی نقش کاری کی کتاب چاہیے، میں اسے والد کے لیے خریدنا چاہتی ہوں۔''

''ایمی کی تمام چیزیں عرصہ ہوا بک چکیں، اور میں نے بھی اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا کہ ایمی کے دستکاری کے نمونے قدردان لوگوں کے ہاتھ میں جائیں۔'' مے نے جواب دیا جو ایمی کی طرح اپنی حرص و ہوس پر غالب آ چکی تھی۔

Taj Tahir Foundation

جو یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور خاندان والوں کو یہ خوشخبری سنانے کے لیے دوڑی دوڑی ان کے پاس پہنچی۔

ایمی کے دل پر مے کی گفتگو اور انداز گفتگو کا حال معلوم کرکے خاص اثر ہوا۔ چنانچہ ایمی نے ٹیڈی کے دوستوں سے کہا: ''حضرات! اب آپ دوسری میزوں پر بھی پہنچ کر ایسی ہی فیاضی دکھائیے، خاص کر فنون لطیفہ کی میز پر۔''

چنانچہ جب اطاعت گزار لشکر میدان مارنے کی تیاری کرنے لگا تو منہ پھٹ جو نے کہا: ''اس میز کا نصب العین ہے وصول کرو، وصول کرو، لیکن آپ لوگ مردانہ وار اپنا فرض پورا کریں۔ آپ کو فنون لطیفہ کے بہترین نمونوں کی شکل میں پائی پائی وصول ہو جائے گی۔''

چھوٹے پارکر نے خوش مذاقی کی کوشش کرتے ہوئے کہا: ادھر حکم آدھر تعمیل حکم، لیکن مارچ (کا مہینہ) مے (کے مہینے) سے زیادہ حسین ہے۔ جس پر لاری نے فوراً یہ کہہ کر اسے خاموش کر دیا کہ: ''اس عمر میں برخودار تمھاری زبان خوب چلتی ہے۔'' اور اس کے سر پر بزرگانہ انداز سے چپت لگا کر اپنے ساتھ باہر لے گیا۔

ایمی نے لاری کے کان میں کہا گلدان بھی خریدو، یہ دشمن پر آخری اور کاری ضرب تھی۔

مسٹر لارنس نے یہی نہیں کہ گلدان خرید لیے بلکہ دونوں بغلوں میں ایک ایک گلدان دبا کر سارے ہال میں خوب ناچا ناچا پھرا۔ دوسرے لڑکوں نے موم کے پھول، نقاشی کیے ہوئے پنکھے، پھول پتیوں والے جزو دان اور دیگر چھوٹی بڑی چیزیں اندھا دھند خرید لیں۔

پھوپھی کیرول بھی میلے میں آئی ہوئی تھیں، انھوں نے یہ حال سنا تو بہت خوش ہوئیں اور بیگم مارچ کو علیحدہ لے جا کر کوئی ایسی بات کہی جسے سن کر بیگم مارچ کی آنکھیں چمکنے

Tai Tahir Foundation

نگیں اور انھوں نے فخر اور تردد کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ایمی کی طرف دیکھا اور اس کی وجہ انھوں نے کئی روز تک ظاہر نہیں کی۔

میلہ کامیاب قرار دیا گیا اور جب مے نے چلتے وقت ایمی کو شب بخیر کہا تو پہلے کی طرح رکھائی نہ تھی بلکہ بڑی آنسیت سے بوسہ لیا اور عفو طلب نظروں سے دیکھا۔ ایمی مطمئن ہو کر جب گھر پہنچی تو دیکھا کہ گلدان گول کمرے میں آتشدان کی کارنس پر رکھے ہیں اور ان میں ایک بڑا گلدستہ لگا ہوا ہے۔

لاری نے بڑے طمطراق سے کہا: ''مارچ خاندان کی ایک عالی ہمت لڑکی کی قابلیت کا یہ انعام ہے۔''

رات کو جب ایمی اور جو ایک ساتھ سر کے بال ٹھیک ٹھاک کر رہی تھیں تو جو نے کہا: ''ایمی! مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم میں اتنی اصول پرستی، فراخ دلی اور شرافت ہے۔ تم نے جو مے کے ساتھ اپنے کریکٹر کا اظہار کیا ہے اس کے باعث میری نظر میں تمھارا مرتبہ بہت بڑھ گیا ہے۔''

بتھ نے تکیے سے سر اٹھا کر کہا: ''آن کا مرتبہ تمھاری ہی نہیں، ہم سب کی نظروں میں وقیع ہو چکا ہے اور یہ ہمیں بہت عزیز ہو گئی ہیں۔ غور تو کرو اتنے دن محنت کی اور دل میں یہ ارمان لیے ہوئے میلے میں اپنی صنعت کے بہترین نمونے رکھے کہ خوب فروخت ہوں گے لیکن جب اس مفاد سے انھیں محروم کر دیا گیا تو واہ رے عالی حوصلگی چتون پر ذرا میل نہ آیا اور درگزر کی پالیسی اختیار کر لی۔ یہی نہیں بلکہ فریق مخالف کی چیزیں بکوانے میں اپنے ہی قدر دانوں کو اکسا کر ایک حیرت انگیز اور عجوبہ مثال پیش کر دی۔''

''بھئی! تم میری اتنی تعریف نہ کرو۔ میں نے دشمن کے ساتھ بھی وہی کیا جو دوست کے ساتھ کرنا چاہیے۔ یہ تعلیم مجھے انجیل مقدس نے دی ہے۔ ابھی اس معاملے میں پختہ کاری پیدا نہیں

Taj Tahir Foundation

ہوئی مگر رفتہ رفتہ ہو جائے گی ، اور خدا نے چاہا تو میں اپنی ماں کے عادات و اطوار کی مظہر بن جاؤں گی ۔''

ایمی نے یہ باتیں بڑی سچائی سے کہیں تھیں ، جو نے اسے گلے لگا کر کہا : ''اب میں تمھارا مطلب سمجھی ، آئندہ کبھی تمھارا مذاق نہیں اڑاؤں گی ۔ تم اندازے سے زیادہ ترقی کر رہی ہو ۔ میں تمھاری خوش اخلاقی سے سبق حاصل کروں گی ۔ تمھیں اس کا صلہ ضرور ملے گا ، اور جب ملے گا تو سب سے زیادہ خوشی مجھے ہی ہوگی ۔''

اس کے کوئی ہفتے بھر بعد ایمی کو صلہ ملا تو جو فیصلہ نہ کر سکی کہ وہ خوش ہو کہ نا خوش ۔ بات یہ ہوئی کہ پھوپھی کیرول نے ایک رقعہ بھیجا جسے پڑھ کر بیگم مارچ کا چہرہ مسرت سے دمک اٹھا ۔ جو اور بتھ یہ دریافت کیے بغیر نہ رہ سکیں کہ اس میں کیا لکھا ہے ۔

بیگم مارچ نے بتایا : ''پھوپھی کیرول اگلے مہینے سمندر پار جا رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ ــــ'' ''میں ان کے ساتھ جاؤں ۔''

جو نے بیتابانہ کرسی سے اٹھ کر اور خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا ۔ ''نہیں وہ ایمی کو ساتھ لے جانا چاہتی ہیں ۔''

''ارے امی جان! یہ ابھی اس قابل کہاں ہیں ، پہلے میری باری ہے ۔ میں تو بڑے عرصے سے آس لگائے بیٹھی ہوں ۔ اس سے مجھے بہت فائدہ پہنچے گا اور ویسے بھی سفر شاندار رہے گا ۔ مجھے ہی جانا چاہیے ۔''

''مجھے اندیشہ ہے جو کہ تم نہیں جا سکو گی ۔ پھوپھی نے فیصلہ کن انداز میں لکھا ہے کہ ایمی ہی کو ساتھ لے جائیں گی ۔ اور جب انھوں نے ایسی عنایت کرنے کا خیال ظاہر کیا ہے تو ہمیں اس معاملے میں ٹانگ اڑانا زیب نہیں دیتا'' ، بیگم مارچ نے کہا ۔

جو جھلاّ کر بولی : ''ہمیشہ یہی ہوتا ہے ، میں دکھ بھرتی

Taj Tahir Foundation

ہوں فاختہ بن کر اور ایمی میوے کھاتی ہیں کوا بن کر ۔ یہ انصاف نہیں ہے ۔''

''بیٹی ! اس میں قصور تمھارا ہی ہے ۔ کل جب پھوپھی نے یہ تذکرہ کیا تو انھوں نے تمھارے کھرے پن اور آزاد روی پر افسوس ظاہر کیا اور اس خط میں انھوں نے تمھارے بارے میں ایسے ہی فقرے لکھے ہیں جیسے تمھاری کہی ہوئی باتیں دہرائی ہوں ۔ لو سنو ، لکھتی ہیں کہ ارادہ پہلے تو یہی تھا کہ جو سے ساتھ چلنے کو کہوں لیکن ''احسان اٹھانا بار ہوتا ہے اور اسے فرانسیسیوں سے نفرت ہے'' اس لیے اس سے کہنے کی ہمت نہیں پڑتی ۔ ایمی سیکھنے کی اہلیت زیادہ رکھتی ہے ۔ وہ فلو کے لیے بہتر ساتھی ثابت ہوگی اور اس سفر سے جو امداد ملے گی اسے خوش ہو کر قبول کرے گی ۔

جو کو یاد آیا کہ اس نے پھوپھی کے ساتھ جو زبان زوری پچھلے دنوں کی تھی اسی نے کام بگاڑا ہے اور اس نے خود کو ملامت کرتے ہوئے کہا : ''میری زبان بہت چل گئی ہے ، کم بخت قابو ہی میں نہیں رہتی ۔''

بیگم مارچ نے مذکورہ بالا فقروں کی وجہ معلوم کرنے کے بعد افسوس کے ساتھ کہا : ''کاش تم ان کے ساتھ جا سکتیں مگر اس مرتبہ تو امید نہیں ۔ بہر حال تم صبر شکر کرو اور رو دھو کر ایمی کے رنگ میں بھنگ نہ ڈالو ۔''

جو نے جھک کر وہ ٹوکری اٹھائی جو خوشی سے بے قابو ہو کر اٹھتے میں آلٹ گئی تھی اور کہا کوشش کروں گی کہ خوش رہوں اور ایمی کو جو خوشی کے لمحے میسر آئے ہیں ان پر رنج نہ کروں لیکن یہ کام آسان نہیں کیوں کہ مجھے سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے ۔ پھر جو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور ہاتھ میں جو پنوں کی گدی تھی آنسوؤں سے تر ہو گئی ۔

بتھ نے اس کے کان میں کہا : ''پیاری جو ! یہ میری خود غرضی

Taj Tahir Foundation

تو ہوتی لیکن پھوپھی نہیں بے جانا بھی چاہتیں تو میں نہ جانے دیتی ، اور مجھے خوشی ہوئی کہ تم سمندر پار نہیں جا رہی ہو ۔' پھر اس نے جو کو اپنے گلے سے خوب بھینچ کر لگایا اور اس قدر محبت بھری نظروں سے دیکھا کہ جو کے دل کو قرار آ گیا ۔ حالانکہ حالت یہ تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے کان اینٹھنے کے بعد پھوپھی کیرول سے عاجزانہ درخواست کرے کہ آپ احسان کا بوجھ مجھ پر لاد کر تو دیکھیے کیسی ممنون ہو کر اسے اٹھاتی ہوں ۔

بتھ نے اپنے طرز عمل سے جو کا گرد و ملال دور کر دیا اور وہ خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ خوشی میں شریک ہونے کے قابل بن گئی ۔ خود ایمی بھی یہ خوش خبری سن کر پھولی نہ سمائی اور تمام وقت ایک سنجیدہ مسرت کے ساتھ کام کاج کرتی رہی ۔ اس نے اسی شام اپنے رنگ اور پنسلیں وغیرہ تو خود ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے سفری سامان کے ساتھ باندھ لیں اور دیگر اشیا کا انتظام جیسے کپڑے یا پاسپورٹ نقدی یہ انتظام اور لوگوں کے ذمہ ڈال دیا ۔

جب ایمی کا سامان سفر درست ہو گیا اور سوٹ کیس میں قفل لگ گیا تو اس نے اپنی بہنوں سے مخاطب ہو کر کہا : ''میرے لیے یہ تفریحی سفر نہیں ہے بلکہ اس سفر سے بہتر زندگی کے راستے نکلیں گے ۔ اگر میرے اندر کچھ جوہر ہیں تو یہ جوہر روم جا کر کھلیں گے اور میں اپنا رنگ جمانے کی پوری کوشش کروں گی ۔''

جو ایمی کے ایسے نئے کالر سی رہی تھی ، اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں ، بولی : ''فرض کرو تم میں جوہر ہی نہ ہو ؟''

''تو پھر گھر واپس آ جاؤں گی اور ڈرائنگ کے ذریعے روزی کماؤں گی ۔'' شہرت کی طالب ایمی نے سکون کے ساتھ کہا ، مگر اس کے چہرے پر شکنیں پڑ گئیں ، وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایسی مایوس کن گفتگو چلتے وقت ہو ۔ لہٰذا وہ پھر مستعدی کے ساتھ

Taj Tahir Foundation

سامان درست کرنے لگی۔

جو بولی: ''نہیں تم کما نہیں سکو گی؛ تمھیں سخت محنت سے نفرت ہے۔ تم تو کسی مال دار مرد سے شادی کرکے آرام کی زندگی بسر کرو گی۔''

ایمی اس کی بات سن کر مسکرائی اور بولی: ''کبھی کبھی تمھارے منہ کا کہا پورا بھی ہو جایا کرتا ہے مگر میرا خیال ہے یہ پورا نہیں ہوگا کیوں کہ میں خود آرٹسٹ نہ بن سکی تو ان کی امداد کروں گی جو آرٹسٹ بن چکے ہیں۔''

جو نے آہ بھر کر کہا: ''ہاں جی! تم جو چاہو گی وہی بن جاؤ گی کیوں کہ تمھاری مرادیں ہمیشہ بر آتی ہیں اور میری کوئی تمنا پوری نہیں ہوتی۔''

ایمی نے اپنی ناک چاقو سے لگا کر پچکاتے ہوئے پوچھا: ''کیا تم واقعی جانا چاہتی ہو؟''

''چاہتی تو ہوں۔''

''اچھا تو سال دو سال بعد میں تمھیں وہاں بلا لوں گی اور ہم دونوں فورم (قدیم روما کی عدالت کی جگہ) میں یادگار چیزیں ڈھونڈا کریں گے اور ان تمام منصوبوں کو عملی جامہ پہنائیں گے جو بہت دفعہ بنا چکے ہیں۔

جو نے اس مبہم مگر شان دار پیشکش کو زیادہ سے زیادہ احسان مندی سے قبول کیا اور کہا: ''تمھارا شکریہ! اگر کبھی وہ دور آیا جیسا کہ تم کہہ رہی ہو تو میں تمھیں تمھارا وعدہ یاد دلاؤں گی۔''

سفر کی تیاری کے لیے اب بہت تھوڑا وقت رہ گیا تھا اور جب تک ایمی روانہ نہ ہو گئی گھر میں شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ جو کا یہ حال تھا کہ جب تک ایمی کا نیلا ربن ہوا میں لہراتا دکھائی دیتا رہا اس وقت تک وہ ضبط کیے رہی لیکن اس کے بعد دوچھتی میں بیٹھ کر جو اس کی پناہ گاہ

Taj Tahir Foundation

تھی اتنا روئی کہ آنسو خشک ہو گئے ۔ ادھر ایمی بھی جہاز کے لنگر اٹھانے تک تو ضبط کیے رہی لیکن جس وقت جہاز کا پل ہٹایا گیا تو اس کا دل بھر آیا اور اسے اپنے عزیزوں ، دوستوں ، پیاروں سے جدائی کا خیال کرکے رونا آ گیا اور وہ بے تحاشا لاری سے چمٹ گئی جو ابھی تک وہاں سے نہیں ٹلا تھا ، اور سسکیاں لیتے ہوئے بولی : ''میرے اچھے ٹیڈی ! ان سب کا خیال رکھنا ۔ اگر خدا نخواستہ کچھ ہو گیا تو.....''

''ہاں ہاں میں ضرور خیال رکھوں گا ۔'' پھر لاری نے اس کے کان میں چپکے سے کہا : ''اگر کچھ ہو گیا تو میں تمہارے پاس آ کر تمہیں تسلی دوں گا ۔'' اس وقت لاری کو گمان بھی نہ تھا کہ حالات بہت جلد اس سے یہ وعدہ پورا کرائیں گے ۔

بہر حال ایمی کا جہاز آہستہ آہستہ چلنے لگا اور ایمی کے باپ اور دوست احباب ساحل پر کھڑے حسرت سے روانگی کا منظر دیکھتے رہے اور رومال ہلا ہلا کر خدا حافظ کہتے رہے ۔ اُن کے دلوں سے دعائیں نکل رہی تھیں ۔ ایمی بھی جواب میں ہاتھ ہلا ہلا کر الوداعی اشارے کرتی رہی اور آخر کار جہاز نظروں سے اوجھل ہو گیا اور ایمی قدیم دنیا کے قدیم شہر روما کی جانب چلی جا رہی تھی ۔ سطح بحر پر موسم گرما کی خیرہ کن دھوپ ہی دھوپ دکھائی دے رہی تھی ۔

آٹھواں باب

ہمارا غیر ملکی نامہ نگار

''لندن

میرے عزیزو!

اس وقت میں پکاڈلی کے باتھ ہوٹل میں سامنے کے دریچے کے پاس بیٹھی ہوں ۔ گو یہ کوئی ایسی موزوں جگہ نہیں تاہم مدت

Taj Tahir Foundation

ہونی ہمارے پھوپھا یہاں ٹھہرے تھے ۔ انھیں اور کوئی جگہ پسند ہی نہ تھی ۔ بہر حال اب ہمارا یہاں زیادہ عرصہ رکنے کا ارادہ نہیں لہٰذا یہ بات کچھ زیادہ قابل ذکر بھی نہیں ۔

ہا ہا ! میں تمھیں کیسے بتاؤں کہ میں نے کیا کیا لطف اٹھائے ہیں ؛ یقین مانو کہ بیان نہیں کر سکتی ، صرف تمھیں اپنی نوٹ بک میں سے کچھ سناتی ہوں ۔ کیوں کہ میں نے اپنی روانگی سے لے کر اب تک سوائے خاکے بنانے اور لکھنے کے کچھ بھی نہیں کیا ۔

تمھیں یاد ہوگا کہ میں نے ہیلی فیکس سے چند سطریں تمھیں بھیجی تھیں ۔ اس وقت میں ذرا اداس تھی ، لیکن اس کے بعد میرا سارا دن عرشۂ جہاز پر ہنسی خوشی گزرتا تھا اور میرے پاس دل بہلانے والوں کی کمی نہ تھی ۔ مجھ پر ہر شخص مہربان تھا خاص طور افسران تو مجھ سے بہت ہی خوش تھے ..... ہنسو مت جو !

دراصل جہاز پر بات چیت کرنے اور مل بیٹھنے کے لیے شائستہ لوگوں کا ہونا ضروری ہے اور چوں کہ انھیں کوئی کام کاج نہیں ہوتا ، لہٰذا ان کے وقت کا کچھ مصرف نکالنا چاہیے ، ورنہ میرا خیال ہے کہ وہ خالی تمباکو پی پی کر مر جائیں ۔

پھوپھی اور فلو دونوں کا تمام راستے برا حال تھا ۔ وہ تنہا رہنا چاہتی تھیں ۔ میں اپنی بساط بھر جو کچھ ان کے لیے کر سکتی تھی کرتی ۔ پھر اس سے فارغ ہو کر بس موج ہی موج تھی ۔ کیا بتاؤں کہ عرشے پر کیا کیا تفریح کا سامان ، غروب آفتاب کے کیسے کیسے نظارے اور سمندر کی موجوں اور ہوا میں کیا کیا لطف تھا ؛ بس یوں سمجھو کہ ایسی ہی کیفیت تھی جیسے کسی تیز طرار گھوڑے کی سواری ہو ۔ کاش بتھ بھی ہمارے ساتھ آ سکتی تو اس کے لیے یہ سفر کتنا مفید ہوتا اور جو کے متعلق پوچھو تو اس کا یہ عالم ہوتا کہ وہ جہاز کے مستول پر جا بیٹھتی ، انجینئروں

TajTahir Foundation

سے دوستی گانٹھ لیتی اور مسرت و انبساط سے اس کا یہ حال ہوتا کہ شاید بحری کپتان کا بگل اٹھا کر پوں پوں کرتی پھرتی۔

بڑا روح پرور عالم تھا لیکن آئرلینڈ کے ساحل کو دیکھ کر میں خوشی سے مست ہو گئی۔ کتنا حسین تھا ساحل! نہایت سرسبز و شاداب اور دھوپ سے سنہرا۔ کہیں کہیں اکا دکا بھورے رنگ کے کیبن۔ بعض پہاڑیوں پر کھنڈروں کے نشانات اور وادیوں میں شرفا کے دیہاتی مکانات جہاں سبزہ زاروں میں ہرن چر رہے تھے۔ حالانکہ ابھی تڑکا ہی تھا مگر میں یہ سب کچھ دیکھنے کے لیے اٹھ بیٹھی۔ خلیج کشتیوں سے بھری ہوئی تھی۔ کتنا حسین منظر تھا اور سر پر گلابی آسمان۔ میں زندگی بھر یہ نظارہ نہ بھولوں گی۔

کوئینز ٹاؤن پہنچ کر نئے ملاقاتیوں میں سے مسٹر لینکس ہم سے جدا ہو گئے اور جب میں نے کلارنے کی جھیلوں کا ذکر کیا تو انھوں نے ایک آہ بھری اور مجھے دیکھ کر گنگنانے لگے:

سنا تو ہوگا کبھی کیٹ کارنے کا نام
کلارنے کے کنارے کہیں پہ رہتی ہے
نظر بھی اس کی قضا کا پیام ہوتی ہے
بلا ہے، اس سے سدا دور بھاگتے رہیے
کیا یہ اچھی خاصی بکواس نہیں؟

ہم کچھ گھنٹے لورپول ٹھہرے، یہ ایک گندہ اور بڑے شور و شغب کا مقام ہے۔ مجھے یہاں سے روانگی کے وقت بڑی خوشی ہوئی۔ یہاں پھوپھا کو کیا سوجھی کہ دوڑے دوڑے گئے اور کتے کی کھال کے دستانے، کچھ موٹے اور بھدے جوتے اور ایک چھتری خرید لائے اور خوب رگڑ رگڑ کے شیو بنوایا۔ انھیں خیال تھا کہ اس طرح وہ ایک برطانوی معلوم ہوں گے۔ لیکن جونہی انھوں نے پہلی بار اپنے جوتے پالش کرائے تو پالش

Taj Tahir Foundation

کرنے والے لڑکے نے بھی انھیں امریکی سمجھا اور منہ چڑا کر کہا : ''لیجیے میں نے آپ کے جوتوں کو جدید امریکی چمک دے دی ہے۔''

ہاں! یہ ضرور سن لو کہ اس کم بخت لینکس نے کیا کیا؟ اس نے اپنے دوست وارڈ سے جو ہمارے ساتھ ہی آیا تھا میرے لیے ایک گلدستہ منگوایا۔ اپنے کمرے میں پہلی جو چیز میں نے دیکھی وہ ایک حسین گلدستہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کارڈ تھا جس پر ''رابرٹ لینکس کی طرف سے'' لکھا تھا۔ دیکھا! کیا یہ مزے کی بات نہیں؟ مجھے تو سفر بہت ہی پسند ہے۔

میں اس لیے جلدی کر رہی ہوں کہ لندن پہنچ سکوں۔ یہ سفر بالکل ایسا تھا جیسے کسی لمبے نگارخانے سے گزر جائیں۔ قدرتی مناظر سے بھرپور کھیتوں میں بنے ہوئے مکانات بڑے خوشنما تھے۔ چھپروں کی چھتیں، منڈیروں پر عشق پیچاں کی بیلیں، جنگلے دار کھڑکیاں، مضبوط و توانا عورتیں اور دروازوں پر گلابی رخساروں والے بچے۔ یہاں کے مویشی جو گھٹنوں تک گھاس میں دھنسے ہوئے نظر آتے ہیں، ہمارے ہاں کے مویشیوں سے نسبتاً خاموش اور پر سکون معلوم ہوئے، اور مرغیاں اس قدر اطمینان سے کڑکڑا کر بچوں کو بلاتی تھیں گویا امریکی مرغیوں کی طرح وہ اپنے بچوں سے کبھی نہیں گھبراتیں اور ایسے مکمل رنگ تو میں نے کبھی دیکھے ہی نہیں۔ گھاس اس قدر سبز، آسمان اس قدر نیلا، اناج اتنے زرد، جنگل ایسے تاریک کہ میں سارے راستے مسرت سے پاگل رہی۔ یہی فلو کا حال تھا اور ہم دونوں ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جاتے ہوئے ہر چیز کو دیکھنے کے لیے ادھر سے اُدھر کود پھاند رہے تھے۔ پھوپھی تھک کر سو گئی تھیں لیکن پھوپھا اپنی گائڈ بک پڑھنے میں لگے رہے اور کسی ایک چیز پر بھی حیرانی کا اظہار نہیں کیا۔ بس اتنا تھا کہ وہ ایک دم کہتے : ''ایمی! وہ دیکھو کیلن دوتھ۔ وہ درختوں کے درمیان

Taj Tahir Foundation

خاکی سی جگہ!'' اور فلو کھڑکی پر جھپٹ کر کہتی : ''ہا ہا کتنی حسین جگہ ہے - ہمیں وہاں ضرور چلنا چاہیے - ہے نا ابا جان ؟'' اور پھوپھا خوشی سے اپنے جوتوں کو دیکھتے ہوئے جواب دیتے: ''نہیں بیٹا ! اس وقت تک نہیں جب تک تمہیں شراب کی ضرورت نہ ہو - وہ آب کاری ہے -''

کچھ دیر بعد فلو چلائی : ''ارے وہ دیکھو! پھانسی لٹکی ہوئی ہے اور ایک آدمی اس پر چڑھا ہوا ہے -'' میں نے چیخ کر پوچھا کہاں کہاں ؟ اور کھڑکی سے جھانک کر دیکھتی ہوں تو دو لمبی لمبی بلیاں گڑی ہوئی ہیں اور ان کے اوپر ایک اور بلی بندھی ہوئی ہے جس میں کچھ زنجیریں لٹک رہی تھیں - پھوپھا نے دیکھا ، آنکھیں جھپکا کر کہا : ''ارے یہ تو کوئلے کی کان ہے -''

پھر ایک جگہ میں نے کہا : ''بھیڑ کے بچوں کا کتنا حسین گلہ ہے - سارے کے سارے زمین پر لیٹے ہوئے ہیں -'' پھوپھا بولے: ''پگلی لڑکیو! وہ تو ہنس ہیں'' اور ہم چپ ہو گئے ، یہاں تک کہ فلو نے اپنا ناول ''دی فلرٹیشن آف کیپٹن کیونڈش'' پڑھنا شروع کر دیا اور نظاروں کا سارا لطف میرے لیے رہ گیا -

جب ہم لندن پہنچے تو بارش ہو رہی تھی اور سوائے دھند اور چھتریوں کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا - ہم نے آرام کیا - اپنا سامان وغیرہ کھولا اور بارش تھمنے کے وقفوں میں تھوڑا بہت سامان خریدا - چچی میری نے مجھے کچھ نئی چیزیں دلائیں کیوں کہ میں اس قدر جلدی میں آئی تھی کہ ان کی ہمراہی کے لیے تیار نہ تھی اور وہ تھا کیا ؟ ایک پیارا سا سفید ہیٹ جس میں نیلا پر لگا ہوا تھا - اس کے رنگ سے ملتا ہوا ایک دلفریب قمیض کا کپڑا اور ایسا ہی حسین سر کا رومال کہ تم نے کبھی دیکھا نہ ہوگا -

ریجنٹ سٹریٹ کی خریداری بڑی شان دار رہتی ہے - چیزیں انتہائی سستی ہوتی ہیں - یعنی نہایت اچھے ربن چھ پنس فی گز مل جاتے ہیں - میں نے اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر لیا ہے لیکن دستانے

Taj Tahir Foundation

پیرس سے لوں گی ۔ ہیں نا ٹھاٹھ ؟

مزے کی بات سنو کہ پھوپھا اور پھوپھی دونوں باہر گئے ہوئے تھے ۔ میں نے اور فلو نے ایک اِکا بگھی منگائی اور سیر کو چل دیے۔ اگرچہ بعد میں معلوم ہوا کہ جوان لڑکیوں کو تنہا اس میں نہیں جانا چاہیے تھا ۔ خیر اس قدر لطف رہا کہ بس کیا بتاؤں۔ ہم اندر بیٹھے تو کھڑکیاں چڑھا دی گئیں اور ڈرائیور نے اس قدر بے تحاشا بگھی دوڑائی کہ فلو خوف کے مارے کانپنے لگی اور مجھ سے کہا کہ اسے روکوں ، لیکن کوچوان پچھلی طرف کہیں بیٹھا تھا ۔ میں اس سے بات ہی نہ کر سکی ، نہ اس نے میرا کوئی اشارہ دیکھا ۔ ہم بالکل بے بس تھے اور بگھی فراٹے بھرتی ہوئی بے تحاشا بھاگی جا رہی تھی ۔ آخر مایوسی کے عالم میں مجھے چھت میں ایک روشن دان سا نظر آیا ، اسے دبایا تو وہ کھل گیا ۔ ایک سرخ آنکھ دکھائی دی اور ساتھ ہی آواز آئی ۔ کیوں محترمہ کیا بات ہے ؟

میں نے نہایت متانت سے اسے اپنا حکم سنایا اور اس نے روشن دان بند کرتے ہوئے بہت خوب محترمہ ! کہہ کر اپنے گھوڑے کو اس قدر آہستہ کر دیا جیسے کوئی جنازہ جا رہا ہو ۔ میں نے دوبارہ کھٹکھٹا کر اسے ذرا تیز چلنے کو کہا اور اس نے دوبارہ پھر اسی رفتار سے ۔بے تحاشا بگھی دوڑانی شروع کر دی ۔ آخر ہم مقدر پر شاکر ہو کر بیٹھے رہے ۔

آج بڑا خوش گوار دن تھا ۔ ہم ہائیڈ پارک گئے جو بالکل قریب ہے ، کیوں کہ ہم جیسے دکھائی دیتے ہیں اس سے زیادہ رئیس ہیں ۔ ڈیوک آف ڈیون شائر پاس ہی رہتے ہیں اور ڈیوک آف ولنگٹن کا مکان بھی کچھ زیادہ دور نہیں ہے ۔ میں اس کے پشت کے پھاٹک پر اکثر باوردی سپاہی کو ٹہلتے دیکھتی ہوں ۔ ڈیر ! یہاں میں ایسے نظارے دیکھتی ہوں جو عجیب و غریب ہیں —— یہ کتنا مضحکہ خیز انداز ہے کہ مال دار بیوائیں بھڑکیلے کپڑے

Taj Tahir Foundation

پہنے ریشمی موزے اور مخملی سمور کے کوٹ اڑائے ، سرخ اور زرد گاڑیوں میں پیچھے کی جانب بیٹھی آڑی آڑی پھرتی ہیں اور آگے پوڈر لگائے کوچوان بیٹھے ہوئے ہیں ۔ میں نے ایسی چست اور پھرتیلی عورتیں سرخ سرخ گال والے بچوں کے ساتھ کبھی نہیں دیکھیں ۔ چشم نیم باز حسین لڑکیاں اور دوسری طرح دار خواتین عجیب وضع کی انگریزی ٹوپیاں اور ارغوانی رنگ کے چمڑے کے دستانے پہنے مٹرگشت کرتی نظر آتی ہیں ۔ دراز قامت فوجی چھوٹی چھوٹی سرخ جاکٹ پہنے اور پھولی پھولی ٹوپیاں آڑھی ترچھی سر پر رکھے ایسے مضحکہ خیز نظر آتے ہیں کہ ان کی تصویر کھینچنے کو دل چاہتا ہے ۔

ایک مقام ہے 'رائن رو' ۔ اس کا مطلب ہے کہ بادشاہ کا راستہ ، لیکن اب وہ سوائے گوڑ سواری کے سکول کے اور کچھ نہیں ۔ یہاں بڑے شان دار گھوڑے ہوتے ہیں ، اور مرد خاص طور پر سائیس خوب سواری کرتے ہیں ۔ لیکن عورتیں کچھ سخت ہیں اور اچھلتی ہیں جو ہمارے قواعد کے مطابق نہیں ۔ میں چاہتی تھی کہ انہیں امریکی دلکی چال دکھاؤں کیوں کہ وہ تو اونچے اونچے ہیٹ لگائے بڑی متانت سے آہستہ آہستہ چلتی ہیں اور ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ حضرت نوح کی کشتی کے کھلونے کی عورتیں ہیں ۔ ہر شخص سواری کرتا ہے ۔ بوڑھے آدمی ، مضبوط عورتیں اور چھوٹے بچے ۔ اور نوجوان طبقہ یہاں رومان لڑاتا ہے ۔ میں نے ایک جوڑے کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر گلاب کی کلیاں پھینک رہا تھا ۔ یہ چیز یہاں بٹن کے کاج میں لگائی جاتی ہے اور میرے نزدیک یہ بڑا اچھا خیال ہے ۔

شام کو ہم ویسٹ منسٹر ایبی گئے لیکن میں اس کا نقشہ نہیں کھینچوں گی ۔ بس یہ نا ممکن ہے ۔ یہ سمجھ لو کہ بڑی پروقار عمارت ہے ۔ آج شام ہم فیچر دیکھنے جا رہے ہیں جو میری زندگی کے مسرور ترین دن کا ایک مناسب اختتام ہوگا ۔

Taj Tahir Foundation

نصف شب

دیر بہت ہو چکی ہے لیکن میں تمہیں یہ بتائے بغیر کہ گذشتہ شام کیا ہوا خط نہیں ڈال سکتی - ہم چائے پی رہے تھے تو معلوم ہے کون آیا ؟ لاری کے انگریز دوست فرڈ اور فرینک وان! میں حیران رہ گئی کیوں کہ میں انھیں ان کے ملاقاتی کارڈ دیکھے بغیر کبھی نہ پہچان سکتی تھی - دونوں کا قد لمبا ہے اور گل مچھے رکھتے ہیں - فرڈ انگریزی انداز میں حسین ہے اور فرینک بھی بہت خوب ہے گو وہ قدرے لنگڑاتا ہے اور بغلیاں استعمال نہیں کرتا - انھیں لاری سے ہمارا پتا چل گیا ہوگا اس لیے ہمیں مدعو کرنے آ پہنچے - پھوپا صاحب تو جائیں گے نہیں ، ہم سے جس طرح بھی ہو سکے گا جائیں گے - وہ دونوں ہمارے ساتھ تھیٹر گئے اور بہت اچھا وقت گزرا - فرینک تو فلو کے ساتھ محو رہا ، میں اور فرڈ ماضی ، حال اور مستقبل کی دلچسپیوں کے متعلق اس طرح باتیں کرتے رہے گویا ایک دوسرے کو ہمیشہ سے جانتے ہیں - بتھ سے کہنا کہ فرینک نے اس کی طبیعت پوچھی تھی اور اس کی صحت کی خرابی پر افسوس کرتا تھا - جب میں نے جو کا ذکر کیا تو فرڈ خوب ہنسا اور بڑے ہیٹ والی کو مؤدبانہ عقیدت پیش کی - ان دونوں میں سے کوئی بھی کیمپ لارنس اور وہاں کے مزوں کو نہیں بھولا جو ہم نے وہاں کیے تھے - یہ سب باتیں کتنی مدت کی معلوم ہوتی ہیں ! کیوں ٹھیک ہے نا ؟

پھوپھی تیسری دفعہ دیوار کھٹکھٹا رہی ہیں لہٰذا اب میں ختم کرتی ہوں - در اصل مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں لندن کی ایک حسین آزاد عورت کی طرح ہوں جو اتنی رات گئے بیٹھی لکھ رہی ہوں - کمرہ ہر طرح کی خوش نما چیزوں سے بھرا ہوا ہے - دماغ پارکوں ، تھیٹروں ، نئے لباس اور منچلے نوجوانوں کے تصور کی آماج گاہ بنا ہوا ہے جو خالص انگریزی نوابانہ شان سے

Taj Tahir Foundation

مونچھوں پر تاؤ دے کر محبت کا دم بھرتے رہتے ہیں - تم سب سے ملنے کو جی چاہتا ہے اور اپنے بیہودہ پن کے باوجود ہمیشہ کی طرح تم سے محبت کرتی ہوں -

"ایمی"

پیرس

عزیز لڑکیو ! میں نے اپنے پچھلے خط میں تمھیں لندن کے سفر کا حال سنایا تھا - یعنی وانز کتنے مہربان تھے اور ہمارے ساتھ ان کی کیا خوش‌گوار صحبتیں رہی ہیں - سب سے زیادہ لطف میں نے ہیمپٹن کورٹ اور کنسنگٹن میوزیم کی سیر سے اٹھایا کیوں کہ ہیمپٹن میں میں نے رائفل کے کارٹون اور میوزیم میں ٹرنر لارنس، رینالڈز ہوگارتھ اور دیگر عظیم ہستیوں کی تصاویر سے بھرے ہوئے کمرے دیکھے - رچموںڈ پارک میں بڑا مزہ رہا - وہاں ہم نے مکمل انگریزی پکنک منایا اور شاہ بلوط کے اتنے شان دار درخت اور ہرنوں کی ایسی حسین ڈاریں دیکھیں کہ میں بیان نہیں کر سکتی - بلبلوں کو گاتے سنا اور چنڈولوں کو محو پرواز پایا - یعنی لندن کو جی بھر کر دیکھا اور اس کے لیے فریڈ اور فرینک کی شکرگزاری لازمی ہے - ہم وہاں سے چلتے ہوئے بڑے اداس تھے - تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انگریز دوسروں سے دیر میں بے تکلف ہوتے ہیں لیکن جب وہ کسی کو اپنی سوسائٹی میں قبول کر لیتے ہیں تو میرا خیال ہے مہمان نوازی اور تواضع میں ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا - اگلی سردیوں میں وانز نے ہم سے روم میں ملنے کا وعدہ کیا ہے، اور اگر وہ نہ آ سکے تو مجھے انتہائی مایوسی ہوگی کیوں کہ گریس سے میری بڑی گہری دوستی ہو گئی ہے - دونوں لڑکے بہت اچھے ہیں، خاص طور پر فرڈ -

اب سنو کہ ہم ابھی یہاں اچھی طرح اپنے قیام و رہائش کا انتظام نہ کر سکے تھے کہ فرڈ یہاں آ گیا - کہنے لگا میں تعطیلات

Taj Tahir Foundation

میں آیا ہوں اور سوئٹزر لینڈ جا رہا ہوں ۔ اس پر پہلے تو پھوپھی ذرا سنجیدہ ہوئیں لیکن وہ اس سلسلے میں اس قدر منکسرالمزاج اور شائستہ رہا کہ وہ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکیں ۔ اب ہم خوب اچھی طرح رہ رہے ہیں بلکہ خوش ہیں کہ ود آ گیا ۔ وہ یہاں کے اصلی باشندوں کی طرح فرانسیسی بولتا ہے ۔ اس کے بغیر خدا جانے ہمارا کیا بنے ۔ پھوپھا صاحب تو دس لفظ بھی نہیں جانتے ۔ وہ اس خیال سے بڑی اونچی آواز میں انگریزی بولتے ہیں کہ اس طرح لوگ ان کی بات سمجھ لیں گے ۔ پھوپھی کا تلفظ دقیانوسی ہے۔ فلو اور میں دونوں بزعم خود اتراتے تھے کہ ہم بہت کچھ جانتے ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ چوپٹ ہیں ۔ سچ پوچھو تو ہم فرڈ کے شکرگزار ہیں جو بقول پھوپھا جان ہمارے لیے ترجمان کا کام کرتا ہے ۔

"کیا پر مسرت وقت گزر رہا ہے ! صبح سے شام تک تفریح اور مشہور مقامات کی سیر ! پر رونق ہوٹلوں میں بہترین کھانے اور ہر طرح کے مذاق اور ٹھٹھول بازیوں سے دوچار رہنا ۔ بارش کے دن میں لورے میں گزارتی ہوں جہاں تصویروں کی طلسم خیزیاں ہیں ۔ اگر جو دیکھے تو بعض بہترین تصویروں کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھائے ۔ کیوں کہ اسے فن اور آرٹ سے کوئی دل چسپی ہی نہیں لیکن میں یہ ذوق رکھتی ہوں اور اپنے ذوق و نگاہ کو صیقل کر رہی ہوں ۔ البتہ وہ مشاہیر کے نوادرات کو پسند کرے گی ۔ جیسے نپولین کی اونچی ٹوپی اور خاکی رنگ کا کوٹ ، اس کے بچے کا پالنا اور اس کے دانتوں کا برش ، اور میری انٹوے نٹ کا ننھا سا جوتا ، سینٹ ڈینس کی انگوٹھی ، کارل مین کی تلوار اور بہت سی دل چسپ چیزیں ۔ جب میں آؤں گی تو ان چیزوں کے متعلق تفصیل سے بتاؤں گی ۔ تحریر کا وقت نہیں ہے ۔

یہاں 'پیلے رائل' کوئی آسمانی جگہ معلوم ہوتی ہے ۔ خوش نما اشیا اور جواہرات سے اس طرح بھری ہوئی کہ میں تقریباً بد حواس

Taj Tahir Foundation

ہو گئی ہوں اور وہاں سے کچھ خرید نہیں سکتی ۔ فریڈ نے میرے لیے کچھ چیزیں خریدنی چاہی تھیں لیکن میں نے اسے منع کر دیا ۔ اس کے بعد بوائس اور چیمپس الیسیز ہیں جن کے متعلق شان دار کا لفظ کہنا ان کی توہین ہے ۔ میں نے کئی بار شاہی خاندان کے افراد کو دیکھا ہے ۔ شہنشاہ ایک بد شکل اور سخت جسم کا آدمی ہے ، ملکہ زرد رو اور نازک اندام لیکن مجھے اس کا لباس بڑا دہشت ناک معلوم ہوا ۔ یعنی بالکل سرخ اور اس پر سبز ٹوپی اور پیلے رنگ کے دستانے ۔ ننھا نپولین بڑا پیارا بچہ ہے ۔ اپنے اتالیق کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہتا ہے اور جب وہ اپنی چار گھوڑوں کی بگھی میں نکلتا ہے تو اس کے ساتھ سرخ ساٹن کی وردیاں پہنے ہوئے کوچوان اور آگے پیچھے گھڑ سوار پہرے دار ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کی عقیدت کے جواب میں اپنا ہاتھ چومتا رہتا ہے ۔

ہم اکثر تلیریز کے باغات میں سیر کرتے ہیں کیوں کہ وہ بڑے ہی حسین ہیں ۔ اگرچہ لکسمبرگ کے پرانے باغات مجھے زیادہ پسند ہیں ۔ پیر لاچیز کا قبرستان بڑا عجیب و غریب ہے کیوں کہ بہت سی قبریں چھوٹے چھوٹے کمروں کی طرح ہیں اور اندر دیکھو تو ایک میز رکھی ہوگی ۔ مردوں کے مجسمے اور تصویریں اور ماتم داروں کے لیے کرسیاں رکھی ہوئی تاکہ وہ وہاں بیٹھ کر گریہ و زاری کر سکیں ۔ یہ خاص فرانسیسی رسم ہے اور کتنی عجیب ؟

ہم رو ڈی ریوولی میں رہتے ہیں اور اپنی بالکنی میں بیٹھ کر ہم سارے پر رونق بازار کا نظارہ کرتے رہتے ہیں ۔ یہ مشغلہ اس قدر دل چسپ ہے کہ جب سارے دن تھک تھکا کر باہر جانے کے لائق نہیں رہتے تو اپنی شامیں یونہی بیٹھ کر اور باتیں کرکے گزارتے ہیں ۔ فرڈ بڑا خوش مزاج ہے اور سوائے لاری کے جس کے اطوار اور بھی زیادہ دل چسپ ہیں میں نے سر تا سر ایسا

Tai Tahir Foundation

پسندیدہ آدمی نہیں دیکھا ۔ کاش وہ ذرا سانولا ہوتا کیوں کہ میں گورے آدمیوں کو پسند نہیں کرتی ۔ بہر حال وانز بڑے متمول ہیں اور ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے میں ان کے بھورے بالوں میں کوئی کمی نہیں نکالوں گی کیوں کہ میرے بال ان سے بھی زیادہ بھورے ہیں ۔

اگلے ہفتے ہم جرمنی اور سوئٹزر لینڈ جا رہے ہیں اور چوں کہ سفر بڑا تیز ہوگا ، لہٰذا تمھیں خط بھی رواروی میں لکھے جائیں گے ۔ میں ابا جان کی ہدایت کے مطابق اپنی ڈائری لکھتی ہوں ۔ میں جو کچھ دیکھتی یا پسند کرتی ہوں اسے ٹھیک ٹھیک یاد رکھتی ہوں اور بعینہ قلم بند کر لیتی ہوں ۔ میرے لیے یہ بڑا اچھا مشغلہ ہے اور میں تمھیں اپنی اسکیچ بک دیکھ کر اپنے سفر کا حال ان ٹوٹی پھوٹی سطروں سے کہیں زیادہ اچھی طرح سناؤں گی ۔

خدا حافظ ! تم سب کے لیے میرا آغوش محبت اور پیار !

"ووترے ایمی"

ہیڈل برگ

میری اچھی امی!

برن روانہ ہونے سے پہلے کچھ فرصت نکال کر میں کوشش کروں گی کہ جو کچھ یہاں گزری ہے تمھیں بتاؤں کیوں کہ آپ خود سمجھ لیں گی کہ اس میں سے بعض چیزیں بڑی اہم ہیں ۔

"رائن کا دریائی سفر نہایت خوش گوار تھا اور اس سے میں نے پوری طرح لطف اٹھایا ۔ آپ ابا جان کی گائیڈ بکیں نکال کر اس کے متعلق پڑھیں ۔ مجھے اتنے حسین الفاظ نہیں ملتے کہ میں اس کی کیفیت بیان کر سکوں ۔ کوبلینز میں ہمارا بڑا اچھا وقت گزرا کیوں کہ بون کے چند طلبا نے جن سے کشتی میں فرڈ کی یاد اللہ ہو گئی تھی ، رات کو خوب گانا سنایا ۔ چاندنی رات تھی ، کوئی ایک

Taj Tahir Foundation

بجے کے قریب ایک نہایت سریلے گانے کی آواز سے جو ہماری کھڑکیوں کے نیچے ہو رہا تھا میری اور فلو کی آنکھ کھل گئی۔ ہم اٹھے اور پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور جھانک کر دیکھا تو فرڈ اور سارے طلبا نیچے بیٹھے گا رہے تھے۔ یہ ایسی رومانی چیز تھی کہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ دریا، کشتیوں کا پل، سامنے عالی شان قلعے کا نظارہ، ہر طرف چاندنی چھٹکی ہوئی اور پھر نغمہ ایسا کہ پتھر کے دل کو پگھلا دے۔

جب وہ ختم کر چکے تو ہم نے ان پر چند پھول پھینک دیے۔ ان پر وہ خوب جھپٹے۔ اپنے ہاتھوں کو غائب لڑکیوں کی یاد میں خوب بوسے دے اور اس کے بعد شاید وہ تمباکو اور بیئر وغیرہ پینے کے لیے ہنستے ہوئے چلے گئے۔ اگلے روز فرڈ نے مجھے اپنی جیب سے ایک مرجھایا ہوا پھول نکال کر دکھایا۔ وہ بڑا جذباتی معلوم ہو رہا تھا: میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ یہ میں نے نہیں پھینکا تھا بلکہ فلو کا کام تھا۔ وہ سنتے ہی مایوس سا ہو گیا کیوں کہ اس نے پھول کو مسل کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور دوبارہ ہوش و حواس میں آ گیا۔ مجھے خوف ہے کہ یہ لڑکا میرے لیے مصیبت بنے گا، کچھ آثار تو ایسے ہی نظر آتے ہیں۔

ناشا کے حمام بڑے خوش نما تھے اور اسی طرح بیڈن بیڈن۔ جہاں فرڈ کی کچھ نقدی بھی گم ہو گئی تھی اور اس نے اسے برا بھلا کہا تھا۔ بات در اصل یہ ہے کہ فرینک کی عدم موجودگی میں اسے کسی ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو اس کی نگرانی کرتا رہے۔ ایک بار کیٹ کہہ تو رہی تھی کہ بہت ممکن ہے وہ جلد ہی شادی کر لے اور اس کی اس ضرورت کے پیش نظر میں نے بھی اتفاق رائے کیا تھا۔ فرینکفرٹ بھی بڑی حسین جگہ ہے۔ میں نے گوئٹے کا مکان، شیلر کا مجسمہ اور ڈانیکر کا مشہور ''ایریاڈنے'' دیکھا جو بہت خوب صورت ہے، لیکن زیادہ لطف اس وقت آتا اگر مجھے اس کی کہانی پوری طرح معلوم ہوتی او.

Taj Tahir Foundation

مجھے کسی سے پوچھنا پسند بھی نہیں کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے یا ایسا ظاہر کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے۔ کاش مجھے جو اس کی بابت سب کچھ بتاتی۔ کاش کہ میں زیادہ پڑھتی کیوں کہ مجھے اب احساس ہوتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتی اور یہ بات مجھے مارے ڈالتی ہے۔"

"اچھا اب وہ بات آتی ہے جو نہایت اہم ہے اور یہیں پیش آئی ہے۔ فرڈ جا چکا ہے۔ وہ اس قدر نرم دل اور خوش مزاج تھا کہ ہم سب اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ مجھے اس گانے والی رات تک صرف یہ خیال تھا کہ سفری دوستی ہے لیکن اس کے بعد سے میں نے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ چاندنی رات کی سیریں بالکنی کی باتیں اور روزانہ کے واقعات اس کے نزدیک تفریح کے علاوہ بھی کچھ معنی رکھتے ہیں۔ میں نے کبھی سچ مچ اظہار محبت نہیں کیا بلکہ امی! مجھے آپ کی بات یاد تھی جو آپ نے مجھ سے کہی تھی اور میں نے اس پر کاربند رہنے میں انتہائی کوشش کی۔ لیکن اگر لوگ مجھے پسند کرتے ہیں تو اس میں میرا کیا بس ہے؟ میری طرف سے ہرگز ایسی کوششیں نہیں ہوتی اور اس سے مجھے دکھ ہوتا ہے کہ میں ان کی پروا نہیں کرتی، بلکہ جو کہتی ہے کہ میرے پہلو میں دل ہی نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ امی انکار کریں گی اور لڑکیاں مجھے کم بخت خود غرض کہیں گی۔ لیکن میں نے ارادہ کر لیا ہے اگر فرڈ نے مجھ سے شادی کی درخواست کی تو میں مان لوں گی۔ میں محبت میں دیوانی تو نہیں ہوں، ہاں اسے پسند ضرور کرتی ہوں اور ہم دونوں کی خوب گزرتی ہے۔ وہ خوب صورت ہے، نوجوان ہے، کافی ہوشیار ہے۔ امیری میں لارنس خاندان والوں سے زیادہ امیر ہے۔ میرے خیال میں اس کے گھر والوں کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور میں وہاں خوش و خرم رہوں گی۔ اس لیے کہ وہ سب لوگ بڑے مہربان، کھاتے پیتے اور کشادہ دل ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ

Taj Tahir Foundation

کہ مجھے پسند کرتے ہیں ۔ فرڈ کو سب سے بڑا لڑکا ہونے کی وجہ سے جائیداد ملے گی اور پھر ایسی شان دار جائداد جیسی ان کی ہے ۔

شہر کے ایک خوش نما محلے میں ان کا مکان ہے ۔ وہ اگرچہ ہمارے بڑے مکانوں کی طرح دکھاوے کا نہیں ہے لیکن ان سے دگنا آرام دہ ، ہر طرح کے سامان آسائش سے مزین جسے انگریز مناسب سمجھتے ہیں ، مجھے یہ باتیں پسند ہیں کیوں کہ ان میں تصنع اور بناوٹ نام کو نہیں ۔ میں نے ان کے مکان کا نقشہ ،گھر کے جواہرات ، دل پسند سیر گاہیں اور خوش نما گھوڑے دیکھے ہیں ۔ بالکل وہی چیزیں ہیں جو میں چاہتی ہوں ۔ میں یہ سب کچھ حاصل کروں گی ۔ یہ نہیں کہ دوسری لڑکیوں کی طرح ان چیزوں کا صرف تصور کروں اور حقیقت میں کچھ بھی نہ ہو ۔ ممکن ہے مجھے دولت پرست یا خود غرض کہا جائے لیکن میں کیا کروں مجھے مفلسی سے نفرت ہے اور میں اسے ایک منٹ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتی ؛ یوں مجبوری کی اور بات ہے ۔ ہم میں سے ایک کو ضرور اچھی جگہ شادی کرنی چاہیے ۔ میگ نے تو اچھی جگہ کی نہیں، جو کرے گی نہیں ، بتھ ابھی کر نہیں سکتی لہٰذا میں کروں گی اور میرے چاروں طرف سکھ اور چین ہوگا ۔ آپ یقین رکھیں میں ایسے شخص سے شادی نہیں کروں گی جس سے مجھے نفرت ہو یا جسے میں حقیر و ذلیل خیال کرتی ہوں ۔ اگرچہ فرڈ میں میری پسند کا نمونہ نہیں ہے تاہم اس کے طور طریق گوارا ہیں اور مجھے توقع ہے کہ اگر وہ مجھ سے محبت کرتا رہا اور مجھے میری مرضی پر چلنے دیا تو وقت آنے پر میں بھی اس کی گرویدہ ہو جاؤں گی ۔ پچھلے ہفتے سے میں اس معاملے پر غور کر رہی ہوں اور کیوں نہ کروں جب کہ مجھے اس کی پسندیدگی کا اندازہ کرنا ہے ۔ گو اس نے زبان سے کچھ کہا نہیں ، لیکن چھوٹی چھوٹی باتیں اس کے دل کی غمازی کر رہی تھیں ۔ وہ فلو کے ساتھ اب نہیں جاتا ، ہمیشہ میرے پاس

Taj Tahir Foundation

رہتا ہے ؛ میں سواری میں ہوں یا میز پر یا چہل قدمی کر رہی ہوں ۔ جب ہم تنہا ہوں تو وہ جذبات سے بے قابو ہو جاتا ہے ۔ اگر کوئی دوسرا شخص مجھ سے بات کرنے کی جرأت کرے تو اس کی تیوری پر بل پڑ جاتے ہیں ۔ کل ہی کی بات ہے کہ رات کے کھانے پر جب ایک آسٹریا کے افسر نے ہمیں دیکھ کر اپنے ایک دوست سے جو ایک اوباش قسم کا رئیس معلوم ہوتا تھا ، بھورے بالوں والی لڑکیوں کی بابت کچھ کہا تو فرڈ شیر کی طرح خوں خوار ہو گیا اور گوشت کی بوٹی وحشیوں کی طرح یوں کاٹی کہ وہ اچھل کر اس کی رکابی سے دور جا پڑی ۔ وہ انگریزوں کی طرح سرد اور روکھا نہیں ہے بلکہ بڑا گرم مزاج ہے ۔ اس میں اسکاچی خون ہے جیسا کہ اس کی خوب صورت نیلی آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے ۔

"خیر کل شام ہم غروب آفتاب کے وقت قلعے گئے ۔ فرڈ ہمارے ساتھ نہیں تھا ۔ اسے اپنے خطوط دیکھنے کے لیے ڈاک خانے جانا تھا اور پھر آ کر ہمیں ملنا تھا ۔ ہم خوب کھنڈرات میں گھستے پھرے ۔ وہ محرابیں جہاں شراب کا بڑا حوض ہے اور وہ حسین باغات جو الیکٹر نے عرصہ ہوا اپنی انگریز بیوی کے لیے بنائے تھے ۔ مجھے سب سے زیادہ جو چیز پسند آئی وہ قلعے کا بڑا چبوترہ تھا ، کیوں کہ یہاں کے منظر میں ایک ملکوتی فضا تھی ۔ چنانچہ جب اور سب لوگ اندر کے کمرے دیکھنے گئے میں وہاں بیٹھی رہی اور خاکستری رنگ کے پتھر سے ترشے ہوئے شیر کے سر کا خاکہ بنانے کی کوشش کرتی رہی جس کے چاروں طرف بنفشی پھولوں سے لدی ہوئی شاخیں لٹک رہی تھیں ۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں کسی رومانی دنیا میں ہوں ۔ سامنے وادی میں دریائے نیکر بہہ رہا تھا ۔ نیچے آسٹریا کا قومی بینڈ نغمے سنا رہا تھا اور میں کسی اصل افسانوی لڑکی کی طرح اپنے محبوب کا انتظار کر رہی تھی ۔ دل میں یہ خیال تھا کہ ضرور کچھ ہونے والا

Taj Tahir Foundation

ہے اور میں اس کے لیے بالکل تیار تھی ، نہ تو میں شرما رہی تھی اور نہ کانپ رہی تھی بلکہ نہایت پر سکون تھی بس ایک ذرا یونہی سی گھبراہٹ ضرور تھی -

آخرکار فرڈ کی آواز آئی اور ایک لمحے بعد وہ مجھے ڈھونڈتا ہوا بڑی محراب سے نکلا - وہ اس قدر پریشان معلوم ہوتا تھا کہ میں اپنے متعلق سب کچھ بھول گئی اور اس سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے - وہ کہنے لگا کہ ابھی ابھی گھر سے مجھے بلاوے کا خط آیا ہے - فرینک سخت بیمار ہے میں رات کی گاڑی سے جا رہا ہوں اور صرف الوداع کہنے آیا ہوں -

مجھے یہ سن کر بڑا افسوس ہوا اور مایوس سی ہو گئی لیکن یہ کیفیت کوئی ایک منٹ باقی رہی کیوں کہ دوسرے لمحے اس نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور اتنے صاف الفاظ میں کہا کہ غلط فہمی کا امکان ہی نہیں : ''میں جلد ہی واپس آؤں گا ، مجھے بھلاؤ گی تو نہیں ایمی !''

میں نے کوئی وعدہ تو کیا نہیں لیکن اس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جس سے وہ مطمئن معلوم ہوتا تھا - اب سوائے پیغامات اور الوداع کے زیادہ وقت نہیں تھا - ایک گھنٹہ ہوا وہ چلا گیا ہے اور ہم سب اس کی کمی محسوس کر رہے ہیں - میں جانتی ہوں کہ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میرا خیال ہے جیسا کہ ایک بار اس نے اشارہ کیا تھا ، اس نے اپنے باپ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ابھی کچھ روز اس قسم کی بات نہیں کرے گا - وہ بڑا تیز مزاج لڑکا ہے اس لیے بوڑھا باپ ڈرتا ہے کہ بیٹا کوئی غیر ملکی بہو نہ لے آئے - ہم عنقریب روم میں ملیں گے - اور اگر اس وقت تک میں نے اپنا ارادہ تبدیل نہیں کیا تو میں اس کی درخواست پر کہ ''کیا تم.....؟''

''ہاں شکریہ کہہ دوں گی -''

یہ قطعی طور پر نجی باتیں ہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ جو

Taj Tabir Foundation

کچھ ہو رہا ہے آپ کو اس کی خبر ہو جائے۔ ویسے آپ میری طرف سے متفکر نہ ہوں۔ یاد رکھیے کہ میں آپ کی وہی 'عقل مند ایمی' ہوں اور یقین رکھیے کہ میں جلد بازی میں کوئی کام نہیں کروں گی۔ میں آپ کی نصیحت کی طالب ہوں اور اگر ہو سکا تو اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ میری اچھی امی! کاش میں آپ سے مل کر باتیں کر سکتی۔ مجھے پیار کیجیے اور مجھ پر بھروسہ رکھیے۔"

ہمیشہ سے آپ کی
'ایمی'

نواں باب

دل کا آزار

بیگم مارچ: "جو! مجھے بتھ کے بارے میں بڑی تشویش ہے۔"

جو: "کیوں امی تشویش کی کیا بات ہے، مجھے تو وہ غیر معمولی طور پر تندرست نظر آتی ہے؟ خصوصاً بچوں کے آجانے کے بعد تو بہت خوش خوش ہے۔"

بیگم مارچ: "ہاں یہ صحیح ہے کہ اس کی تندرستی بحال ہے، لیکن نہ جانے کیوں بجھی بجھی سی رہتی ہے۔ وہ ضرور کچھ دل میں لیے بیٹھی ہے۔ چاہتی ہوں کہ اس کے دل کا چور پکڑ لوں، لیکن یہ کام مجھ سے شاید نہ ہو سکے، اس لیے تم معلوم کرو کہ اس کے دل میں کیا ہے۔"

جو: "امی آپ نے کیسے اندازہ کیا کہ بتھ کے دل میں کچھ ہے؟"

بیگم مارچ: "ایک تو یہ بات کہ وہ بہت زیادہ تنہائی پسند ہوگئی ہے۔ دوسری یہ کہ اپنے باپ سے جتنی باتیں کیا کرتی تھی اب نہیں کرتی۔ تیسری یہ کہ جب بچے اسے گدگداتے ہیں یا

Taj Tahir Foundation

چٹکی لے لیتے ہیں تو خواہ مخواہ رونے لگتی ہے ۔ چوتھی یہ کہ جب گانے بیٹھتی ہے تو ہمیشہ غم انگیز گیت گاتی ہے اور کبھی کبھار اس کے چہرے پر ایسے خطوط ابھرتے ہیں جن کو پڑھنا مشکل ہے ۔ بتھ اب وہ پہلی سی بتھ نہیں رہی ۔ اس بات نے مجھے بہت پریشان کر رکھا ہے ۔''

جو : ''آپ نے اس بارے میں اس سے کچھ پوچھ گچھ کی ؟''

بیگم مارچ : ''ہاں میں نے ایک دو بار اس سے پوچھنے کی کوشش تو کی تھی ، مگر وہ یا تو ٹال گئی یا اس قدر مغموم نظر آئی کہ میں آگے کچھ کہہ نہ سکی ۔ میں نے اپنے بچوں کو دل کی بات بتانے پر کبھی مجبور نہیں کیا ، مگر ایسا بہت کم ہوا ہے کہ مجھے زیادہ انتظار کرنا پڑا ہو ۔ وہ جلدی سب کچھ بتا دیتے ہیں ۔''

بیگم مارچ نے یہ کہہ کر جو کی طرف دیکھا ۔ اس کے چہرے پر سوائے بتھ کی فکر مندی کے کسی اور بے چینی کا اثر نہ پایا جاتا تھا ۔ اس نے چند لمحے تفکر کے بعد اپنا ہاتھ سینے پر رونے سے روک کر کہا : ''میرے خیال میں وہ بڑی ہو رہی ہے ، اس لیے خوابوں کی دنیا میں رہنے لگی ہے ۔ جن توقعات اور ارمانوں اور اس کے ساتھ اندیشوں اور وسوسوں میں گھری رہتی ہوگی ، غریب ان کا سبب جانتی ہے نہ ان کی تشریح کر سکتی ہے ۔ بس اس لیے چپ چپ رہتی ہے ۔ اللہ رکھے بتھ اب اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے ، مگر ہم سب اس سے بچوں جیسا برتاوا برت رہے ہیں ۔ کیا یہ ستم ظریفی کی نادر مثال نہیں ہے ؟''

بیگم مارچ چین کا سانس لے کر مسکرائیں اور بولیں : ''ہاں یہ بات تو ہے ۔ خدا کی شان ہے انسان اور خصوصاً عورت کتنی تیزی سے بڑھتی ہے ۔'' جو نے کہا : ''کیا کیا جائے امی ! کوئی یہ اپنے بس کی بات ہے ۔ قانون قدرت یہی ہے ۔ پرندوں کو دیکھیے جب ان کے بچے دانہ دنکا چگنے اور کسی قدر اڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں

Taj Tahir Foundation

تو وہ ان کو ایک ایک کر کے گھونسلے سے باہر نکال دیتے ہیں ، پھر جہاں تک میرا تعلق ہے میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس آشیانے سے آڑ کر زیادہ دور نہیں جاؤں گی ۔ کاش آپ کے دل کو یہ وعدہ تسلی بخش سکے !''

بیگم مارچ بولیں : ''یہ تو بڑی تسلی کی بات ہے جو! میگ کے اپنے گھربار ہو جانے کے بعد تم ہی سے میرا حوصلہ بڑھا ہوا ہے۔ بتھ اور ایمی کا سہارا ان کی کمزوری اور کم سنی کی بنا پر مضبوط نہیں ہے ۔ مجھے تو جب کوئی جھٹکا لگتا ہے تم ہی سنبھالتی ہو۔''

جو نے کہا : ''آپ جانتی ہیں کہ میں مشکل کاموں سے بالکل نہیں گھبراتی ۔ آخر خاندان میں ایک آدھ تو بلانوش اور جفاکش ہونا ہی چاہیے ۔ مجھ سے ایمی جیسے نفیس کام نہیں ہو سکتے ۔ اب تو ایمی سمندر پار جا کر نام بھی پیدا کر رہی ہیں ۔ تو خیر ایسے کام جیسے دریاں اٹھا کر جھاڑنا ، یا گھر کے آدھے آدمی بیمار پڑ جائیں تو ان کی تیمارداری کے ساتھ گھر کو سنبھالنا ، ان کاموں میں میرے جوہر کھلتے ہیں ۔ لہٰذا مطمئن رہیے اگر گھر میں کچھ اونچ نیچ ہو جائے تو میں آپ کے لیے سہارا بنوں گی ۔''

''تو پھر میں بتھ کا معاملہ تم ہی پر چھوڑتی ہوں اور وہ اپنا ننھا سا دل تمہارے سامنے جس قدر جلد ہوگا کھول کر رکھ دے گی ۔ اتنی عجلت سے کسی اور کو اپنا بھید نہ بتائے گی ۔''

بیگم مارچ : ''بھید معلوم کرنے کے لیے بہت نرمی کے ساتھ پیش آنا اور یہ شبہ نہ آنے دینا کہ تم یا کوئی اور اس کے افعال کا نگران ہے ۔ ورنہ وہ بتاتی بھی ہوگی تو نہ بتائے گی ۔ اگر وہ دوبارہ خوش و خرم رہنے لگے تو میرے دل میں کوئی ارمان باقی نہ رہے گا ۔''

جو : ''میرے دل میں تو ابھی ہزاروں ارمان ہیں ۔''

بیگم مارچ : ''وہ کیا ہیں ؟''

جو : ''پہلے بتھ کے دکھ درد کا علاج کر لوں پھر آپ سے

Taj Tahir Foundation

اپنے دکھ بیان کروں گی - میرے دکھ تشویش انگیز نہیں اس لیے ان کے علاج کی بھی جلدی نہیں ہے -'' یہ کہہ کر جو سر کو جنبش دینے کے بعد سینے میں مصروف ہو گئی اور ماں کو جو کی باتوں سے اطمینان ہوگیا -

جو بظاہر اپنے کاموں میں مصروف رہتی ، لیکن بتھ کی حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھتی - اس دوران میں مختلف قیاس قائم کرتی اور ان کا رد بھی ہو جاتا - آخرکار وہ بات معلوم ہو ہی گئی جو بتھ کے بدل جانے کا سبب تھی اور ایک معمولی واقعے سے اس بھید کا سراغ مل گیا - باقی جزئیات جو کے دل و دماغ اور تصورات نے مل جل کر حل کر دیے -

ہوا یہ کہ ایک روز ہفتہ کے دن سہ پہر کے وقت جو اور بتھ یک جا تھیں اور جو ایسا ظاہر کر رہی تھی جیسے بڑے انہماک سے لکھ رہی ہے ، لیکن نظر بہن پر تھی ، جو غیر معمولی طور پر چپ چپ تھی - بتھ کھڑکی کے آگے بیٹھی تھی - وہ اکثر کشیدہ کاری کا کام گود میں رکھ کر مایوسی کی حالت میں سر ہاتھ پر ٹکا کر اور دم لے لے کر انجام دیتی - اس کی آنکھیں متجسسانہ سرمائی منظر کا جائزہ لیتیں - اچانک کوئی نیچے سے سیٹی بجاتا ہوا گزرا ، پھر آواز آئی : ''میدان صاف - آج رات کو -''

بتھ چونک کر آگے جھکی مسکرائی اور سر ہلایا اور جانے والے کو دیکھتی رہی ، یہاں تک کہ اس کے تیز قدموں کی آواز آنی بند ہوگئی - اس نے منہ ہی منہ میں آہستہ سے کہا : ''کیا طاقت ور ، خوش نما اور بھلا لگتا ہے -''

جو نے بہن کے چہرے پر نظریں گاڑے ہوئے کہا : ''ہوں -'' کیوں کہ اچانک اس کے چہرے پر جس طرح رونق آئی تھی اسی طرح غائب ہوگئی اور ہونٹوں کی مسکراہٹ بھی جاتی رہی اور جلد ہی کھڑکی کے پشتے پر ایک آنسو چمکتا نظر آنے لگا - بتھ نے اسے جلدی سے پونچھ ڈالا اور تشویش کے انداز میں جو کی

Taj Tahir Foundation

طرف دیکھا ، لیکن وہ تو جیسے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ (اولمپیا کی قسم) لکھنے میں مصروف تھی۔ جونہی بتھ نے پیٹھ پھیری جو نے ایک بار پھر اس کی نگرانی شروع کر دی اور بتھ کو کئی بار رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے دیکھا اور چہرے پر غم کے آثار دیکھ کر جو کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ پھر جو اس خوف سے کہ کہیں راز نہ کھل جائے وہاں سے یہ کہتی ہوئی کھسک آئی کہ کاغذ تو ختم ہوگئے ، اب کس پر لکھوں ، اور لے آؤں۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور بولی:

''خدا رحم کرے ! بتھ لاری سے محبت کرتی ہے۔ اس انکشاف سے اس کے دل پر ایک دھاکا بیٹھ گیا اور چہرہ پیلا پڑ گیا۔ جو کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کہ بتھ لاری پر فریفتہ ہو جائے گی ، پھر امی کیا کہیں گی اگر ـــــ'' وہ کہتے کہتے رک گئی اور کسی اچانک خیال سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

''اگر اس نے محبت نہ کی تو کیا ہوگا ؟ اسے ضرور کرنی پڑے گی۔ میں اسے مجبور کر دوں گی۔'' پھر اس نے دیوار پر لگی ہوئی لاری کی تصویر کی طرف دھمکی کے انداز سے سر ہلا کر دیکھا :

''ارے بابا ہم تو انتقامی فضا میں بڑھ رہے ہیں۔ میگ کی شادی ہو گئی۔ ایمی پیرس میں بیٹھی نقش و نگار بنا رہی ہے اور بتھ عشق میں مبتلا ہو چکی ہے۔ ایک میں ہی ایسی سمجھ دار نکلی ہوں کہ ان جھگڑوں ٹنٹوں سے الگ تھلگ ہوں۔'' پھر جو نے تصویر پر نظر جمائے ہوئے ایک منٹ تک سوچا۔ اس کی پیشانی کی شکنیں مٹ گئیں اور اس نے فیصلہ کن انداز سے سر ہلاتے ہوئے کہا : ''بس جناب معاف کیجیے ، آپ تو بہت ہی دل پھینک واقع ہوئے ہیں ، مگر مرغ بادنما کی طرح جدھر کی ہوا ہوتی ہے اُدھر پھر جاتے ہیں ، اس لیے آپ کو مؤثر رقعہ لکھنے اور دل برمانے والے انداز سے مسکرانے کی ضرورت نہیں۔ اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور مجھے یہ باتیں چاہئیں بھی نہیں۔ پھر وہ ایک آہ کھینچ کر کسی

Taj Tahir Foundation

گہرے خیال میں ڈوب گئی اور شام تک ڈوبی رہی۔ بعد ازاں سرشام ہی بتھ اور لاری کے نظارے کے لیے وہ اسی کمرے میں آ گئی جہاں بتھ کی نشست تھی۔ یہاں لاری کو دیکھ کر اس نے اپنے شبہے کی تصدیق کر لی۔

گو لاری ایمی سے چھیڑ چھاڑ اور جو سے مذاق کرتا رہا تھا، مگر بتھ سے بہت نرمی اور مہربانی سے پیش آتا تھا، چونکہ بتھ کے ساتھ خاندان کے ہر شخص کا سلوک ایسا ہی تھا، اس لیے کسی کو خیال تک نہ گزرا کہ وہ اوروں سے زیادہ اس کی طرف متوجہ کیوں ہے، بلکہ کچھ دن سے خاندان میں یہ سمجھا جا رہا تھا کہ لاری جو پر مائل ہوتا جا رہا ہے، مگر جو اس معاملے میں بڑی سخت تھی۔ جہاں کسی نے اس قسم کا کوئی ذکر چھیڑا اور اس نے ڈانٹا۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ پچھلے سال کیسے کیسے نرم طریقوں سے محبت جتانے کی کوشش کی گئی اور ان کوششوں کو فوراً ہی رد کر دیا گیا تو وہ یہ کہہ کر دل کو تسلی دیتے کہ ''دیکھا ہم نے کیا کہا تھا۔'' مگر جو کو عشق بازی سے نفرت تھی، وہ یہ خطرہ کیسے مول لیتی۔ جہاں یہ بات سامنے آتی وہ فوراً مذاق میں ٹال دیتی یا تیوری میں شکن ڈال کر ہمت شکنی کر دیتی۔ جب لاری نیا نیا کالج میں داخل ہوا تھا تو وہ تقریباً ہر ماہ ایک معاشقہ کرتا تھا۔ گو اس معاشقے کی مدت بہت مختصر ہوتی تھی، لیکن جو کو خلاف معمول کوفت کی بجائے اس میں ایک لطف محسوس ہوتا تھا۔ ان ایام میں لاری اور جو ہفتہ وار کانفرنسیں کیا کرتے تھے۔ ان کانفرنسوں میں امیدوں، مایوسیوں اور بے چارگیوں کی گونا گوں حالتوں کا اظہار راز دارانہ طور پر جو کو بتایا جاتا تھا اور وہ گہری دل چسپی سے سنا کرتی تھی۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ لاری نے ہرجائی پن چھوڑ کر صرف ایک کا ہو جانے کا خیال ظاہر کیا اور اس پر گاہ بگاہ بائرن

Taj Tahir Foundation

شاعر جیسی اداسی کے دورے پڑنے لگے ۔ اس نے محبت کا ذکر ہی زبان پر لانا چھوڑ دیا اور جو کو فلسفیانہ رقعے لکھنے لگا اور پڑھائی میں لگ گیا ۔ وہ یہ بھی ظاہر کرنے لگا کہ بڑی شان سے ڈگری پر ڈگری لینے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ پہلی حرکتوں سے جن میں آنکھوں کے معنی خیز اشارے اور ہاتھ کے ملائم دباؤ تک شامل تھے ، جو کو یہ صورت حال زیادہ پسند آئی ، کیوں کہ اس کا ذہن دل سے پہلے پختہ ہوگیا تھا اور وہ خیالی ہیرو کو حقیقی ہیرو پر ترجیح دیتی تھی ۔ وہ اکثر خیالی ہیروؤں سے جب اُکتا جاتی تھی تو باورچی خانے کے ٹین کی چھت میں انھیں بند کر دیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ دوبارہ ضرورت نہ پڑ جائے۔

حالات کا یہ نقشہ تھا جب انکشاف محبت سامنے آیا ۔ جو نے اس رات لاری کو کچھ اس طرح دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ یعنی بتھ بہت پرسکون تھی اور لاری اس کے ساتھ بہت مہر و محبت سے پیش آ رہا تھا ۔ اگر انکشاف محبت نہ ہوتا تو یہ معمول کے مطابق معمولی بات ہوتی ، مگر اب یہ ایک اہم چیز تھی جو کے لیے ۔ سوجھ بوجھ تو مدت سے رومانی قصے لکھتے لکھتے کمزور پڑ چکی تھی ، اس لیے اس کا رہوار خیال بے لگام ہو کر دوڑ رہا تھا ۔ بتھ حسب معمول صوفے پر دراز تھی اور لاری قریب ہی نیچے ایک کرسی پر بیٹھا ادھر اُدھر کی باتیں سنا کر محظوظ کر رہا تھا ۔ بتھ ہفتے واری داستان بڑے مزے سے سنا کرتی تھی اور لاری اسے کبھی مایوس نہ ہونے دیتا تھا ، لیکن اس شام جو کو ایسا معلوم ہوا جیسے بتھ کی آنکھیں ایک عجیب مسرت کے عالم میں زندہ دل لاری کے چہرے پر ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ کسی ہیجان خیز کرکٹ میچ کا حال بڑی دل چسپی کے ساتھ سن رہی ہے ۔ کرکٹ کی خاص اصطلاحیں جو کی سمجھ میں نہ آئیں ، کیوں کہ جو کرکٹ سے قطعی ناآشنا تھی ۔ جو نے دیکھا کہ لاری کے طور طریق میں نسبتہً لچک ہے ۔ وہ اکثر دھیمی آواز

سے گفتگو کر لیتا تھا اور ہنستا بھی کم تھا اور اس محبت سے بار بار بتھ کے پاؤں پر کمبل ڈالتا تھا کہ دیکھنے والے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

جو نے بیتابی سے کمرے میں ادھر اُدھر چکر لگاتے ہوئے سوچا۔ کون جانے کہ کس طرح دلوں کی دنیا دفعتہً پلٹ جاتی ہے۔ آدمی کے عادات و اطوار بدل جاتے ہیں۔ کیا بتھ کی محبت کا اثر لاری کو فرشتہ بنا دے گا۔ ہاں لاری اس پیاری لڑکی کو ضرور خوش رکھے گا۔ بشرطیکہ آپس میں محبت ہو۔ لاری محبت کے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔ اگر کوئی مزاحم نہیں ہوا تو وہ ضرور بتھ سے محبت کرے گا۔

چوں کہ اس وقت جو کے علاوہ سب ہی اس راستے سے ہٹے ہوئے تھے اس لیے جو نے محسوس کیا کہ مجھے بھی برق سرعت کے ساتھ یہاں سے ہٹ جانا چاہیے مگر وہ کہاں جائے۔ چنانچہ بہن کی محبت کو پروان چڑھانے کی بیتابی میں یہ سوچنے بیٹھ گئی کہ اب کیا کرے۔

اب سنیے کہ پرانا صوفہ اپنی لمبائی چوڑائی اور گدوں کی تعداد کے لحاظ سے دس پانچ صوفوں کے برابر تھا۔ گھر کی لڑکیاں بالیاں اس صوفے پر سوتی بھی تھیں اور پھیل کر لیٹ بھی جاتی تھیں۔ اس کی پشت پر مچھلیاں پکڑتی تھیں اور بازوؤں پر سواری کرتی تھیں اور بڑی ہو جانے کے بعد یہ صوفہ تھکن دور کرنے کا ایک مجرب نسخہ بھی تھا۔ یہ صوفہ خوابوں کا جزیرہ بھی تھا اور جوانی کی میٹھی میٹھی باتوں کا راز دار بھی۔ گو یہ میلا ہو گیا تھا لیکن نہ جانے کیوں سب کو اس سے دلی لگاؤ تھا۔ اس کا ایک سرا جو کی پسندیدہ نشست گاہ تھا اس کے بہت سے تکیوں میں ایک تکیہ بہت سخت اور گول تھا۔ اس پر چبھنے والے گھوڑے کے بال منڈھے ہوئے تھے اور دونوں سروں پر ایک گھنڈی دار بٹن لگا ہوا تھا۔ یہ بدنما تکیہ جو کی خاص ملکیت تھا جسے وہ

Taj Tahir Foundation

بطور اسلحۂ تحفظ ، اور نیند سے مقابلہ کرنے کے لیے استعمال کرتی تھی۔
لاری اس تکیے سے بخوبی واقف تھا اور اس سے بہت چڑتا تھا۔ کیوں کہ جن دنوں ان سب کو دھول دھپے کی اجازت ملی ہوئی تھی تو اس تکیے سے لاری کو بے رحمی کے ساتھ پیٹا جاتا تھا اور آج کل اسے صوفے پر جو کے برابر بیٹھنے سے باز رکھنے کی غرض سے استعمال کیا جاتا تھا ۔ اس تکیے کا نام سموسہ پڑ گیا تھا ۔ اگر یہ سموسہ کھڑا ہو تو یہ اس بات کی علامت ہوتا تھا کہ آنے والا صوفے پر آرام کر سکتا ہے لیکن اگر اسے لٹا دیا گیا ہو اور کوئی عورت مرد بچہ اسے جگہ سے ہٹا دے تو بس اس کی شامت ہی آ جاتی تھی ۔ اس شام کو جو اپنے والے سرے کی اس تکیے سے ناکہ بندی کرنی بھول گئی تھی ۔ ابھی اسے بیٹھے پانچ منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ ایک بھاری جسم کا آدمی جو کے برابر اس صوفے پر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں بازو صوفے کی پشت پر پھیلا کر اپنی ٹانگیں بھی پھیلا دیں ۔ یہ لاری تھا ۔ بولا : ''آج محنت وصول ہو گئی ۔ جو نے زور سے تکیہ صوفے پر دے مارا اور کہا : ''بیہودہ باتیں نہیں چاہئیں ۔'' لیکن لاری نے جھٹ کھسک کر جگہ پر کر دی اب تکیے کی گنجائش ہی نہیں تھی اور تکیہ فرش پر گر کر بڑے پر اسرار طریقے سے غائب ہو گیا ۔

لاری بولا : دیکھو جو! اتنا نہ ستاؤ ۔ ہفتہ بھر کتابوں میں سر کھپانے کے بعد آدمی کو ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی اس سے ہنسے بولے ۔

''بتھ ہنسے بولے گی '' جو نے ذرا ترش لہجہ میں جواب دیا۔

لاری نے کہا تمہیں اس جھنجھٹ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ۔ البتہ تمہیں اس قسم کی باتیں پسند ہیں بشرطیکہ تم اب بدل نہ گئی ہو ۔ کیا تمہیں اس لڑکے سے نفرت ہو گئی ہے جو تمہارا ہے اور تم اس کو تکیوں کا نشانہ بنانا چاہتی ہو ۔

یہ سادہ دلی کی عذر خواہی نہ تھی بلکہ اس میں خوشامد کا

Taj Tahir Foundation

پہلو تھا - جو یہ سن کر اس پر پلٹ پڑی اور پوچھا : اس ہفتے تم نے مس رینڈل کو کتنے گلدستے بھیجے ؟

''ایک بھی نہیں ، چاہے جیسی قسم لے لو - اس کی تو منگنی ہو گئی ہے ، اب بولو ؟'' لاری نے کہا :

جو بولی : مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی - جن لڑکیوں کی تمہیں ذرا بھی پروا نہ ہو انہیں پھول اور تحفے بھیجنا احمقانہ فضول خرچیوں میں شامل ہے -

لاری : کروں کیا ، جن سمجھ دار لڑکیوں کی پروا کرتا ہوں وہ پھول اور تحفے بھیجنے کی اجازت نہیں دیتیں - اس لیے مجبوراً مجھے اور طرف رخ کرنا پڑتا ہے - آخر دل کی بھڑاس تو نکالنی ضروری ہے -

جو : بات یہ ہے ٹیڈی کہ امی جان کو چھیڑ چھاڑ ایک آنکھ نہیں بھاتی اور تم اس کے عادی ہو -

لاری : کاش میں جواب میں کہہ سکتا کہ تم بھی اس کی عادی ہو - ہاں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس مزے دار کھیل میں مجھے کوئی برائی نظر نہیں آتی - بشرطیکہ سب فریق اسے کھیل ہی سمجھیں -

جو : ہاں مزے دار تو معلوم ہوتا ہے لیکن میں اس کھیل کا طریقہ قیامت تک نہیں سیکھ سکتی - یہ سچ ہے جن لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو جب وہ سب ایک کام کر رہے ہوں تو اپنا اناڑی بنا رہنا کھلتا ہے لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میں اس کھیل میں چلتی نظر نہیں آتی -

لاری : ایمی سے سیکھ لو وہ اس کی خاص قابلیت رکھتی ہے -

جو : ہاں وہ یہ کھیل کھیل سکتی ہے مگر حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتی - بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کسی مرض کی دوا نہیں ہوتے - ان کی ہر بات اور ہر کام غلط ہی ہوتا ہے میں ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں -

Taj Tahir Foundation

لاری : مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم چھیڑ چھاڑ نہیں کر سکتیں ۔ ایسی سمجھ دار اور صاف گو لڑکی کو دیکھ کر بڑی فرحت ہوتی ہے جو خود کو احمق بنائے بغیر زندہ دلی اور لطف و کرم دکھا سکے ۔ جو! یہ بات اپنے ہی تک رکھنا کہ میری جان پہچان کی لڑکیوں میں سے بعض تو اس قدر جلد بے تکلف ہو جاتی ہیں کہ مجھے ان کا خیال کرکے شرم محسوس ہونے لگتی ہے ۔ ان کی نیت بری نہیں ہوتی لیکن جب انھیں معلوم ہو جائے کہ ہم لڑکے ان کا ذکر کن الفاظ میں کرتے ہیں تو میرا خیال ہے وہ اپنے طور طریق ضرور بدل دیں ۔

جو : ہاں وہ یہی کرتی ہیں چوں کہ ان کی زبانیں قینچی کی طرح چلتی ہیں ، اس لیے وہ بری ہیں ۔ لیکن تم بھی ان سے کم نہیں ہو ۔ اگر تم مناسب طریقے سے پیش آؤ تو وہ بھی سیدھی رہیں ، لیکن جب تم ان کی بیہودگیوں کو پسند کرتے ہو تو وہ تمھیں خوش کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ بیہودہ بننے کی کوشش کرتی ہیں ۔ پھر کس مزے سے تم ان کو قصور دار ٹھہراتے ہو ۔

لاری : ہاں محترمہ ۔ آپ کو تو اس بارے میں بہت کچھ معلوم ہے ۔ ہم لڑکے چھیڑ چھاڑ اور دھول دھپا کرنے والی لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے ۔ اگرچہ بعض دفعہ ہمارے رویے سے لڑکیاں دھوکا کھا جاتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ چھیڑ خانی اور دھول دھپکا ہمارا شیوہ ہے ۔ خوب صورت اور شرمیلی لڑکیوں کا ذکر اول تو لڑکوں میں ہوتا ہی بہت کم ہے ، لیکن جب ہوتا ہے تو بڑے ادب و احترام کے ساتھ ۔ تمھاری معصوم روح کی قسم اگر تم میری جگہ ہوتیں اور لڑکیوں کو دیکھتیں جو میں دیکھ رہا ہوں تو حیران و ششدر رہ جاتیں ۔ جب کبھی میں ایسی اول جلول لڑکی کو دیکھتا ہوں تو اپنے دوست کوک رابن کی طرح یہ پکار اٹھتا ہوں کہ

اے بے غیرت لڑکی!

Taj Tahir Foundation

لعنت تجھ پر ۔ پھٹکار ہو تجھ پر ۔

لاری کی حالت اس وقت عجب گو مگو میں تھی نہ وہ کھل کر عورت ذات میں کیڑے ڈال رہا تھا نہ ان کی تعریف میں قصیدہ خوانی کر رہا تھا ۔ جو اس بات سے بھی واقف تھی کہ اکثر مائیں اسے اعلیٰ قسم کا داماد خیال کرتی تھیں اور ان کی بیٹیاں اپنی دل فریب مسکراہٹوں سے اسے مسخر کرنے کی فکر میں رہتی تھیں ۔ بلکہ ہر سن و سال کی عورتوں نے تعریفیں کر کرکے اس کا دماغ چوتھے آسمان پر پہنچا دیا تھا ۔ چنانچہ اسے اندیشہ تھا کہ لوگ اس کا مزاج بگاڑ دیں گے مگر یہ معلوم ہو کر اسے یک گونہ فرحت ہوئی کہ وہ ابھی تک شرمیلی لڑکیوں کو پسند کرتا ہے ۔ تاہم اس نے پہلے کی طرح ناصحانہ لہجہ اختیار کرکے نیچی آواز سے کہا : ''ٹیڈی ! اگر تم دل کی بھڑاس نکالے بغیر نہیں رہ سکتے تو جاؤ کسی خوب صورت شرمیلی لڑکی کے ہو جاؤ ، جس کا تمھارے دل میں احترام ہو اور اس طرح احمق لڑکیوں کے چکر میں پڑ کر وقت ضائع نہ کرو ۔

لاری : (تمسخر اور تشویش انگیز کیفیات کو اپنی آنکھوں میں سموتے ہوتے) کیا سچ مچ تم یہی صلاح دیتی ہو ۔

جو : ہاں میری تو صلاح یہی ہے لیکن تمھیں تعلیم پوری کرکے برسر روزگار ہونے تک ٹھہرنا چاہیے ۔ تم ابھی اس قابل نہیں ہوئے ہو کہ ـــــ اس کی زبان پر شرمیلی لڑکی کا نام آتے آتے رہ گیا اور اس نے فوراً بات پلٹتے ہوئے کہا :

''خیر وہ شرمیلی لڑکی کوئی بھی ہو ، تم پہلے خود کو اس قابل تو بنا لو ۔'' یہ کہہ کر جو بھی اس کی طرح سٹپٹا گئی ۔

لاری نے ایک ایسے انکسار کے ساتھ جس کا اظہار اس کی زبان سے انوکھا معلوم ہو رہا تھا کہا : ''ہاں میں ابھی اس قابل تو نہیں ہوں'' اور نظریں جھکا کر بے خیالی میں جو کے لباس پوش کی جھالر انگلی پر لپیٹنے لگا ۔ یہ رنگ دیکھ کر جو نے دل میں

Taj Tahir Foundation

سوچا ۔ پناہ بخدا ! یوں تو کام نہیں چلے گا پھر ذرا بلند آواز سے کہا : اٹھو گانا سناؤ ۔ مجھے تمھارا گانا بہت پسند ہے

لاری : نہیں ، ہم تو یہیں بیٹھنا پسند کرتے ہیں ۔

جو : تم یہاں نہیں بیٹھ سکتے جگہ ہی نہیں ہے بس اٹھو کچھ کام کرو ۔ میرا خیال تھا تم عورت کے لباس پوش سے بندھے رہنے سے نفرت کرتے ہو ۔

جو نے وہی الفاظ دہرا دیے جو کبھی پہلے لاری باغیانہ انداز سے کہہ چکا تھا ۔

لاری نے کہا اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ لباس پوش کس عورت کا ہے یہ کہہ کر جھالر کو پکڑ کر جھٹکا دیا ۔ اب جاتے ہو یا نہیں ۔ یہ کہہ کر جو نے تکیہ مارنے کے لیے ڈبکی لگائی ۔ وہ فوراً اٹھ کر بھاگا اور گانا شروع کر دیا ۔

تو جو وہاں سے کھسک گئی اور جب تک لاری خفگی کی حالت میں وہاں سے چلا نہ گیا دوبارہ کمرے میں قدم نہ رکھا ۔

اس رات جو جاگتی رہی اور صبح ہوتے جب اس کی آنکھ لگنے کو تھی ، ٹھیک اس وقت بتھ کی دبی دبی سبکی کی آواز سن کر وہ دوڑی ہوئی آئی اور شفقت سے پوچھنے لگی ”کیا ہوا پیاری بہن ؟“

بتھ: (ایک سبکی لے کر) میں تو سمجھی تھی تم سو رہی ہو ۔

جو : کیا وہی پرانی تکلیف ہے ؟

بتھ : نہیں ۔ ایک نئی تکلیف ہے مگر میں اسے برداشت کر سکتی ہوں ۔

جو : مجھے بتاؤ کیا تکلیف ہے ۔ میں پہلی تکلیف کی طرح اس کا بھی علاج معالجہ کروں گی ۔

بتھ : تم اس کا علاج نہیں کر سکتیں کیوں کہ یہ لا علاج ہے ۔ یہ کہتے کہتے بتھ کی آواز میں گریہ و زاری آ گئی اور وہ بہن سے لپٹ کر خوب روئی ۔

جو : تکلیف کہاں ہے ؟ منہ سے تو کچھ کہو ۔ کیا امی

Taj Tahir Foundation

کو بلاؤں ؟

بتھ نے سوال کے پہلے حصے کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن اندھیرے میں اس کا ایک ہاتھ غیر ارادی طور پر دل کے قریب پہنچا - جیسے کہہ رہی ہو یہاں تکلیف ہے اور دوسرے ہاتھ سے اس نے جو کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لائی اور چپکے چپکے کہا : نہیں نہیں - امی کو نہ بلانا - ان سے تو کچھ کہنا بھی نہیں ، میں جلد اچھی ہو جاؤں گی - بس تم میرے پاس لیٹ کر میرا سر سہلا دو - مجھے چین پڑ جائے گا اور نیند آ جائے گی -

جو نے اس کا کہنا کر دیا - اس کا دل بھرا ہوا تھا وہ اگرچہ خود بھی کم عمر تھی مگر یہ بھید جانتی تھی کہ دل پھول کی طرح منہ بند بھی ہوتا ہے اور کھلا ہوا بھی - سختی سے مسلا بھی جاتا ہے اور نرمی سے شگفتہ بھی ہوتا ہے - اس کو بتھ کی نئی تکلیف کا سبب بخوبی معلوم تھا - تاہم اس نے نرمی سے پوچھا : ''پیاری بہن ! تمہیں کس بات کی تکلیف ہے ؟''

ہے تو سہی - بتھ نے ایک طویل سکوت کے بعد جواب دیا - کیا مجھے بتانے سے تمہیں راحت محسوس نہیں ہوگی - جو نے پوچھا -

بتا دوں گی مگر اس وقت نہیں - بتھ نے کراہتے ہوئے کہا -

''تو پھر میں نہیں پوچھوں گی - لیکن بتھ ! یہ بات تم یاد رکھنا کہ امی جان اور میں ہر وقت تمہارا دکھ درد سننے اور بانٹنے کے لیے تیار ملیں گی -''

بتھ نے کہا : یہ میں جانتی ہوں پھر کبھی بتا دوں گی -

جو نے پوچھا ''کیا اب تکلیف کم ہو گئی ہے ؟''

ہاں بہت کچھ - ''تم سے بہت آرام ملتا ہے جو !''

اچھا پیاری بہن اب تم سو جاؤ میں تمہارے پاس ہی رہوں گی -

Taj Tahir Foundation

چنانچہ دونوں گلے لگ کر سو گئیں اور صبح ہوئی تو بتھ بالکل تندرست نظر آئی ۔ کیوں کہ اٹھارہ سال کی عمر میں دل و دماغ زیادہ دیر تک مبتلائے درد نہیں رہا کرتے اور پیار کے ایک لفظ سے ساری تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں ۔

جو نے اس انکشاف کے بعد جو کچھ دل میں ٹھانی تھی اس کے متعلق غور و خوض کرتی رہی ۔ آخر ایک روز اس نے یہ بھید ماں پر ظاہر کر دیا ۔

دونوں ماں بیٹیاں پاس پاس بیٹھی تھیں اس وقت وہاں اور کوئی نہ تھا ۔ جو نے کہنا شروع کیا امی جان ! اس روز آپ نے پوچھا تھا کہ میری تمنائیں کیا ہیں ۔ میں نے کہا تھا جلدی کیا ہے بتا دوں گی ۔ آج میں اپنی ایک تمنا آپ پر ظاہر کرتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں جاڑے بھر کے لیے آب و ہوا کی تبدیلی چاہتی ہوں ۔ زیادہ دور نہیں جاؤں گی صرف نیویارک تک ۔

کیوں ؟ ماں نے چونک کر اس کی طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ کوئی ذو معنی بات کہہ رہی ہے ۔

جو نے نظر ملائے بغیر بڑے اطمینان کے ساتھ کہا : آپ گھبرائیں نہیں میں اپنے معاملات پر بہت غور کرتی رہتی ہوں ۔ آخر اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ جوہر قابل بننے کے لیے نئے نئے مشاہدات اور نئی نئی سرگرمیوں سے واسطہ پڑے ۔ اس کے علاوہ علمی تشنگی بہت بڑھ گئی ہے اور یہ پیاس یہاں سے جائے بغیر بجھ نہیں سکتی ۔ بس آپ تین چار مہینے کے لیے چھٹی دے دیں ۔ پر کھولنے کے لیے اڑان کی ضرورت ہے ۔

ماں نے پوچھا اڑان کس طرف ہوگی ۔

جو نے کہا نیویارک کی طرف ۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ مسز کرک نے مجھے لکھا تھا کہ انھیں اپنے بورڈنگ ہاؤس کے لیے ایک نوجوان شریف عورت کی ضرورت ہے جو بچوں کو پڑھانے کے علاوہ سینا پرونا بھی بتائے لیکن میرے لیے ایسی عورت کا

Taj Tahir Foundation

ڈھونڈنا مشکل ہے میں خود ہی اس جگہ کے لیے کیوں نہ اپنے آپ کو پیش کر دوں ۔ غالباً میں موزوں ہی ثابت ہوں گی ۔

بیگم مارچ یہ سن کر ناخوش تو نہیں ہوئیں مگر انھیں تعجب ضرور ہوا ۔ بولیں تم ان کے بورڈنگ ہاؤس میں ملازمت کرو گی ؟

جو نے کہا یہ ملازمت نہیں ہوگی ۔ مسز کرک آپ کی دوست ہیں اور بڑی نرم دل خاتون ہیں ۔ میں جانتی ہوں کہ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ خوش رکھیں گی ۔ پھر ان کا خاندان سب سے علیحدہ رہتا ہے اور وہاں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا لیکن کوئی جانتا بھی ہو تو کیا پروا ہے ۔ میں جائز کام کروں گی پھر شرم کاہے کی ۔

بیگم مارچ : تمھارے تصنیف و تالیف کے کام کا کیا بنے گا ؟

جو : اس تبدیلی سے اس پر کچھ اچھا ہی اثر پڑے گا ۔ نئی نئی باتیں کانوں میں پڑیں گی ، نئے نئے خیالات پیدا ہوں گے ۔ نئے نئے مشاہدات سے اس فن کو ترقی ہی ہوگی ۔ بالفرض وہاں لکھنے کی مہلت نہ ملی تو فسانہ نگاری کا یہ مواد تو گھر لے ہی آؤں گی ۔

بیگم مارچ : درست ۔ لیکن کیا ان ہی وجوہ سے اچانک یہ خیال آ گیا ۔

جو : نہیں امی ۔

بیگم مارچ : کیا میں دیگر وجوہ معلوم کر سکتی ہوں ؟

جو نے بڑبڑا کر ادھر اُدھر دیکھا ۔ پھر آہستہ سے بولی : شاید یہ بات غلط ہو ، مگر مجھے اندیشہ ہے کہ لاری میرا بہت زیادہ گرویدہ ہوتا جا رہا ہے ۔'' پھر اس کے گال دفعتہً تمتما اٹھے ۔

بیگم مارچ : (پریشانی سے) تو گویا تمھیں اس سے وہ تعلق نہیں ہے جو لاری نے قائم کرنا شروع کیا ہے ؟

جو : جی نہیں ۔ مجھے اس سے پہلے کی طرح اُنسیت ہے اور

Taj Tahir Foundation

میں اس پر ناز بھی کرتی ہوں ، لیکن اس محبت سے زیادہ تعلق کا سوال پیدا نہیں ہوتا ۔

بیگم مارچ : میں یہ سن کر بہت خوش ہوئی ہوں جو !

جو : کیوں امی ؟ اس میں خوشی کی کیا بات ہے ؟

بیگم مارچ : میری رائے میں لاری اور تم آپس میں موزوں نہیں ہو ۔ البتہ دوستوں کی حیثیت سے تمھاری خوب نبھتی ہے ۔ یعنی بار بار لڑائی کے بعد جلد ملاپ بھی ہو جاتا ہے ، لیکن تم میاں بیوی بن کر خوش نہ رہ سکو گے ۔ تم دونوں کا مزاج بالکل ایک سا ہے ۔ دونوں آزاد مشرب ، خود پسند اور گرم مزاج واقع ہوئے ہو اور میاں بیوی کے رشتے میں تحمل ، درگزر نیز محبت و انسیت کی ضرورت ہوتی ہے ۔

جو : یہی بات میرے دل میں تھی مگر اس کا اظہار نہ کر سکتی تھی ۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ اس نے یہ تعلق ابھی قائم کرنا شروع کیا ہے ۔ مجھے اس کا افسوس رہے گا کہ میں نے اس کے دل کو ناشاد کیا ۔ تاہم جب مجھے وہ تعلق نہیں ہے جو لاری پیدا کرنا چاہتا ہے تو میں صرف احسان مندی کے طور پر تو اس کی محبت میں مبتلا نہیں ہو سکتی ۔

تمھیں اس بات کا پختہ یقین ہے کہ وہ تمھارے بارے میں ایسا خیال رکھتا ہے ؟ بیگم مارچ نے زور دے کر پوچھا ۔

جواب دیتے وقت جو کے گال اور بھی سرخ ہو گئے اور اکثر شرمیلی لڑکیوں کی اس قسم کے سوالوں کے موقعوں پر یہی حالت ہو جاتی ہے ۔

جو : ہاں امی ۔ وہ ایسا خیال رکھتا ہے گو اس نے ابھی تک زبان سے کچھ نہیں کہا ہے ، لیکن اس کی نظریں سب کچھ کہہ چکی ہیں ۔ میرا خیال ہے کہ اس معاملے کی کوئی شکل اختیار کرنے سے پہلے یہاں سے چلی ہی جاؤں ۔

بیگم مارچ : میری بھی یہی رائے ہے اگر جانے کا کوئی

Taj Tahir Foundation

بندوبست ہو جائے تو بے شک تم چلی جاؤ ۔

جو : (تسلی ہو جانے کے بعد مسکراتے ہوئے) اگر مسز موفاٹ کو پتا چلے تو وہ آپ کی کم انتظامی پر کیسا تعجب کرے اور اسے یہ سوچ کر کتنی خوشی ہو کہ اینی اب بھی توقع باندھ سکتی ہے ۔

بیگم مارچ : ''ارے جو ! ماؤں کے انتظامات الگ الگ قسم کے ہو سکتے ہیں ، لیکن ان سب کی توقعات ایک سی ہوتی ہیں ۔ سب مائیں اپنی اولاد کو ہنسی خوشی دیکھنا چاہتی ہیں ۔ میگ کی زندگی خوش آئند ہے ۔ اس کی طرف سے مطمئن ہوں اور تمہیں اپنی آزادی سے لطف لینے کے لیے اس وقت تک کھلا چھوڑ رکھا ہے ، جب تک تم خود اس سے اُکتا نہ جاؤ ۔ آزادی کے آخری دور پر پہنچنے کے بعد ہی تمہیں معلوم ہوگا کہ ایک چیز آزادی سے بھی زیادہ شیریں ہے اور وہ شادی کا بندھن ہے ۔ اب تو مجھے بس ایک ایمی کی فکر ہے ، لیکن یہ اطمینان ہے کہ اس کی سوجھ بوجھ اسے صحیح راستے سے نہیں ہٹائے گی ۔ رہی بتھ اس کے لیے ہر وقت دست بدعا ہوں کہ وہ شفا پائے ۔ ہاں یہ تو بتاؤ تم نے اس سے چپ چپ رہنے کا بھید بھی معلوم کیا یا نہیں ۔ دو ایک دن سے مجھے اس کے چہرے پر بشاشت کے آثار دکھائی دیتے ہیں ۔''

جو : جی ہاں کی تھی ۔ کہتی تھی کچھ تکلیف ہے اور یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ پھر کسی دن بتائے گی ۔ میں نے آگے کچھ نہیں کہا ، کیوں کہ میں جانتی تھی وہ جس تکلیف میں ہے ۔ اس کے بعد جو نے سارا ماجرا اول سے آخر تک سنا دیا ، جو بتھ کے ساتھ گزرا تھا ۔

بیگم مارچ نے سر ہلایا اور اس معاملے کو معاشقہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوئیں ، بلکہ وہ یہی کہتی رہیں کہ اس معاملے کی حیثیت چھیڑ چھاڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی اور جو کے بارے میں پھر کر انھوں نے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ تم کچھ عرصہ کے لیے یہاں

Taj Tahir Foundation

سے چلی جاؤ۔

جو نے کہا جب تک معاملہ پک کر تیار نہ ہو جائے، ہمیں اس کے بارے میں لاری کو کچھ نہ بتانا چاہیے، پھر اس سے پہلے کہ وہ ہوش میں آئے اور رو دھو کر کوئی سوانگ رچائے میں فرار ہو جاؤں گی۔ بتھ کے دل میں بھی یہی بٹھانی چاہیے کہ میں تفریح کی غرض سے جا رہی ہوں۔ میں اس سے لاری کے بارے میں بات نہیں کر سکتی، لیکن میرے چلے جانے کے بعد وہ اسے تھپک تھپکا کر اور تسلی دلاسا دے کر اس کے سر سے محبت کا بھوت اتار سکتی ہے۔ لاری اس قسم کی آزمائشوں سے اتنی مرتبہ گزر چکا ہے کہ وہ ان کا عادی بن گیا ہے، اس لیے وہ بہت جلد عشق کی بے کسی پر رو دھو کر ٹھیک ہو جائے گا۔

جو کی گفتگو معقول تھی اور امید سے بھرپور، لیکن اسے یہ اندیشہ بھی ستا رہا تھا کہ لاری کے لیے یہ آزمائش بہت ہی کڑی ثابت ہوگی اور وہ پہلے کی طرح صبر کر کے چپکا نہ بیٹھا رہے گا۔ خاندان کے سب افراد کی ایک مجلس مشاورت میں اس منصوبے پر طویل بحث و مباحثے کے بعد اتفاق رائے سے جو کا جانا پاس ہوگیا۔ ادھر مسز کرک نے جو کو بلانے پر رضا مندی ظاہر کر دی اور جو کو اچھی طرح رکھنے کا وعدہ کیا۔ بچوں کو پڑھانے کا معاوضہ بھی طے ہوگیا۔ اب ٹھہرا یہ کہ جو اس معاوضے سے اپنے خرچ اخراجات چلائے گی اور کسی کی دست نگر نہ رہے گی اور اس کام کے انجام دینے کے بعد جتنا وقت بچے گا اس میں تصنیف و تالیف کا نفع بخش مشغلہ جاری رہے گا۔ نئے نئے لوگوں کے ساتھ میل جول بڑھے گا اور ان کے جدید خیالات سے استفادے کا موقع ملے گا۔ جو کو آئندہ حالات کا نقشہ ایسا بھایا کہ بس اسے جانے کی بے صبری لگ گئی۔ چاہتی تھی کہ کسی طرح پر لگ جائیں اور اڑ کر جا پہنچوں۔ اپنے گھر کا آشیانہ اس کی بے چین اور بلانوش طبیعت پر تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا تھا، مگر خلاف امید لاری نے جو

Taj Tahir Foundation

کا یہ سفری ارادہ معلوم ہو جانے کے بعد کسی بے چینی کا اظہار نہیں کیا بلکہ وہ معمول سے زیادہ بردبار اور بشاش نظر آ رہا تھا۔ جب ہنسی ہنسی میں اس سے کہا گیا کہ وہ کوئی نیا ورق الٹ رہا ہے تو اس نے سنجیدگی سے جواب دیا کہ ہاں واقعی نیا ورق الٹ رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اب کے یہ ورق الٹا ہی رہے۔

جو کو یہ دیکھ کر اطمینان ہوگیا کہ ٹھیک اس وقت جب وہ روانہ ہو رہی ہے لاری پر زہد و اتقا کا دورہ پڑ رہا ہے۔ جو خوشی خوشی اپنا سامان باندھنے لگی اور اپنے دل کو یہی یقین دلاتی رہی کہ وہ جو کچھ کر رہی ہے، اس میں سب کی بھلائی ہے۔

بتھ زیادہ بشاش نظر آ رہی تھی۔ روانگی سے قبل رات کو اس نے بتھ سے کہا۔ میں ایک چیز خاص طور پر تمہاری تحویل میں چھوڑے جا رہی ہوں۔

کیا تمہاری مراد اپنے مسودات سے ہے؟ بتھ نے پوچھا۔

''نہیں۔ میری مراد اس لڑکے سے ہے جو میرا ہے۔ اس سے اچھی طرح پیش آنا۔ کچھ سمجھیں۔'' بتھ نے کہا۔

بتھ بولی: ''تم اس طرف سے خاطر جمع رکھو۔ میں تمہاری جگہ نہیں لے سکتی۔ ہاں وہ تمہیں یاد بہت کرے گا۔''

جو نے کہا: ''مگر اس یاد آوری سے اس کو کچھ دکھ نہیں ہوگا۔ البتہ یہ بات یاد رکھنا کہ میں اسے تمہارے حوالے کرکے جا رہی ہوں۔ تم اسے سنبھالے رہو اور پیار چمکار کے ٹھیک رکھو۔

بتھ نے وعدہ کیا کہ میں تمہاری خاطر سے ایسا ہی کروں گی، جیسا کہ تم کہتی ہو، مگر اسے حیرت تھی کہ جو اسے ایسی عجیب نظروں سے کس لیے دیکھ رہی ہے۔

جب لاری نے رخصت کے وقت 'خدا حافظ' کہا تو جو کے کان کے قریب منہ لا کر بولا: ''اس چال سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا جو! میری نظر تمہیں پر ہے، اس لیے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا، ورنہ میں وہاں آ پہنچوں گا اور تم کو گھر لے آؤں گا۔

Taj Tahir Foundation

دسواں باب

جو کی ڈائری

نیویارک - نومبر

ڈیر مارمی اور بتھ !

میں کوئی ایسی امیر نوجوان خاتون تو نہیں ہوں جو براعظم یورپ کی سیر کے لیے گھر سے نکلی ہو، پھر بھی تم لوگوں کو باقاعدگی سے لمبے لمبے خط لکھوں گی ، کیوں کہ مجھے بہت کچھ بتانا ہے - جب والد صاحب آنکھوں سے اوجھل ہوگئے تو جدائی کے خیال سے مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے میرا دل ڈوب رہا ہے - شاید میں رو ہی پڑتی ، لیکن مجھے ایک آئرش خاتون اور اس کے چار بچوں نے جو سب ہی رو رہے تھے ، اپنی طرف متوجہ کر لیا - جب یہ بچے رونے کے لیے منہ کھولتے تو ان کی ماں انھیں ادرک کے بسکٹ کھانے کو دے کر چپ کرا دیتی -

جلد ہی سورج نکل آیا ، اسے نیک شگون سمجھتے ہوئے میری اداسی دور ہوگئی اور میں نے سفر سے دل کھول کر لطف اٹھایا -

مسز کرک نے میرا خیرمقدم کرتے ہوئے ایسی اپنایت دکھائی کہ مجھے ان کا بڑا سا گھر جو اجنبیوں سے بھرا ہوا تھا اپنا گھر معلوم ہونے لگا - انھوں نے مجھے اوپر کی منزل میں جو چھوٹا سا کمرہ خالی تھا رہنے کو دے دیا - اس میں ایک سٹور ہے اور دھوپ کے رخ کھڑکی کے پاس ایک عمدہ میز بچھی ہوئی ہے جہاں بیٹھ کر میں لکھ پڑھ سکتی ہوں - سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے آندھ آ جاتی ہے- لیکن ارد گرد کا منظر بہت اچھا ہے اور مقابل میں ایک گرجا کا چوٹی دار کلس ہے - مجھے اپنی یہ رہائش گاہ پہلی ہی نظر میں پسند آ گئی - نرسری جس میں مجھے پڑھانا اور سینا پرونا ہے ، وہ

Taj Tahir Foundation

مسز کرک کی نجی نشست گاہ سے ملے ہوئے ایک کمرے میں ہے۔ میری دو بھولی بھولی ننھی شاگردیں گو لاڈ سے بگڑ گئی ہیں، مگر مجھ سے 'سات سؤر' کی کہانی سننے کے بعد گھل مل گئی ہیں اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں رہا ہے کہ میں یہاں ایک کامیاب گورنس ثابت ہوں گی۔

مجھ سے کہہ دیا گیا ہے کہ اگر بڑی میز پر سب کے ساتھ کھانا پسند نہ کروں تو بچوں کے ساتھ کھا سکتی ہوں، چنانچہ میں نے فی الحال یہی تجویز پسند کی ہے۔ شاید آپ یقین نہ کریں، لیکن مجھے سب کے ساتھ میز پر بیٹھتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی ہے۔

مسز کرک نے مادرانہ شفقت کے ساتھ کہا 'بچی! مجھے امید ہے تم اسے اپنا گھر سمجھو گی۔ مجھ سے بھی جہاں تک ہو سکے گا تمہارے آرام کا ہمیشہ خیال رکھوں گی۔ تم دیکھتی ہو کہ گھر کی دیکھ بھال میں صبح سے شام تک پھرتے پھرتے میرا تلوا نہیں ٹکتا۔ اگر مجھے بچوں کی طرف سے اطمینان ہو جائے تو میرا بوجھ کچھ ہلکا سا ہو جائے گا۔ تم جب چاہو میرے پاس آ سکتی ہو اور جس بات میں چاہو مجھ سے مشورہ لے سکتی ہو۔ شام کو تمہارا وقت خالی ہوا کرے گا۔ گھر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن سے مل کر تم خوش ہوگی۔ اے لو چائے کی گھنٹی بج رہی ہے اور مجھے ابھی لباس بھی تبدیل کرنا ہے'۔ وہ اتنا کہہ کر چلی گئیں اور میں اپنا کمرہ درست کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد جب میں نیچے جانے لگی تو ایک بات دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اس مکان کی کئی منزلیں ہیں اور زینے بھی بہت لمبے ہیں۔ میں جب نیچے اتر رہی تھی تو راستے میں ایک ملازمہ کوئلوں کی بوری اٹھائے اوپر آ رہی تھی۔ میں اسے راستہ دینے کے لیے رک گئی۔ اتنے میں ایک عجیب وضع قطع کے آدمی نے پیچھے سے آ کر ملازمہ سے یہ کہہ کر بوری لے لی کہ اوہ!

Taj Tahir Foundation

اتنا بوجھ تم کیسے اٹھاؤگی اور خود اوپر پہنچا دی ۔ میں نے جب اس کا ذکر مسز کرک سے کیا تو وہ ہنس کر بولیں کہ وہ غالباً پروفیسر بائر ہوں گے ۔ وہ اسی طرح دوسروں کی مدد کیا کرتے ہیں ۔ مجھے اس وقت ابا جان کا کہنا یاد آ گیا کہ کسی کے کردار کا ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے پتا چلتا ہے ۔

مسز کرک نے یہ بھی بتایا کہ یہ پروفیسر بائر برلن کے رہنے والے ہیں بڑے عالم اور شریف طبیعت آدمی ہیں ۔ ان کی مالی حالت چونکہ اچھی نہیں ، وہ درس و تدریس سے کچھ روپیہ پیدا کر لیتے ہیں ، جس سے وہ اپنا خرچ بھی چلاتے ہیں اور اپنے کم سن یتیم بھتیجوں کو اپنی بہن کی خاطر سے تعلیم دلوا رہے ہیں ۔

ان کی بہن کی کسی امریکن سے شادی ہو چکی ہے۔ مسز کرک بھی ایسی اچھی ہیں کہ انھوں نے پروفیسر اور ان کے شاگردوں کو اپنے کمرے میں بیٹھنے کی اجازت دے رکھی ہے ۔ نرسری اور اس کمرے میں ایک شیشے دار دروازہ ہے ۔ جھانکنے سے سب کچھ نظر آتا ہے ۔ پروفیسر کی عمر چالیس کے لگ بھگ ہے ۔ کسی روز فرصت ہوئی تو دیکھوں گی کہ تعلیم کس ڈھنگ سے دیتے ہیں ۔ میرے خیال میں یوں جھانکنے میں کچھ حرج تو نہیں ۔ کیا خیال ہے تمھارا ؟

چائے سے فارغ ہو کر میں کچھ دیر بچیوں کے ساتھ کھیلتی رہی ۔ پھر انھیں سلا دیا اور اپنے کام کاج میں لگ گئی ۔ شام کا وقت گپ شپ میں گزرا ۔ ہفتہ میں ایک بار میں آپ کو اپنی ڈائری بھیجا کروں گی ۔ خدا حافظ ۔

بروز بدھ ۔ وقت شام

آج صبح مکتب میں وقت بہت مزے سے کٹا ۔ لیکن بچے آخر بچے ہی ہوتے ہیں شرارتوں پر اتر آئے اور ایک موقع پر تو اتنا تنگ کیا کہ جی چاہا ان کی ذرا ٹھکائی کر دوں ۔ لیکن شکر ہے

Taj Tahir Foundation

اس کی نوبت نہیں آئی ۔ میں نے انھیں جمناسٹک شروع کرا دی ۔ بچے خوش ہو گئے اور پھر کوئی شرارت نہیں کی ۔ لنچ کے بعد ملازمہ انھیں ٹہلانے لے گئی اور میں نے خوشی خوشی سلائی کا کام سنبھال لیا ۔ مجھے کاج اچھے بنانے آ گئے ہیں چنانچہ میں اپنی اس کامیابی پر دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ اتنے میں نشست گاہ کا دروازہ کھلا پھر بند ہوا اور کسی نے گنگنانا شروع کیا ۔

ع اے میرے پیارے وطن

گو یہ مناسب تو نہ تھا تاہم میں جھانکے بغیر نہ رہ سکی اور شیشے کے دروازے کا پردہ ذرا سرکا کر جھانکنے لگی ۔ پروفیسر بائر تھے وہ اپنی کتابیں لگاتے رہے ۔ اس اثنا میں میں نے انھیں خوب اچھی طرح دیکھا ۔ اچھے خاصے جرمن ہیں ۔ مضبوط جسم ، سر پر گھنے بھورے بال ، گھنی ڈاڑھی ، لمبی ناک ، آنکھوں میں ایسی نرمی کہ میں نے پہلے کہیں نہیں دیکھی ۔ آواز پاٹ دار جو ہم امریکنوں کے تیز لہجے یا بے ہنگم بول چال کے مقابلے میں کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے ۔ ان کے کپڑے پرانے دھرانے تھے اور ہاتھ لمبے لمبے ، چہرہ بھی کچھ خوب صورت نہیں ، گو دانت خوب صورت ہیں ۔ بہر حال وہ مجھے اچھے معلوم ہوئے ان کی پیشانی اونچی ہے اور صورت سے شریف معلوم ہوتے ہیں گو اس وقت ان کے دو بٹن ٹوٹے ہوئے تھے اور ایک جوتے پر پیوند بھی لگا ہوا تھا ۔ ہر چند گنگنا رہے تھے مگر چہرے پر سنجیدگی تھی ۔ ہاں جب انھوں نے آگے بڑھ کر کھڑکی میں رکھے ہوئے سنبل کے گملوں کا رخ سورج کی طرف کیا اور اپنی مانوس بلی کو پچکارا تو اونچی آواز میں پکارے ”آ جائیے ۔“

میں گھبرا کر پیچھے ہٹی تھی کہ دیکھا ایک ننھی سی بچی ایک بڑی سی کتاب لیے ہوئے اندر داخل ہوئی ۔ چنانچہ میں رک کر تماشا دیکھنے لگی ۔

Taj Tahir Foundation

اس نے کہا : ''مجھے اپنے بائر چاہیے ہیں'' اور کتاب بند کرکے پروفیسر کی طرف بڑھی وہ بولے : ''بائر چاہیے تو وہ موجود ہے آؤ ننھی اور میرے گلے سے لگ جاؤ۔'' یہ کہہ کر اسے گود میں اٹھا لیا پھر دونوں ہاتھوں میں لے کر سر سے اتنا بلند کر لیا کہ بچی کو پیار کروانے کے لیے اپنا منہ جھکانا پڑ گیا۔

''اب مجھے پڑھنا چاہیے۔'' بچی نے کہا۔ چنانچہ انھوں نے میز لگا دی اور وہ بڑی ساری لغت کھول کر رکھ دی جو بچی لیے ہوئے آئی تھی اسے پنسل کاغذ بھی دے دیا۔ وہ لکھتی رہی کبھی کبھی ورق الٹتی اور اس طرح سنجیدگی سے صفحے پر انگلی رکھتی جیسے کوئی لفظ ڈھونڈ رہی ہے۔ مجھے اس کی باتوں پر ہنسی آنے لگی ، جسے بڑی مشکل سے روکا ورنہ تاک جھانک کا راز کھل جاتا۔ اس اثنا میں پروفیسر بائر اس کے پاس کھڑے ہو کر ایسی پدرانہ شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے کہ میں سمجھی یہ ان کی اپنی بچی ہے ، حالاں کہ وہ جرمن سے زیادہ فرانسیسی نژاد معلوم ہو رہی تھی۔

ایک بار پھر دروازے پر دستک ہوئی اب کے دو فرانسیسی لڑکیاں آئیں۔ میں پردہ چھوڑ کر ہٹ آئی اور اپنے کام میں لگ گئی۔ برابر کے کمرے سے باتوں اور غل غپاڑے کی آواز آتی رہی مگر میں اپنے کام میں مصروف رہی۔ ایک لڑکی برابر بن بن کر ہنس رہی تھی اور اس کو بڑے انداز کے ساتھ خطاب کرتی تھی۔ دوسری جرمن زبان ایسے لہجے میں بول رہی تھی کہ جسے سن کر پروفیسر کو اپنے دل پر قابو رکھنا مشکل ہو گیا ہوگا۔

غرض یہ دونوں لڑکیاں پروفیسر کے لیے صبر آزما ثابت ہو رہی تھیں کیوں کہ میں نے انھیں کئی بار کہتے سنا۔ ''نہیں یوں نہیں۔ تم نے توجہ سے نہیں سنا کہ میں نے کیا بتایا ہے۔'' ان کے لہجہ میں جھنجھلاہٹ تھی یکایک کچھ اس طرح آواز آئی جیسے کسی نے غصے سے میز پر کتاب پٹک دی ہو ساتھ ہی ان کی آواز

Taj Tahir Foundation

سنائی دی ۔ ''کیا بات ہے آج کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہیں ہو رہا ۔''

مجھے اس شخص پر بڑا رحم آیا ۔ چنانچہ لڑکیوں کے چلے جانے کے بعد ایک بار پھر جھانکا کہ دیکھوں کیا حال ہے ۔ وہ تھکے تھکائے آنکھیں بند کیے کرسی پر پڑے تھے ۔ جب گھنٹے نے دو بجائے تو اچھل کر اٹھ کھڑے ہوئے ۔ کتابیں جیب میں ڈالیں گویا اور کہیں پڑھانا ہے اور بچی کو جو صوفے پر پڑ کر سو گئی تھی گود میں اٹھا کر باہر چلے گئے میرا خیال ہے یہ بے چارے بڑی کٹھن زندگی گزار رہے ہیں ۔

آج مجھے گھر کی یاد آ رہی تھی اس لیے مسز کرک نے جب مجھ سے شام کے کھانے کا پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ میں سب کے ساتھ مل کر کھاؤں گی ۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ بھلا دیکھوں تو سہی اس گھر میں کون کون لوگ رہتے ہیں اور ان کے رنگ ڈھنگ کیسے ہیں ۔ چنانچہ موقع کے لحاظ سے مناسب لباس پہن کر میں مسز کرک کے پیچھے پیچھے کھانے والے کمرے میں گئی ۔ مسز کرک چوں کہ پست قامت ہیں مجھے آتے ہی سب نے دیکھ لیا مسز کرک نے مجھے اپنے ہی پاس بٹھا لیا اور جب میری جھینپ نکل گئی جس سے میرا چہرہ تمتما گیا تھا تو میں نے حوصلہ کر کے گرد و پیش پر ایک نظر ڈالی ۔ لمبی میز مردوں اور عورتوں سے مرد اس پٹی پڑی تھی ۔ ہر شخص کھانے کی طرف متوجہ تھا ۔ خاص کر طرح جلدی جلدی کھا رہے تھے جیسے کہیں جانا ہے ۔ چنانچہ وہ کھانا ختم کرتے ہی اٹھ کر چلے گئے ۔

بعض نوجوان اپنے حال میں مست نظر آتے تھے ۔ کچھ جوان عورتیں اور مرد اپنی دنیا آباد کر رہے تھے ۔ بچوں والی بچوں کے دھندے میں لگی تھیں بڑی عمر والے سیاست کے میدان میں گھوڑے دوڑا رہے تھے ۔ میں ایک ناکتخدا لڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ یہ لڑکی خاصی حسین تھی ۔ مجھے اس کے اندر کچھ ایسے جوہر

Tai Tahir Foundation

نظر آتے تھے جو عام طور پر دوسروں کی نگاہ سے چھپے رہتے ہیں۔
میز کے پرلے سرے پر سب سے الگ تھلگ پروفیسر بائر بیٹھے تھے۔ ان کی ایک طرف بوڑھا بہرا آدمی تھا جو ان سے کچھ پوچھے جا رہا تھا اور پروفیسر اسے چیخ چیخ کر جواب دے رہے تھے۔ دوسری جانب ایک فرانسیسی تھا جس سے پروفیسر فلسفیانہ انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ اگر ایمی وہاں ہوتی تو اس نے نفرت سے منہ پھیر لیا ہوتا کیوں کہ پروفیسر بہت کھاتا ہے اور اس طرح کھاتا ہے کہ ایمی کو دیکھ کر دہاکا بیٹھ جاتا۔ مگر میں نے اس کی چنداں پروا نہ کی کیوں کہ میں آدمی کا مزے لے لے کر کھانا پسند کرتی ہوں اور پروفیسر بے چارے کو دن بھر اجڈوں کے ساتھ مغز مارنے کے بعد کافی خوراک کی ضرورت بھی ہے۔
جب کھانے سے فارغ ہو کر اوپر پہنچی تو نوجوان مردوں میں سے دو ہال کے آئینے کے آگے کھڑے اپنے ہیٹ درست کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ ''یہ نووارد کون ہیں؟''

''گورنس ہوں گی۔''

''ہماری میز پر کیسے آئیں؟''

''بڑی بی کی دوست یا واقف کار ہیں۔''

''سر خوب صورت ہے مگر سٹائل سے محروم۔''

''ہاں سٹائل بالکل نہیں ہے۔ اچھا اب چلو۔''

مجھے پہلے تو غصہ آیا پھر سوچا بکنے دو۔ گورنس بھی کلرک کی طرح ہوتی ہے۔ میرے پاس سٹائل نہ ہو سوجھ بوجھ تو ہے۔ بعض لوگ تو اس سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ انھی بنے ٹھنے حضرات کو لے لو جو دود کشوں کی طرح دھواں نکالتے ہوئے لڑھکتے پڑھکتے گئے ہیں ان کی باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ سمجھ بوجھ کے معاملے میں کورے ہیں۔ میں معمولی قسم کے آدمیوں سے نفرت کرتی ہوں۔

Taj Tahir Foundation

جمعرات

کل کا دن بہت پر سکون گزرا ، میرا کمرہ روشنی اور آگ کی وجہ سے بہت آرام دہ ہے - میں اسی میں بیٹھی پڑھاتی رہی ، سیتی پروتی رہی اور لکھتی رہی - مجھے دو چار کام کی باتیں معلوم ہوئیں اور میرا پروفیسر سے تعارف کرایا گیا - وہ بچی ٹائنا اس فرانسیسی نژاد عورت کی بیٹی ہے جو یہاں لانڈری میں نفیس استری کرنے کا کام کرتی ہے - بچی مسٹر بائر سے بہت زیادہ مانوس ہو ہو گئی ہے اور جب وہ گھر پر ہوتے ہیں تو وفادار کتے کی طرح ان کے آگے پیچھے پھرتی ہے جس سے انھیں بڑی خوشی ہوتی ہے - کیوں کہ غیر شادی شدہ ہونے کے باوجود وہ بچوں کے بہت دل دادہ ہیں - اس بچی کی طرح کٹی کرک اور مینی کرک بھی پروفیسر سے انسیت رکھتی ہیں اور ان کے ایجاد کردہ کھیلوں ، تحفوں اور کہانیوں کے قصے بیان کرتی پھرتی ہیں - البتہ نوجوان مرد اُن کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان پر بڈھے فرٹز ، شراب کہنہ اور دُبِّ اکبر پھبتیاں کستے ہیں اور ان کے نام کا بھی طرح طرح سے مذاق اڑاتے ہیں ، لیکن مسز کرک نے بتایا کہ وہ ذرا بھی برا نہیں مانتے اور اس خندہ پیشانی سے مذاق برداشت کرتے ہیں کہ ان کے عجیب طور طریق کے باوجود سب لوگ انھیں پسند کرتے ہیں -

جن ناکتخدا خاتون کا میں پہلے ذکر کر چکی ہوں ان کا نام مس نورٹن ہے - یہ ایک کھاتی پیتی شائستہ اور نرم دل خاتون ہیں - آج میں ایک بار پھر میز پر کھانے گئی تھی - کیوں کہ لوگوں کو دیکھنے میں لطف آتا ہے - وہیں مس نورٹن سے ملنا ہوا انھوں نے توجہ سے باتیں کیں اور مجھے اپنے کمرے میں بلایا - ان کے پاس بڑی عمدہ کتابیں اور تصویریں ہیں - وہ دل چسپ لوگوں سے واقفیت رکھتی ہیں اور میل جول کی شوقین معلوم ہوتی ہیں - میں نے ان سے گھلنے ملنے کی سوچ لی ہے - کیوں کہ میں

Taj Tahir Foundation

چھی سوسائٹی میں شامل ہونا چاہتی ہوں - فرق صرف اتنا ہے کہ یہ اس قسم کی سوسائٹی نہیں ہے جیسی ایمی کو پسند ہے -

کل شام میں نشست گاہ میں تھی کہ مسٹر بائر مسز کرک کے لیے کچھ اخبار لیے ہوئے آ گئے - اس وقت مسز کرک تو وہاں نہیں تھیں ، لیکن مینی نے مجھے یہ کہہ کر ان سے متعارف کرایا کہ یہ امی جان کی دوست مس مارچ ہیں - آپ بہت ہنس مکھ ، خوش مزاج اور بڑی ہر دلعزیز ہیں -

وہ اور میں جھکے اور پھر ہنس پڑے کیوں کہ مینی کا سیدھا اور صاف تعارف اور کٹی کا کھرا اضافہ ایک دوسرے کی ضد تھے جن پر غور کرنے سے ہنسی آتی تھی -

پروفیسر نے کہا : ''ہاں ہاں - میں نے سنا ہے کہ یہ دونوں شریر لڑکیاں آپ کو تنگ کرتی رہتی ہیں مس مارچ - اگر اب کے شرارت کریں تو مجھے بلائیے فوراً آؤں گا -'' ان کی پیشانی پر دھمکی کے شکن تھے مگر ننھی شریر لڑکیوں کو اس میں بھی مزہ آیا -

میں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ضرورت پڑی تو ضرور بلاؤں گی - وہ چلے گئے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ قسمت میں ان سے زیادہ ملنا جلنا لکھا ہے - آج اتفاق سے جب میں باہر جاتے وقت ان کے کمرے کے آگے سے گزری تو میری چھتری بے خیالی میں ان کے کواڑوں پر لگی ، دروازہ کھل گیا - وہ کمرے میں ڈریسنگ گاؤن پہنے کھڑے تھے - ایک ہاتھ میں.....ایک بڑا سا نیلے رنگ کا موزہ تھا دوسرے میں سوئی تاگا - مجھے دیکھ کر انھوں نے موزہ سینے پر ندامت کا اظہار نہیں کیا بلکہ جب میں معذرت کر کے جلدی سے آگے بڑھی تو موزے والا ہاتھ ہلا کر ذرا بلند آواز سے ہنس کر بولے : ''گورنس ! دیکھیے آج کا دن گھومنے گھامنے کے لیے کتنا اچھا ہے -''

میں ہنستی ہوئی زینے سے اترتی چلی آئی لیکن یہ خیال کر کے

Taj Tahir Foundation

دل میں درد بھی محسوس ہوا کہ بیچارے اپنے کپڑوں کا ٹانکا ٹونکا بھی خود ہی کرتے ہیں - جرمن مردوں کے بارے میں تو یہ سن رکھا تھا کہ وہ زردوزی کرتے ہیں لیکن موزے رفو کرنا اور بات ہے اور یہ کام چنداں پسندیدہ بھی نہیں -

ہفتہ

لکھنے کے قابل کوئی بات نہیں ہوئی ، بس ذرا مس نورٹن سے ملنے گئی تھی جن کا کمرہ خوش نما چیزوں سے بھرا ہوا ہے - وہ بڑی محبت سے پیش آئیں ، مجھے اپنے تمام نوادرات دکھائے اور اثنائے گفتگو میں مجھ سے کہا کہ اگر تمھارا دل کسی لیکچر یا کنسرٹ میں جانے کو چاہے تو میرے ساتھ بڑی خوشی سے چل سکتی ہو - انھوں نے تو یہ بات اس طرح کہی جیسے از خود ایک عنایت کر رہی ہیں ، لیکن مجھے یقین ہے کہ مسز کرک نے انھیں ہم لوگوں کے بارے میں بتا دیا ہے اور اسی وجہ سے انھوں نے میرے حال پر مہربانی کی - چنانچہ میں نے یہ پیشکش شکریے کے ساتھ قبول کر لی -

جب میں مکتب پہنچی تو نشست گاہ میں بڑا غل غپاڑا ہو رہا تھا - میں نے اندر جھانک کر دیکھا تو مسٹر بائر گھوڑا بنے ہوئے تھے اور ننھی ٹائنا ان کی پیٹھ پر سوار رسّی سے انھیں ہانک رہی تھی اور مینی دو ننھے بچوں کو کرسیوں سے بنائے ہوئے پنجروں بند کیے تل کے کیک کھلا رہی تھی اور وہ جانوروں کی طرح دہاڑتے اور اچھلتے کودتے جاتے تھے -

کٹی نے بتایا کہ 'ہم جانور جانور کھیل رہے ہیں -'

ٹائنا پروفیسر کے بال پکڑ کر بولی : 'یہ میرا ہاتھی ہے -'

مینی نے کہا : ''ہفتے کے دن تیسرے پہر کو جب فرانز اور ایمل ہمارے یہاں آتے ہیں تو امی ہمیں من مانی کرنے کی اجازت

دے دیتی ہیں ۔ ہے نا مسٹر بائر ؟''

ہاتھی فوراً آدمی بن کر بیٹھ گیا اور اس نے مجھ سے سنجیدگی سے کہا : ''یہی بات ہے اگر ہم زیادہ شور مچائیں اور آپ کہہ دیں 'چپ' تو ہم آہستہ آہستہ کھیلنے لگیں گے ۔

میں نے ایسا ہی کرنے کا وعدہ کر لیا مگر دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور ان کے کھیل کود سے اتنا ہی لطف لیتی رہی جتنا انھیں مزہ آ رہا تھا کیوں کہ میں نے اس سے زیادہ شان دار کھیل کود کبھی نہیں دیکھا ۔ انھوں نے آنکھ مچولی کھیلی ، پھر ناچ گانا کیا ۔ اور جب اندھیرا ہونے لگا تو صوفے پر پروفیسر کے اردگرد بیٹھ کر ان سے مزے دار کہانیاں سننے لگے ، جن میں سارس دود کشوں کی پھننگ پر پہنچ جاتے تھے اور ننھے کوبولڈ (گھریلو بھوت) برف کے گالے گرنے میں ان پر سواری کرتے تھے ۔ میں چاہتی ہوں امریکی بھی جرمنوں کی طرح سیدھے سادے اور فطرت کے مطابق ہو جائیں ۔

مجھے یہ باتیں لکھنے میں ایسا مزہ آ رہا ہے کہ اگر کفایت مد نظر نہ ہو تو بس لکھتی ہی چلی جاؤں ۔ میں نے مہین کاغذ استعمال کیا ہے اور تنگ تنگ لکھا ہے پھر بھی اس لمبے خط پر جتنے زیادہ ٹکٹ لگیں گے ان کا خیال کر کے ڈر لگتا ہے ۔ مہربانی کر کے ایمی کے خط جلد سے جلد مجھے بھیج دیجیے ۔ اس کی شان دار کامیابیوں کے مقابلے میں میری یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بہت پھیکی سیٹھی معلوم ہوں گی ۔ کیا ٹیڈی آج کل پڑھائی میں اس قدر زیادہ مصروف ہے کہ دوستوں کو خط لکھنے کے لیے بھی وقت نہیں ملتا ؟ بتھ ! میری خاطر سے اس کی اچھی طرح دیکھ بھال رکھنا کبھی بچوں کے بارے میں بھی تو لکھا کرو ۔ سب کو میرا سلام محبت پہنچے ۔

خط لکھ چکی تو خیال آیا کہ اس میں تو بائر کے ذکر کے سوا اور کچھ بھی نہیں ۔

Taj Tahir Foundation

لیکن تم جانتی ہو کہ مجھے اس قسم کے عجیب آدمیوں کی باتیں کرنے سے لطف آتا ہے۔

اس کے علاوہ لکھنے کی اور کوئی خاص بات بھی تو نہیں تھی۔ تمھاری وفادار جو

دسمبر

میری پیاری بیٹسی!

چوں کہ یہ خط گھسیٹواں لکھا گیا ہے اس لیے تمھیں بھیج رہی ہوں تاکہ اسے پڑھ کر تمھیں لطف بھی آئے اور میری نقل و حرکت کا حال بھی معلوم ہو جائے جو ہرچند پر سکون ہے مگر ہے بہت پر لطف۔ تم اس سے ضرور خوش ہوگی، ایسی سخت کوششوں کے بعد جنھیں ایمی ہرقلانہ جد و جہد کہا کرتی ہے میری ذہنی اور اخلاقی کھیتی ہری ہو رہی ہے۔ میرے خیالات کی کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور شاخچے تمناؤں کے مطابق لچکنے لگے ہیں۔ وہ ٹائنا اور لڑکوں جیسے دل چسپ تو نہیں ہیں مگر ان کے فرائض پورے کرتی ہوں اور وہ مجھ سے مانوس ہو گئے ہیں۔ فرانز اور ایمل چونچال لڑکے ہیں، میں ایسے ہی بچے پسند کرتی ہوں۔ ان میں جرمن اور امریکن جذبے کے مرکب کی وجہ سے ہر وقت جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ ہفتے کے دن تیسرے پہر کے وقت خوب بھاگ دوڑ اور غل غپاڑا مچا رہتا ہے، خواہ ہم گھر پر ہوں یا باہر۔ جب کبھی دن خوش گوار ہوتا ہے سب بچے پروفیسر کے ساتھ سیر کرنے جاتے ہیں اور میں ان کی دیکھ بھال کے لیے ساتھ ہو لیتی ہوں اور پھر وہ لطف آتا ہے کہ کیا کہیے۔

ہم دونوں اب بہت اچھے دوست بن چکے ہیں، میں اب ان سے پڑھنے لگی ہوں۔ میرا ایسا کرنا ایک قدرتی بات ہے۔ سنو گی تو خوش ہوگی، بات یوں ہوئی کہ ایک روز میں مسٹر بائر کے کمرے کے آگے سے گزر رہی تھی، مسز کرک نے جو آن کے کمرے میں گھسی ہوئی کچھ ڈھونڈ رہی تھیں مجھے آواز دے کر بلایا

Taj Tahir Foundation

اور بولیں : ''گورنس کبھی ایسا کباڑخانہ کہیں دیکھا ہے تم نے ؟ ذرا ان کتابوں کو تو ٹھکانے سے رکھوا دو ۔ میں نے تو ان نصف درجن رومالوں کی تلاش میں جو میں نے ابھی حال میں پروفیسر کو دیے تھے ، سارا سامان الٹ پلٹ کرکے ڈال دیا ہے ۔

میں نے اندر آ کر جو دیکھا تو واقعی سارا کمرہ ہی ایک کباڑخانہ بنا ہوا تھا ۔ ہر طرف کتابیں اور کاغذ بکھرے ہوئے تھے ۔ ایک ٹوٹا ہوا پائپ اور ایک بے کار بانسری دیکھ کر تو جی ہی بھر گیا ۔ ایک کھڑکی میں ایک پرندہ جس کی نہ تو دم ہی تھی اور نہ آواز میں کوئی دل کشی ، بیٹھا بول رہا تھا ۔ دوسری طرف سفید چوہیوں کا بکس رکھا تھا ۔ نامکمل چھوٹی چھوٹی کشتیاں اور ڈوریوں کے ٹکڑے مسودات کے ڈھیر میں پڑے تھے ۔ آتش دان کے آگے ننھے ننھے غلیظ جوتے پڑے خشک ہو رہے تھے اور پروفیسر جن لاڈلے لڑکوں کے غلام بنے ہوئے ہیں سارے کمرے میں ان کی نشانیاں پائی جاتی تھیں ۔ بڑی زبردست تلاش کے بعد گم شدہ چھ رومالوں میں سے صرف تین ملے ، ایک پنجرے پر تھا ، دوسرا سیاہی میں بھرا ہوا ، تیسرے کی برتن پکڑنے کی صافی بنائی گئی تھی اس لیے جل گیا تھا ۔

نیک دل مسز کرک نے ان رومالوں کو چیتھڑوں کے تھیلے میں ڈالتے ہوئے ہنس کر کہا : ''عجیب آدمی ہے ! میرا خیال ہے جو رومال نہیں ملے وہ کشتیوں کی رسیاں بنانے ، کٹی ہوئی انگلیوں پر پٹیاں باندھنے یا پتنگوں کے دم چھلے بنانے کے کام آ گئے ہوں گے ۔ گو یہ بہت بد تہذیبی ہے مگر میں پروفیسر سے کچھ کہہ نہیں سکتی ۔ ایک تو وہ خود بڑا نیک دل ہے ، دوسرے اپنے ہی خیالوں میں کچھ ایسا کھویا کھویا رہتا ہے کہ لڑکے اس کی درگت بناتے ہیں مگر وہ کچھ نہیں کہتا ۔ میں نے اس کے کپڑے دھونے اور ٹانکا ٹونکا کر دینے کی ہامی بھر لی تھی ، مگر اللہ کا بندہ میلے کپڑے دینے ہی بھول جاتا ہے اور مجھے بھی کچھ

Taj Tahir Foundation

خیال نہیں رہتا ۔ چنانچہ بے چارے کے پاس میلے کپڑوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے اور ان کی مرمت بھی نہیں ہوتی ۔''

میں نے کہا : ''لائیے میں ٹانکا ٹونکا کر دوں ۔ میں اسے بیگار نہیں سمجھوں گی اور انھیں بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ، مجھے ان کا کام کرکے خوشی ہوگی کیوں کہ وہ بھی میرے حال پر اتنی مہربانی کرتے ہیں کہ میرے خط مجھے پہنچاتے ہیں اور کتابیں پڑھنے کو دے دیتے ہیں ۔''

چنانچہ میں نے ان کا سامان قرینے سے رکھ دیا اور دو جرابوں میں ایڑیاں لگا دیں کیوں کہ وہ ان کے بے ڈھنگے رفو کرنے سے بدوضع ہو گئی تھیں ۔ انھیں اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا اور مجھے یہی امید تھی کہ انھیں کچھ پتا نہیں چلے گا لیکن پچھلے ہفتے انھوں نے مجھے اپنا کام کرتے ہوئے پکڑ لیا ۔ انھیں دوسروں کو سبق پڑھاتا سن کر مجھے دل چسپی پیدا ہو گئی تھی اور ایسا لطف آنے لگا تھا کہ میں نے بھی ان سے پڑھنے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ ٹائنا آتی جاتی ہے تو دروازہ کھلا چھوڑ دیتی ہے ۔ میں اس دروازے کے پاس بیٹھی آخری موزہ رفو کر رہی تھی ، وہ ایک نئی شاگرد کو جو میری طرح بیوقوف ہے کچھ بتا رہے تھے ۔ میں ان کی باتوں کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرنے لگی ۔ لڑکی جا چکی تھی ، میں نے سمجھا کہ وہ بھی چلے گئے ہوں گے کیوں کہ کمرے میں خاموشی ہو گئی تھی ۔ چنانچہ میں ایک فعل کو رٹتے ہوئے بڑے احمقانہ انداز سے کرسی میں جھولا جھول رہی تھی کہ اچانک مرغ کی بولی سنائی دی ۔ میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا مسٹر بائر میری طرف دیکھتے ہوئے ہنس رہے ہیں اور ٹائنا کو اشارہ کر رہے ہیں کہ بتانا نہیں میں نے مرغ کی بولی بولی ہے ۔

میں ہلتے ہلتے رک کر احمقوں کی طرح ان کا منہ تکنے لگی۔ وہ بولے : ''تو آپ مجھ کو تاکتی ہیں میں آپ کو تکتا ہوں چلو حساب برابر ہو گیا مگر دیکھیے کیا آپ جرمن زبان سیکھنے کا

Taj Tahir Foundation

شوق رکھتی ہیں ؟ میں رسماً نہیں کہہ رہا ہوں ۔ اگر آپ کو شوق ہو تو بڑی خوشی سے پڑھا دیا کروں گا ۔

میں نے جواب دیا ۔ ''مجھے شوق تو ہے مگر آپ پہلے ہی اتنے مصروف ہیں ، ادھر میں بھی کچھ ایسی زیرک نہیں کہ جرمن زبان جلدی سیکھ سکوں گی ۔''

وہ بولے : ''ہم وقت نکال لیں گے اور کسی نہ کسی طرح سیکھ سکھا بھی لیں گے ۔ میں شام کے وقت بڑی خوشی سے تمھیں پڑھا دیا کروں گا کیوں کہ مجھے یہ قرضہ بھی تو چکانا ہے ۔''

اور انھوں نے میرے رفو کیے ہوئے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا پھر کہنے لگے ۔ ''لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہ عورتیں بڑی نیک دل ہیں مگر یہ شخص بیوقوف ہے ۔ اسے کبھی سمجھ نہیں آئے گی کہ کیا کرنا چاہیے ۔ اسے کبھی اتنی تمیز نہیں آئے گی کہ موزوں کی ایڑیوں میں چھید نہ ہوں ۔ یہ تو یہی سمجھتا رہے گا کہ بٹن ٹوٹ کر گر پڑتے ہیں تو دوبارہ آگ آتے ہیں اور ڈوریاں دوبارہ خود بخود بن جاتی ہیں ۔ ان کا میرے متعلق یہی خیال ہے مگر میری آنکھیں ہیں اور میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں ۔ میرے سینے میں بھی دل ہے اور مجھے بھی آپ کی ہمدردی کا احساس ہے ۔ آپ یا تو کسی وقت مجھ سے کچھ پڑھ لیا کریں یا پھر اتنی تکلیف بھی نہ کیا کریں ۔''

اس کے بعد میں بھلا کیسے انکار کرتی ! اور چوں کہ ایک شان دار موقع ہاتھ آ رہا تھا اس لیے سودا کر لیا اور پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ میں نے چار سبق تو لے لیے مگر پھر قواعد کی ایک دلدل میں بری طرح پھنس گئی ۔ پروفیسر نے بڑے تحمل سے کام لیا لیکن انھیں میری اس کوڑھ مغزی سے بڑی اذیت پہنچی ہوگی ۔ چنانچہ وہ گاہ بگاہ اسی طرح مایوسی سے میری طرف دیکھتے تھے کہ میں فیصلہ نہ کر سکی ۔ اپنی حالت پر ہنسوں یا روؤں ۔ مجھے کسی وقت ہنسی بھی آ جاتی اور کبھی

Taj Tahir Foundation

رو بھی دیتی - ایک روز میری ان حرکتوں سے بیزار ہو کر و، قواعد کی کتاب فرش پر پٹخ کر بڑبڑاتے ہوئے باہر چلے گئے - مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا گویا میری توہین کی گئی ہے اور یہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے - میں انھیں کیا دوش دے سکتی تھی - اپنے کاغذ سمیٹ کر وہاں سے جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اتنے میں پروفیسر تیزی سے قدم اٹھاتے واپس آ گئے - ان کی آنکھوں میں مسرت اس طرح چھلک رہی تھی جیسے انھیں میری ذہانت پر کچھ ناز ہے -

وہ آتے ہی بولے : ''اب ہم ایک نیا طریقہ آزماتے ہیں - آپ اس خشک کتاب کو الگ رکھ دیں جو ہمارے لیے مصیبت کھڑی کر رہی ہے - میں اور آپ مل کر یہ مزے دار کہانیاں پڑھتے ہیں -'' انھوں نے ایسے نرم لہجے میں بات کی اور ہینس اینڈرسن کی کتاب 'پریوں کی کہانیاں' کچھ ایسے دلکش انداز سے میرے سامنے کھول کر رکھی کہ میں شرم سے پانی پانی ہو گئی اور اس طرح جم کر سبق یاد کرنے بیٹھ گئی کہ اب سبق نہیں یا میں نہیں - اس سے انہیں بہت لطف آیا میں نے جھینپ کو بالائے طاق رکھا اور اپنی پوری قوت سے سبق کو دماغ میں ٹھونکنے لگی (میری اس وقت کی حالت کو ظاہر کرنے کے لیے ان سے بہتر الفاظ نہیں مل سکتے) میں لمبے لمبے الفاظ کو جوں توں یاد کرتی گئی اور اس وقت مجھ میں جو جوش پیدا ہو چکا تھا اس سے کام لے کر ان کا تلفظ بھی نکال لیا - غرض میں نے اپنی سی کوشش کر ڈالی - چنانچہ جب میں پہلا صفحہ پڑھ چکی اور سانس لینے کے لیے رکی تو وہ دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجاتے ہوئے بولے : ''بہت خوب اب ہم ٹھیک چل رہے ہیں - لیجیے اب میری باری ہے میں اس کہانی کو جرمن زبان میں کہتا ہوں آپ توجہ سے سنیے اور وہ اپنی پاٹ دار آواز میں اس طرح مزے لے لے کر بولتے چلے گئے کہ دیکھنے میں بھی لطف آیا اور سننے میں بھی کانوں کو آواز بھلی لگی -

Taj Tahir Foundation

خوش قسمتی سے کہانی ''مستقل مزاج ٹین کا سپاہی'' بھی ظریفانہ ہے۔ میں اس پر ہنس سکتی تھی اور ہنسی بھی گو انھوں نے جرمن زبان میں جتنی کہانی سنائی اس کا آدھا حصہ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا لیکن ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ اس قدر جوش میں تھے اور میں اس قدر مضطرب تھی کہ سارا معاملہ ایک عجیب مذاق بن گیا تھا مجھے ہنسی آنی ہی تھی۔

اس کے بعد ہم ترقی کرتے گئے اور اب میں خاصی اچھی طرح سبق پڑھ لیتی ہوں۔ کیوں کہ یہی ڈھنگ میرے لیے مناسب ہے اور میں یہ نکتہ سمجھ گئی ہوں کہ جس طرح کڑوی گولی میٹھے مربے میں لپیٹ کر دی جائے تو کڑوی نہیں لگتی۔ اسی طرح کہانیوں اور شعروں سے قواعد بھی بغیر کسی دقت کے آ جاتی ہے۔ میں پڑھنے پڑھانے کو بہت پسند کرتی ہوں اور وہ بھی کبھی اکتاہٹ کا اظہار نہیں کرتے۔ دیکھا! کتنے اچھے آدمی ہیں وہ۔ میں انھیں معاوضہ پیش کرنے کی ہمت نہیں رکھتی اس لیے سوچ رہی ہوں کہ کرسمس پر کوئی تحفہ دوں گی۔

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ لاری خوش اور مصروف ہے اور اس نے سگریٹ نوشی چھوڑ دی ہے اور بال بڑھا رہا ہے۔ بتھ مجھ سے بہتر اس کی نگہداشت کر سکتی ہے۔ میری پیاری! میں حسد سے نہیں کہتی اسے ایک اچھا آدمی بنانے کے لیے خوب کوشش کرو۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گی کہ اسے ولی نہ بنا دینا شرارت تو انسان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ مجھے خشک مزاج آدمیوں سے کبھی دل چسپی نہیں رہی لیکن میرا ایک آدھ خط اسے بھی سنا دیا کرو۔ مجھے ابھی بہت کام کرنا ہے اس لیے خط کو ختم کرتی ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ بتھ آرام سے ہے۔

جنوری

مجھ سے دور بیٹھے ہوئے میرے عزیزوں اور بزرگوں کو سال نو مبارک ہو۔ مسٹر ایل اور میرا نوجوان دوست ٹیڈی بھی

Taj Tahir Foundation

مبارک باد قبول کریں ۔ آپ کے کرسمس کے تحفوں کا پارسل مجھے رات کو ایسے وقت ملا کہ میں بالکل مایوس ہو چکی تھی اس لیے مجھے خوشی بھی بہت ہوئی ۔ خط صبح ملا تھا لیکن اس میں آپ نے تحفوں کے پارسل کا ذکر نہیں کیا تھا یعنی آپ چاہتی تھیں کہ مجھے اچانک ملے جس سے میں حیران رہ جاؤں ۔ خط پڑھ کر میں مایوس ہو گئی تھی کیوں کہ مجھے کچھ اس قسم کا احساس تھا کہ آپ مجھے فراموش نہیں کریں گی ۔ چنانچہ چائے کے بعد جب میں اپنے کمرے میں بیٹھی تھی تو میرا دل کچھ بجھا بجھا سا تھا ۔ اس مایوسی کی حالت میں تمھارا پارسل ملتے ہی میں خوشی کے مارے ناچنے لگی اور پارسل کو سینے سے چمٹا لیا ۔ اس میں ایسا گھریلو پن اور تازگی تھی کہ میں اسی وقت فرش پر بیٹھ گئی ۔ پڑھتی گئی اور اس کی ایک ایک چیز کو دیکھتی گئی ۔ پھر کھانے لگی اور اپنے احمقانہ انداز سے کبھی ہنسنے اور کبھی رونے لگی ۔ چیزیں ساری کی ساری ایسی تھیں جن کی مجھے ضرورت تھی ، خریدنے کی بجائے گھر میں تیار کی گئی تھیں اس لیے اور بھی اچھی رہیں ۔ بتھ کی سیاہی کی گدی خوب ہے ۔ حنا کا ادرک کا کیک خاصے کی چیز ہے ۔ مارمی ! آپ کے بھیجے ہوئے نفیس فلالین کے کپڑے میں بڑی احتیاط سے پہنوں گی اور ابا جان نے جن کتابوں پر نشان لگایا ہے انھیں بھی توجہ سے پڑھوں گی ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ۔

کتابوں کے ذکر سے یاد آیا کہ میرے پاس یہ دولت خوب جمع ہوتی جا رہی ہے ۔ سال نو پر مسٹر بائر نے مجھے شیکسپیر کا ایک نفیس نسخہ دیا ہے ۔ وہ اس کی بہت قدر کرتے ہیں اور جرمن زبان کی انجیل ، افلاطون ہومر اور ملٹن کی کتابوں کے ساتھ رکھتے تھے ۔ میں اسے دیکھ کر بارہا پسندیدگی کا اظہار کر چکی تھی اس لیے آپ تصور کر سکتی ہیں کہ جب وہ اسے گردپوش کے بغیر میرے پاس لائے اور اس پر میرا نام لکھا ہوا دکھایا جس کے نیچے لکھا تھا ۔ ''میرے دوست فریڈرخ بائر کی جانب سے'' تو

Taj Tahir Foundation

مجھے کتنی خوشی ہوئی ہوگی۔

کتاب مجھے دیتے ہوئے پروفیسر بائر بولے: ''آپ اکثر اس تمنا کا اظہار کیا کرتی ہیں کہ آپ کے پاس لائبریری ہوتی۔ لیجیے میں آپ کو پوری لائبریری نذر کرتا ہوں کیوں کہ یہ ایک کتاب بہت سی کتابوں کے برابر ہے۔ اسے پڑھیے، یہ آپ کو بہت مدد دے گی کیوں کہ اس میں کردار نگاری کا جو کمال دکھایا گیا ہے اس سے آپ کو عملی زندگی میں انسانوں کا مشاہدہ کرنے اور خود بھی ایسی قلمی تصویر کھینچنے کا حاصل ہوگا۔

میں نے اس وقت ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اب اس کا تذکرہ اس طرح کر رہی ہوں جیسے سچ مچ میرے پاس سینکڑوں کتابیں ہیں۔ مجھے تو اس سے پہلے اندازہ ہی نہیں تھا کہ شیکسپیر کے ڈراموں میں کس طرح دنیا بھر کا علم بھرا ہوا ہے لیکن پہلے بائر جیسا بتانے سمجھانے والا بھی تو نہیں ملا تھا۔ ان کے خوف ناک نام پر آپ لوگ ہنسیے نہیں اس کا تلفظ بیر یا بیئر نہیں ہے بلکہ جرمن زبان میں ان دونوں کے بین بین بولا جاتا ہے یعنی بائر۔ میں خوش ہوں کہ آپ دونوں ان کے ذکر کو پسند کرتی ہیں۔ شاید کبھی ملاقات کا موقع بھی نکل آئے۔ امی اور ابا جان دونوں ان کے بلند اخلاق اور علم و فضل سے بہت متاثر ہوں گے۔ مجھے تو کسی وقت کچھ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ فریڈرک بائر جیسا دوست کیا ملا ایک خزانہ ہاتھ لگ گیا۔

بائر کے پاس نہ تو پیسہ ہے نہ انھیں اپنی پسند کا اندازہ ہے۔ اس لیے کرسمس کے موقع پر میں نے کئی چھوٹی موٹی چیزیں اس طرح لے جا کر ان کے کمرے میں رکھ دیں کہ وہ انھیں ایک ساتھ اچانک وہاں رکھا ہوا دیکھیں۔ وہ چیزیں یہ تھیں۔

میز کے لیے ایک سٹینڈش (ایک قسم کا قلمدان) ایک چھوٹا سا گلدان (وہ ہمیشہ گلدان رکھتے ہیں یا بقول خود تازگی حاصل کرنے کے لیے کسی شیشے کے برتن میں گلدستہ لگا لیتے ہیں)

Taj Lahir Foundation

سگریٹ کے لیے ایک ہولڈر ۔ میں نے یہ ہولڈر اس وضع کا بنایا تھا جیسا بتھ نے کاریگری دکھانے کو بنایا تھا ۔ بھاری جسم کی ایک تتلی ۔ سیاہ اور زرد پر ، بٹے ہوئے اون کی مونچھیں اور شیشے کی آنکھیں ۔ یہ چیزیں انھیں بے حد پسند آئی اور انھوں نے اسے بطور نمائش کارنس پر رکھ لیا ۔ وہ غریب تو ہیں مگر ان کا دل بہت بڑا ہے ۔ کرسمس کے موقع پر گھر کے کسی نوکر یا بچے کو بھولے نہیں ۔ اسی طرح لانڈری والی فرانسیسی عورت سے لے کر مس نورٹن تک کو فراموش نہیں کیا ۔ چنانچہ اور سب نے بھی انھیں اسی طرح یاد رکھا ۔ اس قسم کی باتیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوتی ہوں ۔

نوروز کے دن شام کے وقت برقع پوش ناچ ہوا ۔ میرے پاس چوں کہ مناسب کپڑے نہیں تھے اس لیے نیچے اترنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن آخر وقت پر مسز کرک ایک زربفت کا جوڑا ڈھونڈ کر لے آئیں اور مس نورٹن نے لیس کے کپڑے اور خوب صورت پر عاریتاً دے دیے ۔ چنانچہ میں مسز مالاپروپ بن کر اور نقلی چہرہ لگائے وہاں پہنچ گئی ۔ میں نے اپنی آواز بھی بدل لی تھی اس لیے کوئی مجھے پہچان نہیں سکا اور کسی کو یہ گمان تک نہیں گزرا کہ خاموش طبع مغرور مس مارچ (کیوں کہ مجھے یہاں بیشتر لوگ سخت اور سرد مہر ہونے کے علاوہ خدائی فوج دار خیال کرتے ہیں) بھی ناچ سکتی ہے اور نقلی لباس میں کنار نیل کے صنمیاتی کردار کی مانند ناٹک بول سکتی ہے ۔ میں ان کی بے خبری سے خوب لطف لیتی رہی اور جب میں نے نقلی چہرہ اتارا تو ان کی حیرت دیدنی تھی ۔ ایک نوجوان مرد نے دوسرے سے کہا : مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ لڑکی ایکٹرس ہے بلکہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اسے تھیٹر میں کام کرتا ہوا بھی دیکھ چکا ہوں ۔ میگ اس مذاق سے بہت لطف لیں گی ۔ مسٹر بائر نک باٹم بنے تھے اور ٹائنا ٹٹانیا بنی ہوئی ان کی گود میں اچھی خاصی ننھی پری معلوم ہو رہی تھی ۔

Taj Tahir Foundation

ٹیڈی کی زبان میں انھیں ناچتے ہوئے دیکھنا ''اچھا خاصا منظر'' معلوم ہوتا ہے۔

بہر حال نو روز بہت اچھا گزرا اور بعد میں جب میں نے اپنے کمرے میں تنہا بیٹھ کر اس پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ اپنی بہت سی ناکامیوں کے باوجود میں کچھ نہ کچھ ترقی ہی کر رہی ہوں۔ کیوں کہ اب میں ہر وقت خوش رہتی ہوں۔ خوشی خوشی کام کرتی ہوں اور دوسروں میں پہلے سے زیادہ دل چسپی لیتی ہوں۔ خدا تم سب کو خوش رکھے۔

ہمیشہ دل سے تمھاری

جو

گیارھواں باب

دوست

جو کا وقت بڑے مزے سے گزر رہا تھا وہ با عزت روزی بھی پیدا کر رہی تھی اور لکھنے پڑھنے کے شوق کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ گو اس کے مقصد کے مدنظر یہ کام اس جیسی بلند ہمت لڑکی کے لیے کچھ ایسا موزوں نہ تھا۔ تاہم وہ یہ نکتہ خوب سمجھتی تھی کہ روپیہ ایک ایسی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر انسان دنیا میں عزت سے رہ سکتا ہے۔ اس لیے اب اس کا اصل مقصد روپیہ کمانا تھا تاکہ وہ اپنے سے زیادہ اپنے متعلقین کی زندگی خوش‌گوار بنا سکے۔

کوئی آج سے نہیں بلکہ سالہا سال سے وہ اسی قسم کے ہوائی قلعے بنایا کرتی تھی کہ جب اس کے پاس بہت سا روپیہ ہوگا تو اپنے گھر کو آرام اور آسائش کے تمام سامان سے آراستہ کرے گی۔ خود سمندر پار جائے گی اور ہمیشہ دولت اور فارغ البالی میں

Taj Tahir Foundation

کھیلے گی تاکہ خیرات بھی کر سکے۔

انعامی کہانی کے تجربے سے ایک ایسا راستہ کھلتا نظر آیا تھا جس سے لمبے سفر اور کافی چڑھائی چڑھنے کے بعد اس خوش نما ہسپانوی قصر میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔ لیکن ناول کی ناکامی کی مصیبت سے کچھ عرصے کے لیے اس کی ہمت ٹوٹ گئی تھی۔ کیوں کہ رائے عامہ روایتی دیو کی مانند جو سے بھی زیادہ طاقتور اور بڑے دل گردے کے جیکوں کے ہوش اڑا چکی ہے۔ اُس غیر فانی ہیرو کی طرح وہ پہلی کوشش کے بعد کچھ عرصے آرام کرتی رہی۔ لیکن جیک کی طرح جو بھی ''کوشش کرو اور پھر کوشش کرو'' کے مقولے کی قائل تھی۔ چنانچہ اُس نے پھر ایک بار کوشش کی اور اس بار اس نے اُدھر سے جدھر سایہ تھا چڑھنے کی کوشش کی لیکن روپے کی تھیلیوں سے کہیں زیادہ بیش قیمت چیز تقریباً پیچھے چھوڑ آئی۔

اس نے سنسی خیز کہانیاں لکھنی شروع کر دیں۔ اس دور جہالت میں امریکہ میں اچھے خاصے آدمی بھی یہ فضول چیزیں شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ اس نے کسی سے ذکر نہیں کیا مگر ایک سنسی خیز کہانی تیار کر ڈالی اور ہمت کر کے بذات خود مسٹر ڈیش وڈ ایڈیٹر ویکلی والکینو کے پاس لے کر پہنچی۔ اس نے کارلائل کی کتاب سارٹر ریزارٹس کبھی نہیں پڑھی تھی مگر اپنی نسوانی سوجھ بوجھ کی بنا پر یہ رمز جانتی تھی کہ بہت سے انسانوں پر کردار اور تمیز داری سے زیادہ لباس کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا بہترین لباس پہنا اور ایک اعتماد کے ساتھ بغیر کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے دو تاریک اور بودار زینے چڑھنے کے بعد وہ ایک ایسے کمرے میں جہاں ہر چیز بے ترتیبی سے رکھی تھی اور سگار کے دھوئیں کے بادلوں میں تین آدمی بیٹھے تھے جا پہنچی۔ یہ لوگ کچھ اس طرح بیٹھے تھے کہ ان کے پاؤں ان کی ٹوپیوں سے بھی اونچے نکلے ہوئے نظر آتے تھے۔

Taj Tahir Foundation

تینوں نے اسے دیکھ کر بھی سر سے ٹوپیاں نہ اتاریں۔ جو یہ بد تہذیبی دیکھ کر چوکھٹ پر ہی ٹھٹک کر رہ گئی اور اس نے بڑی گھبراہٹ کے ساتھ دبی زبان سے کہا۔ ''معاف کیجیے گا ویکلی والکینو کا دفتر تلاش کر رہی ہوں۔ مجھے مسٹر ڈیش وڈ سے ملنا تھا۔''

تینوں سنبھل کر بیٹھ گئے۔ وہ شخص جو سب سے زیادہ دھوئیں کے بادل اڑا رہا تھا۔ اپنا سگار انگلیوں میں دبا کر اور اپنا سر اس طرح ہلاتے ہوئے جیسے وہ اونگھ رہا ہے آگے بڑھا۔ جو نے بھی ارادہ کر لیا کہ اب یہ معاملہ کسی نہ کسی طرح طے ہو ہی جانا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنا مسودہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ تقریر جو اس نے اس موقع کے لیے تیار کر کے رٹ رکھی تھی، شروع کی۔ گو ہر فقرے پر شرم اور حیا سے اس کے گال سرخ ہو جاتے تھے تاہم اس نے کہا: ''میرے ایک دوست کی خواہش ہے کہ فی الحال یہ ایک کہانی تجربے کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کی جائے۔ اگر یہ آپ کے معیار پر پوری اتری تو وہ کچھ اور خدمت کرنے کی جرأت بھی کریں گے۔''

مسٹر ڈیش وڈ مسودہ لے کر بڑی ناقدانہ نگاہوں سے ایک ایک ورق الٹنے لگے۔ انھیں محاسن سے زیادہ عیوب کی تلاش معلوم ہوتی تھی۔ صفحات پر نمبر دیے ہوئے تھے۔ کاغذ کے صرف ایک طرف لکھا گیا تھا۔ مسودے کے ورق دھاگے سے نہیں باندھے گئے تھے۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا تھا کہ لکھنے والا محض ایک نو آموز ہے۔ چنانچہ مسٹر ڈیش وڈ نے کہا۔ ''میرا خیال ہے یہ اولین کوشش تو نہیں ہے؟''

''آپ کا خیال درست ہے۔ یہ اس کی پہلی کوشش نہیں اور بلارنے سٹون بینز میں سے ایک کہانی پر انعام بھی مل چکا ہے۔

'اچھا' مسٹر ڈیش وڈ نے جلدی سے جو کی طرف اس طرح دیکھا کہ ایک نظر میں اس کے سارے لباس کا جائزہ لے لیا۔ آپ

Taj Tahir Foundation

اسے چھوڑ جائیے ۔ اس وقت تو ایسی کہانیاں ہمارے پاس اتنی زیادہ آئی پڑی ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا اُن کا کیا بنائیں ۔ لیکن میں اس پر ایک نظر ڈال کر اگلے ہفتے جواب دے دوں گا ۔

جو کہانی چھوڑنی نہیں چاہتی تھی کیوں کہ مسٹر ڈیش وڈ اسے موزوں آدمی معلوم نہیں ہوئے تھے ۔ مگر اب وہ کیا کر سکتی تھی ۔ چنانچہ تعظیماً جھکی اور باہر آ گئی ۔ اس وقت کوئی اسے دیکھتا تو کہتا ۔ کتنی دراز قد اور طرح دار عورت ہے ۔ اس کی یہ عادت تھی کہ جب دق ہوتی تھی یا ندامت محسوس کرتی تھی تو ذرا تن کر چلتی تھی ۔ اس وقت دونوں باتیں تھیں ۔ وہ کچھ ایسا محسوس کر رہی تھی گویا تینوں اسے جھوٹا سمجھتے ہیں ۔ ان کی خاموشی اس بات کی بین دلیل تھی کہ وہ دل ہی دل میں اس کا مذاق اڑا رہے ہیں اور اس کے جانے کے وقت ایڈیٹر نے دروازہ بند کرتے ہوئے جب دوسروں سے کچھ کہا تو ان کے بے اختیار ہنس دینے پر اسے اور بھی غصہ آیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ آئندہ وہ یہاں کبھی نہیں آئے گی ۔ اور گھر پہنچ کر جھنجھلاہٹ کے عالم میں اپنے لبادے کے جلدی جلدی ٹانکے بھرنے لگی ۔ پھر گھنٹے دو گھنٹے بعد جب غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو اس واقعے کا خیال کر کے ہنس پڑی اور اگلے ہفتے کا انتظار کرنے لگی ۔

جب وہ دوسری مرتبہ وہاں پہنچی اس وقت مسٹر ڈیش وڈ اکیلے تھے ۔ اس پر اسے کچھ اطمینان ہوا ۔ ڈیش وڈ اس روز کی نسبت آج ہوش و حواس میں معلوم ہوتے تھے ۔ جو اسے ایک نیک فال سمجھی ۔ آج ایڈیٹر اپنے سگار میں اتنے محو بھی نہیں تھے کہ ادب آداب فراموش کر بیٹھتے ۔ چنانچہ دوسری ملاقات پہلی سے زیادہ کامیاب رہی ۔

مسٹر ڈیش وڈ نے کہا : ''اگر آپ چند تبدیلیوں پر معترض نہ ہوں تو ہم (ایڈیٹر لوگ میں کبھی نہیں کہتے) اسے لے لیں گے ۔ یہ بہت لمبی ہے لیکن اگر وہ حصے نکال دیے جائیں جن پر ہم نے

Taj Tahir Foundation

نشان لگا دیا ہے تو ہم اسے شائع کر سکیں گے۔

مسودہ اتنا تڑا مڑا اور خط کشیدہ تھا کہ جو کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ اس کا مسودہ ہے۔ اس نے جب قلم زد جلموں کو دیکھا تو اسے بے حد تعجب ہوا۔ کیوں کہ جہاں کوئی اخلاق اشارہ تھا جو اس رومان میں بالکل ایسا تھا جیسا سمندر میں قطرہ تو اسے بالکل نکال دیا گیا تھا۔ اس وقت اس کے دل کی حالت اُن ماں باپ جیسی تھی جن کو یہ مشورہ دیا جائے کہ وہ اپنے بچے کو چھوٹے سے پنگوڑے میں لٹانے کی خاطر اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

جو نے کہا: ''مگر جناب میرا خیال ہے کہ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی سبق ہونا چاہیے۔ اسی لیے میں نے اپنے چند گنہگاروں سے توبہ کروا دی تھی۔

مسٹر ڈیش وڈ کی مدیرانہ سنجیدگی ایک مسکراہٹ میں تبدیل ہو گئی کیوں کہ جو یہ بھول گئی تھی کہ وہ پہلی ملاقات میں کہانی کو اپنی دوست سے منسوب کر چکی ہے اور اس وقت اسے اپنی کہانی بتا رہی تھی۔

ڈیش وڈ نے کہا: ''لوگ لطف اٹھانا چاہتے ہیں۔ نصیحت سننی پسند نہیں کرتے۔ آج کل اخلاق نصائح نہیں بکتے۔ حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔''

''گویا آپ کے خیال میں ان ترمیموں کے بعد کہانی چھپنے کے قابل ہو جائے گی؟'' جو نے پوچھا۔

''ہاں امید تو ہے۔ پلاٹ میں بھی جدت ہے اور طرز بیان بھی دل چسپ ہے۔ زبان بھی اچھی ہے مسٹر ڈیش وڈ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''آپ کیا ــــ یعنی اس کا کیا معاوضہ ــــ'' جو نے کہنا شروع کر دیا۔ مگر آگے نہ سوجھا کہ کیا کہے۔

''ہاں ہم معاوضہ دیتے ہیں۔ اس قسم کی چیزوں کے پچیس سے تیس تک دے دیتے ہیں، معاوضہ مضمون شائع ہونے کے بعد دیا

Taj Tahir Foundation

جاتا ہے ۔'' مسٹر ڈیش وڈ نے اس طرح کہا جیسے یہ بات کہنی بھول گیا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ اس قسم کی معمولی معمولی باتیں مدیرانہ ذہنوں سے اتر جاتی ہیں ۔

جو نے اطمینان کے ساتھ مسودہ واپس دیتے ہوئے کہا ۔ ''بہت اچھا رکھیے ۔'' کیوں کہ ایک کالم فی ڈالر کے حساب سے لکھتے رہنے کے بعد اسے پچیس بھی بہت غنیمت معلوم ہوئے ۔

جو نے پوچھا ۔ ''کیا میں اپنی سہیلی سے کہہ دوں کہ اگر اس کے پاس کوئی اور بہتر کہانی ہو تو آپ وہ بھی لے لیں گے ۔''

وہ اپنی کامیابی سے شرما کر دلیر ہو گئی تھی لیکن اسے یہ خیال نہ تھا کہ بے دھیانی میں خود کہانی کی مصنفہ ہونے کا بھید کھول چکی ہے ۔

ایڈیٹر نے بے پروائی سے جواب دیا وعدہ تو نہیں کر سکتا لیکن اگر کہانی میرے پاس آئے گی تو دیکھ لوں گا ۔ اپنی سہیلی سے کہیے کہ کہانی مختصر اور چٹپٹی لکھیں ۔ یہ ضروری نہیں کہ اخلاق آموز بھی ہو ۔ آپ کی سہیلی یہ کہانی کس نام سے چھپوانا چاہتی ہیں ۔

''نام کی تو کچھ ایسی ضرورت نہیں ۔ یوں بھی وہ کسی ادبی نام سے مشہور نہیں ۔'' اور باوجود ضبط کے جو کے چہرے پر حیا کی سرخی چمکنے لگی ۔

'بہتر ہے جیسی ان کی مرضی ۔ کہانی آئندہ ہفتے چھپ جائے گی ۔ معاوضہ لینے آپ آئیں گی یا ہمیں بھجوانا ہوگا ۔' مسٹر ڈیش وڈ نے پوچھا جو قدرۃً یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس کی نئی مضمون نگار کون ہے ؟

میں خود ہی آ جاؤں گی ۔ اب اجازت دیجیے آداب عرض !

مسٹر ڈیش وڈ نے ٹانگیں پھر میز پر رکھ لیں اور کہا ۔ غریب اور خود دار جیسے کہ مضمون نگار ہوتے ہیں مگر کام ٹھیک کرے گی ۔

Taj Tahir Foundation

ادھر جو نے مسٹر ڈیش وڈ کی ہدایات پر چلنے اور مسز نارتھ بری کی تقلید کرتے ہوئے سنسنی خیز ادب کے طوفانی سمندر میں سر کے بل چھلانگ لگا دی۔ لیکن ایک دوست کا خدا بھلا کرے، اس نے ڈوبنے سے بچنے کا سامان مہیا کر دیا اور وہ ابھر آئی۔ ہر چند وہ اس رو میں تھوڑی بہت بہ تو گئی تھی لیکن ابھی تک کچھ بگڑا نہیں تھا۔

بیشتر نوجوان اہل قلم کی طرح وہ بھی اپنے کردار سمندر پار سے لاتی تھی اور مناظر بھی وہیں کے ہوتے تھے۔ ڈاکو، نواب، خانہ بدوش، راہبات اور نواب زادیاں اس کے اسٹیج پر نمودار ہو کر زیادہ سے زیادہ صحت اور جوش سے کام کرتے تھے۔ اس کی کہانیاں پڑھنے والے قواعد، زیر زبر اور ممکن نا ممکن کے چکر میں نہیں پڑھتے تھے۔ مسٹر ڈیش وڈ نے ترس کھا کر اپنے اخبار کے کالم پر کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ کم سے کم معاوضے پر لکھوا رہے تھے اور یہ بات جو سے چھپا رکھی تھی کہ اس ذرہ نوازی کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ ایک اجیر قلمکار کہیں اور زیادہ معاوضہ ملنے پر کام چھوڑ گیا تھا۔

جو کا اس کام میں یوں جی لگنے لگا کہ یافت کی صورت نکل آئی تھی اور وہ مختصر پونجی جو آئندہ موسم بہار میں بتھ کو کسی پہاڑی مقام پر لے جانے کے لیے اکٹھی کی جا رہی تھی تھوڑی تھوڑی کرکے ہر ہفتے بڑھ رہی تھی۔ اس اطمینان میں ایک چیز خلل انداز تھی وہ یہ کہ اس نے گھر والوں کو یہ بات اس خیال سے نہیں بتائی تھی کہ وہ اس کام کو پسند نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ پہلے من مانی کر لوں بعد میں معافی مانگ لوں گی۔ راز چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں تھا کیوں کہ کہانیوں کے ساتھ اس کا نام تو چھپتا ہی نہ تھا۔ گو مسٹر ڈیش وڈ نے بہت جلد اصلیت معلوم کر لی تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے یہ بات کسی پر ظاہر نہ کرنے کا جو وعدہ کر لیا تھا

Taj Tahir Foundation

وہ اس پر قائم رہے۔

جو کو یہ اطمینان تھا کہ چوں کہ وہ کوئی اخلاق سے گری ہوئی چیز نہیں لکھتی اس لیے اسے کبھی کسی کے سامنے شرم سار نہ ہونا پڑے گا۔ اگر کبھی کوئی ایسا خیال آتا بھی یا کسی قسم کی کھٹک محسوس ہوتی تو وہ اس وقت کے تصور سے دل کو تسلی دے لیتی جب وہ اپنی محنت سے پیدا کیا ہوا روپیہ دوسروں کو دکھا کر انھیں حیرت میں ڈال دے گی۔

مسٹر ڈیش وڈ صرف سنسنی خیز کہانیاں لیتے تھے اور چونکہ ناظرین کو پھڑکائے تڑپائے بغیر سنسنی پیدا نہ کی جا سکتی تھی اس لیے جو نے تاریخ، رومان، سائنس، فنون لطیفہ، پولیس ریکارڈ اور پاگل خانے کو سنسنی خیز واقعات کی جستجو میں چھان مارا۔ یہ بات اسے بہت جلد معلوم ہو گئی کہ وہ اپنی بے داغ اور پاک و صاف زندگی میں معاشرے کے ارذل طبقے کی گنی چنی جھلکیاں ہی دیکھ سکتی ہے۔ اس لیے وہ بڑی مستعدی کے ساتھ یہ کمی پوری کرنے پر ڈٹ گئی۔ ایک طرف وہ اپنی کہانیوں کے لیے نئے نئے پلاٹ تلاش کرتی تھی۔ دوسری طرف بڑی محنت سے اس طرح لکھتی کہ پڑھنے والوں کو بالکل طبع زاد معلوم ہوں۔ سنسنی خیز واقعات اور لرزہ خیز جرائم کے لیے اسے اخبارات کی ورق گردانی کرنی پڑتی۔ کتب خانوں میں جا کر زہر خوری کے واقعات ڈھونڈتی۔ بازاروں میں چلتے پھرتے اور اپنے گرد و پیش کے واقعات پر غور کرتی۔ گھنٹوں ایسی کتابوں کے مطالعے میں کھوئی رہتی جن سے اسے قدیم زمانے کے ایسے خوف ناک واقعات معلوم ہوں جو آج کے لوگوں کے لیے بالکل نئے ہوں۔ حد تو یہ ہے کہ حماقت، گناہ اور ذلت سے واقف ہونے کے جو محدود مواقع مل سکتے تھے ان کو بھی خالی نہ جانے دیا۔ چنانچہ ان سے بھی تھوڑی بہت آشنا ہو گئی۔ اس کا یہ خیال تھا کہ خوب ترقی کر رہی ہے لیکن نادانستہ وہ نسوانیت کی بعض قابل قدر صفات پر دھبا لگا رہی تھی

Taj Tahir Foundation

وہ خیالی طور پر بری صحبت میں زندگی بسر کر رہی تھی جس کا اس پر برا اثر پڑ رہا تھا ۔ اس کے دل و دماغ کو برے خیالات کی خطرناک اور غیر فطری غذا مل رہی تھی اور وہ زندگی کے اس تاریک رخ سے قبل از وقت واقف ہو کر اپنی فطرت کی اس معصوم آب و تاب سے محروم ہوتی جا رہی تھی جس سے سب ہی کو واقف تو ہونا پڑتا ہے لیکن جس کے لائق ابھی اس کی عمر نہیں تھی ۔

گو یہ چیزیں اس کی آنکھوں سے تو اوجھل تھیں لیکن احساس کی شدت سے وہ اسے آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی ۔ جو کچھ وہ دوسروں کے لیے لکھتی تھی کسی وقت وہ ان واقعات کی ہیرو خود کو سمجھنے لگتی اور یہی اس کی بدقسمتی تھی ۔ وہ نا دانستہ طور پر اس رو میں بہے جا رہی تھی جو وہ دوسروں کی دل چسپی کے لیے تخلیق کر رہی تھی ۔ انسان جب خطا کرتا ہے تو اس کی سزا بھی اسے ضرور ملتی ہے اور جو کو اس وقت ملی جب اسے ضرور ملنی چاہیے تھی ۔

مجھے معلوم نہیں کہ اسے مردم شناسی شیکسپیر کے مطالعے سے آئی یا یہ اس نسوانی شعور کی پیداوار تھی جس سے عورت کسی کی ایمان داری کا بہادری اور قوت سے متاثر ہوتی ہے ۔ بہر حال اسی دوران میں جب وہ اپنے خیالی کرداروں میں ایک چلتی پھرتی زندگی کی روح پھونک رہی تھی جو کی ایک ایسے آدمی سے شناسائی ہو گئی جو بہت سی خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود اپنے اندر کچھ دل چسپی بھی رکھتا تھا ۔ ایک دفعہ اس نے دوران گفتگو میں اسے یہ بھی صلاح دی تھی کہ وہ کبھی ایسے لوگوں کا مطالعہ بھی کیا کرے جن میں سادگی اور صداقت ہو ۔ اس سے اس کی قلم کا دائرہ وسیع ہوگا ۔ جو نے اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے اس کا مطالعہ شروع کر دیا اور جب بائر پر جس نے اسے یہ مشورہ دیا تھا یہ عقیدہ کھلا تو اسے بہت حیرت ہوئی کیوں کہ پروفیسر کو کبھی بھولے سے بھی اس بات کا گمان نہ ہوا تھا کہ وہ بھی

Taj Tahir Foundation

کسی کے لیے کچھ دل چسپ ہو سکتا ہے۔

یہ بات شروع میں جو کی سمجھ میں نہ آئی تھی کہ ہر شخص اسے کیوں پسند کرتا ہے۔ نہ وہ امیر کبیر تھا نہ کوئی بڑا آدمی، نہ نوجوان تھا نہ ایسا حسین۔ غرض کسی اعتبار سے بھی نہ اس میں کشش تھی نہ رعب، نہ ایسا بانکا سجیلا تھا۔ پھر بھی اس میں کشش تھی اور لوگ اس طرح اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے جیسے شمع کے گرد پروانے۔

وہ غریب ہوتے ہوئے بھی فیاض تھا۔ گو وہ سب سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتا تھا لیکن اس کے ملنے جلنے والے بھی کچھ کم نہ تھے۔ گو اس کی جوانی ڈھل چکی تھی لیکن چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ کھیلتی تھی۔ اس کی ہر بات میں سادگی نمایاں تھی مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کی نگاہ میں وہ مردانہ حسن سے بھی خالی تھا۔ اگرچہ اس کی بعض باتیں بہت عجیب تھیں لیکن لوگ اس قسم کی باتیں ہمیشہ نظر انداز کر دیتے تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود اس میں ایک کشش تھی۔ اس کشش کا دوسرا نام اس کی نیک دلی تھا اور اس کی یہی نیک دلی جو کے دل کو بھی گداز کر رہی تھی۔ وہ چوں کہ ایک انسان تھا اس لیے کسی وقت غم زدہ بھی ہو جاتا لیکن وہ اپنا غم شگفتگی کے ایک خوب صورت پردے میں چھپائے رکھتا گو اس کی پیشانی پر جھریاں نمودار ہو رہی تھیں مگر اس کی طبیعت پر ان کا کوئی اثر نہ تھا۔ وہ چوں کہ دوسروں سے نرمی اور التفات سے پیش آتا تھا اس لیے زمانہ بھی اس سے نرمی اور تلطف سے پیش آ رہا تھا۔ اس چہرے پر جو مسکراہٹیں تھیں نجانے وہ کتنے لوگوں کو ہنسانے کا نتیجہ تھیں۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی بجائے محبت جھلکتی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت اظہار دوستی کے معاملے میں الفاظ سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی تھی۔

اس کے کپڑے بھی اس کے جسم پر بڑے بھلے لگتے تھے۔

Taj Tahir Foundation

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا لباس بھی اسے آرام دینا چاہتا ہے۔ اس کی ڈھیلی سی واسکٹ یہ ظاہر کرتی تھی کہ اس کے اندر دل بھی بڑا ہے۔ اس کے برتے برتائے کوٹ کی وضع ایسی تھی جیسے پہننے والا بڑا ملنسار ہے۔ اور تھیلا سی جیبوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بچے ان میں ہاتھ ڈال ڈال کر چیزیں نکالتے رہتے ہیں۔ اس کے جوتے تک بھلے معلوم ہوتے تھے اور اس کے کالر دوسروں کی طرح سخت کھردرے نہیں ہوتے تھے۔

آخر کار جو نے یہ معلوم کر لیا کہ ایک کھرا جرمن پروفیسر جو کھانے میں کھپچے چلاتا ہے۔ اپنے موزے خود رفو کرتا ہے اور جس کے نام تک کی ہنسی اڑائی جاتی ہے۔ وہ بھی انسانوں کے ساتھ نیک برتاوا کرنے سے معزز اور باوقار بن گیا ہے اب وہ سمجھی کہ ہر دل عزیز بننے کا راز یہی ہے۔

جو نیکی کی بڑی قدر کرتی تھی لیکن اس میں ہر عورت کی طرح ذہانت کے احترام کا مادہ بھی تھا۔ یوں تو وہ پہلے ہی سے پروفیسر کی مداح تھی لیکن ایک نئی بات ایسی بھی معلوم ہوئی جس سے اس کے دل میں بائر کا احترام کہیں زیادہ ہو گیا۔ وہ اپنے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتاتا تھا اور یہ بات پہلے کسی کو معلوم نہیں تھی کہ وہ اپنے آبائی شہر میں ایک ذی عزت اور باوقار عالم سمجھا جاتا تھا۔ ایک دفعہ اس کا ایک ہم وطن اس سے ملنے آیا۔ اس نے اثنائے گفتگو میں یہ حقیقت مس نورٹن پر ظاہر کی جب کہیں یہ راز کھلا۔ جو کو جب یہ بات مس نورٹن سے معلوم ہوئی تو اسے بہت حیرت ہوئی کیوں کہ بائر نے اپنے متعلق کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ اسے یہ معلوم کرکے فخر محسوس ہوا کہ وہ برلن میں ایک ذی عزت پروفیسر تھا گو اس وقت امریکہ میں ایک غریب ماسٹر کی زندگی گزار رہا تھا۔ پروفیسر کی سادہ محنت کش زندگی اس کو پہلے بھی بھلی لگتی تھی۔ لیکن اس انکشاف سے اس میں رومانیت کی حلاوت شامل ہو گئی جس کی وجہ

Taj Tahir Foundation

سے اور بھی خوشنما نظر آنے لگی۔

پروفیسر کا ایک اور وصف جو ذہانت سے بھی بڑا تھا بہت غیر متوقع طور پر ظاہر ہوا۔ مس نورٹن ادیبوں سے ملتی جلتی تھیں۔ وہ جو کو بھی اپنے ساتھ لے جانے لگیں ورنہ جو کو یہ موقع شاید ہی نصیب ہوتا۔ مس نورٹن اکیلی تھیں۔ جو کو ترقی کا شوقین دیکھ کر اس میں دل چسپی لینے لگیں۔ وہ اس کو اور پروفیسر بائر کو اکثر اس قسم کی عنایات سے نوازتی رہتی تھیں۔ وہ انھیں ایک خاص مشاعرے میں ساتھ لے گئیں جو کئی مشہور ہستیوں کے اعزاز میں ہو رہا تھا۔

جو ان عظیم اور مشہور شخصیتوں کی غائبانہ پرستش کرتی رہتی تھی۔ چنانچہ ان کی تعظیم و تکریم کے لیے تیار ہو کر گئی۔ اس کے دل میں جوہرِ قابل کے لیے بڑا احترام تھا لیکن اس رات اس جذبے کو بہت صدمہ پہنچا اور اس انکشاف نے اسے بڑی دیر تک محو حیرت رکھا کہ بڑے لوگ بھی بہر حال انسان ہی ہوتے ہیں۔ ایک شاعر کے اشعار پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ خالص روحانی ہے لیکن جب جو نے اس کی طرف شرمائی شرمائی عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھا تو اسے بڑی مایوسی ہوئی کیوں کہ وہ تو حیوانوں کی طرح کھانا حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔ یہ بت ٹوٹنے کے بعد اوروں کی طرف دیکھا تو ان کو بھی ایسی حالتوں میں پایا کہ سارا فریب جلد ہی دور ہو گیا۔ ایک عظیم ناول نگار دو آبگینوں کے درمیان پنڈولم کی طرح ہلتے نظر آئے۔ ایک مشہور عالم دین کھلم کھلا ایک ایسی اوباش عورت سے چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے جسے اپنے زمانے کی 'مادام دے ستیل' کہا جا سکتا تھا۔ جو ایک دوسرے کورن نامی کو غضب ناک نگاہوں سے دیکھ رہی تھی جو اس ہرجائی حسینہ کی مزے لے لے کر ہجو کر رہے تھے اور اس سے پہلے ان ہی فاضل پروفیسر پر چھانے کے معاملے میں ہرا چکے تھے جو بے چارہ اس عورت کی بکواس کی وجہ

Taj Tahir Foundation

سے جانسن کی مانند چائے پینے لگا تھا اور سوتا معلوم ہو رہا تھا کیوں کہ وہ زبان کھولنے کا موقع ہی نہ دیتی تھی - مشہور و معروف سائنس دان اپنے گھونگوں اور برفانی زمانے کے ذکر اذکار کو چھوڑ کر فنون لطیفہ پر طبع آزمائی کر رہے تھے اور ساتھ ہی کستورا مچھلی اور آئس کریم وغیرہ ہڑپ کرنے میں پوری مستعدی دکھا رہے تھے - وہ نوجوان موسیقار جس کے نام سے شہر اس طرح گونج رہا تھا گویا وہ آرفیس ثانی ہے اس وقت گھوڑوں کے بارے میں اپنے علم کا اظہار کر رہا تھا اور برطانوی اعلیٰ طبقے کا جو نمائندہ موجود تھا وہ تو ایک بہت گھٹیا قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا -

آدھا وقت بھی پوری طرح نہ گزرا تھا کہ جو بڑے لوگوں کی اس بے نقابی سے اتنی گھبرائی کہ ایک گوشے میں الگ جا بیٹھی تاکہ اپنے حواس قائم رکھ سکے - مسٹر بائر بھی جلدی ہی وہیں آ بیٹھے - وہ بھی بدحواس سے تھے - پھر درمیانی وقفے میں کئی فلاسفر حضرات کا ایک عقلی دنگل شروع ہو گیا - ان کی گفتگو جو کی سمجھ سے میلوں دور تھی - لیکن وہ اس سے لطف لیتی رہی حالانکہ کانٹ اور ہیگل اس کے لیے نامعلوم بت تھے اور 'فاعلی' اور 'مفعولی' ناقابلِ فہم اصطلاحیں تھیں اور اس کے اندرونی شعور سے جو کچھ صادر ہوا ، وہ درد سر تھا - اس پر رفتہ رفتہ یہ کھلا کہ جیسے دنیا کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جا رہے ہیں اور ان ٹکڑوں کو نئے ڈھنگ سے اور بولنے والوں کے خیال میں سابقہ سے بہت بہتر اصولوں پر جوڑا جا رہا ہے - نیز مذہب کو عقلی دلائل سے بے حقیقت ثابت کرکے عقل کو خدائے واحد قرار دیا جا رہا ہے - جو کو فلسفہ یا مابعدالطبیعیات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا لیکن جب وہ ان فلسفیوں کا مباحثہ سن رہی تھی تو اس پر ایک ایسی عجیب کیفیت طاری ہو گئی جس میں کچھ لطف بھی تھا اور کچھ اذیت بھی - اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وقت

Taj Tahir Foundation

اور مقام میں اسے اس طرح کھلا چھوڑ دیا گیا ہے جیسے تعطیل کے دن بچے کسی غبارے کو تاگا توڑ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

جو نے پلٹ کر پروفیسر کی طرف دیکھا وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے بیزاری ٹپک رہی تھی۔ اس نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے سر ہلا کر اسے چلنے کا اشارہ کیا لیکن جو ان لوگوں کی باتیں بڑی حیرت سے سن رہی تھی - وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ لوگ جو خود کو اس وقت عقلِ کل سمجھ رہے ہیں آخر کسی نتیجے پر بھی پہنچتے ہیں یا نہیں۔

مسٹر بائر اور قسم کے آدمی تھے۔ وہ اوروں کی سنتے رہتے تھے اور اپنی رائے جلدی ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انھیں اپنی اصابت رائے کا یقین نہیں تھا بلکہ خیالات میں اس قدر خلوص اور صداقت ہوتی تھی کہ خواہ مخواہ بول کر انھیں ضائع نہ کرتے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ جوان لڑکے اور لڑکیاں ان فلسفیانہ شعبدہ بازیوں سے مسحور ہو رہی ہیں تو ان کی بھویں سکڑ گئیں۔ چنانچہ اس خیال سے کہ کہیں کوئی لڑکا یا لڑکی ان باتوں سے بہک کر غلط راستہ اختیار نہ کرے تو انھوں نے بھی کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب ان کی رائے دریافت کی گئی تو انھیں جلال آ گیا اور انھوں نے مذہب کے حق میں تقریر کی اور چوں کہ سچائی پر تھے، خوب زور باندھا جس سے ان کی ٹوٹی پھوٹی انگریزی بڑی دلکش اور ان کا سادہ چہرہ خوب صورت معلوم ہونے لگا۔ فلسفیوں نے بحث بہت اچھی کی اس لیے انھیں مقابلہ بہت سخت کرنا پڑا لیکن انھیں اپنی شکست کا احساس نہیں ہوا اور آخر تک مردانہ وار میدان میں ڈٹے رہے۔

جب وہ بول رہے تھے تو نہ جانے کیوں جو کی ذہنی دنیا نئے سرے سے آباد ہو گئی۔ پرانے عقیدے جو اتنے عرصے سے کام دے رہے تھے۔ نئے خیالات سے بہتر معلوم ہونے لگے۔ خدا کوئی اندھی طاقت نہیں اور حیات بعد ممات کوئی حکایت نہیں بلکہ واقعہ

Taj Tahir Foundation

ہے۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے ایک بار پھر اسے اپنے پاؤں تلے ٹھوس زمین محسوس ہونے لگی اور جب مسٹر بائر خاموش ہوئے تو جو کا جی چاہا کہ تالیاں بجا کر اظہار مسرت کرے اور ان کا شکریہ ادا کرے۔ گو دوسروں کی یاوہ گوئی سے وہ بیزار تو ہوئے لیکن انھیں قائل کوئی بھی نہ کر سکا۔

جو نے نہ تالیاں بجائیں نہ مسٹر بائر کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن اسے یہ منظر یاد رہا اور اس کے دل میں پروفیسر کی وقعت بڑھ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ انھیں اس طرح فی الفور تقریر کرنے کے لیے اپنی طبیعت پر خاصا جبر کرنا پڑا تھا۔ کیوں کہ بولنا تو چاہتے نہ تھے مگر ضمیر نے خاموش بھی نہ رہنے دیا۔ اسے یہ حقیقت نظر آنے لگی کہ کردار، روپے اعزاز اور عقل یا حسن سے زیادہ بیش قیمت چیز ہے اور اگر عظمت جیسا کہ ایک عقل مند نے کہا ہے 'صداقت' احترام اور نیک دلی سے عبارت ہے تو اس کا دوست بائر نہ صرف نیک ہے بلکہ ایک عظیم انسان بھی ہے۔

بائر کے بارے میں اس کی رائے روز بروز پختہ ہوتی گئی اور اس کی نگاہوں میں اس کی جو عزت تھی اس پر اسے فخر تھا اور وہ زیادہ سے زیادہ اس بات کی کوشش کرتی کہ وہ اس کو دوستی کے قابل سمجھے لیکن ایک بار ایسا واقعہ ہوا جس سے اس کی امیدوں پر تقریباً پانی ہی پھر گیا۔ یہ سارا قصہ کاغذ کی ٹوپی سے شروع ہوا۔ ایک شام پروفیسر جو کو پڑھانے آیا تو اس کے سر پر کاغذ کی ٹوپی تھی جسے بچے سپاہی سپاہی کھیلنے میں بنا کر پہن لیا کرتے ہیں۔

بائر نے اندر داخل ہو کر سلام کیا اور سنجیدگی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس دن اسے ''والنسٹائین کی موت'' پڑھانا تھا جو ایک غم انگیز مضمون تھا مگر اس کے سر پر مسخروں جیسی ٹوپی تھی اور اسے اس مضحکہ انگیز فرق کا خیال تک نہ تھا۔ جو کو تعجب تھا کہ یہاں آنے سے پہلے اس نے آئینہ کیوں نہیں

Taj Tahir Foundation

دیکھا لیکن اس نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا ۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کے کہے بغیر ہی پروفیسر کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے ۔ پروفیسر جب قہقہہ مار کر ہنستا تھا تو اسے اس کے ہنسنے میں بھی لطف آتا تھا ۔ چنانچہ کاغذ کی ٹوپی کا خیال ہی اس کے ذہن سے اتر گیا اور وہ سبق میں محو ہو گئی ۔ کیوں کہ جب کوئی جرمن نژاد شلر کی کوئی تصنیف پڑھ کر سناتا ہے تو سننے والوں پر خواہ مخواہ محویت طاری ہو جاتی ہے ۔ آج کا سبق کچھ مزے دار تھا ادھر جو کی طبیعت بھی اس وقت رنگ پر آئی ہوئی تھی ۔ اسے کاغذی ٹوپی کو دیکھ کر ہنسی آنے لگی جس سے آنکھوں میں چمک نمودار ہو گئی ۔ پروفیسر اس ہنسی کا مطلب نہ سمجھ سکا ۔ آخر کار وہ پڑھاتے پڑھاتے رک گیا اور کسی قدر تعجب سے پوچھنے لگا ۔

''مس مارچ ! آپ اپنے استاد کے سامنے ہنس کیوں رہی ہیں ؟ کیا آپ میرا اتنا بھی ادب نہیں کرتیں کہ تمیز سے بیٹھ سکیں ؟ جو نے جواب دیا ۔ ''جناب! میں آپ کا ادب کیا کروں جب کہ آپ کمرے میں داخل ہو کر ٹوپی اتارنا بھول جاتے ہیں ۔''

پروفیسر نے سنجیدگی سے ہاتھ اٹھا کر سر سے چھوٹی سی کاغذی ٹوپی اتاری اور اسے ایک لمحے دیکھتا رہا ۔ پھر بڑے زور سے قہقہہ مار کر بولا : ''اچھا اب میں سمجھا ، یہ اس شریر ٹائنا کی کارستانی ہے ۔ اس نے یہ ٹوپی میرے سر پر رکھ کر مجھے مضحکہ خیز بنا دیا ۔ بہر حال کوئی بات نہیں ۔ لیکن اتنا سمجھ لو کہ اگر یہ سبق خراب ہو گیا تو تمھیں بھی یہ ٹوپی پہننی پڑے گی۔

اس کے بعد چند منٹ تک سبق میں دل لگنا تو درکنار وہ جاری ہی نہ رہ سکا ۔ کیوں کہ مسٹر بائر نے اس کاغذی ٹوپی پر بنی ہوئی تصویر دیکھ کر ٹوپی کھول ڈالی اور بڑی بیزاری سے کہا ۔ ''میں چاہتا ہوں ایسے اخبار اس گھر میں نہ آیا کریں ۔ یہ بچوں کے دیکھنے یا نوجوانوں کے پڑھنے کے لائق نہیں ہوتے۔ اس قسم کی فضول باتیں مجھے پسند نہیں ۔ مجھے ان لوگوں سے

Taj Tahir Foundation

سخت نفرت ہے جو اس قسم کی بیہودہ باتیں کرتے ہیں۔

جو نے اخبار پر ایک نظر ڈالی تو دیکھا کہ ایک دلکش تصویر ہے جس میں ایک جنونی آدمی، ایک لاش، ایک بدمعاش اور ایک زہریلا سانپ دکھایا گیا ہے۔ تصویر اسے بھی پسند نہیں آئی لیکن اس نے جس خیال سے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا وہ ناپسندیدگی کا نہیں بلکہ خوف کا تھا کیوں کہ اسے لمحے بھر کو یہ گمان گزرا کہ شاید اخبار والکینو ہے۔ لیکن وہ والکینو نہیں تھا۔ مگر اس خیال سے کہ اگر یہ والکینو اخبار ہوتا تو اس کی کہانی بھی جو ایک نامعلوم نام سے چھپتی تھی ضرور ہوتی اسے کچھ اطمینان سا ہو گیا۔ تاہم اس کے چہرے پر جو بے چینی کے آثار تھے ان سے یہ بھید کھل گیا۔ گو پروفیسر ہر وقت کھویا سا رہتا تھا لیکن وہ اتنا انجان نہیں تھا جتنا دوسرے اسے سمجھتے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ جو اخبارات کے لیے لکھتی ہے۔ وہ اسے کئی بار اخبارات کے دفتر کے چکر لگاتے بھی دیکھ چکا تھا۔ لیکن چونکہ جو نے خود اس سے یہ بات چھپا رکھی تھی اس لیے بائر نے بھی باوجود اس کی تحریر کے شائق ہونے کے کبھی اس قسم کا تذکرہ اس سے کرنا مناسب نہ سمجھا۔ تاہم اسے یہ احساس ضرور تھا کہ جو رازداری کے باوجود کچھ ندامت سی محسوس کرتی ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو یہ کہہ کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں کہ ہمیں کسی سے کیا۔

بائر کے دل میں اس خیال سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو گیا کہ ایک غریب اور جوان لڑکی اپنے والدین سے دور یہاں بیٹھی ہے اور وہ اس طرح اس کی مدد پر تیار ہو گیا جیسے کوئی کسی بچے کو گڑھے میں گرتا دیکھ کر فوراً اس کی مدد کو جا پہنچتا ہے۔ لیکن یہ خیال جتنی جلدی اس کے دل میں آیا تھا اتنی ہی جلدی زائل بھی ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے چہرے پر بھی اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ جو جب اخبار پر نظر ڈال چکی تو اس نے

Taj Tahir Foundation

سوئی میں دھاگا ڈالا ۔ ادھر پروفیسر خالی الذہن ہو کر اس سے کہہ رہا تھا ۔

''شاباش ! تم نے اچھا کیا جو اس اخبار کو چھوڑ دیا ہے ۔ گو بعض لوگ اس بات کی پروا نہیں کرتے لیکن مجھے یہ مطلق پسند نہیں کہ جوان لڑکیاں اس قسم کی خرافات پڑھا کریں ۔ میں اپنے بچوں کو بارود سے کھیلنے کی اجازت تو دے دوں گا لیکن اس قسم کی لغویات میں انھیں ہرگز نہیں پڑنے دوں گا ۔

جو نے جواب دیا ۔ ضروری نہیں کہ اس قسم کی سب تحریریں مخرب اخلاق ہی ہوں ۔ ہاں ! احمقانہ ہو سکتی ہیں اور اگر عوام انھیں پسند کرتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ انھیں پڑھا نہ جائے ۔ کچھ ایسے شریف لوگ بھی ہیں جو اس قسم کی کہانیاں لکھ کر ہی روزی پیدا کرتے ہیں ۔'' اور اس نے چنتوں کو اس زور سے کھرچا کہ چھوٹی چھریوں کی ایک قطار پن کے ساتھ کھنچی چلی آئی ۔

''مانگ تووہسکی کی بھی ہے ۔ لیکن تم اور میں اتنے ذلیل نہیں ہو سکتے کہ شراب فروخت کرنے لگیں ۔ اگر شریف انسانوں کو احساس ہو جائے کہ ان کے کسی فعل سے کوئی نقصان ہو رہا ہے تو وہ ہرگز یوں نہیں سوچیں گے کہ اس سے ان کو نیک معاشی کی روزی مل رہی ہے اس لیے یہ کام جاری رکھنا چاہیے ۔ انھیں چھوٹی عمر کے لڑکے لڑکیوں کو زہر مربے میں ملا کر دینے کا کوئی حق نہیں ۔ ایسے لوگوں کو ،موچنا چاہیے کہ ایسا اخلاق سے گرا ہوا کام کرنے سے بہتر ہے کہ انسان سڑکوں پر جھاڑو دے کر روپیہ پیدا کرے ۔''

مسٹر بائر پرجوش لہجے میں بول رہے تھے اور اخبار کو مروڑتے ہوئے آتش دان تک چلے گئے ۔ جو اس طرح خاموش بیٹھی رہی جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہے ۔ پروفیسر نے اخبار آگ کی نذر کر دیا اور وہ جل کر بھسم ہو گیا لیکن جو کے گال ندامت

Taj Tahir Foundation

سے دیر تک تمتماتے رہے۔

پروفیسر آتش دان سے ہٹ کر جب واپس لوٹا تو وہ کچھ مطمئن سا نظر آتا تھا۔ تاہم اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ''دل چاہتا ہے اس قسم کی سب تحریریں اسی طرح نذر آتش کر دوں۔''

جو نے سوچا کہ اوپر کی منزل میں میرے مسودوں کا جو ڈھیر رکھا ہے اسے جلایا جائے تو کیسا بھڑ بھڑ جلے اور یہ خیال کرکے اسے ملال ہوا کہ وہ تو کیسی محنت سے کہانیاں لکھ کر روزی کماتی ہے اور پروفیسر انہیں کتنی آسانی سے جلانے پر کمربستہ ہے۔ پھر اس نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دے لی کہ اس کی کہانیاں نقصان دہ نہیں ہوتیں بلکہ ذرا احمقانہ ہوتی ہیں لہذا انہیں سوختنی قرار نہیں دیا جا سکتا۔'' اور کتاب ہاتھ میں لے کر خود اعتمادی سے بولی: ''آگے پڑھوں جناب؟ میں آئندہ ٹھیک طرح کام کروں گی۔''

بائر نے جواب میں اتنا ہی کہا کہ خدا کرے ایسا ہی ہو، مگر اس مختصر جواب میں وہ اس سے کہیں زیادہ کہہ گیا جتنا جو نے سمجھا اور اس نے جس سنجیدگی اور نرمی سے جو پر نگاہ ڈالی وہ ظاہر کر رہی تھی جیسے جو کے ماتھے پر جلی لفظوں میں لکھا ہے ''ویکلی والکینو''۔ اور پروفیسر اسے خطرے سے آگاہ کر رہا ہے۔

جو نے پڑھائی سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کمرے میں پہنچتے ہی اپنے مسودے نکالے اور اپنی تمام کہانیوں کو لفظ بہ لفظ غور سے پڑھا۔ پروفیسر بائر ضعف بصارت کی وجہ سے کبھی کبھی چشمہ لگاتے تھے۔ جو نے ایک بار یہ سوچ کر مسکراتے ہوئے ان کا چشمہ لگا کر پڑھا تھا کہ دیکھے کہ اس کی کتاب کے نفیس چھپے ہوئے حروف اس چشمے سے بڑے بڑے ہو کر کیسے نظر آتے ہیں۔ مگر اس وقت اسے یہ معلوم ہوا جیسے اس کی آنکھوں پر پروفیسر کے ذہنی اور اخلاق چشمے بھی لگے ہوئے

Taj Tahir Foundation

ہیں ۔ کیوں کہ ان بے چاری کہانیوں کے عیوب ابھر کر سامنے آ گئے اور اس کا دل مایوسی سے بھر گیا ۔

اس نے دل ہی دل میں کہا ۔ 'یہ تو بالکل لغو ہیں اور اگر میں لکھتی رہی تو ان سے بھی زیادہ لغو کہانیاں لکھوں گی ۔ کیوں کہ ہر نئی کہانی پچھلی سے زیادہ سنسنی خیز ہے ۔ میں آنکھیں بند کر کے کام کرتی رہی ہوں ۔ میں نے روپے کی خاطر خود کو بھی نقصان پہنچایا اور دوسروں کو بھی ۔ ہاں یہی بات ہے ۔ میں سنجیدگی سے پڑھوں تو اس پر شرمندہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور ابھی تو کچھ بگڑا ہی نہیں ہے ۔ اگر گھر پر کسی نے یہ کہانیاں دیکھ لی ہوتیں یا مسٹر بائر کے ہاتھ لگ گئی ہوتیں تو میں کیا کرتی!''

جو اس خیال سے ہی گھبرا گئی اور اس نے مسودوں کی گڈی بنا کر چولھے میں رکھ دی ۔ اس کے دفعۃً بھڑک اٹھنے سے دود کش میں جیسے آگ لگ گئی ۔

جب جو نے دیکھا کہ آگ کا دیو ایک ننھے سے سیاہ کوئلے کو غضب ناک نظروں سے بھگا رہا ہے تو اس نے سوچا کہ ایسی بھڑکنے والی لغویت کے لیے یہی جگہ مناسب ہے ۔ میں گھر کو جلا ڈالوں گی مگر یہ پسند نہیں کروں گی کہ میری بارود سے دوسرے خود کو ہلاک کریں ۔

لیکن جب تین مہینے کی محنت کا ماحصل راکھ کے ڈھیر اور معاوضے کی جمع شدہ رقم کے سوا اور کچھ نہ رہا تو جو کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ فرش پر بیٹھی ہوئی سوچنے لگی کہ اب آمدنی کا ذریعہ کیا ہوگا ۔

وہ بڑی دیر تک اسی سوچ میں ڈوبی رہی ۔ پھر آپ ہی آپ کہنے لگی : ''میرا خیال ہے ابھی تک میں نے کچھ زیادہ نقصان نہیں کیا ۔ میں اس رقم کو گزارے کے لیے اپنے پاس رکھ سکتی ہوں ۔'' پھر کسی خیال سے جھنجھلا کر کہنے لگی ۔ ''جی چاہتا ہے میرے پاس ضمیر نہ ہوتا ۔ یہ انسان کو بہت ستاتا ہے ۔

Taj Tahir Foundation

اگر مجھے نیکی بدی اور اچھائی برائی میں تمیز نہ ہوتی تو بہت اچھی رہتی اور کبھی کبھی یہ خواہش کیے بغیر رہا نہیں جاتا کہ کاش والدین اس معاملے میں اتنے سخت نہ ہوتے۔"

ارے بی جو ! اس قسم کی فضول باتوں سے دل میلا نہ کرو۔ بلکہ خدا کا شکر ادا کرو کہ والدین اس معاملے میں اس قدر سخت ہیں وہ لوگ قابل رحم ہیں جنھیں ایسے سرپرست نصیب نہیں ہیں جو ان کی رہبری کے لیے اصول بنا دیتے۔ نوجوانوں کو جو بے چین طبعیت رکھتے ہیں یہ اصول قید خانے کی دیواروں کی طرح دم گھوٹتے معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ نسوانی کردار کی تعمیر کے لیے محکم بنیادیں ثابت ہوتے ہیں۔

جو نے سنسنی خیز کہانیاں لکھنی چھوڑ دیں اور یہ فیصلہ کیا کہ سنسنی پھیلانے کی تلافی روپے سے نہیں ہو سکتی لیکن ادھر سے توجہ ہٹی تو مسز شروڈ، مس اج ورتھ اور حنا مور کے راستے پر چل نکلی اور ایک ایسی کہانی لکھ ڈالی جو اس قدر اخلاقیات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ جواب مضمون یا وعظ معلوم ہوتی تھی۔ اسے اس کہانی کے بارے میں شروع ہی سے شبہ تھا۔ کیوں کہ شگفتہ طرزِ تحریر اور رومان پسندی کی وجہ سے اس نئی روش کو نبھانا اتنا ہی دشوار معلوم ہو رہا تھا جتنا پچھلی صدی کا سخت اور بوجھل لباس پہننا۔ اس نے یہ نصیحت آموز شہ پارہ کئی جگہ بھیجا مگر اس کا کوئی خریدار پیدا نہ ہوا اور اسے مسٹر ڈیش وڈ کی یہ رائے درست معلوم ہوئی کہ اخلاقی ادب کو کوئی نہیں پوچھتا۔

اس کے بعد جو نے بچوں کی کہانی لکھ کر تقدیر آزمائی کی۔ یہ کہانی آسانی سے لگ جاتی۔ مگر وہ اتنی زر پرست تھی کہ معاوضہ مانگ بیٹھی اس سے کام بگڑ گیا۔ صرف ایک شخص ایسا نکلا جو بچوں کی کتابوں کا اتنا معاوضہ دینے کو تیار تھا جس سے جو کو اس قسم کی کتابیں لکھنے میں فائدہ نظر آتا۔ اس کا ایک

Taj Tahir Foundation

خاص عقیدہ تھا اور ساری دنیا کو اسی کا پابند بنانے کا مشن لیے بیٹھا تھا ۔ پھر بچوں کی کتابیں لکھنے کی خواہش رکھنے کے باوجود جو ایسے قصے نہ گھڑ سکی جن میں شریر لڑکوں کو محض اس جرم میں کہ وہ کسی خاص سیبتھ سکول نہیں جاتے ، ریچھوں کے آگے ڈلوا دیا جاتا ہے یا دیوانے سانڈ انھیں سینگوں پر اٹھا کر اچھالتے ہیں ، حالانکہ اس سکول میں جانے والے بچوں کو سونے کے ورق لگے ادرک کے کیکوں سے لے کر مرنے کے بعد حمد گاتے فرشتوں کے ساتھ آسمان پر جانے تک ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے ۔ غرض ان تجربوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور جو نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا ۔ ساتھ ہی بے چارگی کے عالم میں منہ سے نکلا : ''مجھے کچھ نہیں آتا ۔ پہلے سیکھ لوں پھر کچھ کروں گی اور اس اثنا میں اگر کرنی بہتر کام نہ کر سکی تو سڑکوں پر جھاڑو دوں گی ۔ کیونکہ اور کچھ نہ سہی یہ ایماندارانہ کام تو ہے ۔''

اس بات سے ثابت ہوا کہ اسے دوسری مرتبہ ٹھوکر کھانے سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچا ۔

اس دوران میں جب یہ اندرونی انقلابات ہو رہے تھے ، اس کی روزمرہ کی زندگی میں کوئی فرق نہ آیا اگر وہ کسی وقت پریشان یا غمگین ہوتی تو پروفیسر کے سوا اور کسی کوئی اس کا احساس نہ ہوتا وہ جو کچھ کرتا اس خاموشی کے ساتھ کرتا کہ جو کو خبر تک نہ ہوتی ۔ وہ در اصل اس کی طبیعت کی افتاد کا مطالعہ کرتا تھا اور سوچتا تھا کہ اس کی بات کا اس پر کچھ اثر ہوگا یا نہیں ۔ مگر وہ آزمائش میں پوری اتری اور بائر کو اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا ۔ گو اس بارے میں پھر ان میں گفتگو نہیں ہوئی تاہم بائر جان گیا کہ اس نے سنسنی خیز کہانیاں لکھنی چھوڑ دی ہیں ۔ اس نے یہ اندازہ ان باتوں سے لگایا کہ ایک تو اس کے دائیں ہاتھ کی دوسری انگلی اب سیاہی میں بھری ہوئی نظر نہ آتی تھی دوسرے اب وہ شام کو اخباروں کے دفتروں کے چکر کاٹنے کی بجائے گھر

Taj Tahir Foundation

پر ہی ہوتی تھی - تیسرے بڑی مستقل مزاجی سے پڑھ رہی تھی - غرض ان سب باتوں سے اسے یقین آ گیا کہ وہ کسی مفید چیز کی طرف ذہن لگانے پر تل گئی ہے - خواہ وہ مزے دار اور پر لطف نہ ہو -

پروفیسر نے مختلف طریقوں سے اس کو امداد دے کر ثابت کر دیا کہ وہ اس کا سچا دوست ہے - جو اس بات سے بہت خوش تھی کیونکہ اس نہ لکھنے کے دوران میں وہ جرمن زبان کے علاوہ بھی سبق سیکھ رہی تھی اور اس طرح اپنی زندگی کی سنسنی خیز کہانی کی بنیاد رکھ رہی تھی -

جاڑے کا موسم خوش گوار بھی تھا اور طویل بھی کیونکہ وہ جون تک مسز کرک ہی کے پاس رہی - جب اس کے رخصت ہونے کا وقت آیا، سب ملول نظر آنے لگے - بچے تو پھڑک رہے تھے اور سنبھالے نہ سنبھلتے تھے - مسٹر بائر کے سر کے بال سیدھے کھڑے ہو گئے تھے کیونکہ ذہنی پریشانی کی حالت میں وہ انھیں مل دل کر رکھ دیتے تھے -

آخری شام سب جو کے پاس بیٹھے تھے - جو نے بائر سے ذکر کیا کہ وہ گھر جا رہی ہے تو کہنے لگے - ''گھر جا رہی ہیں آپ ؟ آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ کا گھر ہے'' اور کونے میں بیٹھے ڈاڑھی کریدتے رہے -

جو کو اگلے دن صبح سویرے روانہ ہونا تھا اس لیے وہ رات ہی کو سب سے مل جل لی - جب بائر کی باری آئی تو اس نے گرم جوشی سے کہا - ''دیکھیے قبلہ ! اگر کبھی قسمت آپ کو ہماری طرف بھی کھینچ لائے تو مجھے بھولیے گا نہیں..... یاد رکھیے گا نا ؟ اگر آپ بھول گئے تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی - میں اپنے دوست کو گھر کے سب لوگوں سے ملانا چاہتی ہوں -''

''تو کیا تم واقعی یہ چاہتی ہو کہ میں تم سے ملنے آؤں ؟'' انھوں نے جو کو اشتیاق بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا

Taj Tahir Foundation

جنھیں جو نے دیکھا نہیں ۔

''ہاں آئندہ ماہ آئیے ۔ لاری اس وقت ڈگری لے گا اور آپ کو آغاز سال کی تقریب ایک نئی چیز معلوم ہوگی ۔''

''یہ لاری جس کا تم نے ذکر کیا تمھارا بہترین دوست ہے؟'' بائر نے بدلے ہوئے لہجے میں پوچھا ۔

''ہاں ٹیڈی میرا دوست ہے مجھے اس پر فخر ہے ۔ آپ وہاں آئیں گے تو ملاؤں گی ۔''

اور یہ کہہ کر جو نے اس بات پر خوشی محسوس کرتے ہوئے نظر اٹھا کر دیکھا کہ وہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملائے گی ۔ اس وقت اسے اور کسی بات کی خبر نہیں تھی لیکن بائر کے چہرے پر ایک ایسی کیفیت تھی کہ اسے دیکھ کر جو کو اچانک خیال آیا کہ کہیں پروفیسر کو ان دونوں کی دوستی میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئے جو دوستی کی حد سے بڑھی ہوئی ہو ۔ باوجود اس کوشش کے پروفیسر اس کے دلی جذبات کو نہ سمجھ سکے اور اس کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی ۔ وہ تو ٹائنا اس کے گھٹنوں پر بیٹھی تھی ورنہ خبر نہیں اس کی کیا حالت ہوتی ۔ خوش قسمتی سے بچی محبت کے جوش میں اس سے لپٹ گئی ۔ چنانچہ اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دل ہی دل میں یہ دعا مانگنے لگی کہ پروفیسر نے کچھ نہ دیکھا ہو لیکن پروفیسر نے دیکھ لیا تھا اور وہ اس سے کچھ متاثر بھی ہوا تھا ۔ مگر وہ حسب معمول بڑے تپاک سے بولے : ''مجھے خوف ہے کہ وہاں جانے کے لیے وقت نہ نکال سکوں گا لیکن آپ کے دوست کی کامیابی اور آپ کی خوشی کی دعا کرتا ہوں ۔ خدا تمھیں خوش رکھے'' اور گرم جوشی سے مصافحہ کرکے ٹائنا کو کندھے سے لگا کر چلے گئے ۔

لیکن جب لڑکے سو چکے تو وہ بہت دیر تک آگ کے پاس خاموش بیٹھے رہے ۔ اس وقت ان کو دل میں ایک چبھن سی محسوس ہو رہی تھی اور وطن یاد آ رہا تھا ۔ بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھوں

Taj Tahir Foundation

کے سامنے وہ منظر آ گیا جب جو ایک بچے کو گود میں لیے بیٹھی تھی اور اس کا چہرہ اس کے دلی جذبات کی غمازی کر رہا تھا۔ انھوں نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ پھر کمرے میں اس طرح پھرنے لگے جیسے کسی ایسی چیز کی تلاش ہے جو انھیں مل نہیں رہی ہے۔

آخر ان کے منہ سے ایک دل خراش آہ نکلی اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ جو چیز میرے لیے نہیں اس کی امید ہی کیوں کی جائے اور پھر کسی خیال یا احساس کی ندامت چھپانے کے لیے انھوں نے بڑھ کر ان دونوں بچوں کے اُلجھے بالوں والے سروں کو چوما جو تکیے پر سروں کو رکھے سو رہے تھے اور اپنا وہ پائپ اتارا جسے کبھی کبھار ہی استعمال کرتے تھے اور افلاطون کی کتاب کھول کر بیٹھ گئے۔

انھوں نے اس طرف سے توجہ ہٹانے کی مردانہ وار کوشش کی لیکن میرے خیال میں تو وہ دو شوخ و شنگ لڑکے اور وہ پائپ اور یا وہ افلاطون کی کتابیں بیوی بچوں اور گھر کا اطمینان بخش بدل نہیں ہو سکتی تھیں۔

دوسرے دن وہ جو کو رخصت کرنے کے لیے صبح ہی صبح اسٹیشن پہنچ گئے۔ چنانچہ ان کی اس دوست نوازی کی وجہ سے جو نے اپنا سفر تنہائی اس طرح شروع کیا کہ ان کے جانے پہچانے کی یاد دل میں لیے ہوئے رخصت ہوئی۔ جس پر الوداع کہتے وقت مسکراہٹ تھی۔ اس کے ساتھ تنہائی کو بٹانے کے لیے گل بنفشہ کا ایک گچھا تھا۔ یہ خیال کہ جاڑا گزر چکا اور میں نے نہ کوئی کتاب لکھی نہ دولت کمائی لیکن ایک ایسا دوست پا لیا ہے جس کی دوستی قابل فخر ہے اور میں اس سے زندگی بھر دوستی نبھاؤں گی۔

———

Taj Tahir Foundation

بارھواں باب

درد دل

لاری نے اس سال خوب ڈٹ کر پڑھائی کی تھی ۔ اب اس ہمت و استقلال کی نمائش سے لاری کا مقصد خواہ کچھ ہی ہو مگر محنت رائیگاں نہیں گئی ۔ اس نے بی ۔ اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی اور لاطینی خطابت میں وہ آن بان دکھائی کہ اس کے تمام دوستوں نے متفق ہو کر کہا کہ لاری نے جہاں ایک طرف فلپس کی تقریروں کی یاد تازہ کر دی تو دوسری جانب ڈیموستھنیز کے جوش خطابت کا سماں باندھ دیا ۔ مسرت کے اس یادگار موقع پر دوست احباب کے علاوہ ایک طرف دادا جان خوشی سے جھوم رہے تھے تو دوسری طرف مسز مارچ ، جان ، میگ ، جو اور بتھ دلی مسرت کا اظہار کر رہے تھے ۔ اگرچہ لاری اس خوشی کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا لیکن اسے خود غرض دنیا سے واسطہ پڑتا تو معلوم ہوتا کہ دنیا والے کسی کی کامیابی پر انعام و اکرام دینا تو کجا تحسین و آفرین کے چند کلمے بھی منہ سے ادا نہیں کرتے ۔

تقسیم اسناد کی تقریب بڑی دھوم دھام سے ختم ہوئی اور مارچ خاندان کی لڑکیاں جب گاڑی میں سوار ہو کر اپنے گھر جانے لگیں تو لاری نے کہا ابھی شبانہ ضیافت کا جھنجھٹ باقی ہے ۔ اس لیے میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں چل سکتا تم سب حسب معمول آنا ۔ سمجھ گئیں ؟

گو یہ بات اس نے سب بہنوں سے خطاب کرکے کہی تھی لیکن اصل میں روئے سخن جو کی طرف تھا کیوں کہ جو نے اس تقریب میں زیادہ حصہ لیا تھا وہی بار بار آتی جاتی رہی تھی ۔ چنانچہ وہ یہ سن کر بولی ۔ آندھی جائے مینہ جائے میں ضرور پہنچوں گی ٹیڈی ! اور تمہارے آگے آگے نفیری بجاتی ہوئی چلوں گی۔

Taj Tahir Foundation

کہ مرحبا ! فاتح بہادر کی سواری جا رہی ہے ۔

لاری نے شکریہ ادا کرتے وقت اسے ایسی پیار کی نظروں سے دیکھا کہ جو اچانک خلجان میں پڑ گئی اور سوچنے لگی کہ اب یہ ضرور اپنا درد دل کہنے بیٹھ جائے گا ۔ پھر میں کیا جواب دوں گی ۔

گھر پہنچ کر جو کی حالت شام تک استغراق میں گزری صبح ہوئی تو کام کاج میں لگ گئی ۔ پھر اس نے اپنے دل سے کہا : 'ارے بی جو ! تم تو اس اندیشے میں خواہ مخواہ دبلی ہو رہی ہو ۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ تم لاری سے شادی شدی کے معاملے میں اپنا عندیہ ظاہر کر چکی ہو ۔ پھر بھی لاری خواہ مخواہ شادی کی درخواست لے کر بیٹھ جائے گا ؟ یقین ہے کہ وہ میرے احساسات کو ٹھیس نہیں لگائے گا ۔ اپنے دل کو یہ تسلی دے کر وہ مقررہ وقت پر گھر سے روانہ ہو گئی ۔ راستے میں میگ کے گھر ٹھہری 'ڈیزی اور ڈیمی جان' کے ہاں کچھ پی پلا کر تازہ دم ہو گئی ۔ ابھی کچھ فاصلہ طے کیا تھا کہ اسے لمبا تڑنگا لاری آتا ہوا دکھائی دیا ۔ اس کا بے اختیار دل چاہا کہ یہاں سے بھاگ جائے مگر لاری سر پر آن پہنچا تھا اور آتے ہی اس نے پوچھا وہ تمہاری نفیری کہاں ہے ؟

جو نے کہا ''لانی بھول گئی'' اور شکر کیا کہ انداز گفتگو میں عاشقانہ رنگ نہیں ہے ۔

ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال لیا کرتی تھی مگر اس وقت ایسا نہیں کیا ۔ لاری نے بھی کوئی شکایت نہیں کی بلکہ جلدی جلدی ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا ۔ یہاں تک کہ وہ سڑک چھوڑ کر اس گلی میں مڑے جو درختوں کے جھنڈ میں سے ہو کر گھر کی طرف جاتی تھی ۔ اب وہ دھیمی چال سے چلنے لگا اور گفتگو کی رفتار بھی مدھم پڑ گئی ۔ کبھی بولتے بولتے رک بھی جاتا تھا ۔

Taj Tahir Foundation

جو نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے کے خیال سے کہا۔
''اب تمھیں لمبی چھٹیاں ہوں گی۔''

''ہاں ارادہ تو کچھ ایسا ہی ہے کہ لمبی چھٹیاں لی جائیں'' لاری نے جواب دیا۔

اس کے لہجے سے پختہ ارادہ ظاہر ہو رہا تھا جو نے نظر اٹھا کر دیکھا تو لاری کی للچائی ہوئی نظریں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ جو گھبرا گئی کیونکہ جس بات کا ڈر تھا وہی سامنے آ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر التجا کی: نہیں ٹیڈی! یہ بات نہ چھیڑو۔

لاری نے کہا: ضرور چھیڑوں گا اور تمھیں یہ بات سننی پڑے گی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا اور اضطرابی کیفیت سے دوچار تھا۔

جو نے دل پر جبر کرکے بڑے تحمل سے کہا۔ تو پھر جو کہنا چاہو کہو میں سنوں گی۔

لاری اگرچہ نو گرفتار بلا تھا لیکن اس کا عشق صادق تھا اور جی میں ٹھانے ہوئے تھا کہ چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے آج اس بات کا دو ٹوک فیصلہ کرنا ہے۔ چنانچہ اس نے تیز و تند لہجے میں جو اس کے مزاج کا خاصہ تھا بات چھیڑ دی اور حالت یہ تھی کہ بولنے میں اس کی آواز بھر آنے لگتی۔ اس نے کہنا شروع کیا دیکھو جو! تمھارا سلوک میرے ساتھ اتنا اچھا رہا کہ میں تم سے محبت کیے بغیر نہ رہ سکا۔ میری یہ حالت تم سے پوشیدہ نہیں میں تمھیں اپنا درد دل سنانے کے بعد اس کا جواب دینے پر تمھیں مجبور کر دوں گا کیونکہ اب مجھ میں تاب نہیں۔

جو کہنے لگی میں تمھیں اس زحمت سے بچانا چاہتی تھی کیوں کہ میرا خیال تھا کہ خود ہی سمجھ جاؤ گے۔ اس کے بعد کچھ اور آگے اُس سے نہ کہا گیا۔

لاری نے کہا ''لڑکیاں اتنی عجیب مخلوق ہیں کہ ان کا

Tai Tahir Foundation

کردار انسان کو بھول بھلیوں میں پھنسا دیتا ہے ۔ ان کی زبان پر انکار ہوتا ہے تو دل میں اقرار ۔ ان کی بات کی تھاہ نہیں لگتی ۔ ذرا سی دیر میں آدمی کو دیوانہ بنا دیتی ہیں ۔

لاری نے یہ بات اپنی دانست میں ایسی کہی تھی کہ جس کے پیچھے وہ پناہ لے سکتا تھا لیکن جو بولی ۔ 'میں ایسی باتیں نہیں کرتی جو ذو معنی ہوں ۔ میں نے تمہیں کبھی اس طرح نہیں رجھایا ۔ میں نے صاف لفظوں میں اپنا عندیہ ظاہر کر دیا اور میرے یہاں سے چلے جانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمہیں اظہار محبت سے روکوں'' ۔

''میں سمجھ گیا تھا ۔ تم ایسے ہی کام کیا کرتی ہو مگر جو نشہ تم نے مجھے پلایا ہے اسے تمہاری ترش باتیں نہیں اتار سکتیں ۔ اب مجھے تم سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی ۔ دیکھو میں نے تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پڑھائی میں کتنی محنت کی ۔ بلیرڈ اور تمام اشغال جو تمہیں ناپسند تھے بالکل ترک کر دیے ۔ ہمیشہ تمہاری رضا کا منتظر رہا ۔ کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لایا ۔ مجھے اب بھی یہ آس ہے کہ بالآخر تمہارا سخت دل موم ہو جائے گا ۔ گو میں اس قابل نہیں ہوں کہ ـــــ' یہاں پہنچ کر اس کی آواز کچھ اس طرح بھرائی کہ وہ اس پر قابو نہ پا سکا اور بڑکپ (زرد رنگ کا پھول) توڑنے لگا تاکہ خیالات منتشر ہو جائیں ۔

جو بولی : تم ہر طرح قابل ہو ۔ میرے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے ہو ۔ میں تمہاری ممنون ہی نہیں تم پر فخر بھی کرتی ہوں اور تمہاری دلدادہ بھی ہوں ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری خواہش کے مطابق کیوں تم سے محبت نہیں کرتی ۔ میں نے اپنے دل کو پگھلانے کی بہتیری کوشش کی مگر واقعہ یہ ہے کہ ایک نہ چلی اور میں اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ اپنا دل تمہاری طرف پھیرنے میں مجھے ناکامی ہوئی ہے ۔

Taj Tahir Foundation

سچ ! واقعی ؟ لاری نے کہا اور جو کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ایسی نظروں سے دیکھا جسے وہ ایک عرصے تک نہ بھلا سکی ۔

ہاں سچ ! واقعی !

لاری نے جو کی یہ بات سن کر اس کے ہاتھ چھوڑ دیے ۔ اس وقت وہ کنج کے اندر داخل ہو چکے تھے اور سیڑھی کے قریب تھے ۔ لاری اس طرح گھبرا کر مڑا جیسے جانے کو ہے لیکن احاطہ پار نہ کر سکا اور کائی سے لپے ہوئے کھمبے سے سر لگا کر اس طرح خاموش کھڑا ہو گیا کہ جو دیکھ کر ڈر گئی ۔

اس نے لاری کا شانہ نرمی سے تھپکتے ہوئے مگر ملال آمیز لہجے میں کہا ۔ ٹیڈی ! مجھے اتنی ندامت ہے کہ جان دینے سے بھی تمھارا کام بن سکے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں ۔ میری بات کا اتنا زیادہ برا نہ مانو ۔ کیا کیا جائے ۔ تم جانتے ہو محبت کے معاملے میں انسان دل پر جبر نہیں کر سکتا ۔

''کر سکتا ہے'' ۔ کھمبے سے ایک رندھی ہوئی آواز آئی ۔

''یہ سچی محبت نہیں ہوتی ۔ میں ایسی محبت نہیں کروں گی'' ۔ جو نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا ۔

بڑی دیر تک طرفین میں خاموشی رہی ۔ اس اثنا میں دریا کے پاس والے بیر کے درخت پر ایک پرندہ چہکتا رہا اور اونچی اونچی گھاس میں ہوا سرسراتی رہی ۔ پھر جو نے سیڑھی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا ۔ 'سنو لاری ! میں تم کو ایک بات بتاتی ہوں ۔

یہ سن کر وہ اس طرح بھڑکا جیسے کسی نے گولی مار دی ہو اور سر کو پیچھے کی طرف جنبش دے کر وحشت ناک لہجے میں چلایا ۔ ''میں نہیں سنتا ۔ مجھے نہ سناؤ میں اب اسے برداشت نہ کر سکوں گا ۔''

جو نے اس کی وحشت پر تعجب کرتے ہوئے کہا کسے برداشت نہ کر سکو گے ! تم کیا سمجھے کہ میں کیا بتا

Taj Tahir Foundation

رہی ہوں !'' ۔

''یہی کہ تم اس بڈھے سے محبت کرتی ہو ۔''

'کس بڈھے سے ؟'' جو یہ سمجھی کہ وہ اپنے دادا کی بابت کہہ رہا ہے ۔

لاری نے کہا وہی خبیث پروفیسر جس کی تعریفیں تم خطوں میں لکھ لکھ کر بھیجا کرتی تھیں ۔ اگر میں نے دوبارہ یہ سنا کہ تم اس سے محبت کرنے لگی ہو تو میں ضرور کچھ کر بیٹھوں گا ۔ اور اس نے آنکھیں لال کرکے اس طرح مٹھیاں بھینچ لیں جیسے واقعی کچھ کر گزرنے کی ٹھان رہا ہے ۔

جو کو ہنسی آنے لگی ۔ مگر اس نے ضبط کرتے ہوئے گرم ہو کر کہا ۔ دیکھو ٹیڈی ! قسم نہ کھا لینا ۔ پروفیسر نہ بڈھا ہے نہ اور کچھ ۔ بلکہ ایک نیک دل اور خوش اخلاق انسان ہے اور تمہارے بعد میرا بہترین دوست ۔ مہربانی کرکے غصے میں نہ آؤ ۔ میں تمہارے ساتھ نرمی برتنی چاہتی ہوں ۔ لیکن اگر تم نے پروفیسر کو کچھ کہہ سن دیا تو مجھے طیش آ جائے گا ۔ رہی محبت تو پروفیسر ہو یا کوئی اور میرا اس قسم کا کوئی خیال نہیں ہے ۔''

''اب نہیں ہے تو آگے چل کر ہو جائے گا ۔ اس وقت میرا کیا بنے گا ۔'' لاری نے کہا ۔

''تم بھی کسی اور عورت سے محبت کرنے لگوگے اور یہ سارا دکھڑا بھول جاؤگے ۔'' جو نے کہا ۔

''میں کسی اور سے محبت نہیں کر سکتا اور میں تم کو کبھی نہ بھول سکوں گا ۔ کبھی نہیں جو ! ہاں کبھی نہیں ۔'' اور پرجوش الفاظ میں مزید زور پیدا کرنے کے لیے اس نے زمین پر پاؤں مارا ۔

جو نے دیکھا کہ لاری کے جذبات توقع سے زیادہ بے قابو ہوئے جا رہے ہیں اس نے ایک آہ بھر کر اپنے سے سوال کیا ۔ ''اب

Taj Tahir Foundation

کیا کروں'' ؟ پھر لاری سے بولی ۔ ''ابھی تم نے سنا تو ہے نہیں کہ میں کیا کہنے والی تھی یونہی غصے میں بھر گئے ۔ آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو کیونکہ میں تمہارے ساتھ بھلائی کرنے اور تمہیں سچ مچ خوش دیکھنا چاہتی ہوں ۔''

در اصل جو اسے سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کرنا چاہتی تھی مگر یہ حقیقت اسے معلوم نہیں تھی کہ محبت کی آگ نصیحت اور عقل کی باتوں سے اور بھڑکتی ہے ۔ تاہم اس کے آخری فقرے سے لاری کو کچھ امید بندھی ۔ وہ نچلی سیڑھی پر بازو ٹکا کر گھاس پر لیٹ گیا اور پر امید نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا ۔ مگر اس کے یوں دیکھنے سے جو کے لیے ایک اور مشکل پیدا ہو گئی ۔ وہ اپنے دوست کو ایسی حالت میں سخت بات کیسے کہہ سکتی تھی جب کہ وہ پیار کی نظروں سے اس کے چہرے کو تک رہا تھا اور ابھی تک اس کی پلکوں پر آن آنسوؤں کے ایک دو قطرے بھی لرز رہے تھے جو نتیجہ تھے جو کی سخت گفتگو کا ۔ اس نے آہستہ سے لاری کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا اور ان لہراتے ہوئے بالوں کو ایک سمت ہٹاتے ہوئے جو اس کی خاطر بڑھائے گئے تھے ۔ بڑے اثر کن انداز سے کہا ۔ ''امی جان کی یہ رائے ہے اور مجھے اس سے کلی اتفاق ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے موزوں نہیں ہیں کیوں کہ ہم دونوں مزاج کے گرم اور خود سر ہیں ۔ ہم دونوں دکھ میں رہیں گے اگر ہم نے یہ حماقت کی کہ ـــــ شادی کر بیٹھے ۔ نہیں ، ہمیں شادی نہیں کرنی چاہیے ۔

دیکھو جو ! اگر تم نے مجھ سے محبت کی تو میں پورا ولی بن جاؤں گا ۔ کیوں کہ تم جو چاہو بنا سکتی ہو ۔''

''نہیں میں نہیں بنا سکتی ۔ میں کوشش کر کے دیکھ چکی ہوں ۔ مجھے ناکامی ہوئی ۔ میں ایسا خطرناک تجربہ کر کے اپنی اور تمہاری مسرتوں کو خطرے میں نہیں ڈالوں گی ۔ ہم ایک دوسرے کی بات نہیں مانتے اور نہ کبھی مانیں گے ۔ البتہ ہم زندگی بھر آپس

Taj Tahir Foundation

میں دوست بنے رہیں گے لیکن کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس کا نتیجہ اچھا نہ نکلے۔

لاری نے بگڑ کر کہا۔ اگر موقع ملا تو ضرور کریں گے۔

جو کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے اس نے لاری کی منت کرتے ہوئے کہا۔ بے وقوف نہ بنو۔ حالات کے تقاضے کو سمجھو۔

لاری نے جواب دیا۔ میں تو بے وقوف ہی بنوں گا۔ میں حالات کے تقاضے کو کیا جانوں۔ اس سے میرا مطلب حل نہیں ہوتا۔ بلکہ تم اپنے رویے میں اور بھی سخت ہو جاؤگی۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ تمھارے سینے میں دل نہیں ہے۔

'کاش نہ ہوتا۔'

جو کی آواز میں ایک کپکپی تھی۔ لاری اس کو اپنے لیے نیک فال سمجھتے ہوئے مڑا اور اپنی پرچانے کی طاقت سے پورا پورا کام لیتے ہوئے زیادہ سے زیادہ دل ابھانے والے لہجے میں کہنے لگا۔ دیکھو پیاری جو! مجھے مایوس نہ کرو۔ سب اس شادی کی توقع کیے بیٹھے ہیں۔ دادا جان کو یہ رشتہ دل سے پسند ہے۔ اور تمھارے گھر میں بھی سب کو پسند ہے۔ ادھر میں تمھارے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ تم ہاں کہہ دو تو سب خوش ہو جائیں۔ جو کہہ دو نا! کہو!

لاری کی سمجھ میں یہ بات مہینوں بعد ہی آ سکی کہ جو اپنے اس فیصلے پر کہ اسے لاری سے محبت نہیں اس لیے شادی نہیں کرے گی کس طرح قائم رہی اور اس میں یہ قوت کس طرح آ گئی کہ اپنے ارادے سے نہ ٹلی۔

یہ کام واقعی بہت کٹھن تھا لیکن اسے احساس ہوا کہ دیر لگانا فضول ہے۔ نیز اس سے دوسرے کو اذیت بھی ہوگی۔ چنانچہ جو اسے کر گزری۔ اس نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ میں حقیقت میں ہاں نہیں کہہ سکتی اس لیے نہیں کہہ سکتی کہ

Taj Tahir Foundation

رفتہ رفتہ تم پر یہ بات کھل جائے گی کہ میں راستی پر تھی اور تم میرے ممنون ہوگے۔

''ممنون ہونے پر لعنت!'' کہہ کر لاری اچھل کر اس طرح آٹھ کھڑا ہوا جیسے بچھو نے کاٹ کھایا ہو۔ اس خیال ہی سے اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ جو نے متانت کے ساتھ کہا۔ میں پھر کہتی ہوں کہ تم اس انکار کے لیے میرے ممنون ہوگے۔ محبت کی یہ آندھی جلد اتر جائے گی اور کوئی نہ کوئی حسین سلیقہ مند لڑکی تمھیں مل جائے گی جو تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائے گی اور تمھارے گھر بار کو آسانی کے ساتھ چلائے گی۔

میں یہ کام نہیں کر سکتی، میں ایک روکھی پھیکی، انگھڑ، بے ڈھنگی، بڑی عمر کی لڑکی ہوں۔ تم مجھ سے شادی کرکے پچھتایا کرو گے اور ہر وقت ہم میں دانتا کل کل رہا کرے گی دیکھ لو! اس وقت بھی جھگڑا ہو رہا ہے پھر تم کو نفیس لوگوں سے ملنا جلنا پسند ہے۔ مجھے ایسے لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ اس کے علاوہ تمھیں میری مضمون نگاری بھی کھٹکنے لگے گی اور میں اس کے بغیر نہ رہ سکوں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم دونوں رنجیدہ رہا کریں گے اور رہ رہ کر خیال آیا کرے گا۔ کاش یہ شادی نہ ہوئی ہوتی۔ غرض ایسی ہے ہے کھے کھے مچے گی کہ دم ناک میں آ جائے گا۔

لاری یہ پیش گوئی سنتے سنتے تنگ آ گیا تھا بے قرار ہو کر بولا: اور کچھ؟

اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں شاید عمر بھر شادی نہ کروں۔ میں جس حال میں ہوں خوش ہوں اور اپنی آزادی مجھے اتنی عزیز ہے کہ کسی مرد کی خاطر اس سے دست بردار ہونے کی مجھے کوئی جلدی نہیں۔

لاری نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا اس عزم و ارادے کی حقیقت جلد کھل جائے گی۔ وہ وقت آئے گا جب تم کسی کے

Taj Tahir Foundation

پیچھے بے قرار ہو کر پھرا کرو گی ۔ تم اس کی محبت کا دم بھرو گی اور وہ پروا نہ کرے گا تمھارا مرنا جینا اسی کے لیے ہوگا ۔ میں جانتا ہوں ایسا ہی ہوگا تمھاری طبیعت کا ڈھنگ یہی ہے کہ جو تمھیں چاہے تم اس سے منہ پھیر لو ۔ جب یہ وقت آئے گا تو میں الگ کھڑا تماشا دیکھا کروں گا ۔ یہ کہہ کر مایوس لاری نے اپنی ٹوپی زمین پر پٹخ دی اور اس کے چہرے پر مایوسی کا عالم چھا گیا ۔

جو کی نظر میں لاری اب تک بے چارہ ٹیڈی تھا لیکن اس نے بے چارے ٹیڈی کا لحاظ نہ کرتے ہوئے چلا کر کہا ہاں ! اگر کوئی مرد ایسا ہی مل جائے گا کہ وہ میری سرد مہری کے باوجود مجھے اپنے ساتھ محبت کرنے پر مجبور کر دے گا تو میرا مرنا جینا اسی کے لیے ہوگا ۔ میں نے تمھیں سمجھانے کی پوری کوشش کر دیکھی لیکن ہو سمجھ الٹی تو اس کا کیا علاج ۔ تمھاری خود غرضی کا یہ عالم ہے کہ جو چیز میں دے نہیں سکتی اس کے لیے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے ۔ میں پھر کہتی ہوں کہ ہمیشہ ایک دوست کی حیثیت سے تمھاری دل دادہ رہوں گی لیکن تم سے شادی کبھی نہیں کروں گی اور تم کو جتنی جلدی اس بات کا یقین آ جائے اتنا ہی ہم دونوں کے لیے بہتر ہوگا ۔

جو کی یہ تقریر بارود کے لیے چنگاری ثابت ہوئی ۔ وہ تیزی سے مڑ کر یہ کہتا ہوا چلنے لگا دیکھ لینا جو ! کسی دن تمھیں پچھتانا پڑے گا ۔ اس کا چہرہ دیکھ کر جو کے ہوش اڑ گئے اور وہ چلائی ''مگر تم جا کہاں رہے ہو ؟''

''جہنم میں!'' لاری نے جواب دیا ۔ جس سے جو کا اضطراب اور بڑھ گیا ۔ پھر جو نے دیکھا کہ لاری دریا کی سمت منہ اٹھائے چلا جا رہا ہے تو اس کا نیچے کا سانس نیچے اور اوپر کا سانس اوپر رہ گیا ۔ وہ سمجھی کہ ڈوب کر کہیں خودکشی نہ کر لے ۔ مگر ایسی حرام موت مرنے پر انسان اس وقت اترتا ہے جب اس کی

Taj Tahir Foundation

زندگی بہت زیادہ لغزشوں ، گناہوں اور مصائب کے بوجھ تلے دب جاتی ہے ۔ لاری ان کمزور قسم کے انسانوں میں نہیں تھا جو ایک ہی ناکامی کی ٹھوکر سے دم توڑ دیتے ہیں ۔ وہ مضبوط ارادے کا انسان تھا ۔ اس نے دریا پر پہنچ کر اپنا کوٹ اور ٹوپی اتار کشتی میں رکھ دی جو کنارے پر کھڑی ہوئی تھی ۔ یہ کشتی اسی کی تھی اور وہ اسے اس قدر تیز رفتاری کے ساتھ چڑھاؤ کے رخ لے چلا کہ اتنی تیزی سے کشتیوں کی دوڑ میں بھی نہ لے گیا ہوگا ۔ جو اپنا سانس روکے اور ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہی تھی ۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ لاری کی غرض کشتی میں بیٹھ کر دل کے بوجھ کو ہلکا کرنا ہے خودکشی نہیں ۔ جو دھیمی رفتار سے گھر واپس ہو رہی تھی اور دل ہی دل میں کہہ رہی تھی کہ اس دریائی سفر سے اس کی حالت بہتر ہو جائے گی اور یہ بھی خیال تھا کہ جب لاری گھر واپس جائے گا تو اس پر گداز و انفعال کی ایسی حالت طاری ہوگی کہ میں اس سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ کر سکوں گی ۔

پھر اسے خیال آیا کہ اب چل کر مسٹر لارنس سے کہنا چاہیے کہ وہ لاری کی دل دہی کریں ورنہ اس بے چارے کا دل بالکل ہی ٹوٹ جائے گا ۔ میری دلی خواہش ہے کہ وہ بتھ سے محبت کرے ۔ شاید وہ اس کا گرویدہ ہو جائے لیکن لاری کی حالت دیکھتے ہوئے میرا خیال بدلتا جا رہا ہے کہ میں بتھ کے بارے میں مغالطے میں تھی ۔ میرے اللہ ! لڑکیاں بھی کتنی عجیب ہیں یہ بھی چاہتی ہیں کہ ان کے چاہنے والے پیدا ہوں مگر پھر شادی کرنے سے انکار بھی کر دیتی ہیں ۔ توبہ ہے !

غرض دل میں یہ خیال لیے ہوئے کہ یہ کام سوائے ان کے کسی اور کے بس کا نہیں ۔ وہ سیدھی مسٹر لارنس کے پاس پہنچی اور جی کڑا کرکے پہلے تو انھیں سارا ماجرا سنایا ۔ پھر ضبط کا یارانہ رہا تو اپنی بے وقوفی پر اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ

Taj Tahir Foundation

نرم دل بڑے میاں حد سے زیادہ مایوس ہونے کے باوجود لعن طعن نہ کر سکے ۔ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھے کہ کوئی لڑکی لاری جیسے نوجوان کو دل دیے بغیر کیسے رہ سکتی ہے ۔ چنانچہ انھیں یہ توقع تھی کہ جو اپنی رائے بدل دے گی لیکن اتنا ضرور سمجھتے تھے کہ محبت جبر سے نہیں کرائی جا سکتی ۔ چنانچہ سر ہلا کر اور اظہار افسوس کرکے رہ گئے اور انھوں نے اپنے پوتے کو خطرے سے محفوظ رکھنے کا تہیہ کر لیا ۔ اس لیے کہ اس بے چین طبیعت کے نوجوان نے چلتے وقت جو سے جو الفاظ کہے تھے انھیں سن کر وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئے تھے ۔

لاری گھر آیا تو تھک کر چور ہو چکا تھا لیکن بالکل مطمئن نظر آتا تھا ۔ اس کے کے دادا نے ظاہر کیا گویا انھیں لاری اور جو کے معاملے کی کچھ خبر نہیں ۔ تقریباً دو گھنٹے تک اس مغالطے کو انھوں نے قائم رکھا لیکن جب شام ہوئی تو حسب معمول دادا پوتا پاس پاس بیٹھ کر باتیں چیتیں کرنے لگے ۔ اگرچہ روزانہ یہ وقت بڑے لطف سے کٹتا تھا مگر آج بڑے میاں معمول کے مطابق باتیں نہ کر سکے اور پچھلے برس کی کامیابیوں کی جو تعریفیں انھوں نے شروع کیں ۔ لاری بھی انھیں دل چسپی کے ساتھ نہ سن سکا ۔ جب تک اس کا جی نہ گھبرایا وہ بیٹھا رہا پھر اٹھ کر پیانو پر جا بیٹھا اور اسے بجانے لگا ۔ کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور جو اس وقت بتھ کو ساتھ لیے باغ سے گزر رہی تھی ۔ ویسے بتھ بھی موسیقی کو سمجھتی تھی لیکن پیانو پر اس وقت جو گیت گایا جا رہا تھا اس کا مطلب جو ہی جانتی تھی ۔ اس وقت لاری سوناٹا پتھیٹیک غم انگیز گیت بجا رہا تھا اور یہ معلوم ہو رہا تھا جیسے پیانو کی زبان سے اپنے ٹوٹے دل کا دکھ درد کہہ رہا ہے ۔

مسٹر لارنس جن کا دل پوتے کی ہمدردی سے لبریز تھا لیکن اس کے اظہار کا طریقہ نہ سوجھ رہا تھا موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بولے ۔ ''خوب بجا رہے ہو بیٹا !' مگر یہ گیت اتنا درد انگیز ہے

Taj Lahir Foundation

کہ بے اختیار رونے کو جی چاہتا ہے کوئی مسرت انگیز چیز بجاؤ۔"
لاری نے گیت بدل دیا اور کئی منٹ تک خوب زور شور سے بجاتا رہا ۔ دادا کو خوش کرنے کے علاوہ وہ اس شغل سے اپنی حالت پر قابو پائے رہتا ۔ مگر جب وہ ذرا کی ذرا رکا تو بیگم مارچ کی آواز سنائی دے گئی وہ جو کو پکارتے ہوئے کہہ رہی تھیں ۔
"ارے بی جو ! یہاں تو آؤ ۔ تم سے کچھ کام ہے ۔ یہ خاموش پکار ایک مختلف مفہوم کے ساتھ لاری کے دل میں بھی تھی ۔ یہ آواز سن کر وہ بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا اور گیت بھی نا تمام چھوڑا ۔ بس موسیقار اندھیرے میں خاموش بیٹھا تھا ۔

بڑے میاں بڑبڑائے ۔ مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا سکتی ۔ وہ لپک کر اٹھے اور ٹٹولتے ہوئے پیانو کے قریب پہنچ کر اور لاری کے چوڑے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑی نرمی سے بولے مجھے معلوم ہے بیٹا جو تیرے دل پر بیت رہی ہے ۔

لاری پل بھر تک کچھ نہ بولا ۔ پھر اس نے پوچھا ۔ آپ سے کس نے کہا ؟

"جو ہی بتا گئی ہے ۔"

تو پھر خاتمہ سمجھو لاری نے تڑپ کر دادا کا ہاتھ شانے پر سے ہٹا دیا ۔ گو وہ اس اظہار ہمدردی کے لیے ممنون تھا لیکن اس کی غیرت کسی کا اظہار ہمدردی گوارا نہ کر سکتی تھی :

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت مری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت مری

مسٹر لارنس نے غیر معمولی نرمی سے کہا ۔ ابھی نہیں میں ایک بات کہہ لوں پھر خاتمہ ہو جائے گا ۔ میرا خیال ہے تم ان حالات میں یہاں قیام پسند نہ کرو گے ۔

لاری نے باغیانہ لہجے میں کہا ۔ میں ایک لڑکی سے ڈر کر بھاگنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا ۔ جو مجھے ملنے سے تو نہیں روک سکتی ۔ میں یہیں رہوں گا اور اس سے ملتا جلتا رہوں گا ۔"

Taj Tahir Foundation

مسٹر لارنس اگر تم ویسے ہی آدمی ہو جیسا میں تمھیں سمجھتا ہوں تو تم ہرگز ایسا نہیں کرو گے ۔ مجھے مایوسی ضرور ہوئی ہے لیکن وہ اڑکی بھی مجبور ہے ۔ تمھارے لیے ایک راستہ یہی ہے کہ کچھ عرصے کے لیے یہاں سے چلے جاؤ ۔ بولو ! کدھر جاؤ گے ؟''

''جدھر سینگ سمائیں گے مجھے اب اپنی کچھ فکر نہیں ہے ۔'' یہ کہہ کر لاری اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ اس طرح ہنسا کہ اس کے دادا کے کانوں کو یہ ہنسی بری لگی ۔ انھوں نے کہا ''صدمے کو مردانہ وار برداشت کرو اور خدا کے لیے کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کر بیٹھنا ۔ تم سمندر پار جانا چاہتے تھے ۔ کیوں نہ اب چلے جاؤ اور اس مقصد کو دل سے بھلا دو ۔''

'نہیں بھلا سکتا ۔'

مگر تم سمندر پار جانے کے لیے رسیاں تڑا رہے تھے اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ کالج کی تعلیم ختم ہونے پر انتظام کر دوں گا ۔

''لیکن میں اکیلا تو نہیں جانا چاہتا تھا ۔'' یہ کہتے ہوئے لاری نے تیزی سے کمرے کو عبور کیا اس کے چہرے کی جو کیفیت تھی ۔ اچھا ہوا کہ دادا کی نظر نہیں پڑی ۔

مسٹر لارنس نے کہا میں تمھیں اکیلا تو نہیں بھیج رہا ہوں کوئی ایسا بھی تو موجود ہے جو تمھارے ساتھ دنیا بھر میں پھرنے کو تیار ہے ۔

''وہ کون ہے جناب ؟''

'میں ۔'

لاری جس تیزی سے گیا اسی تیزی سے واپس آ کر بولا ۔ ''میں بڑا خود غرض حیوان ہوں لیکن آپ جانتے ہیں دادا جان ۔''

''ہاں ہاں میں جانتا ہوں یہی حالت جوانی میں مجھ پر گزر چکی ہے اور دوبارہ تمھارے باپ کو اس سے گزرتے ہوئے دیکھا ۔''

میرے بیٹے ! اب تم چپ چاپ بیٹھ کر سنو کہ میری صلاح

Taj Tamir Foundation

کیا ہے ۔ میں سب کچھ طے کیے بیٹھا ہوں اور اس پر فوراً ہی عمل کیا جا سکتا ہے ۔'' مسٹر لارنس نے پوتے کو اس طرح پکڑ رکھا تھا جیسے اس کے باپ کی طرح اس کے بھی چھوٹنے اور بھاگنے کا ڈر ہو ۔

لاری لا ابالی پن سے بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا بتائیے آپ کی صلاح کیا ہے ؟

مسٹر لارنس نے کہنا شروع کیا لندن میں کچھ کاروبار ایسا ہے جس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے ۔ پہلے میرا خیال تھا تم کو بھیجوں گا مگر میں خود اچھا رہوں گا ۔ یہاں کا کام بروک سنبھال لے گا ۔ میرے ساجھی سارا کام خود کر لیتے ہیں ۔ میں اس وقت تک کاروبار سے چمٹا ہوا ہوں جب تک تم میری جگہ سنبھالنے کے قابل ہو جاؤ ۔ پھر میں ہٹ جاؤں گا ۔

لاری دادا کے اس ایثار پر ممنونیت کے جذبات تو محسوس کر رہا تھا لیکن اس کا خیال کچھ اس قسم کا تھا کہ جاؤں گا تو اکیلا ہی جاؤں گا ۔ چنانچہ اس نے کہنا شروع کیا لیکن آپ تو سفر سے گھبراتے ہیں ۔ اس عمر میں آپ کو کیا تکلیف دی جائے ۔

بڑے میاں لاری کی نیت پہلے ہی سے تاڑے بیٹھے تھے اور وہ اسی سے باز رکھنا چاہتے تھے کیوں کہ لاری کے مزاج کی جو حالت اس وقت تھی اس میں اسے تنہا جانے دینا قرین عقل نہیں تھا ۔ چنانچہ انہیں گھر کا آرام و آسائش تجنے پر ملال تو ہوا لیکن اس ملال کو دباتے ہوئے وہ ظرافت کے لہجے میں بولے : ''ارے بابا ! کیا مجھے ابھی سے پنشن دے رہے ہو ۔ مجھے سفر میں لطف آئے گا اور صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا اور میری بوڑھی ہڈیوں کو بے آرامی نہ ہوگی کیوں کہ آج کل سفر کرنا آسان بھی ہے اور آرام دہ بھی ۔

لاری نے بے چینی سے پہلو بدلا جس سے یہ پایا جاتا تھا کہ اسے دادا کو ساتھ لے جانے میں بے آرامی ہوگی یا اسے ان کی

Taj Tahir Foundation

صلاح پسند نہیں ۔ چنانچہ دادا نے جلدی سے کہا میں تم پر بوجھ نہیں بنوں گا ۔ میں تو اس لیے چلوں گا کہ میرے ساتھ ہونے سے تمھیں خوشی ہوگی ۔ میں ہر جگہ تمھارے ساتھ بندھا بندھا نہیں پھروں گا ۔ تم الگ تفریح کرنا میں الگ دل بہلاؤں گا ۔ لندن اور پیرس میں میرے بہت سے دوست ہیں ۔ ان ہی سے ملنے ملانے میں وقت کٹ جائے گا ۔ تم اس اثنا میں اطالیہ ، جرمنی ، سوئٹزرلینڈ جہاں چاہو گھوم پھر آنا ۔ فلمی تصاویر ، موسیقی ، مناظر اور مہمات سے جی بھر کے لطف اٹھانا ۔

لاری کی یہ حالت تھی کہ اس کا دل نشتر غم سے پارہ پارہ ہو چکا تھا اور اس کی نظر میں دنیا ویران تھی لیکن تجربہ کار اور عاقل دادا نے کمال ہوشیاری سے آخری فقرے میں بعض ایسے الفاظ رکھ دیے جنھیں سن کر اس کا دل غیر متوقع طور پر اچھل پڑا اور اس خوف ناک ویرانے میں ایک دو شاداب نخلستان نظر آنے لگے ۔ اس نے ایک آہ بھری اور بے دلی سے کہا ۔ ''اچھا جناب ! جیسے آپ کی مرضی ۔ مجھے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کہاں جاؤں گا اور کیا کروں گا ۔''

بڑے میاں نے دل میں کہا ۔ صاحب زادے ! اس وقت تو بے شک تمھیں اس کی کوئی پروا نہیں لیکن ایک وقت آئے گا جب یہی وعدہ تمھیں سو بلاؤں سے محفوظ رکھے گا ورنہ سمجھوں گا کہ میں ہی غلطی پر تھا ۔ مسٹر لارنس بڑے مستعد آدمی تھے ۔ چنانچہ انھوں نے گرم گرم لوہے پر خوب ضرب لگائی اور دل شکستہ لاری کے دوبارہ بغاوت پر آمادہ ہونے سے پہلے ہی اسے لے کر سمندر پار چلے گئے ۔

تیاری کے مختصر وقفے میں لاری کی وہی کیفیت تھی جو ہر ناکام محبت کی ہو جایا کرتی ، یعنی ہر وقت مزاج چڑچڑا رہتا ، مغموم اور کبیدہ خاطر دکھائی دیتا ، بھوک پیاس سے نفرت رہتی ، لباس کی خاطر سے بے توجہی برتتا ، بس دن رات پیانو بجانے

Taj Tahir Foundation

کا شغل تھا - بظاہر جو سے الگ الگ رہتا لیکن کھڑکی سے جو کی صورت دیکھ کر دل کو تسلی دے لیتا - اس کے گلنار چہرے پر سرسوں پھول رہی تھی - اس کا دل غم سے نڈھال تھا - جو راتوں کو خواب میں اس کا چہرہ دیکھتی اور دن بھر اس طرح دل گرفتہ رہتی جیسے کوئی جرم کر بیٹھی ہے - بعض انسان رو دھو کر یا اپنا دکھڑا دوسروں کو سنا کر دل کی بھڑاس نکال لیا کرتے ہیں لیکن لاری اس سلسلے میں کبھی ایک حرف بھی زبان پر نہیں لایا - اس نے کسی کو یہاں تک کہ بیگم مارچ کو بھی تسلی دینے یا ہمدردی ظاہر کرنے کا موقع نہیں دیا - روانگی سے قبل کے چند ہفتے بہت کٹھن تھے - دوستوں کو خوشی تھی کہ بے چارہ لاری اپنا غم بھلانے سمندر پار جا رہا ہے اور ہنستا کھیلتا واپس آئے گا -

لاری دوستوں کی اس غلط فہمی پر دل میں مسکراتا رہا اور اس زعم میں اسے نظر انداز کر گیا کہ میری وفا بھی میری محبت کی طرح اٹل ہے - روانگی کے وقت بعض جذبات اظہار محبت کے لیے مچلنے لگے ، لیکن اس نے ان پر قابو پا لیا اور ایسا بن گیا گویا بہت خوش و خرم ہے - مگر جب مسز مارچ نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے مادرانہ دردمندی سے اس کے کان میں کچھ کہا تو لاری کو محسوس ہوا کہ وہ جانے کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ تیزی دکھا رہا ہے - چنانچہ پھر وہ آہستگی کے ساتھ ایک ایک کرکے سب سے گلے ملا اور مصیبت کی ماری حنا تک کو گلے سے لگانا نہ بھولا - جب سب سے مل لیا تو جانے کے لیے سیڑھیاں طے کرنی تھیں - جو اس سے ایک سیڑھی اوپر کھڑی ہاتھ ہلا کر الوداعی اشارہ کر رہی تھی - لاری نے دیکھا تو بے تاب ہو گیا اور واپس آ کر جو کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور کہا کیا تم راضی نہیں ہو سکتیں ؟'' وہ ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جن سے اس مختصر التجا پر جوش بھی بن گئی تھی اور درد انگیز بھی -

Taj Tahir Foundation

جو نے جواب دیا پیارے ٹیڈی کاش میں راضی ہو سکتی !
یہ سن کر لاری تھوڑی دیر خاموش رہا اس کے بعد کمر سیدھی کی اور کہا خیر کوئی بات نہیں تم کچھ خیال نہ کرنا اور مزید کچھ کہے بغیر باہر چلا گیا - مگر ہائے دل ! جو خیال کیے بغیر نہ رہ سکی - اس سخت جواب کے ایک لمحے بعد جب لاری کے گھونگریالے بالوں والا سر اس کے بازوؤں پر ٹکا ہوا تھا تو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے اپنے عزیز ترین دوست کے خنجر مار دیا ہے اور جب وہ مڑ کر دیکھے بغیر چلا گیا تو اس نے سمجھ لیا کہ اس کا چاہنے والا لاری اب کبھی واپس نہ آئے گا -

---

تیرھواں باب

بتھ کا راز

اس مرتبہ موسم بہار میں جو گھر آئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ بتھ بہت بدلی ہوئی ہے - گھر والوں میں سے کسی نے بھی اس تبدیلی کا ذکر نہ کیا - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں اس کا احساس ہی نہیں کیوں کہ تبدیلی بہت آہستہ آہستہ ہوئی تھی- روزمرہ کے دیکھنے والوں کو کسی فرق کا گمان تک نہ تھا لیکن جو اتنے دن دور رہنے کی وجہ سے ایک ہی نظر میں بھانپ گئی اور بہن کا چہرہ دیکھتے ہی دھک سے رہ گئی - بتھ کا چہرہ زرد تو نہیں تھا مگر پہلے سے زیادہ ستا ہوا دکھائی دیا اور اس میں ایک ایسی عجیب چمک تھی جسے روحانی حسن سے تعبیر کر سکتے ہیں روحانی حسن جب ہی جلوہ ریزی کرتا ہے کہ مادی وجود لاغر اور کمزور ہو جائے - بتھ چونکہ خوش و خرم نظر آتی تھی اس لیے سب یہی سمجھتے رہے کہ وہ پہلے سے اچھی ہے - جو کے دل

Taj Tahir Foundation

میں جو خوف تھا کاموں کی زیادتی نے اس کی طرف سے کچھ توجہ ہٹا دی۔

لیکن جب لاری چلا گیا اور جو کو ایک بار پھر سکون نصیب ہوا تو بتھ کا وہی وسوسہ تازہ ہو گیا اور اس نے کسی پہاڑی مقام پر جانے کی صلاح دی۔ بتھ کے پاس رقم کہاں تھی جو یہ صلاح مانتی۔ جو نے سنسنی خیز کہانیاں لکھ کر جو رقم کمائی تھی وہ بتھ کو دکھائی اور کہا یہ اب اور کس کام آئے گی؟ اس سے بہتر کوئی مصرف نہیں ہو سکتا۔ بتھ نے تہ دل سے جو کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی درخواست کی کہ گھر سے زیادہ دور نہیں جانا چاہیے۔ چنانچہ قریب ہی ایک ساحلی مقام تجویز ہو گیا۔ چونکہ بیگم مارچ بچوں کو چھوڑ کر جانے پر رضامند نہیں ہوئیں اس لیے جو ہی بتھ کو لے کر روانہ ہو گئی۔ یہ مقام بڑا پرسکون تھا۔ تازہ سمندری ہوائیں اور کھلی فضا عجیب صحت بخش منظر تھا۔ با ایں ہمہ یہاں مال دار لوگ بہ غرض تفریح نہیں آتے تھے۔ ہاں وہاں کے لوگ بڑے خوش مزاج اور ملنسار تھے۔ ان میں سے چند نے دونوں بہنوں سے راہ و رسم قائم کی زیادہ تر دونوں بہنیں ہی آپس میں رفیق بنی رہیں۔

بتھ فطرتاً لوگوں سے ملنے جلنے میں شرماتی تھی اور جو کا زیادہ وقت اس کی دیکھ بھال میں صرف ہو جاتا تھا۔ کسی سے ملنے جلنے کی فرصت ہی کہاں تھی۔ مگر دیکھنے والے سوچتے تھے کہ ایک بہن تو ہٹی کٹی ہے اور دوسری کمزور۔ گو ہر وقت ساتھ رہتی ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ ان میں بہت جلد طویل جدائی ہونے والی ہے۔ ان دونوں نے یہ بات سنی اور اس کا اثر بھی محسوس کیا مگر یہ بات کبھی زبان پر نہ لائیں۔

اکثر ہمارے اور عزیزوں کے درمیانی لحاظ کا ایک ایسا پردہ پڑا رہتا ہے جسے اٹھایا نہیں جاتا۔ جو محسوس کرتی تھی کہ اس کے اور بتھ کے درمیان بھی یہ پردہ حائل ہے لیکن جب اس نے

Taj Tahir Foundation

پردہ ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو بتھ کی خاموشی میں تقدس کی ایک ایسی جھلک نظر آئی کہ اس نے ہاتھ روک لیا اور بتھ کی زبان ہی سے یہ راز سننے کا انتظار کرنے لگی ۔ اسے حیرت تھی کہ ماں باپ نے وہ بات نہیں دیکھی جو اسے صاف نظر آ رہی ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ اذیت سے محفوظ ہے ۔

اس مقام کے پرسکون ایام میں تبدیلی اور بھی واضح ہو گئی ۔ مگر اس نے گھر میں کسی کو اس بارے میں کچھ بھی نہ بتایا اسے خیال تھا کہ جب بتھ ویسی کی ویسی گھر پہنچے گی تو یہ بات خود ہی ظاہر ہو جائے گی ۔ وہ حیران ہو کر دل میں سوچتی تھی کہ خبر نہیں بتھ اس حقیقت کو پا گئی ہے یا نہیں ۔ آخر ایک دن بتھ اپنا دل کھول کر اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگی ۔ در اصل وہ بتھ کے گالوں کی تمتماہٹ سے یہ اندازہ لگا رہی تھی کہ اس کے دل میں امید کی روشنی ہے یا نہیں ۔ لیکن جو نے جو کچھ دیکھا اس سے دل کو تسلی نہ ہوئی ۔ گال پچکے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں اتنی توانائی بھی نہ تھی کہ ان چھوٹی چھوٹی سیپیوں کو تھامے رہے جو اکھٹی کر لی تھیں ۔ جو کو یہ بات محسوس کر کے بڑی اذیت ہوئی کہ بتھ آہستہ آہستہ اس سے دور ہوتی جاتی ہے ۔ چنانچہ اس نے بے اختیار ہو کر بہن کو بانہوں میں جکڑ لیا ۔ ماں جائی بہن بیش قیمت متاع سے کم نہیں ہوتی ۔ ایک لمحے کے لیے تو بتھ کی آنکھیں نم ہونے کی وجہ سے صاف نظر نہ آئیں پھر جو نے گھور گھور کر دیکھا تو بتھ کو اس طرح اپنی طرف دیکھتا پایا جیسے کہتی ہے : پیاری جو ! خوشی کی بات ہے کہ تم بھید سے واقف ہو ۔ میں نے تم کو بتانے کی کوشش تو کی مگر بتا نہ سکی ۔

جواب میں بہن نے صرف اتنا کیا کہ اپنا گال اس کے گال پر رکھ دیا ۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی نہیں آئے ۔ کیوں کہ جب

Taj Tahir Foundation

وہ شدت کے ساتھ اثر لیتی تھی تو رونا بھول جاتی تھی - جو شدت غم سے نڈھال ہو گئی تھی - مگر بتھ نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر اور تسلی آمیز باتیں کہہ کہ ڈھارس بندھائی - اس نے کہا : پیاری بہن مجھے ایک عرصے سے یہ بات معلوم ہے اور اب تو میں اس کی عادی ہو چکی ہوں - چنانچہ اب اس سے فکر ہوتا ہے نہ خوف - تم اس بات کو اس رخ سے دیکھو اور میرے متعلق تشویش میں نہ پڑو کیوں کہ بہتری اسی میں ہے - ہاں! یہی بہتر ہے -"

جو بات کو اس رخ سے دیکھنے یا یہ ماننے کو تیار نہ ہوئی کہ بہتری اسی میں ہے - البتہ اسے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ بتھ کے مصائب میں لاری کا ہاتھ نہیں ہے - اس نے پوچھا - "کیا تم موسم خزاں میں اسی کی وجہ سے اتنی ناخوش تھیں -"

"ہاں - اس وقت میں نے آس توڑ دی تھی لیکن اقرار کرنا نہ چاہتی تھی - میں نے خود کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ خیال مریضانہ ذہنیت کی پیداوار ہے اور اس سے تشویش میں نہیں پڑنا چاہیے - لیکن جب میں نے دیکھا کہ تم سب تندرست و توانا ہو اور تمھارے دل آمنگوں اور ارمانوں سے بھرے ہوئے ہیں تو یہ خیال کرکے دل کو بڑی اذیت ہوئی کہ میں ایسی کبھی نہ ہو سکوں گی - بس اس کے بعد دل دکھنے لگا -"

جو نے کہا - واہ بی ! تم نے مجھ سے کیوں نہ کہا - میں تمھیں سہارا دیتی ، تمھاری ڈھارس بندھاتی ، تم نے مجھے بتایا ہی نہیں - اکیلی مصیبت جھیلتی رہیں اس کے لہجے میں غم خواری کے ساتھ ملامت کی چاشنی بھی تھی اور اس کا دل یہ خیال کرکے پھٹا جا رہا تھا کہ کس طرح بتھ نے صحت ، محبت اور زندگی سے نا امید ہو کر نامراد مایوسی کا تنہا مقابلہ کیا ہوگا -

"شاید یہ میری ہی غلطی تھی - لیکن میں نے صحیح راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی - مجھے کسی بات کا پختہ یقین نہیں

Taj Tahir Foundation

تھا ۔ کسی اور نے کچھ بتایا نہیں ۔ اور میں یہی سمجھی کہ میں غلطی پر ہوں ۔ مارمی (امی جان) میگ کے لیے اتنی فکرمند تھیں کہ بیان سے باہر ۔ ایمی باہر گئی ہوئی تھی اور تم لاری سے اتنی خوش تھیں یا کم از کم میں ایسا ہی سمجھی ۔ ایسی حالت میں اگر میں نے اپنا دکھڑا رو کر تم سب کو ڈرا دیا ہوتا تو یہ میری بڑی خود غرضی ہوتی ۔"

جو چلائی ، "ادھر تم یہ سمجھ رہی تھیں کہ میں لاری کے ساتھ بہت خوش ہوں ۔ ادھر میں سمجھ رہی تھی تمھیں لاری سے محبت ہے اور میں اس لیے ٹل گئی تھی کہ میں اس سے محبت نہیں کر سکتی تھی ۔" اسے خوشی تھی کہ بتھ یہ باتیں کرکے اپنا جی ہلکا کر رہی ہے ۔

بتھ یہ سن کر اس قدر حیران ہوئی کہ جو تکلیف محسوس کرنے کے باوجود مسکرائے بغیر نہ رہ سکی اور آہستہ سے بولی ۔

"تو میری جان کیا تم کو بھی اس سے محبت نہیں تھی ۔ میں تو مسیح کی قسم یہ سمجھ رہی تھی کہ تم اس کو دل دیے بیٹھی ہو اور یہ تصور باندھ رکھا تھا کہ تمھارا ننھا سا دل ہجر کی آگ میں جل رہا ہے ۔"

بتھ نے کہا : ارے ! تم سوچو تو سہی کہ جب وہ تمھارا دموں دیوانہ تھا تو میں اس سے کس طرح محبت کر سکتی تھی ۔ جو نے بچوں جیسی معصومیت طاری کرکے جواب دیا ۔ مجھے اس سے اُنس تو ضرور ہے کیوں کہ وہ مجھ سے اس قدر اچھی طرح پیش آتا ہے کہ پیار آئے بغیر نہیں رہتا ۔ لیکن وہ میرے لیے بھائی سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ کبھی نہ کبھی وہ وقت بھی آ جائے گا جب وہ سچ مچ میرا بھائی بن جائے گا ۔ پھر جو نے فیصلہ کن انداز سے کہا اطمینان رکھو ایسا موقع کبھی نہ آئے گا کہ وہ میرے ساتھ شادی کرکے تمھارا بھائی بنے ۔ البتہ ایمی اس کے لیے موجود ہے ۔ ان دونوں کی خوب نبھے گی ۔ میرے

Taj Tahir Foundation

پاس وہ دل ہی نہیں ہے جو ایسی چیزیں پسند کرے مجھے تمہارے سوا اور کسی کی فکر نہیں ہے - تمہیں تندرست ہو کر رہنا ہے -
بتھ نے کہا میں بھی تندرست ہونا چاہتی ہوں - تمہیں کیا بتاؤں مجھے تندرست و توانا ہونے کی کتنی زبردست خواہش ہے اور میں کوشش بھی کرتی ہوں مگر تندرستی حاصل کرنے کی بجائے روزانہ کچھ نہ کچھ کھو بیٹھتی ہوں اور بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے جو کھو رہی ہوں اسے دوبارہ حاصل نہ کر سکوں گی -

میری حالت موجِ دریا کی طرح ہے جو! جب موج پلٹتی ہے تو پانی آہستہ آہستہ اترتا ہے - لیکن اسے روکا نہیں جا سکتا -

جو نے کہا اسے روکا جائے گا - تمہاری زندگی کی لہر اتنے جلد نہیں اترنی چاہیے - ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے صرف انیس برس - بتھ! میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی - میں تمہیں زندہ رکھنے کے لیے دعا اور دوا کے ساتھ اپنی جان لڑا دوں گی - کچھ ہو میں تمہیں زندہ رکھوں گی - وہ جذبات سے بے قابو ہو کر کہے جا رہی تھی - کوئی صورت تو آرام کی نکلے ہی گی - خدا اتنا ظالم نہیں کہ تمہیں مجھ سے چھین لے - وہ باغیانہ انداز سے چلا رہی تھی - در اصل وہ بتھ کی طرح رضائے الٰہی پر راضی رہنے والی لڑکی نہیں تھی -

تصنع سے متنفر اور خلوص کے شیدائی انسان اپنی پارسائی کی نمائش نہیں کیا کرتے - یہ ان کے الفاظ سے زیادہ اعمال سے ظاہر ہوتی ہے اور وعظ و نصیحت یا لمبے چوڑے دعووں سے زیادہ اثر رکھتی ہے - بتھ اپنی قوت برداشت پر متحیر نہ تھی - وہ ہنسی خوشی موت کا انتظار کر رہی تھی - کیوں کہ اس نے اطاعت گزار انسان کی طرح سب کچھ خدا اور مادر فطرت پر چھوڑ دیا تھا - اسے یقین تھا کہ خدا ہی انسانی دل اور روح کو تقویت دے کر دنیا اور عقبیٰ میں سرخرو بنا سکتا ہے - لہذا اس نے جو کی باغیانہ تقریر کا کچھ خیال نہیں کیا بلکہ اسے بہن کی پرجوش محبت پر اور بھی پیار آیا ! وہ جذبہ اور بھی زیادہ گہرا ہو گیا جسے عشق

Taj Tahir Foundation

و محبت سے تعبیر کرتے ہیں اور جس سے مقدس باپ بھی ہمیں الگ کرنا نہیں چاہتا۔

وہ یہ تو نہ کہہ سکی کہ موت آنے پر خوش ہوں، کیونکہ ہر شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ البتہ اس نے رو کر یہ کہا کہ میں راضی برضا رہنے کی کوشش کروں گی اور یہ کہتے ہی جو سے چمٹ گئی۔ اس دل ریش صدمے کا تلخ احساس پہلی بار دونوں کو بیک وقت ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ بتھ کی طبعیت سکون پر آگئی اور اس نے کہا۔ ''تم گھر پہنچ کر یہ بات سب کو بتاؤ گی؟''

جو نے ایک آہ بھر کر کہا ''میرا خیال ہے وہ میرے کہے بغیر اندازہ لگا لیں گے۔'' کیونکہ بتھ کی حالت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ بتھ بولی شاید وہ اندازہ نہ لگا سکیں۔ میں نے سنا ہے کہ لوگ جنھیں چاہتے ہیں ان کے عیبوں یا برائیوں پر نظر نہیں رکھتے۔ اگر یہ بات ان کی نظروں سے اوجھل رہے تو تم چھپانا نہیں بتا دینا۔ میں کوئی راز چھپانا نہیں چاہتی۔ اس کے علاوہ انھیں صدمہ اٹھانے کے لیے تیار بھی تو کرنا ہے۔ میگ کی تسلی کے لیے تو جان اور اس کے بچے ہیں مگر امی اور ابا جان کی ڈھارس تم ہی کو بندھانی ہے جو!

''اگر میں یہ کام کر سکی تو ضرور کروں گی۔ لیکن بتھ میں ابھی ہار ماننے کو تیار نہیں۔ میں تو یہ سمجھ رہی ہوں کہ تمھاری مایوسی ایک مریض ذہن کی پیداوار ہے۔ اور میں تمھیں اس پر یقین کرنے سے روکوں گی۔'' جو اپنی باتوں میں مسرت کی چھک پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

بتھ ایک لمحے کے لیے سوچتی رہی پھر اپنے مخصوص پر سکون لہجے میں بولی۔ ' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھیں اپنی بات کیسے سمجھاؤں۔ کیونکہ تمھارے علاوہ اور کسی کے سامنے میری زبان نہیں کھلتی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میرا دل گواہی

Taj Tahir Foundation

دیتا ہے کہ قدرت نے مجھے زندہ رکھنے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ مجھ میں اوروں جیسی باتیں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً میں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ بڑی ہو کر کیا کروں گی۔ سب لڑکیاں شادی شدی کا خیال کرتی ہیں۔ مجھے اس کا خیال نہیں آیا۔ میں تو اپنے آپ کو سدا ننھی منی سمجھتی رہی ہوں۔ میرے دل میں کبھی گھر سے باہر جانے کی خواہش بھی پیدا نہیں ہوتی اور اب یہ پتا پڑ رہی ہے کہ تم سب سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہی ہوں۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسری دنیا میں جا کر تمھاری یاد مجھے بے چین رکھا کرے گی۔

جو نے کوئی جواب نہیں دیا اور کئی لمحے تک ہوا کی سرسراہٹ اور پانی کے چھلچھلانے کی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز نہ سنائی دی۔ ایک سفید پروں والی مرغابی اڑتی ہوئی ان کے قریب سے گزری اس کا نقرئی سینہ دھوپ میں چمک رہا تھا۔ بتھ اسے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں حسرت و یاس چھا گئی۔ ایک خاکستری رنگ کا پرندہ ساحل پر اس طرح پھدکتا پھرنے لگا جیسے دھوپ اور سمندر سے لطف لے رہا ہے۔ وہ بتھ کے بہت قریب آ کر اسے میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک گرم پتھر پر بیٹھ کر بڑے اطمینان سے اپنے گیلے پروں کو صاف کرنے لگا۔

بتھ مسکرائی۔ اس نظارے سے اس کے دل کو تسلی ہوئی۔ ننھا پرندہ اپنی ننھی منی دوستی پیش کرکے یہ یاد دھانی کر رہا تھا کہ اس دل کش دنیا سے لطف اندوزی کا موقع ابھی باقی ہے۔

اس نے جو سے کہا۔ دیکھو تو یہ ننھا سا پیارا پیارا پرندہ انسانوں سے کیسا مانوس ہے۔ مجھے ایسے پرندے مرغابیوں سے زیادہ پسند ہیں۔ کیوں کہ ایک تو یہ خوب صورت ہیں دوسرے انسانوں سے گھبراتے نہیں بلکہ ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

میں پچھلی گرمیوں میں کہا کرتی تھی کہ یہ تو میرے

Taj Tahir Foundation

پرندے ہیں اور اماں کہتی تھیں کہ ان خاکستری رنگ کے پرندوں کو پھدکتے ہوئے دیکھ کر جو ہر وقت ساحل کے پاس چہچہاتے پھرتے ہیں ۔ انھیں میں یاد آ جاتی ہوں ۔ تم مرغابی ہو جو ! مضبوط اور غیر مانوس طوفان کی شائق ۔ سمندر پر دور تک پرواز کی شوقین اور ہمیشہ تنہائی میں خوش ۔ میگ فاختہ ہے اور ایمی اس چنڈول کی طرح ہے جو اڑ کر آسمان کی بلندی تک جا پہنچتا ہے مگر پھر اپنے گھونسلے میں اترتا ہے ۔ در حقیقت ایمی خوب لڑکی ہے ۔ خیالات بلند مگر دل بڑا نیک و نرم ۔ خواہ کتنی اونچی ہو جائے اپنے گھر کو کبھی نہ بھولے گی ۔ خدا کو منظور ہوا تو میں اس سے دوبارہ ملوں گی ۔ لیکن اس وقت تک تو وہ مجھ سے کوسوں دور ہے ۔

جو نے اس کی یہ باتیں سن کر سوچا کہ بتھ میں سب سے بڑی تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ بولنے زیادہ لگی ہے اور بے تکان بولتی چلی جاتی ہے ۔ پہلے شرمیلی بتھ میں یہ بات نہیں تھی ۔ پھر اس نے بتھ سے مخاطب ہو کر کہا ۔ ایمی موسم بہار میں گھر آ رہی ہے ہم تمھیں اس وقت تک تندرست و توانا کر دیں گے تاکہ تم اس سے مل کر خوش ہو ۔ دیکھ لینا تم اس وقت تک خوب ہٹی کٹی اور سرخ و سفید ہو جاؤ گی ۔

بتھ بولی : ''پیاری جو ! امیدوں کے قلعے نہ بناؤ ۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ۔ ہم دکھی ہونے کی بجائے جتنا بھی وقت ملے گا لطف کے ساتھ گزاریں گے اور انجام کا انتظار کرتے رہیں گے ۔ اللہ نے چاہا تو بڑے مزے سے گزرے گی کیوں کہ میں زیادہ تکلیف میں نہیں ہوں اور میرا خیال ہے کہ تم نے مدد کی تو زندگی کی لہر بھی آسانی کے ساتھ اتر جائے گی ۔

جو نے جھک کر بتھ کے پرسکون چہرے کو چوم لیا اور خود کو دل و جان سے بتھ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ۔

اس بارے میں اس کا خیال ٹھیک ہی نکلا کہ گھر پہنچ کر

Taj Tahir Foundation

بتھ کا حال کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ کیوں کہ والدین جو چیز نہ دیکھنے کے لیے دعائیں کرتے رہتے تھے وہ انھوں نے بتھ کے چہرے پر صاف طور سے دیکھ لی ۔ بتھ اپنے مختصر سفر سے نڈھال ہو گئی تھی چنانچہ یہ کہہ کر فوراً بستر پر جا لیٹی کہ گھر آنے سے دل کیسا خوش ہوا ۔ اس کے والد آتش دان کی کارنس پر سر جھکائے کھڑے تھے ۔ انھوں نے جو کے داخل ہونے پر مڑ کر بھی نہیں دیکھا لیکن والدہ نے جو کو دیکھتے ہی ہاتھ پھیلا دیے جیسے سہارا چاہتی ہیں اور جو بھی زبان سے کہے بغیر انھیں تسلی دینے کے لیے آگے بڑھی ۔

باب چودھواں

نئے اثرات

نائس میں روزانہ تیسرے پہر کو سارے فیشن ایبل لوگ ''پرمنادے ویز اینگلیز'' پہنچتے ہیں جو بڑی پرفضا جگہ ہے ۔ کشادہ راستے پر دو رویہ پام کے درخت اور پھول دار جھاڑیاں لگی ہوئی ہیں ۔ اس کے ایک رخ پر سمندر اور دوسری طرف ایک شاندار شاہراہ ہے جہاں بہت سے ہوٹل اور مکانات ہیں ۔ اِن کی پشت پر سنتروں کے باغ اور پہاڑیاں پھیلتی چلی گئی ہیں ۔ نائس میں بہت سی مختلف اقوام کے لوگ ملتے ہیں اس لیے کئی زبانیں بولی جاتی ہیں اور کئی وضع کے لباس بھی نظر آتے ہیں ۔ چنانچہ جس روز دھوپ نکلنے کی وجہ سے لوگ گھروں سے نکلتے ہیں نائس کی فضا کسی کارنیوال کی طرح خوش رنگ اور تاب ناک نظر آنے لگتی ہے ۔

متکبر انگریز ، زندہ دل فرانسیسی ، سنجیدہ جرمن ، خوش وضع اسپینی ، بدنما روسی ، منکسر مزاج یہودی ، بے تکلف امریکی ، سب

Taj Tahir Foundation

سواری کرتے اور مناظر سے لطف اٹھاتے ، تازہ خبروں پر تبصرہ کرتے یا نائس وارد ہونے والے بڑے آدمیوں مثلاً رسٹوری ، ڈکٹر ، دکٹر ایمائیل یا ملکہ سینڈوچ آئلینڈز پر نکتہ چینی کرتے نظر آتے ہیں۔ انسانوں کی طرح سواریاں بھی طرح طرح کی نظر آتی ہیں اور انھی کی طرح توجہ اپنی طرف کھینچتی ہیں ۔ خاص کر وہ نیچی بید کی گاڑی جس میں عورتیں بیٹھتی ہیں ۔ اس میں دو تیز رفتار ٹٹو جتے ہوتے ہیں اور بھاری جھالر کو ننھی سی گاڑی سے لٹک پڑنے سے روکے رکھنے کے لیے خوشنما جال لگے ہوتے ہیں ۔ پیچھے سائیسوں کے لیے اڈے ہوتے ہیں جن پر لڑکے کھڑے ہوتے ہیں ۔

کرسمس کے دن اس راستے پر ایک دراز قد نوجوان ہاتھ پیچھے باندھے کسی خیال میں محو آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا ۔ وہ شکل و صورت سے اطالوی ، لباس سے انگریز اور چال ڈھال سے آزادی پسند امریکی نظر آتا تھا۔ اس کی اس ملی جلی ہئیت کذائی کو دیکھ کر بہت سی عورتوں نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ۔ لیکن بہت سے بنے ٹھنے مردوں نے جو سیاہ مخمل کے سوٹ پہنے ۔ گلابی رنگ کی نکٹائیاں باندھے ۔ ہاتھوں پر پوستین کے دستانے چڑھائے اور بٹن کے کاجوں میں سنترے کے پھول لگائے ہوئے تھے۔ کندھے جھٹک کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ، مگر ساتھ ہی اس کے بلند بالا قد پر انھیں رشک بھی آیا ۔ وہاں ہزاروں دیکھنے دکھانے کے لائق صورتیں تھیں مگر نوجوان نے ان کی طرف توجہ نہ کی ۔ البتہ کبھی کسی گوری لڑکی یا نیلی پوش عورت پر نظر ڈال لیتا ۔ وہ تفریح گاہ سے باہر نکلا اور چوراہے پر لمحہ بھر کے لیے اس طرح کھڑا رہا جیسے فیصلہ کر رہا ہے کہ باجہ سننے کے لیے جارڈن پبلک (Jardin Publique) جائے یا ساحل ساحل چلتا ہوا کاسل ہل (Castle Hill) کا رخ کرے ۔ دفعتہً سامنے سے ایک چھوٹی سی گاڑی آئی جس میں ایک عورت بیٹھی تھی ۔ اس کے ٹٹوؤں کی تیز چال کی آواز ہوئی تو نوجوان نے نظر اٹھا کر

Taj Tahir Foundation

دیکھا ۔ عورت نوعمر گوری اور نیلے لباس میں تھی ۔ نوجوان مرد نے لمحہ بھر اسے بہ غور دیکھا پھر دفعتاً اس کے چہرے پر بشاشت آ گئی اور بچوں کی طرح خوش ہو کر ٹوپی ہلاتا ہوا اس سے ملنے کے لیے گاڑی کی طرف لپکا ۔

ایمی نے باگیں الگ رکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اس طرف بڑھاتے ہوئے چلا کر پوچھا ۔ ارے لاری ! تم یہاں کہاں ؟ میں تو سمجھ رہی تھی کہ بس تم آ چکے !''

ایک فرانسیسی عورت جو اپنی بیٹی کو ساتھ لیے ہوئے تھی اس منظر سے جزبز ہوئی کہ بیٹی کو گھسیٹتی ہوئی آگے بڑھ گئی کہ کہیں ان پگلے انگریزوں کی بے تکلفی کو دیکھ کر اس کی بیٹی کا چال چلن خراب نہ ہو جائے ۔''

لاری نے جواب دیا ۔ ''میں اتفاق سے رک گیا تھا ۔ دیکھ لو کرسمس تمہارے ساتھ گزارنے کا وعدہ کیا تھا سو پہنچ ہی گیا ۔''

''تمہارے دادا جان کیسے ہیں ؟ یہاں کب پہنچے اور ٹھہرے کہاں ہو ؟''

''کل رات پہنچا ہوں اور چووین (Chauvain) میں قیام ہے ۔ تمہارے ہوٹل پہنچا تھا لیکن تم باہر گئی ہوئی تھیں ۔''

''الامان ! مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں ۔ آؤ گاڑی میں بیٹھ جاؤ باتیں کرتے چلیں گے ۔ میں سیر کو نکلی ہوں جی چاہ رہا تھا کوئی ساتھی ہو فلو آج رات ساتھ نہیں آ سکی ۔''

''کیا ہو رہا ہے ؟ ناچ ؟''

''نہیں ہمارے ہوٹل میں کرسمس کی ضیافت ہے ۔ وہاں بہت سے امریکی مقیم ہیں ۔ ان ہی نے یوم کرسمس کے اعزاز میں ضیافت کا انتظام کیا ہے ۔ تم ہمارے ساتھ چلنا پھوپھی بہت پسند کریں گی ۔''

شکریہ ۔ اس وقت کہاں کے ارادے ہیں ؟ لاری نے پیچھے کمر ٹکا کر اپنے ہاتھ باندھتے ہوئے پوچھا ۔ اس کی یہ حرکت ایمی

Taj Tahir Foundation

کے مناسب حال تھی ۔ وہ اس وقت سیر تفریح کرنی چاہتی تھی ۔ اسے اپنا چھتری نما کوڑا ، نیلی باگیں اور ٹٹوؤں کی سفید پیٹھیں دیکھ کر بڑا اطمینان ہو رہا تھا ۔

''میں پہلے بینکر کے ہاں سے خطوط لوں گی پھر کسل ہل جاؤں گی ۔ وہاں کا منظر قابل دید ہے ۔ اور میں موروں کو دانہ بھی ڈالوں گی ۔ ان کا دانہ چگنا مجھے بہت بھلا لگتا ہے ۔ تم کبھی وہاں گئے ہو ؟''

''اکثر مگر یہ برسوں پہلے کی بات ہے ۔ بہر حال ایک بار پھر چلنے میں کوئی حرج نہیں ۔''

''اچھا اب اپنے بارے میں بتاؤ کہ کس حال میں رہے ۔ تمہارے دادا جان کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ تمہارے برلن سے آنے کی توقع ہے ۔''

''ہاں ۔ میں نے ایک مہینہ وہاں گزارا پھر پیرس میں ان سے جا ملا ۔ دادا جان جاڑے بھر وہیں رہیں گے ۔ وہاں دوستوں کی وجہ سے ان کا دل لگ گیا ہے ۔ میں ان کے پاس جاتا آتا رہتا ہوں اور ہم دادا پوتے کی خوب نبھ رہی ہے ۔''

ایمی نے کہا ۔ ''خوب ترکیب ہے ۔'' اسے لاری کی بات چیت میں کچھ فرق معلوم ہو رہا تھا گویہ نہ بتا سکتی تھی کہ کیا فرق ہے ۔

لاری بولا : ''دادا جان کو سفر کرنے کے نام سے چڑ ہے اور مجھے نچلا بیٹھنے سے ۔ چنانچہ یہ انتظام کیا ہے کہ وہ آرام سے ایک جگہ بیٹھے رہیں اور میں سیر تفریح کرتا پھروں ۔ اب ہم دونوں اپنی اپنی جگہ خوش ہیں ۔ میں اکثر ان کے پاس پہنچ کر اپنی دوڑ دھوپ کا حال سناتا ہوں وہ بڑے مزے سے سنتے ہیں ۔ اصل میں میرا جی چاہتا ہے کہ جب آوارہ گردی کرکے آؤں تو کوئی ایسا ہو جو مجھے دیکھ کر نہال نہال ہو ۔'' اس وقت گاڑی پیلس نپولین کو جانے والی چوڑی سایے دار سڑک پر جا رہی تھی ۔ یہ

Taj Tahir Foundation

جگہ پرانے شہر میں ہے۔

لاری نے تنفر سے ناک سکیڑ کر سونگھتے ہوئے کہا۔ ''یہاں گرد بہت ہے۔''

''گرد اٹھنے کا سماں بہت دل کش ہوتا ہے اس لیے میں اسے چنداں برا نہیں سمجھتی۔ دریا اور پہاڑیاں قابل دید ہیں۔ تنگ ترچھی گلیوں کی جھلکیوں کو دیکھ کر تو دل بہت ہی خوش ہوتا ہے۔ لو وہ سامنے سے جلوس آ گیا۔ سینٹ جان کے گرجا گھر جا رہا ہے یہ گزرے تو آگے بڑھیں۔

لاری چپ چاپ بیٹھا پادریوں کے جلوس کو دیکھتا رہا۔ آن کے سروں پر چھتر تھے۔ سفید نقابوں والی راہبات جلتی مشعلیں اٹھائے تھیں اور کئی آدمی ''برادرہڈ'' والوں میں سے نیلی پوشاک پہنے مناجات پڑھتے جا رہے تھے۔ لاری کی نظریں ان کی طرف تھیں۔ ایمی بھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس پر ایک حجاب سا طاری ہونے لگا۔ کیوں کہ وہ کچھ بدلا ہوا نظر آ رہا تھا اب لاری پہلے جیسا ہنس مکھ لڑکا نہ رہا تھا۔ اس کے پہلو میں ایک فکرمند مرد بیٹھا تھا۔ اس نے لاری کو دیکھ کر سوچا کہ یہ تو پہلے سے زیادہ خوب صورت نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ ایمی کو دیکھنے سے لاری کے چہرے پر رونق آ گئی تھی۔ وہ کیفیت گزر جانے کے بعد لاری نڈھال اور تھکا تھکا دکھائی دے رہا تھا۔ بیمار یا ناخوش تو نہیں، البتہ سال دو سال پہلے کی بہ نسبت زیادہ سنجیدہ اور بڑی عمر کا معلوم ہونے لگا تھا۔ حالانکہ خوش حالی کی زندگی بسر کرتے رہنے سے اسے ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ ایمی نہ اس بھید کو سمجھ سکی اور نہ اسے پوچھنے کی ہمت ہوئی اور جب جلوس پگلیونی پل کی محرابوں کا چکر کھا کر گرجا میں گھس گیا تو اس نے سر ہلا کر ٹٹوؤں کے چاپک رسید کیا اور سارے راستے فرانسیسی زبان جاننے کا مظاہرہ کرتی رہی۔ وہ جب سے سمندر پار آئی تھی فرانسیسی کے بہت سے الفاظ زبان پر چڑھ گئے تھے گو وہ

Taj Tahir Foundation

کچھ زیادہ اچھا نہ بولتی تھی۔

لاری نے دادا کی طرح سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ ''مادام نے یہاں آ کر وقت ضائع کیا ہے اور نتیجہ خاصا اچھا ہے۔'' ساتھ نظروں سے بھی داد دی۔

ایمی خوش ہو کر شرمائی لیکن یہ داد پچھلی تعریفوں جیسی طمانیت بخش نہ تھی۔ گھر پر تو جب کبھی کوئی تقریب وغیرہ ہوتی اور لاری آگے پیچھے پھرتے ہوئے اس کے سر پر ہلکا سا چپت جما کر اور دانت نکال کر مسکراتے ہوئے کہتا کہ وہ ''خاصی زندہ دل ہے۔'' تو اسے بہت بھلا لگتا تھا۔ لیکن اس وقت کا لہجہ ایمی کو اچھا نہ معلوم ہوا۔ گو یہ بیزار کن بھی نہ تھا۔ پھر بھی اس میں بیگانگی ضرور تھی اور نظریں کچھ اور ہی کہہ رہی تھیں۔

ایمی نے دل میں کہا۔ ''اگر یہ اس انداز سے بڑا ہوتا رہا تو میں چاہوں گی کہ سدا لڑکا ہی رہے۔'' وہ ظاہر میں تو بے تکلف اور ہنس مکھ معلوم ہو رہی تھی لیکن اندر سے بے چین اور مایوس تھی۔

ایوگ ڈور کے دفتر سے اپنی گھر سے آتی ہوئی ڈاک لینے کے بعد اس نے باگیں لاری کو تھمائیں اور خود ان کے مطالعہ میں غرق ہو گئی۔

پھر ایک صفحے کو سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''امی جان نے لکھا ہے کہ بتھ کا حال بہت ابتر ہے۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ گھر چلنا چاہیے مگر یہاں سب کہتے ہیں ابھی ٹھہرو۔ چنانچہ میں رک گئی ہوں۔ میرے خیال میں ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔''

''عزیزم! میرے خیال میں تو تم ٹھیک کر رہی ہو۔ گھر پر تم کیا کر لو گی۔ تمھارے ماں باپ اور بہنوں کو اس سے بڑی تسلی ہے کہ تم خوش اور تندرست ہو۔ اور اپنا وقت اس قدر مزے

Taj Tahir Foundation

سے کاٹ رہی ہو۔'' یہ کہتے ہوئے وہ ذرا قریب کھسک آیا اور پہلے جیسا لاری معلوم ہونے لگا۔ اس خیال سے ایمی کے دل کا یہ بوجھ ہلکا ہو گیا کہ اگر پردیس میں کوئی بپتا پڑی تو کون یارو مددگار ہوگا۔ لاری کی ہمدردانہ نظروں اور برادرانہ شفقت کے لہجے سے اسے یقین ہو گیا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے جو کا ایک چھوٹا سا اسکیچ دکھایا جس میں وہ لکھتے وقت کا لباس پہنے نظر آ رہی تھی۔ اس کی ٹوپی پر ایک کمان تنی ہوئی تھی اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔

''جوہر قابل عالم غیظ میں۔''

لاری نے مسکراتے ہوئے اسکیچ لے کر واسکٹ کی جیب میں یہ کہہ کر رکھ لیا کہ ''میں رکھے لیتا ہوں اڑ نہ جائے؟'' ایمی جو مزے دار خط سنا رہی تھی اسے دل چسپی سے سنتا رہا۔

جب وہ پرانے قلعے کے کھنڈروں میں اترے تو ایمی نے کہا۔ اب کے کرسمس پر بڑی گہما گہمی رہے گی۔ ''صبح کو تحفے تحائف تیسرے پہر کو تم اور تہنیت نامے اور رات کو ضیافت۔'' موروں کا جھلڑ ان کے گرد آن جمع ہوا اور وہ اس طرح ان کا منہ تکنے لگے جیسے دانہ مانگتے ہیں۔ ایمی کنارے پر لاری سے اونچی جگہ کھڑی ہنس ہنس کر ان چمکیلے پرندوں کو دانہ ڈالنے لگی۔ اب لاری نے بھی اسی طرح ایمی کو نظروں سے ٹٹولا جس طرح وہ لاری کو نظروں میں تول چکی تھی۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اتنے دنوں میں اس میں تبدیلیاں ہوئی ہیں مگر ایسی کوئی بات نظر نہ آئی جس سے پریشانی یا مایوسی ہوتی بلکہ بہت سی ایسی ہی باتیں دیکھیں جو اسے بھلی لگیں کیوں کہ بات چیت اور چال ڈھال میں تھوڑے سے تصنع کے علاوہ وہ پہلے ہی کی طرح چست اور خوش وضع تھی۔ ہاں سونے پر سوہاگہ یہ تھا کہ لباس اور وضع قطع میں خوش ادائی بھی پیدا ہو گئی تھی۔ ایمی عمر کے لحاظ سے پختہ تو پہلے ہی سے تھی اب اس کی چال ڈھال اور گفتگو میں پوری نسوانیت

Tai Tahir Foundation

آ گئی تو یہ بات پہلے نہیں تھی لیکن پرانی تنک مزاجی اب بھی کبھی کبھی اپنا اثر دکھاتی تھی ۔ وہ اب بھی پہلے ہی جتنی دھن کی پکی تھی اور غیر ملکی اثرات کی جلا سے اس صاف دلی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا جو اس کی سرشت میں داخل تھی ۔

لاری کو یہ سب باتیں ایمی کے موروں کو دانہ کھلاتے ہی میں نہیں معلوم ہو گئیں ۔ تاہم اس نے اتنا کچھ ضرور دیکھ لیا جس سے وہ مطمئن ہو گیا ۔ اور ایمی سے اس کی دل چسپی بڑھ گئی ۔ اس کے دل پر ایک روشن چہرے والی لڑکی کی تصویر نقش ہو گئی ۔ جو دھوپ میں اس انداز سے کھڑی تھی کہ اس کے لباس کا رنگ نظروں میں کھب رہا تھا ۔ عارض کی تابانی و تازگی اور بالوں کی سنہری آب و تاب دل کو موہ رہی تھی ۔ غرض وہ اس خوش نما منظر میں نمایاں نظر آ رہی تھی ۔

جب وہ پہاڑ کی چوٹی کی سفگین سطح مرتفع پر پہنچے تو ایمی نے اس طرح ہاتھ ہلائے جیسے اپنی پسندیدہ سیر گاہ میں وارد ہونے پر اس کا خیر مقدم کر رہی ہے ۔ اور جہاں تہاں اشارے کرتے ہوئے کہا ۔ ''تمھیں یاد ہے گرجا گھر اور کارسو مچھیروں کا خلیج میں جال کھینچنا ۔ دلافرانکا کو جانے والی خوش نما سڑک عین نیچے شوبرٹ کا مینار اور سب سے بڑھ کر دور سمندر پر وہ دھبا سا جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ کارسیکا ہے ۔''

لاری نے بے دلی سے جواب دیا ۔ ''ہاں یاد ہے ۔ اس منظر میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی ہے ۔''

لیکن ایمی اس وقت ترنگ میں تھی اور لاری کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتی تھی ۔ اس نے کہا ''جو تو کارسیکا کا یہ نظارہ دیکھ کر پھڑک اٹھتی ۔''

لاری نے جواب میں صرف 'ہاں' کہا اور آنکھیں پھاڑ کر اس جزیرے کی طرف دیکھا وہ اب ایک ایسی ہستی کے ذکر کی وجہ سے اس کی نظروں میں قابل توجہ بن گیا تھا جو اس کے حق

Taj Tahir Foundation

میں نپولین سے کہیں زیادہ قابوچی ثابت ہوئی تھی۔

ایمی ایک جگہ بیٹھ گئی اور بولی۔ ''اس کو جو کی خاطر خوب اچھی طرح دیکھ لو اور پھر یہاں آ کر مجھے اپنا حال سناؤ کہ تم اس عرصے میں کیا کرتے رہے'' وہ جی بھر کے باتیں چیتیں کرنی چاہتی تھی۔

ایمی کا مطلب حل نہ ہوا گو لاری اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور جو کچھ وہ پوچھتی گئی بتاتا بھی گیا لیکن وہ اس کے بارے میں اس سے زیادہ معلوم نہ کر سکی کہ وہ یورپ میں پھرتا پھراتا رہا اور یونان کی سیر کر آیا۔ کوئی ایک گھنٹہ گزارنے کے بعد پھر وہ گاڑی میں بیٹھ کر گھر روانہ ہو گئے۔ لاری، مسز کیرول کی خدمت میں آداب بجا لا کر شام کو آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا۔

ایمی کے بارے میں یہ بات قلم بند کرنی ضروری ہے کہ اس نے لاری کو رجھانے کے لیے اس رات جان بوجھ کر خاص طور سے بناؤ سنگار کیا۔ دونوں ایک دوسرے سے اتنے دن دور رہے تھے کہ بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں بہت کچھ تبدیلی بھی ہو گئی تھی۔ چنانچہ اسے اپنا پرانا دوست کچھ اور نظر آ رہا تھا۔ ''دوست لڑکا'' نہیں بلکہ ایک خوب صورت اور طرح دار مرد اور اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح اس کے دل میں سما جائے۔ ایمی جانتی تھی کہ اس میں ایسی کون سی خوبیاں ہیں جن سے مرد کو اپنی طرف متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے سلیقہ مندی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے ان خوبیوں کو اچھی طرح اجاگر کیا۔ غریب اور حسین عورت کے لیے یہ دونوں صفات ایک نعمت سے کم نہیں۔

نائس میں آب رواں اور جالی سستی مل جاتی تھی۔ اس لیے موقعوں پر وہ یہ کپڑے استعمال کرتی تھی اس نے انگریزی فیشن کے مطابق کہ نوجوان لڑکیوں کو سادہ لباس پہننا چاہیے تازہ

Taj Tahir Foundation

پھولوں سے اپنے لباس کو آراستہ کیا - پھول سستے تھے مگر ان سے آرائش خوب ہوئی - ایمی گو ایک مصورہ تھی لیکن اس پر کبھی کبھی نسائیت کا غلبہ ہو ہی جاتا تھا - اور وہ پرانی وضع کی کنگھی چوٹی کر لیتی تھی - مجسموں جیسی وضع بنا لیتی تھی اور قدیم کپڑے استعمال کرنے لگتی تھی - لیکن انصاف شرط ہے - ایسی چھوٹی چھوٹی کمزوریاں کس میں نہیں ہوتی - نوجوان لڑکے لڑکیاں خوش اندام ہونے کی وجہ سے بھلے لگتے ہیں اور اپنے چونچلوں سے ہمارے دل خوش کرتے رہتے ہیں لہذا ان کی ایسی باتوں سے درگزر کرنا ہی پڑتا ہے -

ایمی نے دل میں کہا - ''کاش وہ مجھے خوب صورت سمجھے اور گھر پر بھی سب کو یہی بتائے -'' وہ اس وقت فلو کا پرانا سفید ریشمی رقص کا لباس زیب تن کی ہوئی تھی اور اس پر باریک غبار سا نقاب کا کپڑا پڑا ہوا تھا اور اس میں سے اس کے مرمریں شانے اور سنہری سر ابھرتا ہوا بہت ہی دل کش معلوم ہوتا تھا - بالوں کو زیادہ بنایا سنوارا نہیں تھا صرف لٹوں کو سمیٹ کر جوڑا باندھ لیا تھا -

جب کبھی اسے بالوں میں پیچ ڈالنے یا گچھے بنانے یا مینڈھیاں گوندھنے کی صلاح دی گئی اس نے یہی جواب دیا کہ یہ اچھا تو لگتا ہے مگر اس کا فیشن نہیں ہے - میں اس طرح بال بنا کر تماشا بننا نہیں چاہتی -

اس کے پاس موقع پر پہننے کے لیے کوئی زیور نہیں تھا - چنانچہ ایمی نے اپنے لباس کے پشم دار دامن میں ازیلیا پھولوں کے گلابی گچھے باندھے اور اپنے سفید شانوں کے گرد نازک ہری انگوری بیلیں لپیٹ لیں - نقش و نگار بنے ہوئے بوٹ کو خیال میں رکھتے ہوئے اس نے ساٹن کے سفید سیلیپروں پر ایک نظر ڈالی اور اپنے رئیسوں جیسے خوش نما پاؤں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے کمرے کا اس سرے سے اس سرے تک چکر لگایا -

Taj Tahir Foundation

اس نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک شمع اٹھا کر اپنے تئیں سر سے پاؤں تک دیکھا اور دل ہی دل میں کہا۔ میری نئی پنکھیا پھولوں کی ہم رنگ ہے اور دستانے تو غضب ڈھا رہے ہیں اور پھوپھی کے گھاگرے کی لیس سے سارے لباس کی پھبن کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اگر میری ناک کھڑی اور دھانہ چھوٹا ہوتا تو میرے حسین ہونے میں کوئی کسر نہ رہتی۔

لیکن اس کمی کے تکلیف دہ احساس کے باوجود وہ چلتے وقت عام طور سے ہنس مکھ اور خوش خرام نظر آتی تھی۔ دوڑ کر کبھی نہیں چلتی تھی کیوں کہ تیز رفتاری اس کے لیے موزوں نہیں تھی۔ وہ دراز قد تھی اس لیے اچھل کود یا تیزی طراری کی نسبت جو نودیوی کے مجسمہ جیسا با وقار انداز زیب دیتا تھا۔ وہ لاری کا راستہ دیکھ رہی تھی اور دل کی بے چینی دور کرنے کے لیے کمرے میں ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر پھرتی رہی۔ ایک دفعہ تو خبر نہیں کیا جی میں آئی کہ فانوس کے عین نیچے جا کھڑی ہوئی جس سے اس کے بالوں کا حسن اور دوبالا ہو گیا۔ مگر پھر سوچا کہ یہ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ کمرے کے دوسرے سرے پر جا پہنچی۔ اس وقت ایمی پر کچھ ایسی کیفیت طاری تھی جیسے پہلے ہی جلوے میں لاری کو شیدائی بنا لینے کی طفلانہ خواہش پر شرمندہ ہے لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ ایمی نے یہ چاہا یا نہ چاہا مگر ہوا یہی۔ لاری اس طرح دبے پاؤں اندر آگیا کہ ایمی کو اس کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ اس وقت وہ پردے والی کھڑکی کے آگے رخ پھیرے۔ ایک ہاتھ سے کپڑے لتے سنبھال رہی تھی اس کا سفید پیکر سرخ پردوں کے مقابل ایک موزوں مجسمہ نظر آ رہا تھا۔

"دیوی جی کو شام کا سلام!" لاری نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ اس کی نگاہوں سے پرستاری کا جذبہ ٹپک پڑتا تھا۔ اور ایمی بھی تو یہی چاہتی تھی کہ لاری اس کی طرف ایسی ہی نظروں

Taj Tahir Foundation

سے دیکھے۔

اس نے جواب میں کہا۔ ''سلام مہاراج!'' اور اس طرح مسکرا کر اس کی طرف دیکھا جیسے زبان خاموشی سے پوچھتی ہے۔ جواب ترکی بہ ترکی ہے نا۔ اصل میں بات یہ تھی کہ لاری بھی بہت بن ٹھن کر آیا تھا۔ اسے مسز ڈیوس کی چاروں بیٹیوں کا خیال آ کر ترس آیا کہ جب وہ رقص گاہ میں ایسے بانکے سجیلے مرد کے ساتھ پہنچے گی تو ان کے دل پر کیا گزرے گی کیوں کہ وہ ایسی حسین تو ہیں نہیں کہ انھیں حسین ہم رقص میسر آ سکیں۔

لاری نے پھولوں کا ایک حسین گلدستہ دیتے ہوئے کہا ''لو تمھارے لیے پھول لایا ہوں اور یہ گلدستہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ مجھے یاد آ گیا تھا کہ بقول حنا تم مرجھائے ہوئے پھول پسند نہیں کرتیں۔''

یہ گلدستہ جس گل دان میں لگا ہوا تھا وہ کارڈ گیا کی دکان کے آگے سے گزرتے ہوئے ایمی روزانہ دیکھتی تھی اور ایک عرصے سے وہ اسے خریدنا چاہ رہی تھی۔

ایمی نے خوش ہو کر کہا ''تم نے تو مہربانیوں کی حد کر دی۔ اگر مجھے پہلے سے تمھارے آنے کا معلوم ہوتا تو آج کے دن کے لیے تمھارے واسطے کچھ تیار کر کے رکھتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اتنی خوب صورت نہ ہوتی۔

لاری بولا ''شکریہ! میرا تحفہ تو خیر یونہی سا ہے مگر تم نے اسے کچھ سے کچھ بنا دیا۔''

ایمی کلائی پر دست بند پہنتے ہوئے بولی۔ ''ایسی باتیں نہ کرو۔''

لاری: میرا خیال تھا تمھیں یہ باتیں پسند ہیں۔''

ایمی: تمھاری زبان سے اچھی نہیں لگتیں۔ مجھے تو تمھارا وہی کھرا پن پسند ہے۔''

Taj Tahir Foundation

لاری ''مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔''

اس کی آنکھوں میں اطمینان کی جھلک تھی۔ اس نے ایمی کے دستانوں کے بٹن لگائے۔ پہلے جب گھر پر ہوتے تھے اور دونوں ساتھ ساتھ ضیافتوں میں جایا کرتے تھے تو لاری اس سے پوچھا کرتا۔ ''میری ٹائی تو سیدھی بندھی ہے نا۔'' اب بھی اس نے ٹائی کے بارے میں ایمی کی رائے دریافت کی۔

اس شام ''سالے منجر'' میں جو لوگ ضیافت میں شریک ہوئے وہ کچھ اس قسم کے تھے کہ بس یورپ ہی میں ہوتے ہیں۔ مہمان نواز امریکنوں نے جان پہچان کے ان سب آدمیوں کو مدعو کر لیا تھا جو نائس میں مقیم تھے اور چوں کہ انھیں نوابوں رئیسوں اور اعلیٰ خان دانوں کے لوگوں سے بھی بیر نہیں تھا۔ اس لیے کرسمس بال کی رونق بڑھانے کے لیے اس قسم کے چند مہمان بھی شریک کیے گئے تھے۔

ایک روسی شہزادے نے از راہ غربا پروری ایک گھنٹے تک ایک گوشے میں بیٹھ کر ایک ایسی بھاری بھرکم خاتون سے گفتگو کی جو سیاہ مخمل کے لباس میں شیکسپیر کے ہیرو ہملیٹ کی اماں جان معلوم ہوتی تھیں اور جن کی کوتاہ گردن میں موتیوں کی مالا بطور لگام پڑی ہوئی تھی۔ ایک پولستانی نواب جن کی عمر نام خدا اٹھارہ برس کی تھی۔ خواتین کی پذیرائی میں لگے ہوئے تھے اور وہ انھیں من موہن کہہ کر خطاب کر رہی تھیں۔ ایک جرمن جو خبر نہیں کون سے نواب تھے شام کا کھانا کھانے کے لیے تنہا تشریف لے آئے تھے اور ادھر اُدھر پڑے پھر رہے تھے۔ آپ اس تلاش میں تھے کہ پہلے کس چیز پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ بیرن زاتھشیلڈ کا پرائیویٹ سیکریٹری جو ایک لمبی ناک والا یہودی تھا وہ چمک دار آنکھوں سے اس طرح ایک ایک کو گھور رہا تھا جیسے اس کے آقا کی شہرت کی وجہ سے اس کے چہرے پر نور برس رہا ہے ایک گھٹیلے جسم کا فرانسیسی شہنشاہ تک اپنی رسائی کی

ڈینگیں مار رہا تھا ۔ اسے ناچنے کا جنون تھا ۔ ایک برطانوی میم صاحبہ جو کسی جگہ کی منتظمہ تھیں اپنے آٹھ نفر کے پورے خاندان سمیت رونق محفل تھیں ۔ ان کے علاوہ بہت سی سبک رفتار گلا پھٹی امریکی لڑکیاں ، خوب صورت مگر مریل سی انگریز لڑکیاں اور چند سادہ رو مگر شوخ فرانسیسی عورتیں بھی تھیں ۔ اور اسی طرح سیر و سیاحت کے لیے آئے ہوئے نوجوان جنھوں نے وہاں خوب لطف سے وقت کاٹا ۔ جب وہ لڑکیوں کے ساتھ ناچتے تھے تو ان لڑکیوں کی مائیں جو دیواروں سے لگی بیٹھی تھیں ان کو اپنی مسکراہٹوں سے نوازتی تھیں ۔

ہر نوجوان لڑکی سمجھ سکتی ہے کہ اس رات جب ایمی لاری کے بازو کا سہارا لیتی ہوئی منظر عام پر آئی تو اس کے دل و دماغ کی حالت کیا ہوگی ۔ اسے اپنے بارے میں معلوم تھا کہ بھلی لگ رہی ہے ۔ پھر اسے رقص کا شوق بھی تھا اور بڑی آسانی سے بہترین رقص کر لیتی تھی ۔ اس وقت اسے اپنی طاقت کے احساس کا نشہ تھا ۔ وہی احساس جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک نوجوان لڑکی پہلے پہل معلوم کرتی ہے کہ وہ حسن جوانی اور نسوانیت سے بہرہ مند ہونے کی وجہ سے دلوں پر حکومت کرنے کو پیدا ہوئی ہے ۔

اسے مسز ڈیوس پر سچ مچ ترس آیا ۔ وہ بھدی اور معمولی شکل و صورت کی تھیں اور ان سے زیادہ ان کی تین نک چڑھی خالائیں تھیں جن کے ساتھ کسی نوجوان مرد نے رقص کرنا پسند نہ کیا ۔ ایمی ان کے قریب سے گزری تو اس طرح ان کے سامنے جھکی جیسے برسوں کا میل جول ہے ۔ یہ اس نے اچھا ہی کیا ۔ ان لڑکیوں کو اس کا لباس دیکھنے کے بعد یہ معلوم کرنے کی چٹیک لگ گئی کہ ایمی کے ساتھ یہ کون نوجوان ہے جو محفل پر چھایا چلا جا رہا ہے ۔ بینڈ کی پہلی تڑک سنتے ہی ایمی کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی ۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس کے قدم

Taj Tahir Foundation

رقص کے لیے بے قرار ہو کر جنبش کرنے لگے ۔ وہ رقص کرنا جانتی تھی اور چاہتی تھی کہ اس کا یہ وصف بھی لاری پر ظاہر ہو جائے ۔ چنانچہ جب لاری نے بڑے اطمینان سے پوچھا کہ تم بھی رقص کرو گی تو وہ حیران و ششدرہ رہ گئی ۔

بولی ۔ ''ہاں ہال میں رقص ہی کیا جاتا ہے ۔''

ایک تو اس کی حیرت زدہ آنکھیں دوسرے یہ تیز جواب سن کر لاری نے فوراً اپنی غلطی کی تلافی کی اور کہا ۔ ''میرا مطلب یہ تھا کہ تم پہلے رقص میں بھی شریک ہوگی یا نہیں ؟ اگر ارادہ ہو تو یہ عزت مجھ ہی کو کیوں نہ ملے ؟''

''اگر کاؤنٹ کو ٹال دوں تو پہلا ناچ تمھارے ساتھ ہو سکتا ہے ۔ وہ خوب رقص کرتا ہے لیکن چوں کہ تم پرانے دوست ہو اس لیے وہ مجھے اجازت دے دے گا ۔'' اسے امید تھی کہ نواب کے ذکر سے لاری پر رعب پڑے گا کہ وہ بھی کچھ ایسی گئی گزری نہیں ہے لیکن لاری نے یہ کہہ کر اس کے پندار کا خاتمہ کر دیا کہ یہ پولستانی نواب پستہ قد کا ہے ۔ تم جیسی خاتون کے لیے موزوں نہیں جو ''ے

بلند قد ملکوتی جمال رکھتی ہے
کہ جیسے جنت ارضی میں حور ہو کوئی

اس تعریف سے ایمی کا دل خوش تو ہوا مگر وہ بات نہ ہوئی جس کی تمنا تھی ۔

ان کے اردگرد زیادہ تر انگریز تھے ۔ اس نے ایک تیز رقص کو تو طمطراق کے ساتھ ختم کر دیا اور یہ سوچتی رہی کہ ٹران ٹولا (Taran tula) ناچ کا موقع ملے تو وہ بڑے مزے سے ناچ سکے گی ۔ لاری نے اسے پستہ قد نواب کے حوالے کر دیا ۔ اور خود فلو کو جا سنبھالا ۔ اس ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے وہ آئندہ مسرتوں سے محروم ہو گیا ۔ یہی نہیں بلکہ سزا بھی پائی ۔ کیوں کہ ایمی نے فوراً کھانے کے وقت تک کے لیے اوروں کے ساتھ

Taj Tahir Foundation

ناچنے کے وعدے کر لیے مگر دل میں یہ بات بھی تھی کہ اگر لاری اپنے کیے پر ندامت ظاہر کرے گا تو نرم پڑ جائے گی۔

آئندہ رقص بڑا شان دار تھا۔ وہ دوڑا ہوا ایمی کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ وہ اس کے ساتھ ناچے بلکہ خراماں خراماں اس تک پہنچا۔ ایمی نے اسے اپنی رقص کی کتاب دکھا دی۔ وہ اس وقت شرما تو رہی تھی مگر دل مطمئن تھا۔ لاری نے بڑی شائستگی کے ساتھ معذرت کی مگر ایمی پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ جب وہ نواب کے ساتھ بھاگی بھاگی جا رہی تھی تو اسے لاری پھوپھی کے پاس بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ اس وقت سچ مچ اس کے چہرے پر ایسی کیفیت تھی جیسے منوں بوجھ اتر گیا ہو۔

ایمی کو اس کی یہ بات ایک آنکھ نہ بھائی۔ چنانچہ اس نے بہت دیر تک اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ کبھی کبھار ایک آدھ بات کر لیتی۔ وہ بھی اس وقت جب دو ناچوں کے درمیانی وقفے میں اپنی خادمہ سے پن مانگنے یا دم بھر آرام سمجھ لینے کی غرض سے آئی۔ لیکن اس نے غصے کا اظہار نہیں کیا بلکہ مسکراتی رہی۔ چنانچہ اس کے چہرے پر خفگی بالکل نہیں تھی۔ اس سے غصے کا اثر اچھا ہی پڑا۔ لاری کی نظریں اس پر لگی رہیں۔ اسے خوشی تھی کہ ایمی اچھل کود کر یا ادھر اُدھر چل پھر کر وقت نہیں گزار رہی ہے بلکہ توجہ اور تمکنت سے ناچ رہی ہے جس سے رقص ایک مسرت بخش شغل بن گیا ہے۔ قدرتی طور پر وہ یہی سوچتا رہا کہ ایمی خوب ناچ رہی ہے۔ چنانچہ رقص ختم ہونے سے پہلے پہلے یہ بات اس کے دل میں اتر گئی کہ ایمی بڑی دل کش عورت بنے گی۔

رقص کچھ ایسے پر لطف انداز سے ہو رہا تھا کہ سماں بندھ گیا اور ہر ایک جھومنے لگا۔ سب کے دل پر کرسمس کی زندگی بخش تقریب کا اثر تھا۔ چہرے چمک رہے تھے۔ دل مگن تھے۔ اس لیے رقص میں بھی پھرتی اور طراری دکھا رہے تھے۔ موسیقاروں

Taj Tahir Foundation

میں سے کوئی سارنگی بجانے میں کمال دکھا رہا تھا ، کوئی وجد آفریں نے نوازی کر رہا تھا۔ غرض یہ کہ انھوں نے اس طرح ساز بجائے جیسے خود بھی مزے لے رہے ہیں ۔ مہمانوں میں سے جو ناچ سکتے تھے وہ سب رقص میں شریک تھے اور جو رقص کرنا نہیں جانتے تھے وہ دوسروں پر تحسین و آفریں کے پھول برسا رہے تھے ۔ ڈیوس خاندان کی لڑکیاں ہوں یا جونز خاندان کی سب ہی ہنستی کھیلتی اور خوش خوش نظر آتی تھیں ۔ بھورا سکریٹری ایک طرار فرانسیسی عورت کو ساتھ لے کر اس طرح جھپٹ کر کمرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتا تھا جیسے تارا ٹوٹتا ہے ۔ اس عورت کے جسم پر گلابی ساٹن کا لباس تھا جو فرش پر پیچھے پیچھے گھسٹتا ہوا بڑا دل کش معلوم ہوتا تھا ۔

وہ جرمن جو دل پسند کھانا ڈھونڈتا پھرتا تھا آخر اسے اپنی پسند کی ایک جگہ مل گئی تھی ۔ وہ اب بہت خوش تھا اور بڑے لمبے لمبے ہاتھ مار رہا تھا ۔ ادھر شہنشاہ تک رسائی رکھنے والا فرانسیسی اپنی کلاہ افتخار میں طرہ پر طرہ لگاتا جا رہا تھا ۔ وہ اس طرح کہ جب کوئی نیا رقص شروع ہوتا تھا تو وہ اسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مگر شریک ضرور ہو جاتا تھا اور جہاں کہیں لاعلمی کی وجہ سے دقت پیش آتی تھی میرا شیر اپنی طرف سے کچھ لگا کر کمی پوری کر لیتا تھا ۔ اس بھاری جسم کے آدمی کی طفلانہ خوش مزاجی قابل دید تھی کیوں کہ وہ بھاری بھر کم ہونے کے باوجود ربڑ کی طرح پھدکتا پھرتا تھا ۔ کبھی دوڑتا ، کبھی لپکتا ، کبھی اچھلتا ۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا ۔ گنجا سر روشنی پڑنے سے چمکتا دکھائی دے رہا تھا ۔ اس کے دم دار کوٹ کے دامن لٹکتے لہراتے بہت بھلے معلوم ہوتے تھے ۔ پمپ جو وہ پہنے ہوئے تھا روشنی میں ستاروں کی طرح چمکتے تھے ۔ بے چارہ اس دوڑ دھوپ سے پسینے پسینے ہو گیا ۔ چنانچہ جب باجے بند ہوئے تو کھڑا ہو کر ماتھے سے پسینہ

Taj Tahir Foundation

پوچھنے لگا اور اہل محفل کو اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں سے اس طرح گھورتا رہا جیسے فرانس کا پک وک ہے جو چارلس ڈکنز کے کسی ناول سے نکل کر جیتا جاگتا سامنے آ کھڑا ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پک وک عینک لگاتا تھا اور اس کی آنکھوں پر عینک نہیں ہے۔

ایمی اور پولستانی نواب دونوں ہی نے منوا دیا کہ خوب ناچتے ہیں۔ ان کی سرگرمی اور اس سے زیادہ باوقار پھرتی دیکھنے کے لائق تھی۔ ایمی کے پاؤں میں سفید سلیپر تھے۔ چنانچہ جب رقص کر رہی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ سلیپر تال پر ابھرتے اور دبتے ہوئے اس طرح اڑ رہے ہیں جیسے ان میں پر لگے ہوئے ہیں۔ بالاخر جب نواب اس سے علیحدہ ہوا تو قسمیں کھا کھا کر یقین دلا رہا تھا کہ آپ سے اتنے جلد جدا ہو کر دنیا اندھیر معلوم ہو رہی ہے۔ ایمی آرام کرنے کو سوچ رہی تھی اور ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ معلوم تو کرنا چاہیے جسے سزا دی گئی تھی اسے سزا پا کر بھی کچھ عقل آئی یا نہیں۔

معلوم ہوا کہ اسے عقل آ گئی ہے۔ لاری تیس برس کا جوان تھا جسے جو دھتکار چکی تھی۔ اس کے بعد دکھے ہوئے دل کو حسن و شباب اور رقص و نغمہ کی تاب ناک فضا ہی میں تسکین مل سکتی تھی۔ کیوں کہ ایسی ہی فضا میں نوجوانوں کے دل خوشی سے لہراتے، خون گرماتے اور جذبات بر انگیختہ ہوتے ہیں۔

لاری اس کے استقبال کے لیے اٹھا تو اس کی آنکھیں کھل چکی تھیں اور جب وہ اس کے لیے کھانا منگوانے کے لیے بھاگا ہوا گیا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ٹھیک ہی نکلا۔ میاں جی جھٹکا کھا کد سیدھے ہو گئے۔''

پھر جب وہ ایک ہاتھ سے اسے پنکھا جھل رہا تھا اور دوسرے ہاتھ میں اس کا کافی کا پیالہ تھامے ہوئے تھا تو کہنے لگا: ''تم اس وقت بلزاک کی ہیروئن کی طرح حسین نظر آ رہی ہو۔

Taj Tahir Foundation

ایمی نے اپنے سفید دستانے پہنے ہوئے ہاتھ سے اپنے عارض تاباں کو رگڑ کر کہا: ''میرے غازہ تو نہیں چھٹتا۔'' اور دستانہ اسے دکھایا جس پر غازے کا کوئی دھبا نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی یہ حرکت اتنی بے ساختہ تھی کہ لاری بے اختیار ہنس پڑا۔

ایمی کے لباس کا ایک سرا اڑ کر اس کے گھٹنے پر آ پڑا تھا اسے ہاتھ لگا کر پوچھنے لگا: ''اس کپڑے کو کیا کہتے ہیں؟''

''اس باریک کپڑے کو الیوژن (Illusion) کہتے ہیں۔'' ایمی نے جواب دیا۔

''نام بہت موزوں ہے۔ خوب صورت بھی بہت ہے۔ کوئی نئی چیز ہے۔''

نہیں تو مدتوں سے چل رہا ہے۔ تم نے درجنوں لڑکیوں کو پہنے دیکھا ہوگا۔ پھر بھی اس کی خوب صورتی کا اندازہ نہیں کر سکے! خاصے احمق ہو۔

''تمہیں پہلے کبھی پہنے نہیں دیکھا۔ اسی لیے یہ غلطی ہوئی۔''

''اچھا اب خوشامدیں نہ کرو۔ اس وقت میں ان باتوں سے زیادہ کافی پسند کروں گی اور دیکھو اس طرح ٹانگیں پھیلا کر پسرو نہیں۔ اس سے میرا دم الٹتا ہے۔''

لاری فوراً تن کر بیٹھ گیا اور کان دبا کر اس کی خالی پلیٹ لے لی۔ اسے ایمی کے حکم چلانے سے ایک عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ ادھر ایمی شرم و حجاب کو بالائے طاق رکھ کر اسے دل ہی دل میں مارنے کے لیے بے قرار ہو رہی تھی۔ جب مرد جھکتے دکھائی دیتے ہیں تو لڑکیاں انہیں بڑے مزے سے کچلتی ہیں۔

لاری نے پوچھا۔ ''تم نے اس قسم کی باتیں کہاں سے سیکھ لیں؟'' اس کی آنکھوں میں خوشامدانہ کیفیت تھی۔

ایمی سمجھ گئی کہ وہ کیا پوچھ رہا ہے۔ لیکن چونکہ بات گول مول تھی جس کا مطلب بیان کرنا آسان نہیں تھا اس لیے انجان بن کر کہنے لگی۔ ''اس قسم کی باتوں کی ترکیب مبہم سی ہے۔

Taj Tahir Foundation

پہلے اس کا مطلب بتاؤ پھر جواب دوں گی ۔''

لاری ہنس کر بولا : ''مطلب یہی ہے کہ چال ڈھال ، انداز ، اس طرح لیے دیے رہنا اور ـــ یہ ـــ الیوژن ۔'' پھر وہ ہکلانے لگا ۔ اصل میں لاری کو سوجھ نہ رہا تھا کہ کس طرح مطلب بیان کرے ۔ چنانچہ جوں توں کرکے بات ختم کر دی ۔

ایمی دل ہی دل میں خوش ہو کر بولی: ''یورپ میں رہ کر آدمی ادب آداب سیکھ کر زیادہ شائستہ ہو جاتا ہے ۔ میں تعلیم بھی حاصل کر رہی ہوں اور لوگوں سے ملتی جلتی بھی رہتی ہوں۔ رہا یہ ، لباس کی طرف اشارہ کرکے ؛ جالی یہاں سستی ملتی ہے ۔ پھول ویسے ہی مل گئے اور مجھے اپنی چیزوں کو زیادہ سے زیادہ بنا سنوار کر رکھنے کی عادت ہے ہی ۔''

آخری فقرہ منہ سے نکلنے کے بعد ایمی کو پچھتاوا آیا کہ شاید یہ نازیبا بات منہ سے نکل گئی ۔ لیکن لاری کو یہ بات سن کر اس پر اور زیادہ پیار آیا ۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی یقیناً محبت اور احترام کی مستحق ہے ۔ کیسی ہمت اور حوصلے سے ہر موقع پر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا رہی ہے ۔ ٹھاٹ دار لباس نہ تھا تو پھولوں ہی سے خود کو سجا لیا ۔

اس نے جن نظروں سے ایمی کو دیکھا ان میں بے حد پیار تھا ۔ اس نے ایمی کی رقص کی کتاب پر اپنا نام لکھ کر بھر دیا اور باقی وقت اس کے آگے پیچھے پھرتا رہا ۔ ایمی حیران تھی کہ یہ کیا ہو گیا ۔

اصل میں یہ سب اس جذبے کا کرشمہ تھا جو نئے اثرات سے پیدا ہوا تھا ۔ وہ دونوں بغیر جانے بوجھے ایک دوسرے کو متاثر کر رہے تھے ۔

Taj Tahir Foundation

پندرھواں باب

طاق پر

فرانس میں شادی سے پہلے نوجوان لڑکیوں کی زندگی بہت روکھی پھیکی اور لگی بندھی گزرتی ہے۔ البتہ شادی کے بعد ان کے نصیب کھل جاتے ہیں اور آزادی کا نعرہ ان کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے۔ امریکہ میں تو لڑکیوں کو شروع ہی سے پروانۂ آزادی ملا ہوتا ہے اور وہ خود مختارانہ زندگی گزارتی لیکن وہاں بھی بچہ پیدا ہونے کے بعد پھر آزادی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ یعنی وہ فرانسیسی خانقاہوں کی کنواریوں کی طرح خانہ نشین ہو جاتی ہیں۔ جہاں پہلوٹھی کا بچہ پیدا ہوا اور وہ سمجھنے لگیں کہ ہماری آزادی چھین لینے والا ایک نیا حق دار پیدا ہو گیا۔

اصل میں تقریب شادی کا ہنگامہ ختم ہوتے ہی ان لڑکیوں کو طاق میں گڑیا بنا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ لڑکیاں اسے پسند کریں یا نہ کریں ہوتا یہی ہے اور بیشتر لڑکیاں واویلا کرتی رہ جاتی ہیں۔ کل ہی ایک بہت خوب صورت کہہ رہی تھی کہ میں اب بھی پہلی ہی جیسی خوب صورت ہوں لیکن شادی ہو جانے سے کوئی میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔

مسز مارچ کی بیٹی میگ نہ کچھ ایسی حسین و جمیل تھی نہ کنگھی چوٹی میں گرفتار رہتی تھی۔ اس کے ہاں بھی ایک بچہ پیدا ہوا لیکن وہ عام قاعدے کے مطابق طاق نسیاں کے حوالے نہیں کی گئی بلکہ بچہ پیدا ہونے کے بعد تو زیادہ محبت اور زیادہ شفقت کا اظہار ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میگ کی دنیا کے رسم و رواج پرانے تھے اور آپ جانتے ہیں کہ پرانے چاولوں میں جو مزہ ہے وہ نئے میں کہاں۔ لیکن اس پر ایک اور نئی قسم کی بپا پڑھ گئی جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ مختصراً یوں سمجھیے کہ میگ میں مادری محبت کا جذبہ بہت شدید تھا اور اس جذبے کے

Taj Tahir Foundation

تھی وہ سب طرف سے بے پروا ہو گئی ۔ ایک بچہ کے بعد دوسرا ہوا تو یہ جذبہ اور ترقی پذیر ہوا ۔ وہ تمام وقت بچوں کی دیکھ بھال میں لگی رہتی ۔ ان کی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھتی ۔ دوا دارو سے غافل نہ رہتی ۔ غرض بچوں کی ان تھک سیوا کی بدولت شوہر کی طرف سے کسی قدر لا پروا ہو گئی تھی ۔ کھانا پکانے اور دوسرے گھریلو کاموں کے لیے ایک آئر ستانی عورت رکھ لی تھی جو کام تو چلا رہی تھی مگر مرضی کے مطابق نہ تھا ۔

جان بیوی سے ہنس بول کر زندگی بسر کرنے کا عادی تھا ۔ اور میگ کو اب ہنسنے بولنے سے کیا کام تھا وہ تو بس بچوں کی دایہ بن چکی تھی ۔ اول اول تو اس نے بچوں کی محبت میں میگ کی عدم توجہی کا کچھ خیال نہیں کیا اور وہ بھول پن سے سمجھتا رہا کہ بیوی کی توجہ وقتی حالات نے اپنی طرف کھینچ لی ہے ۔ عنقریب حالات درست ہو جائیں گے لیکن تین مہینے اسی طرح گزر گئے اور آرام کی کوئی صورت نہ نکلی ۔ میگ اسی طرح بچوں کے آگے تاگے میں لگی رہتی اور اس خدمت سے وہ بہت تھکی تھکی اور گھبرائی گھبرائی سی معلوم ہوتی ۔ خادمہ کٹی آرام کی رسیا تھی ۔ جان کو بے مزہ کھانا ملتا اور وہ بھی بے وقت آدھے پیٹ ۔ مجبوراً وہ بے مزہ کھانا زہر مار کرتا اور بیوی کی صورت دیکھنے کو ترستا ہوا کام پر چلا جاتا ۔ کیوں کہ وہ اس وقت بچوں کا ہاتھ منہ دھلا کر ان کے بستر درست کرتی ہوتی اور دودھ شیشیوں میں بھر کر پلانے کے لیے تیار رہتی ۔

جب وہ شام کو یہ ارمان لیے ہوئے گھر آتا کہ بال بچوں کو سینے سے چمٹا کر دل کی لگی بجھائے گا تو یہ سن کر اس کے ارمانوں پر اوس پڑ جاتی کہ زیادہ بلند آواز سے نہ بولو ۔ دن بھر پریشان کرنے کے بعد ابھی ابھی بچے سوئے ہیں ۔ اگر وہ گھر میں دل بہلانے کا سامان کرنے کی ٹھہراتا تو یہ کہہ دیا جاتا کہ بچوں کے آرام میں خلل پڑے گا ۔ اگر وہ بیوی سے کسی لیکچر

Taj Tahir Foundation

یا کنسرٹ میں چلنے کو کہتا تو وہ فوراً کہہ دیتی کہ بچوں کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں ۔ کبھی ایسا ہوتا کہ میاں بیوی بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں اتنے ہیں بچوں کے رونے کی گھٹی گھٹی سی بھنک کانوں میں پڑی اور بیوی کھانا چھوڑ چھاڑ بھاگی بھاگی ادھر چلی گئیں اور بے چارے میاں ٹڑوں ٹوں اکیلے بیٹھے رہ گئے ۔ میاں شام کو اخبار پڑھنے بیٹھتے تو وہ جہازوں کی فہرست اور سٹاک کی قیمتوں کے گھٹنے بڑھنے کا حال معلوم کرنے کی فکر میں ہوتے ۔ ادھر میاں بیوی اپنے ڈیمی اور ڈیزی کے لڑھک جانے کی کی فکر میں رہتیں ۔ کیوں کہ انھیں باہر سے زیادہ گھر کی خبروں سے تعلق ہوتا ۔ غرض اس طرح اخبار پڑھنے کا سارا مزہ کرکرا ہو جاتا ۔

غرض بے چارہ جان بڑی مشکل میں پھنسا ہوا تھا ۔ بچوں نے حملہ کرکے اس کی بیوی چھین لی تھی ۔ گھر کیا تھا پرورش گاہ طفلاں بن کر رہ گیا تھا اور وہ جب کبھی اس طفلستان کے حدود میں قدم رکھتا تو خود کو ایک ظالمانہ دخل اندازی کا مرتکب پاتا ۔ آخر چھ ماہ تک تو صبر و شکر کے ساتھ یہ مصیبت برداشت کرتا رہا مگر جب حالات بدلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو جس طرح دوسرے مرد کرتے ہیں اسی طرح اس نے بھی راحت و آرام کا سامان ڈھونڈنا شروع کر دیا ۔ اس کے دوست اسکاٹ نے شادی کر لی تھی اور وہ قریب ہی رہتا تھا شام کے وقت جب وہ یہ دیکھتا کہ اس کے بیوی بچوں کو لوریاں دینے میں مصروف ہے اور اس کی نشست گاہ ویران ہے تو وہ گھر سے اٹھ کر اسکاٹ کے ہاں جا بیٹھتا ۔ مسز اسکاٹ بڑی زندہ دل اور خوش وضع لڑکی تھی اسے دل بری اور دل رباعی کے سوا اور کوئی کام نہ تھا ۔ پھر یہ کام سلیقے سے انجام دینے میں ماہر بھی تھی ۔ اس کی نشست گاہ صاف ستھری اور دل کش تھی ۔ شطرنج ہر وقت بچھی ملتی پیانو ۔ کے سر ہر وقت درست کرکے رکھتی ۔ خوش مذاق اور ہنسی دل لگی خوب

Taj Tahir Foundation

ہوتی کھانا اس طرح چنا جاتا کہ خواہ مخواہ کھانے کو جی چاہتا۔
جان کو یہ غنیمت معلوم ہوا کہ دوست کے گھر جا کر ہنس بول لیا کرے۔ اس نے بیوی سے اس بات کی اجازت لے لی اور اس نیک دل بیوی نے بھی بے کھٹکے اس پر صاد کر دیا۔ کیوں کہ ایک تو اسے بچوں کی نگہداشت کرنی جان کی تفریح سے زیادہ عزیز تھی۔ دوسرے اسکاٹ کے ہاں جانے میں کوئی خدشہ بھی نظر نہ آیا۔ لیکن جب بچوں کے دانت نکالنے کا زمانہ ختم پر آیا اور ان کی روں روں سے نجات ملی تو اسے جان کی عدم موجودگی کھٹکنے لگی۔ ویسے بھی گھریلو تفکرات نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ ہر وقت گھبرائی گھبرائی اور اداس اداس سی رہتی تھی۔ کام کی کثرت سے اچھی سے اچھی منتظم عورتیں بھی اوسان کھو بیٹھتی ہیں۔ اس لیے اس کا دل چاہتا تھا کہ جان شام کے وقت گھر ہی پر رہا کرے لیکن اس کے متعلق اس نے جان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ وہ جانتی تھی کہ غریب جان نے بھی تو اس کے انتظار میں لاتعداد شامیں گزار دی تھیں اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لایا۔ پھر اب میں کس منہ سے شکوہ کروں۔

اب میگ کی یہ کیفیت تھی کہ آئینہ دیکھتی اور کہتی ''ہاں میں بوڑھی اور بد شکل ہوتی جا رہی ہوں۔ جان کے دل سے اتر چکی ہوں اسی لیے تو بد شکل بیوی سے دامن بچا کر ہمسائی کے پاس جا بیٹھتا ہے اور وہ میری طرح بچوں والی نہیں بلکہ چھڑے دم ہے۔ خیر میرے بچے تو مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ انھیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں دبلی اور زرد رو ہوں یا میرے بال پریشان ہیں اور وہ وقت بھی آئے گا جب جان کو احساس ہوگا کہ میں نے ان بچوں کے لیے اپنا چین و آرام تج دیا تھا۔ کیا جان کو یہ مثل معلوم نہیں 'سارا جوبن گلے تب ایک بالک پالے'۔ پھر میں تو ایک چھوڑ دو پال رہی ہوں پھر آپ ہی آپ (جیسے بچے ان کا جواب دیں گے) ان سے پوچھتی 'کیوں میرے لال ہے نا

یہی بات ؟''

اس کے جواب میں ڈیمی 'کوں' کر دیتا یا ڈیزی 'کاں'۔ یہ زبان بے زبانی کا جواب میگ کے لیے بڑا تسلی بخش ہوتا اور وہ اپنے غم و فکر کو قطعی بھول جاتی۔ لیکن تا بہ کے۔ ان طفل تسلیوں سے کب تک کام چلتا۔ جان اب سیاست میں گہری دل چسپی لے رہا تھا اور اسکاٹ کے ساتھ سیاسی نکات پر زبردست بحث چھڑ جاتی اور وہ یہ بھول جاتا کہ میگ اس کے انتظار میں تڑپ رہی ہوگی۔ میگ کی ہمت پر آفریں ہے کہ اس نے یہ اذیت سہی مگر جان سے کچھ نہ کہا نہ کسی اور سے جان کی عدم توجہی کی شکایت کی۔ وہ تو ایک دن ماں نے روتا دیکھ لیا تو کرید کرید کر سارا حال معلوم کیا۔ انہیں ویسے بھی میگ کو افسردہ دیکھ کر وجہ معلوم کرنے کی فکر تھی۔

میگ نے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔ ''امی میں تمہارے سوا اور کسی سے اس بات کا ذکر نہیں کرنا چاہتی لیکن مجھے صلاح ضرور لینی ہے کیوں کہ اگر جان کا یہی وطیرہ رہا تو اس سے تو میں بیوہ بھلی۔

ماں نے متفکر ہو کر پوچھا۔ کیسا وطیرہ بیٹی ؟

سارا دن اور ساری رات گھر سے غائب رہتے ہیں اور میں اکیلی پڑی پڑی صورت دیکھنے کو ترستی ہوں۔ جب دیکھو اسکاٹ کے ہاں دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ یہ تو بڑی نا انصافی ہے کہ میں ہی کام کیے جاؤں اور وہ میرا ہاتھ نہ بٹائیں۔ کیا اچھے سے اچھا مرد بھی خود غرض ہو سکتا ہے۔

ماں : عورتیں بھی کچھ کم نہیں ہوتیں۔ جان کو الزام دینے سے پہلے یہ بھی تو سوچو کہ تم سے کیا غلطیاں ہوئی ہیں۔

میگ : کیا یہ ان کی غلطی نہیں ہے کہ میری طرف سے اتنے لاپروا ہو گئے ہیں۔

ماں : کیا تم نے اس کی طرف سے لاپروائی نہیں برتی ؟

Taj Tahir Foundation

میگ : ارے امی آپ تو ان ہی کی سی کہنے لگیں مجھے تو یہ ڈھارس تھی کہ میری طرف داری کریں گی !

ماں : جہاں تک تم سے ہمدردی کرنے کا تعلق ہے میں تمھاری طرف دار ہوں لیکن میرے خیال میں قصور تمھارا ہی ہے ۔

میگ : میں تو کچھ سمجھی نہیں ، کس طرح ؟

ماں : میں سمجھاتی ہوں ۔ کیا جان نے ان دنوں تم سے کبھی تغافل برتا جب تم روزانہ شام کے وقت اس کے ساتھ بات چیت میں صرف کرتی تھیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس کا فرصت کا وقت شام ہی کا ہوتا ہے ۔

میگ : نہیں ان دنوں جان نے کبھی غفلت نہیں برتی لیکن یہ بتاؤ کہ آج کل میں روزانہ شام کا وقت ان کے لیے کس طرح نکال سکتی ہوں جب کہ مجھے دو دو بچے بھی پالنے پڑتے ہیں ۔

ماں : پیاری بیٹی ! تم وقت نکال سکتی ہو اور حق یہ ہے کہ تمھیں وقت نکالنا چاہیے ۔ اگر تم برا نہ مانو تو میں صفائی سے اپنی رائے ظاہر کر دوں اور یہ نہ بھولنا کہ جو ماں بیٹی کو لتاڑتی ہے وہ اس کے لیے کڑھتی بھی ہے ۔

''نہیں امی میں بالکل برا نہیں مانوں گی ۔ تم مجھے بچپن کی طرح لتاڑو ۔ میں بھی تو خود ہی اکثر سوچا کرتی ہوں کہ یہ بچے ہر معاملے میں میری رہبری کے محتاج ہیں ۔ اس لیے اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ سیکھنے کی ضرورت ہے ۔'' یہ کہہ کر میگ نے اپنی کرسی ماں کے قریب کھینچ لی ۔ ایک بچے کو میگ نے اپنی گود میں اٹا لیا دوسرے کو ماں کی گود میں ڈال دیا ۔ بچے کلبلاتے کوں کاں کرتے رہے اور دونوں ماں بیٹی زانو ہلا ہلا کر انھیں بہلاتی رہیں اور آپس میں بڑے پیار سے باتیں کرتی رہیں ۔ دونوں کے دل میں یہی خیال تھا کہ ہم دونوں کے آگے اولاد ہے اس لیے ہم میں پہلے سے زیادہ اتفاق رائے ہونا چاہیے ۔

ماں نے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے کہا ۔ تم نے ٹھیک وہی

Taj Tahir Foundation

غلطی کی ہے جو اکثر نئی بیاہی لڑکیاں کرتی ہیں۔ یعنی تم بچوں کی محبت میں شوہر کا فرض پورا کرنا بھول گئیں۔ یہ غلطی ہو ہی جایا کرتی ہے لیکن مختلف راستے اختیار کرنے سے پہلے اس کی تلافی ہو جائے تو بہتر رہتا ہے بچوں کی وجہ سے تو تم دونوں کو ایک دوسرے سے زیادہ وابستگی ہونی چاہیے۔ دلوں میں اس طرح فرق نہیں پڑنا چاہیے کہ جیسے بچے صرف تمہارے ہیں۔ جان کا کام تو بس خرچ اٹھانا ہے۔ میں کچھ دن سے تمہارا یہی رنگ دیکھ رہی ہوں مگر کچھ بولی یوں نہیں کہ وقت آنے پر آپ ہی سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔

میگ بولی: آپ تو یہ سوچ کر چپ رہیں مگر مجھے ڈر ہے کہ ایسا نہیں ہوگا اور جان کے بارے میں یہ خیال کرکے ان کی توہین نہیں کروں گی۔ در اصل وہ سمجھ ہی نہیں رہے ہیں کہ میں چاہتی کیا ہوں۔ ادھر میں اپنی زبان سے یہ بات کہنی نہیں چاہتی۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔

ماں: تم حالات کو اس قدر خوش گوار بنا دو کہ اس کا یہاں سے ہلنے کو جی نہ چاہیے۔ میری جان! اس کا دل اپنے گھر میں چہل پہل اور رونق دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہے لیکن تمہارے بغیر یہ رونق ممکن نہیں۔ تم ہو کہ ہر وقت بچوں کے کمرے میں گھسی رہتی ہو۔

میگ: ''تو کیا میں برا کرتی ہوں؟''

ماں: برا تو نہیں کرتیں مگر سارا وقت وہیں نہ گزارا کرو۔ تمہاری عادت ہے کہ زیادہ بند ہو کر بیٹھنے سے گھبرا اٹھتی ہو اور پھر ہر کام بگاڑتی چلی جاتی ہو۔ بچوں کا حق بے شک ہے مگر کیا شوہر کا تم پر کوئی حق نہیں؟ بچوں کے لیے شوہر کی طرف سے لاپروائی ہرگز نہ کرو۔ یہ ظلم ہے کہ اس غریب کو بچوں کے کمرے سے باہر رکھا جائے۔ تم کیوں نہ جان کو بھی بچوں کی پرورش کا ڈھب بتا کر اس سے مدد لو تمہاری طرح وہ بھی تو

Taj Tahir Foundation

بچوں کے کام آسکتا ہے۔ یہ بات اس کے دل میں بٹھاؤ کہ اسے بھی بچوں کے لیے کچھ کرنا ہے اور جب وہ جان جائے گا تو ہنسی خوشی اپنا فرض ادا کرے اسی میں تم سب کا بھلا ہے۔

میگ : امی ! کیا اسی طرح حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔

ماں : ہاں بیٹی اسی طرح ٹھیک ہوں گے۔ مجھے معلوم ہے کیوں کہ آزما چکی ہوں اور میں کبھی ایسی بات کی صلاح نہیں نہیں دیا کرتی جس کو خود نہ آزما چکی ہوں۔ جن دنوں تم اور جو چھوٹی چھوٹی تھیں تو میں نے بھی تمھاری طرح اپنے آپ کو بچوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ تمھارے باپ نے ہر چند چاہا کہ میرا ہاتھ بٹائیں لیکن میں نہ مانی۔ چنانچہ وہ کتابوں کے مطالعہ میں غرق ہو گئے اور میں تمھاری خدمت میں منہمک۔ لیکن جو بس میں نہ آئی اور میں نے لاڈ کرکے اسے قریب قریب بگاڑ دیا۔ تم بہت دھان پان تھیں اس لیے ذرا سردی گرمی کا اثر ہوا اور فوراً بیمار ہو گئیں۔ تمھاری تشویش میں بارہا خود کو بیمار ڈال لیا۔ پھر تمھارے باپ آڑے آئے اور انھوں نے لعن طعن کیے بغیر حالات کو سنبھال لیا اور خود کو اس قدر کارآمد ثابت کیا کہ مجھے اپنی غلطی صاف نظر آنے لگی۔ چنانچہ اس کے بعد میں ان کے بغیر ایک قدم نہ چل سکی۔ یہ ہے ہمارے گھر کے جنت بننے کا راز۔ تمھارا باپ اپنے کاموں میں پڑ کر گھریلو تفکرات اور خانہ داری کے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ اسی طرح میں گھریلو دھندوں میں پھنسنے کے باوجود ان کے کاموں میں برابر دل چسپی لیتی رہی ہوں۔ ہم دونوں میں سے ہر ایک بہت سے کام اکیلے ہی اکیلے کرتا ہے مگر گھریلو کام مل جل کر ہی کرتے ہیں۔

میگ : بالکل ٹھیک ہے امی میری دلی خواہش ہے کہ شوہر اور اولاد کے معاملے میں آپ کی پیروی کروں کیوں کہ یہ طور طریق جو آپ نے بتائے ہیں ان پر چل کر سکھ اور آرام نصیب ہوگا۔

ماں : میری پیاری بیٹی ! ایسا کرو کہ ڈیمی کی دیکھ بھال

Taj Tahir Foundation

زیادہ تر جان کے ذمہ ڈالو کیوں کہ وہ لڑکے کی ذات ہے مرد کی تربیت مرد ہی کے ذمہ مناسب ہے اور یہ جتنی جلد شروع ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں حنا کو تمھارا ہاتھ بٹانے کے لیے بھیج دیا کروں گی۔ وہ بچے پالنا خوب جانتی ہے۔ بچوں کو اس کے حوالے کرو اور گھر کا کام کاج خود کیا کرو۔ اسی طرح ورزش ہوگی تو تمھارا جسم مضبوط اور گٹھیلا رہے گا۔ ہاتھ پاؤں میں چستی آئے گی اور جان کو کھانا بھی مزے دار ملے گا۔ اس کے بعد یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ جان کیا چاہتا ہے۔ اس کے پاس بیٹھو، باتیں کرو، کچھ پڑھ کر سنانے کی فرمائش کرو۔ اس کی سنو اپنی کہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کا سہارا بنو۔ یہ سمجھ کر میں تو عورت ہوں خود کو بکس میں بند کرکے نہ رکھو بلکہ حالات کو سمجھو اور خود کو دنیا کے کاموں میں حصہ لینے کے قابل بناؤ۔ زمانے کے حالات کا اثر تمھارے کاموں پر ضرور پڑتا ہے۔

میگ : امی ! جان بہت سمجھ دار ہیں اگر میں نے ان سے سیاست یا تجارت کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کی تو گو منہ سے نہ کہیں دل میں تو یہی خیال کریں گے کہ یہ عورت احمق ہے۔

ماں : نہیں مجھے یقین ہے کہ ایسا نہ ہوگا۔ مرد کو محبت ہو تو عورت کے ایک نہیں سینکڑوں عیب ڈھک جاتے ہیں اور تم جان سے نہ پوچھو گی تو اور کس سے پوچھو گی۔ اس ترکیب کو ذرا آزماؤ تو سہی۔ تم دیکھو گی کہ جان کو مسز اسکاٹ کے دسترخوان سے زیادہ تمھارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اچھا معلوم ہوگا۔

میگ : بہت اچھا ایسا ہی کروں گی بے شک میں نے ہی غفلت اور لا پروائی سے ان کو دوسری جگہ جانے کا موقع دیا۔ اب اس کی تلافی ضروری ہے۔ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے آج تک ناروا سلوک کے باوجود مجھے تم سے تو نہیں کہا۔

ماں : جان نے یہ کوشش کی کہ خود غرضی سے کام نہ لے

Taj Tahir Foundation

لیکن وہ خود کو اکیلا اکیلا محسوس کرتا رہا ہے - زندگی کا یہی وہ دور ہوتا ہے جب نئے بیاہے ہوئے مرد و عورت ایک دوسرے سے کٹ جاتے ہیں حالاں کہ اس دور میں ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ قریب رہنا چاہیے - شادی کے بعد دلوں میں محبت کا جو گداز پیدا ہوتا ہے اس کے اثر کو کوشش کرکے برقرار نہ رکھا جائے تو بہت جلد ختم ہو جاتا ہے - اس کے علاوہ اولاد کے بچپن کا دور بھی یہی ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر سہانے دن کبھی نہیں آتے -

تم بچوں کو جان سے گھلنے ملنے دو - اس کا دل خوش رہے گا - دنیا میں انسان کو قدم قدم پر آزمائش کا سامنا ہے - جا بجا تشویق اور ترغیب کے پھندے لگے ہوئے ہیں مگر اولاد کی لگن انسان کو ان سے بچائے رکھتی ہے - پھر اولاد ہی کی وجہ سے ماں باپ ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے اور واقعی محبت کرتے ہیں - اچھا بیٹی ! خدا حافظ - ماں کے اس وعظ پر غور کرنا ، اگر کارآمد معلوم ہو تو جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرکے دکھانا - خدا تم کو سدا سہاگن اور خوش و خرم رکھے -

میگ ماں کی باتوں پر نہ صرف غور کرتی رہی بلکہ ان پر عمل بھی کیا - گو پہلی کوشش اس طرح نہ کی جا سکی جس طرح سوچا تھا - بچوں نے ماں کا ناک دم کر دیا تھا - انھیں پتہ چل گیا تھا کہ مچلنے اور دھاڑیں مارنے سے جو مانگو مل جاتا ہے اس لیے جہاں کوئی بات مزاج کے خلاف ہوئی فوراً رونا مچلنا شروع کر دیا - ماں تو ان کی زر خرید لونڈی تھی اس لیے ہر ناز اٹھاتی تھی لیکن باپ نے اتنی آسانی سے ہتھیار نہیں ڈالے - چنانچہ کبھی کبھی غل مچانے والے بیٹے کو اس طرح سیدھا کرتا کہ نرم دل ماں کو اس سے اذیت پہنچتی - ڈیمی میں باپ کی ثابت قدمی آئی تھی - ہم اس کو ضد نہیں کہیں گے - جب اسے کچھ لینے یا کرنے کی دھن سما جاتی تھی تو کسی کے روکے نہ رکتی اور ننھا فتنہ من مانی

Taj Tahir Foundation

کرکے رہتا ۔ ماں کہتی تھی ، بچہ ہے ابھی عمر ہی کیا ہے کہ اس پر سختی کی جائے لیکن باپ کا خیال تھا کہ اسے فرماں برداری سکھانی چاہیے ۔ چنانچہ میاں ڈیمی کو بہت چھوٹی عمر سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ باپ کے ساتھ اڑنے میں نقصان ہی نقصان ہے ۔ بے بی کا رنگ ڈھنگ اور تھا ۔ اس کے دل میں باپ کی محبت اور احترام تھا اور باپ کے کسی کام سے منع کرنے کا اثر ماں کی پیار بھری تھپکی سے زیادہ ہوتا تھا ۔

میگ اور بیگم مارچ کی اس گفتگو کے چند دن بعد جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے ۔ میگ نے ایک شام شوہر کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے کے لیے خاص اہتمام کیا ۔ اس نے نفیس کھانے تیار کرائے ۔ نشست گاہ کو ٹھیک ٹھاک کیا ۔ خود عمدہ لباس پہنا اور بچوں کو سویرے سلا دیا تاکہ کوئی چیز بھی تجربے میں خلل انداز نہ ہو ۔ مگر بد قسمتی سے ڈیمی کے دماغ میں یہ سما گئی کہ سونا نہیں ہے اور اس نے اچھل کود کی ٹھان لی ۔ اب بے چاری میگ اس کے سوا اور کیا کرتی کہ اس بھوت کو سلانے کے لیے گانا گائے ، جھولا جھلائے ، کہانیاں سنائے ۔ غرض اسے سلانے کے لیے سب جتن کر لیے گئے مگر ساری کوشش اکارت گئی ۔ ڈیمی کے پھٹے پھٹے دیدوں میں نیند کا نام نہ تھا ۔ ڈیزی اتنی نیک بخت بچی تھی کہ فوراً سو گئی لیکن ڈیمی آنکھیں پھاڑے روشنی کو تکے جا رہا تھا اور سونے کا نام نہ لیتا تھا ۔

آخر جان گھر میں آ گیا ۔ ہال کا دروازہ آہستگی سے بند ہوا اور میگ نے جانے پہچانے قدموں کی چاپ سنی ۔ جان کھانے کے کمرے میں داخل ہو چکا تھا ۔ ماں نے ڈیمی کو پچکار کر کہا تم بڑے اچھے بیٹے ہو چپ چاپ لیٹے رہنا ۔ اب میں تمہارے پاپا کو چائے پلا آؤں ۔''

ڈیمی بھلا کب ماننے والے اسامی تھے ۔ کہنے لگے مجھے بھی چائے ۔

Tai Tahir Foundation

ماں نے کہا - نہیں تمھیں چائے نہیں مل سکتی - ہاں اگر تم ڈیزی کی طرح سو جاؤ تو میں تمھارے لیے کیک رکھ چھوڑوں گی اور صبح ناشتے میں دے دوں گی - بولو - سوتے ہو یا نہیں - (پھر تھپکی دے کر) تم ہمارے بہت ہی پیارے پیارے بیٹے ہو -

''اچا'' کہہ کر ڈیمی نے اس طرح آنکھیں میچ لیں گویا بس اب نیند کا غلبہ ہونے والا ہے - میگ یہ سمجھ کر کہ اسے نیند آ گئی وہاں سے اٹھی اور شگفتہ چہرے کے ساتھ شوہر کی پذیرائی کے لیے بھاگی بھاگی نیچے پہنچی - اس کے بالوں میں وہ چھوٹی سی پٹی بندھی ہوئی تھی جسے وہ خاص طور سے پسند کرتا تھا - چنانچہ اس پسندیدہ چیز پر اس کی نظر فوراً گئی اور اور اس نے خوشی اور تعجب کے ملے جلے لہجے میں کہا - ''ارے بی بچوں کی اماں آج اتنی خوش خوش کیوں ہو کیا کوئی آ رہا ہے ؟''

''نہیں پیارے تمھارے سوا کوئی نہیں -''

''تو کیا آج سالگرہ یا کوئی اور تقریب ہے ؟''

''نہیں بات صرف اتنی ہے کہ میں نے پھوہڑپن سے اکتا کر آج بطور تبدیلی لباس بدل ڈالا ہے - تم کتنے ہی تھکے تھکائے ہو پھر بھی ہمیشہ کھانے کی میز پر سج سجا کر آتے ہو - اگر مجھے بناؤ سنگار کے لیے وقت ملے تو میں تم سے پیچھے کیوں رہوں ؟

جان : میں تو صرف تمھاری خاطر یہ اہتمام کیا کرتا ہوں...

جان در اصل پرانے خیال کا آدمی تھا -

میگ : (ہنس کر) اپنا بھی اسی کے نیچے ایضاً ہے - پھر چائے کی کیتلی کی اوٹ سے شوہر کو دیکھتے ہوئے اس ادا سے سر ہلایا کہ دوبارہ جوان نظر آنے لگی -

جان : آج بہت لطف آ رہا ہے جیسا پہلے آیا کرتا تھا - خوب ہو پیاری ! میں تمھارا جام صحت نوش کرتا ہوں - وہ اس وقت بہت خوش اور مگن نظر آ رہا تھا - لیکن اس خوشی کی عمر بہت مختصر رہی - کیوں کہ جونہی اس نے اپنی پیالی ہاتھ سے رکھی -

Taj Tabir Foundation

ڈیمی کی یہ اضطراب انگیز آواز سنائی دی۔ ''دروازہ ٹھولو۔ میں آراؤں۔''

میگ: بڑا شریر ہے یہ بچہ۔ کہہ کر آئی تھی کہ سو رہو۔ آنکھیں بھی بند کر لی تھیں مگر دیکھیے کہ آپ یہاں خراماں خراماں چلے آ رہے ہیں۔ اس ٹھنڈے کینوس پر پڑ پڑ دوڑتے ہوئے ٹھنڈ کھا جائے گا تو اور کم بختی آئے گی..... یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھول دیا۔

ڈیمی نے اندر آ کر میز پر کیک رکھے دیکھے تو منہ میں پانی بھر آیا۔ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ بولے: ''چھباح کا چھلام۔'' (صبح کا سلام) اس وقت ان کا لمبا شبانہ لبادہ بڑے انداز سے سنہرے کی مانند کندھے پر پڑا تھا اور بالوں کے گچھے خوش ہو کر ہوا میں لہرا رہے تھے۔

جان نے ڈانٹا۔ نہیں ابھی صبح نہیں ہوئی۔ تم جا کر سوؤ اور امی کو ستاؤ نہیں۔ ہماری یہ بات مانو گے تب ہی مٹھاس لگے کیک ملیں گے۔

''میں ابا سے چھے موبٹ ٹر ٹاؤں (میں ابا سے محبت کرتا ہوں) ننھے مکار نے کہا اور باپ کے گھٹنے پر چڑھنے لگا تاکہ جن مڑوں سے روکا جا رہا ہے ان کا لطف اٹھائے لیکن جان نے سر ہلا کر انکار کیا اور میگ سے کہا اگر تم نے اسے کہا تھا کہ سو جاؤ اور اپنے حکم پر عمل بھی کراؤ ورنہ یہ کبھی تمہاری بات نہیں مانے گا۔''

''یقیناً'' میگ بولی اور بچے سے کہا ''چلو ڈیمی۔'' اور اس کا ہاتھ پکڑ کر لے گئی۔

اس شریر نے جو اس وقت پھدکتا ہوا ساتھ ساتھ چل رہا تھا مداخلت کر کے میگ کی ساری تدبیروں پر پانی پھیر دیا تھا اور میگ کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کے ایک تھپڑ رسید کر دے۔ اُدھر بچہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اسے اپنے کمرے میں پہنچ کر

Taj Tahir Foundation

رشوت ملے گی ۔ یہی ہوا کہ میگ نے محبت مادری سے مجبور ہو کر بچے کی غلط توقع پوری کر دی ۔ یعنی مٹھائی کی ڈلی دے کر بستر میں لٹا دیا اور منع کر آئی کہ خبردار اب پاؤں نیچے نہ اتارنا ۔

ننھے ڈیمی نے مٹھائی کھاتے ہوئے کہہ دیا ۔ اچا ! مگر دل میں اس کامیابی پر خوش ہو رہا تھا ۔ میگ پھر کھانے کے کمرے میں واپس چلی آئی اور دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی کھانے میں مشغول ہو گئے کہ دفعتاً ننھا بھوت ایک بار پھر نمودار ہوا اس نے ماں کے جرم کا راز فاش کرتے ہوئے دلیری سے کہا ۔ ''امی ! اور مٹ ٹھائی !''

جان نے اس پیارے پیارے بھولے بھولے مجرم کی طرف سے دل سخت کر لیا اور کہا یہ ٹھیک نہیں ہے ۔ جب تک اس بچے کو صحیح طریقے سے نہ بتایا جائے گا کہ سونے کی ہدایت کی جائے تو سو جانا چاہیے اس وقت تک یہ ہمیں چین نہ لینے دے گا ۔ تم اتنے عرصہ سے اس کی ناز برداری کرتی آ رہی ہو ۔ ایک مرتبہ ہمت کرکے سبق دے دو تو ٹھیک ہو جائے گا ۔ اسے جا سلا کر آؤ اور کہو کہ اب اُٹھ کر نہ آئے ۔''

میگ : یہ وہاں نہیں ٹھہرے گا جب تک میں پاس بیٹھ کر نہ سلاؤں ۔ وہ بستر میں ٹکتا ہی نہیں ۔

جان : اچھا تو میں اسے ٹھیک کرتا ہوں ۔

یہ کہہ کر جان نے ڈیمی کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھا اور کہا ڈیمی چلو اپنے کمرے میں اور امی کا کہا مان کر فوراً بستر میں لیٹ کر سو جاؤ ۔ مگر ننھے باغی کو نافرمانی کا مزہ پڑا ہوا تھا پھر اس وقت تو وہ مٹھائی کھا رہا تھا ۔ اس نے توتلی زبان سے بےساختہ کہا ''نہیں جاتے ۔'' اور اسی طرح کھڑا ہوا مٹھائی کھاتا رہا ۔

اچھا تم ابا سے بھی اس طرح زبان درازی کروگے ! چلو جاؤ

نہیں تو میں زبردستی لے جاؤں گا۔

ڈیمی نے کہا 'جاؤ جاؤ میں تم سے موبٹ نہیں ٹرٹا'۔ اور پناہ کے لیے ماں کے دامن میں آن چھپا۔ مگر یہاں بھی اسے اماں نہ ملی۔ اماں نے یہ کہہ کر دشمن کے حوالے کر دیا کہ جان! سختی نہ کرنا!!

ڈیمی کا حوصلہ پست ہو گیا۔ کیوں کہ امی نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طاقتور ہاتھ اسے بستر کی طرف کھینچ کر لے گیا۔ مٹھائی چھن گئی اور وہ چلبلا پن آن کی آن میں ختم ہو گیا۔ پھر بھی اس نے عادتی غصے کی بنا پر باپ کا مقابلہ اس طرح کیا کہ سیڑھیاں چڑھتے وقت لاتیں مارتا رہا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختا رہا اور جونہی ایک طرف سے بستر میں لٹایا گیا، دوسری طرف سے لڑھک کر دروازے کی طرف بھاگا مگر جانے کون دیتا۔ اسے چغے کے دامن سے پکڑ کر دوبارہ بستر میں لٹا دیا گیا۔ کچھ دیر تک یہی تماشا ہوتا رہا آخر کار وہ ہمت ہار بیٹھا اور جتنی قوت باقی تھی وہ چیخ چیخ کر رونے میں صرف کر دی۔ مگر جان نے تو ایک کان گونگا ایک کان بہرا کر لیا تھا۔ میگ پاس ہوتی تو اس کا دل موم ہو جاتا۔ اب نہ منت تھی نہ خوشامد، نہ کیک نہ بسکٹ نہ مٹھائی، نہ کوئی لوری نہ کہانی۔ بلکہ روشنی تک بجھا دی گئی تھی اور اندھیرے میں صرف آتش دان کے آگے کی کچھ چمک باقی تھی۔ ڈیمی اس اندھیرے کو خوف نہیں تجسس سے دیکھ رہا تھا۔ یہ نئے ڈھنگ اسے بہت برے معلوم ہو رہے تھے چنانچہ وہ چیخ چیخ کر امی کو بلاتا رہا۔ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اس وقت وہ ایک ایسے مطلق العنان افسر کی طرح تھا جو دشمن کی قید میں ہو۔ اسے اپنی ماں یعنی ایک نرم دل زر خرید لونڈی کی یاد ستا رہی تھی۔ پہلے کی طرح چیخم دھاڑ اب ایک غم ناک فریاد میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اسے سن کر میگ کا دل پگھل گیا۔ وہ دوڑی ہوئی آئی اور

Taj Tahir Foundation

گڑ گڑا کر بولی ۔ جان اب یہ ضد نہیں کرے گا ۔ تم جاؤ میں سلا دوں گی ۔

جان : نہیں بیگم ۔ تم نے اسے سو جانے کو کہا تھا ۔ اب اسے سونا ہی پڑے گا ۔ مجھے خواہ ساری رات یہاں ٹھہرنا پڑے لیکن اسے فرماں برداری کا سبق سکھا کر ہی رہوں گا ۔

میگ دل میں خود کو لعنت ملامت کر رہی تھی کہ نہ بچے کو شوہر کے حوالے کرتی نہ اس کی یہ گت بنتی ۔ اس نے منت کی ''بس زیادہ سختی نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ رونے اور چلانے سے بیمار پڑ جائے ۔''

جان : نہیں پڑے گا ۔ اب وہ اتنا زیادہ تھک چکا ہے کہ بہت جلد سو جائے گا ۔ بات ختم ہو جائے گی اور اسے یہ سبق مل جائے گا کہ ماں کی بات ماننی چاہیے ۔ تم دخل نہ دو تو میں اسے ٹھیک کر لوں گا ۔

میگ : یہ میرا بچہ ہے اور میں یہ نہیں دیکھ سکتی کہ اسے سخت گیری سے کچلا جائے ۔

جان : یہ میرا بچہ ہے اور میں نہیں دیکھ سکتا کہ اسے لاڈ سے بگاڑ دیا جائے ۔ تم یہاں سے جاؤ اور بچے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو ۔

جب کبھی جان حاکمانہ انداز سے بولتا تھا ۔ میگ ہمیشہ سر تسلیم خم کر دیا کرتی تھی اور اس اطاعت پر اسے کبھی پچھتانا نہیں پڑا تھا ۔

''اچھا ایک بار اسے چوم تو لوں ۔''

ہاں ۔ ایسا کر سکتی ہو ۔ پھر اس نے ڈیمی سے مخاطب ہو کر کہا ۔ ڈیمی ! امی کو شب کا سلام کرو اور پھر انھیں جا کر آرام کر لینے دو ۔ کیوں کہ یہ دن بھر تمھاری دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے بہت تھک گئی ہیں ۔

میگ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور چوما ۔ بس وہ

Taj Tahir Foundation

چومنا کام کر گیا ۔ اس کی سبکیاں جو رکنے کا نام نہ لیتی تھیں مدھم پڑ گئیں ۔ وہ سرکتا سرکتا جو پانتیوں تک جا پہنچا تھا وہیں چپ چاپ پڑا رہا ۔

جان نے سوچا بے چارہ بچہ روتے روتے تھک کر سو گیا ہوگا لاؤ اسے کچھ آڑھادوں پھر چل کر میگ کو تسلی دوں ۔ ماں کا دل بیٹے کی طرف سے بے چین ہوگا ۔ چنانچہ وہ اس توقع پر بستر کی جانب بڑھا کہ اس کا باغی جانشین سو چکا ہوگا ۔ لیکن وہ جاگ رہا تھا ایک لمحے تک باپ بیٹے کی صورت دیکھتا رہا ۔ ڈیمی نے آنکھیں کھولیں ۔ اس کی ننھی سی ٹھوڑی کپکپائی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر ندامت کی کھانسی کے ساتھ بولا ۔ میں اب ٹھیٹ آوں ۔"

میگ باہر سیڑھیوں پر بیٹھی حیران ہو ہو کر سوچ رہی تھی کہ شور غل کے بعد اتنی دیر سے خاموشی کیوں ہے ۔ پہلے تو اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے رہے ۔ پھر چپکے سے یہ دیکھنے کے لے کمرے کے اندر داخل ہوئی کہ آخر ہوا کیا ہے ۔ ڈیمی گہری نیند سویا پڑا تھا ۔ اس طرح نہیں جیسے وہ باز کی طرح ہاتھ پھیلا کر سونے کا عادی تھا بلکہ باپ کی آغوش میں سکڑا سمٹا اس کے سینے سے چمٹا ہوا تھا اور باپ کی انگلی اس طرح تھام رکھی تھی جیسے سمجھتا ہے کہ اس کے انصاف میں رحم بھی شامل ہے ۔ غرض سونے سے پہلے اس میں خاصی عقل آ گئی تھی ۔ ادھر جان بیٹے کو سنبھالے ہوئے بڑے تحمل کے ساتھ انتظار کر رہا تھا کہ ننھا سا ہاتھ کب گرفت ڈھیلی کرتا ہے ۔ وہ اسی حالت میں سو گیا تھا ۔ اسے دن بھر کے کام سے اتنی تکان نہیں ہوئی جتنی بیٹے کے ساتھ کشمکش کرنے سے ہو گئی تھی ۔

میگ اس طرح ان دونوں کو تکیے پر سر رکھے سوتا دیکھ کر مسکرائی اور پھر دل میں یہ سوچ کر خوش ہوتی ہوئی وہاں سے ہٹ آئی کہ اب مجھے جان کی طرف سے یہ اندیشہ نہیں رہا کہ میرے

TajTahir Foundation

بچوں کے ساتھ بدسلوکی کرے گا - اسے بچوں کو قابو میں لانا آتا ہے اور سچ یہ ہے کہ ڈیمی میرے بس کا نہیں رہا ہے - جان اسے صحیح راستے پر ڈالنے میں میرا ہاتھ بٹائے گا -

کچھ دیر بعد جان کی آنکھ کھل گئی - وہ وہاں سے اٹھ کر نیچے آیا تو یہ دیکھ کر حیران بھی ہوا کہ میگ روٹھی یا بگڑی نہیں ہے بلکہ اطمینان سے بیٹھی ایک زنانی ٹوپی ٹھیک ٹھاک کر رہی ہے میگ نے خندہ پیشانی سے کہا - اگر تم زیادہ تھکے نہ ہو تو مجھے الیکشن کے واقعات پڑھ کر سناؤ - جان فوراً تاڑ گیا کہ اس کی بیوی میں کوئی نہ کوئی زبردست تبدیلی ہو رہی ہے مگر عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اس بارے میں کچھ دریافت نہ کیا - جانتا تھا کہ میگ میں عیاری و مکاری کا مادہ بالکل نہیں ہے اور وہ کسی بات کو بھید نہیں بتاتی - اس لیے جو بھی بات ہوگی جلد ہی ظاہر ہو جائے گی -

اس نے خوشی خوشی ایک طویل بحث پڑھ کر سنائی اور پھر زیادہ سے زیادہ سلجھے ہوئے انداز سے اس کی وضاحت کی - میگ بھی پوری دل چسپی اور توجہ سے سنتی رہی - اثنائے بحث میں اس نے دو چار ایسے سوالات بھی دریافت کیے جن سے ذہانت کا اظہار ہوتا تھا لیکن وہ یہ اچھی طرح جان گئی کہ سیاست بھی ریاضت کی طرح جھگڑے کی چیز ہے اور سیاست دانوں کو ایک دوسرے کی برائیاں کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوتا - عورت ہوتی تو ہے ناقص العقل لیکن اس نقص کے باوجود بات کی تہ کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ کیا معما ہے - بہر حال میگ نے یہ خیالات اپنے ہی تک رکھے - چنانچہ جب جان پڑھتے پڑھتے رکا تو وہ سر ہلا کر بولی : ''دنیا کیا ہوتی جا رہی ہے'' اپنے خیال میں اس نے یہ گول مول بات کہنے میں بڑی سیاست سے کام لیا تھا - جان بے اختیار ہنس پڑا اس وقت میگ لیس اور پھولوں کی بنی ہوئی کسی خوب صورت چیز کو ہاتھ میں اٹھا کر جانچ رہی تھی اسے

Taj Tahir Foundation

جتنی دل چسپی اس شے سے تھی اتنی جان کے سنائے ہوئے اچھے برے حالات سے پیدا نہیں ہوئی تھی۔

جان نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا اور سوچا۔ میری بیوی میری خاطر سے سیاسی حالات میں دل چسپی لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ میں بھی اس کے ٹوپیاں بنانے کے کام میں دل چسپی لوں۔ چنانچہ میگ سے مخاطب ہو کر بولا:

''یہ ٹوپی بہت خوب صورت ہے اسے شاید ناشتے کی ٹوپی کہتے ہیں۔''

''اجی جناب یہ کنسرٹ اور تھیٹر جاتے وقت پہننے کی ٹوپی ہے اور میرے پاس جتنی ٹوپیاں ہیں یہ ان میں سب سے بڑھیا ہے۔''

''اوہو! میں معافی چاہتا ہوں یہ اتنی چھوٹی سی ہے کہ میں سمجھا اسی قسم کی کوئی چیز ہے جو تم بعض اوقات پہنا کرتی ہو اور جو اتنی ہلکی ہوتی ہے کہ پھونک مارو تو اڑ جائے اسے تم اوڑھے کیسے رہتی ہو؟

یہ لیس کے ٹکڑے ہیں نا۔ انھیں ٹھوڑی کے نیچے اس گلاب کی پنکھڑی سے باندھ لیا جاتا ہے اس طرح۔ اور اس نے ٹوپی پہن کر دکھائی اور اس کی طرف ایسی میٹھی نظروں سے دیکھا جن کا اثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

جان نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے چہرے کو چوم لیا اور کہا ٹوپی تو اچھی ہے ہی مگر ہم تو اس مکھڑے کے شیدائی ہیں جس کو اس ٹوپی سے چار چاند لگ رہے تھے۔ میگ کو ایک بار پھر ہشاش بشاش دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔

میگ نے کہا میری جان! ٹوپی تم کو پسند آ گئی۔ چلو میری محنت وصول ہو گئی۔ اب تم کسی رات مجھے نئے کنسرٹ میں لے کر چلو۔ وہاں موسیقی سے میرے اپنے تال سر بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ لے چلو گے نا؟

''ہاں ہاں کیوں نہیں ایک کنسرٹ ہی کیا تم اور بھی جہاں کہیں چلنا پسند کرو گی وہاں لے کر چلوں گا۔ مدت سے گھر کی

TajTahir Foundation

چار دیواری میں بند ہو - سیر و تفریح سے دل کا کنول کھل جائے گا اور خود مجھے بھی بڑا لطف آئے گا ۔ مگر یہ تو بتاؤ بچوں کی اماں کہ تمھارے دل میں یہ خیال آیا کس طرح -"

"ہوا یہ کہ کل امی سے باتیں کرنے میں میرے منہ سے نکل گیا کہ میرا جی نڈھال اور طبیعت چڑچڑی اور بے مزہ رہتی ہے - انھوں نے بتایا کہ حالات میں تبدیلی پیدا کرو اور زیادہ فکر نہ پالا کرو - چنانچہ اب حنا بچوں کی دیکھ بھال میں ہاتھ بٹایا کرے گی اور میں گھر کی طرف زیادہ توجہ کیا کروں گی اور سیر و تفریح کے لیے روزانہ کچھ نہ کچھ وقت نکالا کروں گی اگر ایسا نہ کروں گی ، تو ڈر ہے کہ وقت سے پہلے بڑھیا نہ ہو جاؤں - جن عورتوں پر اس طرح وقت سے پہلے بڑھاپا آ جاتا ہے وہ دوسروں کے لیے وبال جان بن جاتی ہیں - میں یہ تجربہ اپنے ہی لیے نہیں تمھاری خاطر بھی کر رہی ہوں - مجھے اعتراف ہے کہ بچوں کی دیکھ بھال کے باعث حقوق زوجیت پورے طور سے ادا نہیں کر سکی - ممکن ہے تمھارے دل میں اس کا ملال ہو - اگر ہو تو مجھے معاف کر دو - بہر حال میں وعدہ کرتی ہوں کہ گھر کو پہلا جیسا بنا دوں گی -

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس کے جواب میں جان نے کیا کہا اور کس طرح بے چاری چھوٹی سی ٹوپی اپنا پلیتھن نکلوانے اور خراب ہونے سے بال بال بچی - جاننے کی بات تو یہ ہے کہ گھر اور اس کے مکینوں میں رفتہ رفتہ تبدیلیاں ہوتی گئیں - اس طرح میگ کا گھر در حقیقت کوئی جنت تو نہیں بن گیا لیکن کام بانٹ لینے سے سب کو آرام ہو گیا - بچے باپ کی زیر نگرانی خوب پھلے پھولے - چوں کہ جان کے مزاج میں ثابت قدمی تھی اور ہر کام ناپ تول کر کرتا تھا - اس نے بچوں کو بھی اپنا ہی جیسا بنا لیا - وہ مجسم اطاعت گزار اور فرماں بردار بن گئے - میگ کا اُدھر سے ہاتھ خالی ہوا تو اس نے ورزش اور تھوڑی بہت تفریح شروع کر دی - اس کے ساتھ اپنے سمجھ دار شوہر سے گھل مل کر باتیں

Taj Tahir Foundation

بھی خوب کرتی - یوں وہ تازہ دم ہو گئی اور اس کی طبیعت میں وہی پہلے جیسی چونچالی آ گئی اور گھر پھر ایک بار صحیح معنوں میں گھر بن گیا - اب جان وہاں سے ہلنے کا نام نہ لیتا تھا اور باہر جاتا تو میگ کو بھی ضرور ساتھ لے جاتا -

اسکاٹ اور اس کی بیوی اب ان کے ہاں آتے اور گھنٹوں بیٹھے رہتے - ان کو یہ گھر شادمانی اور مسرت کا گہوارہ معلوم ہوتا - حد یہ کہ سیلی موفاٹ جو مال دار ہونے کے علاوہ زندہ دل مشہور تھی - اسے بھی جان کے ہاں آئے بغیر چین نہ پڑتا -

وہ میگ سے کہا کرتی کہ تمھارے گھر کی فضا کتنی پر سکون اور خوش گوار ہے کہ بس یہاں آتے ہی ساری کوفت دور ہو جاتی ہے اور پھر حسرت بھری نظروں سے چاروں طرف دیکھتی جیسے اس طلسم کو ڈھونڈ رہی ہے جس نے یہ فضا پیدا کر دی - اس کے اپنے گھر میں تو ہر وقت سناٹا چھایا رہتا تھا - نہ وہاں روشن چہرے والے بچے تھے نہ ان کی پیاری پیاری باتیں تھیں - اس کے شوہر نیڈ نے اپنی الگ دنیا بنا رکھی تھی جس میں سیلی کا کہیں گزر نہ تھا - چنانچہ وہ اپنے گھر میں بھی میگ کے گھر جیسی رونق دیکھنی چاہتی تھی -

جان اور میگ کو یہ گھریلو مسرت یکایک نصیب نہیں ہوئی بلکہ بتدریج حاصل ہوئی- انھوں نے اس کے حصول کا راز مسز مارچ سے معلوم کر لیا - پھر ازدواجی زندگی کا ہر نیا سال انھیں اس کے استعمال کے نئے نئے گر سکھاتا گیا - چنانچہ ان پر گھریلو محبت اور باہمی امداد کے خزانوں کے دروازے کھلتے گئے - یہ خزانے غریب سے غریب انسانوں کے پاس بھی مل جاتے ہیں بشرطیکہ وہ گھریلو کام کی تقسیم سے آگاہ ہو جائیں - یہی وہ خزانے ہیں جو قارون کی دولت دے کر بھی نہیں خریدے جا سکتے - نئی بیاہی عورتوں کو اگر طاق نسیاں کا گلدستہ بنا دیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ وہ اس کے لیے بخوشی تیار ہو جائیں گی - کیوں کہ

Taj Tahir Foundation

دنیا کی پریشانی اور اضطراب سے عافیت تو ملے گی لیکن اگر وہ زندگی کی جد و جہد میں حصہ لیں گی تو اُن کے ننھے ننھے لڑکے لڑکیاں انھیں دل سے چاہیں گے اور ان سے وابستہ رہیں گے۔ انھیں غم و اندو ، افلاس اور بڑھاپے کا کوئی خوف نہ ہوگا اور ہر حالت میں ساتھ دینے کے لیے شوہر جیسا وفادار دوست ہمراہ ہوگا اور انھیں میگ کی طرح یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ عورت کی بادشاہت اس کا گھر ہے۔ اس گھر پر حکومت کرنا اس کے لیے سب سے بڑی عزت ہے۔ ملکہ بن کر نہیں ، عقل مند بیوی اور ماں بن کر۔

سولھواں باب

کاھل وجود لارنس

لاری کا ارادہ نائس میں ایک ہفتہ ٹھہرنے کا تھا مگر مہینہ بھر تک وہیں پڑا رہا۔ اصل میں ایمی سے ملاقات ہو جانے کے بعد نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ وہ اکیلا پھرتے پھرتے اکتا گیا تھا۔ ایمی مل گئی تو ایک سے دو ہو گئے۔ سیر و تفریح میں مزہ آنے لگا ، غیر ملکی مناظر اجنبی سے معلوم ہوتے تھے۔ اب ایمی بھی ان کا ایک حصہ بن گئی تو گھر کی سی فضا معلوم ہونے لگی۔ پھر وطن میں اس کی جو تعریفیں ہوا کرتی تھیں ان کی یاد بھی دل میں چٹکیاں لیتی رہی تھی۔ اب ایک بار پھر وہی تعریفیں سننے میں آنے لگیں۔ اجنبی لوگوں نے بھی خوب خوشامدیں کیں۔ لیکن گھر پر لڑکیاں بہنوں کی طرح اس کے جو گن گاتی تھیں ان میں کچھ اور ہی مزہ تھا۔ ایمی اور بہنوں کی طرح اس کا لاڈ نہیں کرتی تھی لیکن اب اس سے مل کر بہت خوش ہوئی بلکہ دامن پکڑ کر ساتھ ہو لی۔ اصل میں پردیس میں ہونے کی وجہ سے وہ

Taj Tahir Foundation

اپنے خاندان والوں کی نشانی تھا جن کی صورتیں دیکھنے کے لیے اس کا دل تڑپ رہا تھا ۔ چنانچہ قدرتی بات تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے تھے اس لیے زیادہ تر ساتھ ہی رہتے تھے۔ کبھی گھوڑا سواری ، کبھی پیدل سیر ، کبھی ناچ گانا اور جب کوئی اور شغل نہ سوجھتا تو یونہی وقت ضائع کرتے رہتے کیوں کہ نائس میں اچھے موسم میں کون محنت مشقت کے کام کرتا ہے لیکن اس طرح لا ابالی پن سے دل بہلانے کے ساتھ ساتھ وہ ایک دوسرے کی خو بو سے بھی واقف ہوتے جا رہے تھے اور ایک دوسرے کو خوب سمجھنے لگے تھے ۔ لاری کی نظروں میں ایمی کی وقعت برابر بڑھ رہی تھی لیکن وہ اس کی نظر سے گرتا جا رہا تھا اور دونوں نے منہ سے ایک لفظ نکالے بغیر اس کا احساس کر لیا تھا ۔ ایمی نے لاری کو خوش رکھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گئی ۔ اسے لاری کے ساتھ رہنے سے جو لطف و انبساط حاصل ہوتا تھا اس کی احسان مند تھی اور بدلے میں لاری کا دل بھی طرح طرح سے بہلاتی رہتی تھی ۔ در حقیقت ایمی میں عورت پن تھا اور وہ اس سے کام لے کر ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی ایک نا قابل بیان دل کشی پیدا کر لیتی تھی ۔ ادھر لاری اللہ کے جی تھے ۔ انھوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ اصل میں وہ اپنی دانست میں دل کی چوٹ کو سینک رہے تھے ۔ ان کے خیال میں چوں کہ ایک عورت نے سرد مہری برتی تھی اس لیے اب تمام عورتوں پر فرض تھا کہ ان سے دل جوئی کی باتیں کریں ۔ لاری کے لیے فیاضی دکھانا کچھ مشکل نہیں تھا ۔ اگر ایمی چاہتی تو وہ شہر بھر کا سامان آرائش اسے خرید دیتا ۔ لیکن اسی کے ساتھ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ایمی اس کے بارے میں جو رائے قائم کرتی جا رہی ہے اسے بدلنا مشکل ہے ۔ وہ ان تیز نیلی آنکھوں سے ڈرنے لگا تھا جو اسے کچھ اس طرح گھورتی تھیں جیسے ان میں اندوہ

Taj Tahir Foundation

بھی ہے اور حقارت آمیز تعجب بھی۔

ایک دن دوپہر کو خاصا سہانا سماں تھا۔ لاری اپنی عادت کے مطابق پڑا اینڈ رہا تھا۔ ایمی اس کے پاس آ بیٹھی اور کہنے لگی ''اور سب تو دن بھر کے لیے مونا کو چلے گئے میں نہیں گئی کیوں کہ مجھے خط لکھنے تھے۔ اب اس کام سے فارغ ہو چکی ہوں اور میں خاکہ کشی کرنے کے لیے دالرؤسا جا رہی ہوں۔ تم بھی چلتے ہو؟

''چلے چلیں گے'' لاری نے نیم دلی سے جواب دیا۔ ''مگر اس گرمی میں اتنی دور پیدل چلنا پڑے گا۔'' اصل میں باہر تپش تھی اس لیے وہ سایہ دار سیلون ہی میں پڑا رہنا چاہتا تھا۔

ایمی بولی: ''میں گاڑی منگوا رہی ہوں۔ بپٹسٹ چلا لے گا۔ تمھیں اس کے سوا اور کچھ نہیں کرنا پڑے گا کہ اپنے اوپر چھتری لگائے بیٹھے رہنا اور ان دستانوں کو خراب نہ ہونے دینا'' اور اس نے طنزاً ان بے داغ اُجلے چرمی دستانوں کی طرف دیکھا جنھیں لاری کمزوری کی حد تک پسند کرتا تھا۔

''تو پھر بندہ حاضر ہے۔'' کہہ کر لاری نے اس کی خاکہ کشی کی کاپی لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مگر ایمی نے اسے جلدی سے اپنی بغل میں دبا لیا اور کہا: ''آپ زحمت نہ فرمائیے میرے لیے یہ بوجھ نہیں ہے۔ البتہ آپ یہ بار اٹھانے کے قابل نظر نہیں آتے۔''

لاری بھویں تان کر رہ گیا اور جب ایمی دوڑتی ہوئی سیڑھیاں اتر گئی تو آپ بھی خراماں خراماں اس کے پیچھے پیچھے چلا لیکن گاڑی میں بیٹھنے کے بعد تو اس نے باگیں سنبھال لیں۔ بے چارہ بپٹسٹ پہلے تو ہاتھ باندھے اونگھتا رہا پھر اپنی جگہ پر سو گیا۔

ان دونوں میں کبھی تکرار نہ ہوتی تھی۔ ایمی کی تربیت اعلیٰ خاندان کی لڑکیوں کی طرح ہوئی تھی۔ رہا لاری وہ ان دنوں اتنا کاہل وجود بنا ہوا تھا کہ لڑنے کے قابل ہی نہیں تھا۔

Taj Tahir Foundation

چنانچہ ایک ہی لمحہ بعد اس نے جھک کر ایمی کی شکل اس انداز سے دیکھی جیسے پوچھتا ہے ٹھیک ہے نا ؟ ایمی جواب میں مسکرا دی ۔ غرض دونوں ہنستے کھیلتے چلے گئے ۔

راستہ خوب تھا یل کھاتی ہوئی سڑکوں پر جابجا دل کش مناظر تھے جن سے آنکھوں میں طراوت اور دل میں ٹھنڈک آتی تھی ۔ راستے میں قدیم خانقاہ تھی جہاں سے زاہدوں کی مناجاتیں پڑھنے کی آواز آ رہی تھی ۔ آگے بڑھے تو کوئی گڈریا کسی پتھر پر بیٹھا بانسری بجا رہا تھا ۔ ٹانگیں ننگی ، پاؤں میں کھڑاویں ، نوک دم ٹوپی سر پر ، بدن پر موٹے جھوٹے کپڑے کی جاکٹ پہنے بڑا مگن سا دکھائی دے رہا تھا ۔ کچھ بکریاں چٹانوں پر پھر رہی تھیں ، کچھ اس کے پاس بیٹھی چوچگ رہی تھیں ، میلے میلے سے مسکین گدھے تازہ گھاس کے گٹھوں سے لدے ہوئے گزر رہے تھے ۔ کسی کسی گدھے کی پیٹھ پر کوئی خوب صورت لڑکی بھی گٹھوں کے درمیان بیٹھی دکھائی دے جاتی تھی یا کوئی بوڑھی عورت بیٹھی ہوتی جو تکلے سے سوت بٹتی گزر جاتی ۔ گندمی رنگ کے بھولے بھولے بچے پتھر کے مخروطی مکانوں سے نکل کر بھاگے بھاگے آتے اور انھیں پھولوں کا گلدستہ یا شاخوں پر لگی ہوئی نارنگیوں کے گچھے دے جاتے ۔ پہاڑیاں گرہ دار زیتون کے درختوں کی پت جھڑ سے ڈھکی ہوئی تھیں ۔ کیاریوں میں درختوں پر سنہری پھل پکے پکائے لٹک رہے تھے اور سڑک کے دونوں طرف بڑے بڑے سرخ پھولوں کے درخت لگے ہوئے تھے ۔ پہاڑی ڈھلانوں اور ناہموار چٹانوں کے اس طرف اطالیہ کے نیلے نیلے آسمان کے مقابل کوہستان ایلپس کی سفید چوٹیاں سر اٹھائے کھڑی تھیں ۔

والروزا اس لحاظ سے اسم بامسمی تھا کہ وہاں ہر وقت بہار کا موسم رہنے کی وجہ سے چپے چپے پر گلاب کے پھول کھلے نظر آ رہے تھے ۔ اندر کی تمام محرابوں پر بھی لٹک رہے تھے اور بڑے دروازے کے کٹہروں کے درمیان اس طرح جھک پڑے تھے جیسے

Tai Tahir Foundation

راہگیروں کو فرشی سلام کرتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ جو راستہ لیمو کے درختوں اور گھنے پام کے اشجار میں سے ہوتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر بنی ہوئی عمارت کو جاتا تھا اس کے دونوں طرف بھی گلاب کے پودے ہی پودے تھے۔ ہر سایہ دار کنج دامن کش تھا۔ ہر روسی زبان بے زبانی سے پکارتی معلوم ہوتی تھی کہ یہاں پر رک کر کمر سیدھی کر لو۔ ہر جگہ پھول ہی پھول تھے۔ ہر ٹھنڈی گپھا میں ایک مرمریں پری کا مجسمہ نصب تھا جو پھولوں کی چادر کے پیچھے سے مسکراتی دکھائی دے رہی تھی اور ہر فوارے میں ان ارغوانی سفید یا زرد گلاب کے پھولوں کا عکس پڑ رہا تھا جو جھک کر پانی کے آئینے میں اپنے حسن کا نظارہ کر رہے تھے۔ مکان کی دیواریں گلاب کے پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ کارنسیں ان پھولوں کی کثرت سے چھپ گئی تھیں۔ ستونوں پر گلاب تھے اور اس وسیع چبوترے پر جہاں سے بحیرہ روم کے روشن سمندر اور اس کے کنارے سفید دیواروں والے شہر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا، ہر طرف گلاب کے پھول ہی پھول تھے۔

ایمی چبوترے پر ٹھٹک کر اس نظارے سے لطف لینے لگی۔ عین اسی وقت گلاب کے پھولوں کی لپٹیں آئیں۔ اس نے لاری سے کہا: ''یہ جگہ ہی، مون منانے کے لیے تو جنت سے کم نہیں، ہر طرف پھول ہی پھول ہیں۔''

'کانٹے بھی ہیں۔' لاری نے جواب دیا۔ اس نے ایک سرخ گلاب توڑنے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کی پہنچ سے باہر تھا اس لیے کانٹا چبھ گیا اور وہ اس وقت اپنا زخمی انگوٹھا منہ میں لیے ہوئے تھا۔

''نیچے کی جانب لگے ہوئے پھول توڑو جن میں کانٹے نہ ہوں۔'' کہتے ہوئے ایمی مڑی اور اس نے تین سفید سفید پھول جو پشت کی دیوار پر ستاروں کی طرح چمک رہے تھے جھٹ سے توڑ کر اس کے کاج میں اس طرح لگا دیے جیسے صلح کی نشانی ہیں۔

Taj Tahir Foundation

لاری ایک لمحہ کے لیے کھڑا کا کھڑا رہ گیا ۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب کیفیت تھی ۔ اصل میں وہ وہمی قسم کا نوجوان تھا اور اس وقت اس پر اداسی کی ایک ایسی حالت طاری تھی جس میں نو گرفتاران محبت ہر جگہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے بھی شگون لیتے ہیں ۔ اس نے کانٹے دار سرخ گلاب کی طرف ہاتھ بڑھاتے میں جو کا خیال کیا تھا کیوں کہ ایسے پھول اس کو سجتے تھے ۔ اور وہ بارہا اس قسم کے پھول لاری کے باغ سے منگوا کر پہن بھی چکی تھی ۔ ایمی نے جس قسم کے زرد پھول کاج میں لگائے ویسے شادی کے ہاروں میں نہیں گوندھے جاتے تھے بلکہ مردے کی مٹھی میں رکھے جاتے تھے ۔ وہ حیران ہو کر سوچنے لگا کہ یہ برا شگون میرے لیے ہے یا جو کے لیے ۔ اس کے مزاج میں اطالوی امریکی دونوں رنگ تھے ۔ یہ اس کی طبیعت کا اطالوی رخ تھا ۔ جب امریکی اثرات نے رنگ دکھایا تو سوجھ بوجھ جذبات پر غالب آئی تو وہ ٹھٹھا مار کر ہنس پڑا ۔ جب سے وہ اطالیہ آیا تھا ایمی نے اسے اس طرح کھکھلا کر ہنستا ہوا نہیں دیکھا تھا ۔

ایمی سمجھی اس کے فقرے پر ہنسا ہے ۔ بولی ''اس نصیحت پر عمل کرو گے تو انگلیاں زخمی ہونے سے بچی رہیں گی'' ۔

''شکریہ'' اس نے مذاق مذاق میں کہا ایسا ہی کروں گا اور چند ماہ بعد اس نے سچ مچ عمل کرکے دکھا دیا ۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ایک بے ڈھنگی سی نشست پر بیٹھتے ہوئے پوچھا : ''لاری ! تم اپنے دادا جان سے ملنے کب جا رہے ہو ۔''

''بہت جلد ۔''

''پچھلے تین ہفتوں میں بارہ بارہ چوبیس مرتبہ یہی کہہ چکے ہو ۔''

''ہاں ضرور کہا ہوگا ۔ جواب مختصر زحمت کم ۔''

''وہ تمھاری راہ دیکھتے رہے ہوں گے ، تمھیں جانا چاہیے ۔''

Taj Tahir Foundation

''مہمان نواز بی بی ! یہ بات مجھے بھی معلوم ہے ۔''

''تو پھر اس پر عمل کیوں نہیں کرتے ؟''

''شاید فطری پستی کی وجہ سے ۔''

''تمہارا مطلب ہے فطری کاہلی کی وجہ سے ۔ یہ عیب واقعی بہت برا ہے ۔'' ایمی کے چہرے پر سختی تھی ۔

''اتنا برا نہیں جتنا نظر آتا ہے کیوں کہ وہاں گیا تو سوائے دادا جان کو ستانے کے اور کیا کروں گا ۔ اس لیے کیا برا ہے اگر یہیں رہوں اور تم کو کچھ دن اور ستا لوں ۔ تم ہنستے کھیلتے برداشت کر لیتی ہو بلکہ سچ تو یہ ہے کہ میرے خیال میں یہ تمہیں خوب راست آ گیا ہے ۔'' کہہ کر لاری چبوترے کی چوڑی کگر پر لیٹنے کی تیاری کرنے لگا ۔

ایمی نے سر ہلایا اور صبر و شکر کے انداز میں اپنی خاکہ کشی کی کاپی کھولی مگر پھر اس نے تہیہ کر لیا کہ 'اس لڑکے' کو لیکچر پلانا چاہیے ۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحے پوچھنے لگی ۔

''اب تم کیا کر رہے ہو ۔''

چھپکلیوں کا نظارہ ۔''

''نہیں میرا مطلب یہ تھا کہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا کیا کرنے کو دل چاہتا ہے ؟''

''اگر تم اجازت دو تو سگار پینے کو ۔''

تم تو اشتعال انگیز باتیں کرتے ہو ۔ میں سگار نوشی پسند نہیں کرتی ۔ اس لیے اس شرط پر اجازت دوں گی کہ تمہیں بھی خاکے میں لے آؤں ۔ مجھے اس میں کسی انسان کے دکھانے کی ضرورت ہے ۔''

''تم مجھے بخوشی دکھا سکتی ہو مگر کس طرح دکھانا چاہتی ہو ، پورا قد یا تین چوتھائی پاؤں زمین پر ہو یا معلق؟ میں با ادب صلاح دوں گا کہ لیٹا ہوا دکھاؤ اور پھر خود کو بھی خاکے میں شامل کر لو ۔ اس کا نام رکھو ''بے فکری کی استراحت ۔''

Taj Tahir Foundation

ایمی نے بڑی مستعدی کے عالم میں کہا جہاں بیٹھے ہو وہیں رہو اور اگر چاہو تو سو بھی جاؤ - میں خوب جم کر کام کرنا چاہتی ہوں -

''اس سرگرمی کے قربان !'' کہہ کر اس نے ایک صراحی کی اس طرح ٹیک لگا لی جیسے بہت مگن ہے -

ایمی نے بے تاب ہو کر پوچھا : ''اگر جو تمھیں اس وقت دیکھے تو کیا کہے !'' وہ اپنی اور بھی زیادہ مستعد اور سرگرم بہن کا نام لے کر اس کو حرکت میں لانا چاہتی تھی -

لاری نے ہنس کر جواب دیا ''یہی کہ ٹیڈی بھاگ جاؤ اس وقت میں مصروف ہوں مگر اس کی یہ ہنسی اوپری تھی - اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی کیوں کہ جو کا نام آنے سے زخم کا انگور کھل گیا تھا - ایمی پر اس کا لہجہ اور چہرے کی کیفیت دونوں کھٹکے کیوں کہ اس کے کان اس لہجے سے اور اس کی آنکھیں ہمیں کیفیت سے پہلے ہی سے آشنا تھیں - اس نے نظر اٹھا کر دیکھا لاری کے چہرے پر سختی ، تلخی ، تکلیف ، بے اطمینانی اور ملال کی ایک ایسی کیفیت تھی جو ایمی کے لیے بالکل نئی تھی، مگر اس سے پہلے کہ وہ اسے بغور دیکھ سکے یہ کیفیت جاتی رہی اور چہرے پر پھر وہی تغافل چھا گیا - ایمی ایک لمحہ اسے فن کارانہ توجہ سے دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کہ لاری اپنے چہرے مہرے سے خاصا اطالوی نظر آتا ہے - لاری اس وقت ننگے سر لیٹا دھوپ سینک رہا تھا - اس کی آنکھوں میں جنوبی یورپ کے باشندوں جیسی خواب آگیں کیفیت تھی - در اصل وہ اس کی موجودگی کو بھول کر اپنے تصورات میں گم ہو گیا تھا -

ایمی نے اس کا یک رخا خاکہ کھینچتے ہوئے کہا : ''تم کسی ایسے نوجوان کا بت معلوم ہوتے ہو جو اپنے مقبرے میں سویا پڑا ہو -'' لاری کے خوب صورت چہرے کا ایک رخ سیاہ پتھر کے مقابل بالکل واضح نظر آ رہا تھا -

Taj Tahir Foundation

''کاش میں بت ہی ہوتا۔''

''یہ تو بالکل بیوقوفوں کی سی باتیں ہیں، جو انسان اپنی زندگیاں خراب کر بیٹھتے ہیں وہی اس قسم کی خواہشیں کیا کرتے ہیں۔ تم اس قدر بدل چکے ہو کہ میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ۔۔۔'' یہاں پہنچ کر ایمی بولتے بولتے رک گئی اور کچھ حیا کچھ حسرت سے اس کی طرف دیکھا اور یہ ایک نگاہ اس کی نا تمام تقریر سے زیادہ پر تاثیر ثابت ہوئی۔

لاری سمجھ گیا کہ ایمی کے دل میں اس کا درد ہے جس کا اظہار کرتے جھجک رہی ہے۔ چنانچہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا: ''محترمہ فکر نہ کیجیے سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

وہ اسی طرح اس کی ماں کو تسلی دے دیا کرتا تھا۔

ایمی کو اطمینان ہو گیا اور کچھ دن سے جن شبہات نے اسے فکر مند بنا رکھا تھا وہ دور ہو گئے۔ لاری کی بات نے اس کے دل پر بڑا اثر کیا اور اس نے جس محبت بھرے لہجے میں جواب دیا اس سے ظاہر بھی کر دیا کہ کتنا اثر ہوا ہے۔

اس نے کہا ''مجھے تمہاری یہ بات سن کر دلی خوشی ہوئی۔ یہ تو میرا پہلے بھی خیال نہیں تھا کہ تم برے ہو۔ البتہ یہ سمجھ رہی تھی کہ بیڈن بیڈن پر روپیہ ضائع کر دیا ہوگا، یا کسی شادی شدہ فرانسیسی حسینہ کو دل دے بیٹھے ہوگے۔ یا اسی قسم کے کسی جھنجھٹ میں پڑ گئے ہو گئے جن میں گرفتار ہونا نوجوانوں کے نزدیک پردیس کے سفر کا لوازمہ ہوتا ہے۔ وہاں دھوپ میں نہ بیٹھو یہاں آ کر گھاس پر لیٹ جاؤ اور جیسا کہ جو کہا کرتی ہے 'دوستانہ طور پر پیش آئیں'۔ جب ہم پرانے صوفوں کے ایک کونے پر بیٹھ کر ایک دوسرے کو راز بتاتے ہیں تو جو یوں ہی کہا کرتی ہے۔

لاری نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اور گھاس پر لیٹ گیا۔ قریب ہی ایمی کی ٹوپی پڑی تھی اس کے فیتے میں گل بہار کے

Taj Tahir Foundation

پھول لگا کر دل بہلانے لگا۔

پھر بولا : ''میں راز کی باتیں سننے کو تیار ہوں۔'' اور اس نے گہری دل چسپی سے ایمی کی طرف دیکھا۔

''ایمی نے کہا میرے پاس تو کوئی راز ہے نہیں۔ تم شروع کرو۔''

''اپنا حال بھی یہی ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید تمہیں گھر کی کوئی خبر ملی ہو۔''

''حال میں جتنی کچھ خبریں آئی ہیں وہ سب تم سن ہی چکے ہو۔ کیا تمہارے پاس اکثر خط نہیں آتے رہتے۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ جو تمہیں دفتر کے دفتر لکھ کر بھیجتی ہوگی۔''

لاری بولا : ''آدھر وہ آج کل بہت مصروف ہے۔ ادھر میں کبھی کہیں کبھی کہیں، اس لیے باقاعدگی سے خط و کتابت ناممکن ہے اور پھر گفتگو کا رخ بدلنے کے لیے پوچھا : ریفل ثانی! تم تصویر کشی کا عظیم کام کب شروع کرو گی؟''

وہ اپنے دل میں حیران ہو کر سوچ رہا تھا کہ کہیں ایمی کو اس کا بھید معلوم تو نہیں ہو گیا ہے، کیا خبر معلوم ہو گیا ہو اور وہ اس کے بارے میں گفتگو کرنی چاہتی ہو۔

ایمی نے جواب دیا : اب تو میں یہ کام کبھی شروع نہیں کروں گی۔ روم میں مصوری کے عظیم شاہکار دیکھنے کے بعد میری عقل ٹھکانے آ گئی۔ اتنے بڑے بڑے استادوں کے سامنے مجھ ہیچمدان کا چراغ کیا جل سکے گا۔ چنانچہ اب میں مصور بننے کے ارادے ترک کر چکی ہوں۔

''تم میں اتنا جوش اور اہلیت ہے پھر بھی ہمت ہار رہی ہو!''

''محض اہلیت اور جوش سے قدرتی جوہر کی کمی پوری نہیں ہوتی۔ میں چاہتی ہوں کہ یا تو استادوں کی صف میں جگہ پاؤں یا ایک سرے سے اس میدان میں قدم ہی نہ رکھوں۔ میں گھٹیا درجے کی مصور بن کر نہیں رہ سکتی اس لیے مصوری کا راستہ اختیار

Taj Tahir Foundation

کرنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ اب تم نے کیا کرنے کا سوچا ہے؟"

"میں اپنی دوسری صلاحیتوں کو جلا دوں گی اور اگر موقع ملا تو سوسائٹی کے لیے شمع محفل بنوں گی۔"

یہ تقریر ایمی کی افتاد طبع کے مطابق تھی اور بلند بانگ بھی معلوم ہوتی تھی لیکن نوجوانوں کو بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا زیب دیتا ہے اور ایمی کے عزم کی تو ایک مضبوط بنیاد بھی تھی۔ لاری کے لبوں پر مسکراہٹ تو آ گئی لیکن ایمی کا یہ جذبہ اسے بہت بھایا کہ اتنے دن سے ایک چیز کا شوق پال رہی تھی۔ مگر یہ ہاتھ آتی نہ دکھائی دی تو واویلا میں وقت ضائع کیے بغیر ایک نیا راستہ اختیار کر لیا۔

لاری نے کہا: "بہت ٹھیک اور میرا خیال ہے کہ یہی وہ مرحلہ ہے جس پر فریڈوان کا قدم درمیان میں آتا ہے۔"

ایمی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے خاموش رہی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا مگر آنکھوں میں ایک ایسی کیفیت تھی کہ لاری اٹھ کر بیٹھ گیا اور سنجیدگی سے بولا: "اب میں بھائی بن کر کچھ سوالات دریافت کرتا ہوں، بولو ہے اجازت؟"

"میں جواب دینے کا وعدہ نہیں کرتی۔"

"زبان جواب نہ دے گی تو چہرہ ظاہر کر دے گا۔ تم اتنی دنیا دار عورت نہیں ہو کہ اپنے جذبات کو چھپا سکو۔ میں نے پچھلے سال فریڈ کے اور تمہارے بارے میں افواہیں سنی تھیں اور میری اپنی رائے یہ ہے کہ اگر اسے اچانک گھر واپس نہ بلا لیا گیا ہوتا اور وہاں اتنے عرصے تک اسے روک کر نہ رکھا گیا ہوتا تو اب تک کچھ نہ کچھ نتیجہ نکل ہی آتا۔ ہے نا یہی بات؟"

ایمی نے بالکل صاف اور سیدھا جواب دیا: "میرے کہنے کی بات ہی نہیں ہے، کہوں کیا۔" مگر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

Taj Tahir Foundation

تھی اور آنکھوں میں شوخی کی چمک جس سے پتہ جل رہا تھا کہ اسے اپنی طاقت کا احساس ہے اور اس پر خوش ہے۔

لاری اچانک ایسا سنجیدہ بن گیا جیسے سچ مچ بڑا بھائی ہے اور پوچھا: ''تمھاری منگنی تو نہیں ہوئی شاید؟''

''نہیں۔''

''لیکن اگر وہ واپس آ کر گھٹنے ٹیک کر درخواست کرے تو وہ قبول ہو جائے گی۔ ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں شاید ایسا ہی ہو۔''

''تو گویا تمھیں فریڈ سے لگاؤ ہے؟''

''اگر کوشش کروں تو ہو سکتا ہے۔''

''لیکن تم مناسب موقع آنے تک کوشش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتیں؟ کس بلا کی پیش بینی ہے! ایمی ویسے وہ برا نہیں لیکن میرے خیال میں تمھیں پسند آنے کے لائق نہیں ہے۔''

''مال دار ہے۔ عادتیں شریفانہ ہیں اور طور طریق بھی کچھ برے نہیں۔'' ایمی نے کہا۔

وہ پر سکون اور باوقار بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ البتہ کچھ کچھ شرمندگی کا احساس بھی تھا حالاں کہ دل میں کوئی برائی نہیں تھی۔

لاری بولا: ''میں سمجھا چوں کہ شمع محفل بننے والی عورتیں دولت کے بغیر نہیں چمک سکتیں اس لیے تم مال دار مرد سے شادی کرکے راستہ ہموار کرنا چاہتی ہو۔ دنیا کی روش کو دیکھتے ہوئے تو یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن جس لڑکی کو تمھاری ماں جیسی عورت نے اٹھایا ہو اس کے منہ سے یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے۔''

''حق ہے۔''

''جواب مختصر تھا لیکن جس پختہ لہجے میں دیا گیا وہ بولنے والی پر جچتا نہیں تھا۔ لاری نے یہ فرق تاڑ لیا اور پھر گھاس پر لیٹ رہا۔ وہ ایک ناقابل بیان مایوسی کے تلے دبا جا رہا تھا۔

Taj Tahir Foundation

ایمی اُس کے اس طرح چپ چپ پڑ رہنے اور مایوس نظروں سے دیکھنے نیز خود کو حقیر سمجھنے سے گھبرا گئی اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اب بلا تاخیر وہ تقریر کر ڈالنی چاہیے۔

اس نے تیز لہجے میں کہا: ''میں چاہتی ہوں تم میرے حال پر یہ عنایت کرو کہ ذرا حرکت میں آ جاؤ۔''

''مہربانی کرکے ذرا تم ہی مجھے حرکت میں لے آؤ۔''

''اگر چاہوں تو یہ کام کر تو سکتی ہوں۔'' اس کے تیور سے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے لاری کو کھڑے کھڑے ٹھیک کر دینا چاہتی ہے۔

''تو پھر کرو نا میری طرف سے کھلی چھٹی ہے۔'' لاری نے جواب میں کہا۔ وہ چاہتا تھا کہ کوئی ہو جو اسے تنگ کرے۔ کیوں کہ اس مزے دار شغل سے توبہ کیے بہت دن ہوئے تھے۔

ایمی بولی تم پانچ منٹ کے اندر اندر چیخ اٹھو گے۔

''میں تم سے کبھی خفا نہیں ہوتا، تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے اور تم برف کی طرح پگھلنے والی اور ٹھنڈی ہو۔''

''تم جانتے نہیں کہ میں کیا کیا کر سکتی ہوں۔ برف کو بھی اس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے کہ اس سے جلن اور جھنجھناہٹ پیدا ہو جائے۔ تمھاری بے توجہی کی تہ میں تصنع ہے۔ جھنجھوڑا جائے تو سب ظاہر ہو جائے گا۔''

''تو جھنجھوڑ ڈالو مجھے اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ تمھارے جی کی تو نکل جائے گی۔ ایک دفعہ ایک بھاری بھر کم مرد کو اس کی پستہ قد دبلی پتلی سی بیوی مارنے لگی تو اس نے یہی کہا تھا کہ مجھے چوٹ نہیں لگے گی لیکن تمھارے دل کی بھڑاس نکل جائے گی اس لیے خوب جی بھر کے مارو۔ تم مجھے شوہر یاوری کی طرح سمجھو۔ اگر مار پیٹ سے آکتاتی نہ ہو تو میری اتنی گرد جھاڑو کہ مارتے مارتے تھک جاؤ۔''

ایمی نے پہلے تو پنسل تیز کی پھر چوں کہ ایک تو اس کے

Taj Tahir Foundation

اپنے بچھو سے کاٹ رہے تھے دوسرے وہ لاری کی کاہلی بھی دور کرنی چاہتی تھی جس کی وجہ سے وہ اتنا بدل گیا تھا اس لیے زبان تیز کرتے ہوئے بولی : ''فلو اور میں نے تمھارا ایک نیا نام رکھا ہے معلوم ہے کیا ؟ کاہل وجود لارنس ۔ پسند آیا ؟''

''وہ سمجھی تھی کہ لاری یہ چڑاؤنا نام سن کر جزبز ہوگا لیکن اس نے دونوں ہاتھ سر کے نیچے باندھ کر بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا ۔ کچھ برا نام تو نہیں ہے ! آپ دونوں بیگمات کا شکریہ ۔''

''بتاؤں تمھارے متعلق میری ایمان دارانہ رائے کیا ہے ؟''

''میں تو معلوم کرنے کے لیے مر رہا ہوں ۔''

''تو سنو میں تمھیں حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں ۔''

اگر اس نے کسی قدر بانکپن سے کہہ دیا ہوتا کہ ''میں تم سے نفرت کرتی ہوں ۔'' تو بھی لاری نے ہنس کر ٹال دیا ہوتا بلکہ یہ ادا اسے بھا گئی ہوتی لیکن ایمی نے جس سنجیدہ بلکہ پر ملال لہجے میں یہ بات کہی اس سے لاری چونک اٹھا اور اس نے آنکھیں پھاڑ کر جلدی سے پوچھا ''کیوں ۔''

''کیوں کہ تمھیں نیک ، کارآمد اور خوش و خرم ہونے کے پے در پے مواقع ملے رہتے ہیں لیکن تم ان سے بالکل فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اسی طرح خطاکار ، کاہل اور پریشان رہتے ہو ۔''

''محترمہ ! آپ کے یہ الفاظ سخت ہیں ۔''

''اگر تمھیں ناگوار نہ معلوم ہو رہا ہو تو میں آگے کہوں ۔''

''ضرور کہو ، مجھے تو اس میں بہت لطف آ رہا ہے ۔''

''میرا بھی یہی خیال تھا کہ تمھیں لطف آئے گا ۔ خود غرض لوگ ہمیشہ اپنے بارے میں گفتگو پسند کرتے ہیں ۔''

''کیا میں خود غرض ہوں ۔'' لاری نے بے اختیار ہو کر حیرت سے پوچھا ۔ اس لیے کہ اسے اپنی فراخ دلی کی صفت پر ناز تھا جو خود غرضی کی ضد ہوتی ہے ۔

Taj Tahir Foundation

ایمی کہتی رہی ''ہاں بہت خود غرض ہو۔'' اس کی آواز پر سکون تھی لیکن اس موقع پر غضب ناک آواز سے دگنی مؤثر ثابت ہو رہی تھی۔''

''میں تمہیں بتاتی ہوں کہ کس طرح۔ میں تمہارے کھیلنے کودنے اور رنگ رلیاں منانے میں تمہاری نقل و حرکت کا جائزہ لیتی رہی ہوں۔ اور جو کچھ دیکھا وہ حد درجہ غیر تسلی بخش تھا۔ پچھلے چھ ماہ سے تم سمندر پار آئے ہو۔ یہاں بھی تم نے وقت اور روپیہ ضائع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا۔ تمہارے دوست احباب اور بہی خواہ تم سے مایوس ہو چکے ہیں۔''

''کیا چار برس تک کوہو کا بیل بنا رہنے کے بعد بھی تھوڑی بہت سیر و تفریح اور کھیل کود منع ہے؟'' لاری نے پوچھا۔

''تمہاری صورت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے جیسے تم نے تفریح بھی نہیں کی۔ بہر حال جہاں تک میں اس سیر و تفریح اور کھیل کود کا اندازہ لگا سکی ہوں تم پر اس کا کوئی خوش‌گوار اثر نہیں پڑا۔ میں نے تم سے ملتے ہی یہ کہا تھا کہ تم بہتر ہو گئے ہو لیکن اب میں یہ الفاظ واپس لیتی ہوں۔ تم کو وطن میں جتنا اچھا چھوڑ کر آئی تھی یہاں اس سے آدھے بھی نہیں ہو۔ کاہل ہو گئے ہو، گپ شپ کے رسیا بن گئے ہو اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے ہو۔ تمہیں یہ فکر نہیں کہ عقل مند لوگوں کی نظروں میں تمہاری آبرو ہو اور وہ تمہیں دلوں میں جگہ دیں لیکن تم ہو کہ چھچھورے بیوقوف لوگوں کی تعریفوں پر ریجھنے لگے ہو۔ تمہارے پاس دولت، قابلیت، حیثیت، صحت اور حسن ـــــ اچھا آپ کو یہ تعریف سن کر مزہ آیا وہی پرانا عیب۔ بہر حال یہ حقیقت ہے اس لیے میں اس کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتی کہ ان تمام خوبیوں کے باوجود تم بے کار وقت گنوا رہے ہو اور ابھی تک اپنے لیے کوئی راستہ نہیں بنا سکے ہو۔ تم بہت کچھ بن سکتے ہو اور تم کو بننا چاہیے، لیکن تم صرف.....'' یہاں پہنچ کر وہ دفعتاً رک گئی۔ اس

Tai Tahir Foundation

کی آنکھوں میں تکلیف بھی تھی اور ترحم بھی۔

لاری نے جیسے خوشامدانہ انداز سے کہا: ''اس وقت تم بھی سینٹ لارنس کی طرح جل رہی ہو۔'' اور خاموش ہو گیا۔ لیکن ایمی کی چبھتی ہوئی باتوں کا اثر ہونے لگا تھا کیوں کہ اب آنکھیں پھٹی ہوئی بھی تھیں اور چمک بھی رہی تھیں۔ لاری ان تلخ باتوں پر دانت پیس رہا تھا۔ لیکن سچی باتوں کی تلخی وہی کام دیتی ہے جو فساد خون کے مریض کو چراہتہ پلانے سے ہوا کرتا ہے۔ ایمی کے کچوکوں سے لاری کا جذبۂ غیرت جاگ اٹھا تھا۔

پھر ایمی نے تلخی سے کہا: ''میں پہلے سے سمجھے ہوئی تھی کہ تم پر میری باتوں کا یہی اثر ہوگا۔ تم کہتے تو یہ ہو کہ ہم عورتیں فرشتہ ہیں اور مردوں کو اپنے اثر سے جیسا چاہیں ویسا بنا سکتی ہیں۔ لیکن جب عورتیں ان کی بھلائی کے لیے کوئی کلمہ منہ سے نکالتی ہیں تو مرد ہنس کر ٹال دیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو فرشتہ وغیرہ کچھ نہیں سمجھتے بلکہ انھیں بناتے ہیں۔'' اور ایمی نے غصے میں آ کر اپنے شہید کی طرف سے منہ پھیر لیا جو اس کے قدموں میں ضرور گرا ہوا تھا۔

ایک لمحہ بعد خاکہ کشی کی کاپی کے صفحے پر ایک ہاتھ رکھ دیا گیا کہ وہ خاکہ نہ کھینچ سکے اور لاری نے ایک ایسے بچے کی نقل اتارتے ہوئے جو توبہ کر رہا ہو مسخرے پن سے کہا: ''اب میں نیک بنوں گا۔ سچ اب نیک بن کر دکھاؤں گا۔''

لیکن ایمی کو ہنسی نہیں آئی۔ وہ اس وقت اس سے سچ مچ توبہ کرانے پر تلی ہوئی تھی چنانچہ جس طرح ولی لوگ سر کو تھپک کر برکت دیتے ہیں اسی طرح اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر آہستہ آہستہ پنسل مارتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ ''تمھیں اس ہاتھ پر شرم نہیں آتی؟ یہ عورتوں کے ہاتھوں کی طرح گورا اور نرم ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس سے جوون کے ہاں

Taj Tahir Foundation

کے بنے ہوئے نفیس ترین دستانے پہننے اور پھول چن کر عورتوں کو پیش کرنے کے سوا اور کام نہیں لیا گیا ۔ خدا کا شکر ہے کہ تم چھیل چھبیلے مرد نہیں ہو ورنہ ہیرے یا نشانی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں بھی ضرور ہاتھوں میں پڑی ہوتیں ۔ اس وقت تو جو کی دی ہوئی چھوٹی سی انگوٹھی ہی دکھائی دے رہی ہے ۔ کاش وہ نیک بخت اس وقت میرا ہاتھ بٹانے کے لیے یہاں موجود ہوتی ۔

''یہی میری بھی تمنا ہے ۔''

لاری نے جس طرح اچانک ہاتھ بڑھایا تھا اسی طرح ایک دم واپس کھینچ لیا اور اس کی خواہش کی تائید بھی ایسے جوش سے کی گئی کہ ایمی کو بھی یہ ادا پسند آئی ۔ اس نے لاری کی طرف دیکھا ۔ اس وقت ایمی کے دل میں ایک نیا خیال موجزن تھا لیکن لاری اپنی آدھی ٹوپی سے اس طرح چہرہ ڈھانکے لیٹا تھا جیسے سایہ کیے ہوئے ہے اور اس کا منہ مونچھوں کے اندر چھپا ہوا تھا۔ ایمی کو صرف اس کا سینہ ہلتا دکھائی دے رہا تھا ۔ یا تو وہ لمبے لمبے سانس کھینچ رہا تھا یا آہیں کھینچنے لگا اور جس ہاتھ میں انگوٹھی تھی اسے گھاس کے اندر اس طرح گھسا رکھا تھا جیسے کسی ایسی بیش قیمت چیز کو نظروں سے چھپا رہا ہے جس کا ذکر درمیان میں نہیں لانا چاہتا ۔ ایمی پلک جھپکنے میں سب کچھ سمجھ گئی اور جو بات بہن نے اس پر ظاہر نہیں کی تھی اب آشکارا ہو گئی ۔ پچھلی سب باتیں ایک ایک کرکے اس کے ذہن میں تازہ ہونے لگیں ۔ اسے یاد آیا کہ لاری نے اپنی طرف سے جو کا ذکر ایک بار بھی نہیں کیا ۔ پھر اس کے چہرے کی افسردگی ، طور طریق میں تبدیلی اور چھوٹی سی پرانی انگوٹھی پہنے رہنا جو کسی طرح بھی اس کے خوب صورت ہاتھ کے لیے باعث زینت نہیں تھی ۔ یہ سب باتیں بھی یاد آئیں ۔ لڑکیاں مطلب نکالنے میں بہت تیز ہوتی ہیں ۔ فوراً بات کی تہ کو پہنچ جاتی ہیں ۔ ایمی کو پہلے ہی گمان گزرا تھا کہ لاری میں جو تبدیلی نظر آ رہی ہے اس کی

Taj Tahir Foundation

تہ میں ناکامیٔ عشق ہے ۔ اب یہ گمان یقین میں بدل گیا ۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ چنانچہ اب کے بولی تو آواز میں ایک خاص نرمی اور لوچ تھا ۔

اس نے کہا ۔ ''لاری میں جانتی ہوں کہ مجھے تم سے اس طرح کلام کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر تم اتنے خوش مزاج آدمی نہ ہوتے تو یقیناً مجھ سے ناراض ہو گئے ہوتے ۔ ہم سب تم پر کتنی جان چھڑکتے ہیں اور ہمیں تم پر کتنا ناز ہے ۔ میں یہ برداشت نہ کر سکی کہ جس طرح مجھے مایوسی ہوئی اسی طرح میرے خاندان والے بھی تمہاری طرف سے مایوسی محسوس کریں ۔ گو شاید وہ تمہاری اس تبدیلی کی وجہ کو مجھ سے بہتر سمجھ سکیں گے ۔

بیٹ میں آواز آئی ۔ ''میرا بھی یہی خیال ہے ۔'' لہجہ غم ناک تھا اور جس طرح بھرائی آواز سے دل پگھلتا ہے اسی طرح اس سے بھی سننے والی کا دل موم ہو گیا ۔

ایمی بولی : ''انھیں چاہیے تھا کہ مجھے بھی بتا دیتے ۔ ضرورت تھی کہ میں پہلے سے زیادہ نرمی اور تحمل سے کام لیتی مگر الٹی لتاڑنے بیٹھ گئی ۔ مجھے یہ مس رینڈل کبھی ایک آنکھ نہیں بھائی اور اب تو موئی کی صورت سے نفرت ہو گئی ۔'' وہ ہوشیاری برتتے ہوئے یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ لاری پر کیا گزری ہے ۔

لاری نے فوراً ایک جھٹکے کے ساتھ منہ پر سے ٹوپی ہٹا دی اور کہا : ''مس رینڈل کو گولی مارو ۔'' جس سے معلوم ہو گیا کہ اس لڑکی کے بارے میں لاری کے خیالات کیا ہیں ۔ گویا اس کی افسردگی کا مس رینڈل کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

ایمی بولی ۔ ''اوہ ! میں معافی چاہتی ہوں ۔ میرا خیال تھا کہ ــــــ'' اور وہ بولتے بولتے رک گئی ۔ اس چال کا مطلب یہ تھا کہ لاری کچھ بولے جس سے مزید حالات معلوم ہوں ۔

Taj Tahir Foundation

لاری نے کہا : ''نہیں تم نے کبھی میرے بارے میں کچھ نہیں سوچا ۔ تم خوب اچھی طرح جانتی تھیں کہ میرے دل میں جو کے سوا اور کسی کا کبھی خیال ہی نہیں رہا ۔'' اس کے لہجے میں وہی پہلے جیسی تیزی تھی اور اس نے بات پوری کرکے منہ پھیر لیا ۔

''ہاں ۔ میں جانتی تھی ۔ لیکن میرے خاندان والوں نے اس بارے میں کچھ لکھا نہیں اور تم اوپر چلے آئے ۔ اس لیے میں نے سمجھا کہ شاید میں معاملے کو غلط سمجھے ہوئے تھی ۔ حیرت کی بات ہے کہ جو نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ! مجھے تو یقین تھا کہ وہ تمہاری دموں دیوانی ہے ۔''

''وہ مجھ پر محض مہربان رہی ہے ۔ لیکن محبت کی حد تک نہیں ۔ اگر میں ایسا ہی نکما ہوں جیسا تم سمجھتی ہو تو یہ اس کے حق میں اچھا ہی ہوا کہ مجھ سے محبت نہیں کرتی تھی ۔ پھر بھی یہ اس کی غلطی ضرور تھی کہ مجھے آس دلائی اور تم چاہو تو یہ بات اس سے کہہ بھی سکتی ہو ۔''

یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر وہی نمی آ گئی ۔ ایمی کو اس سے پریشانی ہوئی کیوں کہ اس کے پاس اس زخم کا مرہم نہیں تھا ۔

وہ بولی : ''مجھ سے غلطی ہو گئی ۔ معلوم ہی نہیں تھا کہ حالات کیا ہیں ۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں تم پر ناراض ہوئی لیکن پیارے ٹیڈی ۔ میری دلی خواہش یہی ہے کہ تم میری باتوں پر توجہ کرو ۔''

''مجھے ٹیڈی کہہ کر مخاطب نہ کرو ۔ یہ وہی نام ہے جس سے جو مجھے مخاطب کرتی ہے ۔'' اور لاری نے جلدی سے اس طرح دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے ان الفاظ کو روکنا چاہتا ہے ۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ جو کیسے نرم مگر ملامت آمیز لہجے میں یہ دو لفظ ادا کرتی ہے ۔

Taj Tahir Foundation

پھر بولا - ''تم پر بھی پڑے گی تب جانوگی -'' اس کی آواز مدھم تھی اور یہ کہتے وقت اس نے مٹھی بھر گھاس اکھیڑی -

ایمی نے جوش میں آ کر کہا : ''اگر کوئی میری محبت ٹھکرا دے گا تو میں مردانہ وار برداشت کروں گی اور اپنا وقار ہر حالت میں قائم رکھوں گی -'' مگر لہجے سے ظاہر تھا کہ ایمی ابھی اس چکر میں پڑی نہیں ہے -

لاری ابھی تک اسی زعم میں تھا کہ اس نے بڑی خوبی سے چوٹ جھیلی ہے - نہ واویلا کی نہ کسی کے آگے دکھڑا رو کر ہمدردی کی بھیک مانگی بلکہ اپنی مصیبت خود ہی جھیلتا رہا - مگر ایمی کے لیکچر کے بعد نقشہ بدلا ہوا نظر آنے لگا اور اسے پہلی بار یہ احساس ہوا کہ پہلی ناکامی پر اس طرح جی چھوڑ بیٹھنا اور دنیا سے بے زاری کی کیفیت طاری کر لینا بڑی کمزور بات ہے - اسے ایسا لگا جیسے کسی نے غفلت کی نیند سے اس طرح جھنجھوڑ دیا ہے کہ اب دوبارہ آنکھیں بند کرنا ناممکن معلوم ہو رہا ہے -

وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اور آہستہ سے ایمی سے پوچھا - ''کیا تمہارے خیال میں جو بھی مجھے تمہاری طرح حقارت کی نظر سے دیکھے گی ؟''

''ہاں - اگر اس حال میں دیکھے تو ضرور حقیر سمجھے گی - اسے کاہل وجودوں سے نفرت ہے - تم کوئی شاندار کارنامہ کیوں نہیں دکھاتے - پھر وہ تم سے محبت کرنے پر مجبور ہو جائے گی -''

''میں نے تو بہتیری کوشش کی مگر کچھ بنا ہی نہیں -''

''تمہارا مطلب ہے اعزاز سے ڈگری لے کر دکھا دی - مگر یہ تو کوئی کارنامہ نہیں ہے - تمہیں اپنے دادا کی خاطر سے ایسا کرنا ہی چاہیے تھا - اتنا وقت اور روپیہ خرچ ہونے کے بعد بھی ناکام ہو جاتے تو شرم سے منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے - خاص کر ایسی حالت میں کہ سب کو تمہارے قابل ہونے کا علم ہے -''

Taj Tahir Foundation

لاری نے مایوسی کے عالم میں اپنا سر ایک ہاتھ پر ٹکا کر کہنا شروع کیا۔ ''تم کچھ ہی کہو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ناکام ہو گیا۔ جب جو ہی نے مجھے ٹھکرا دیا تو میرے اعزاز سے ڈگڑی لینے کا حاصل کیا ہوا۔''

ایمی بولی۔ ''نہیں۔ یہ تمہارا خیال ہے۔ تم ناکام نہیں ہوئے ہو۔ دیکھ لینا آگے چل کر تم بھی اس نتیجے پر پہنچو گے کہ لفظ ناکامی کے لیے صرف کوشش ہی ایک ایسا ربڑ ہے جو اسے لمحہ بھر میں مٹا ڈالتا ہے۔ اپنے عزم و ارادے کو بلند رکھو۔ کسی دوسرے شغل میں لگ جاؤ گے تو موجودہ پریشانی کو قطعی بھول جاؤ گے اور پہلے کی طرح خوش و خرم رہنے لگو گے''۔

''یہ کبھی نہیں ہو سکتا''

''کوشش کرکے تو دیکھو شاید ہو جائے۔ ویسے میری نصحیت تمہیں ناگوار گزر رہی ہوگی اور تم دل میں یہی سوچ رہے ہو گے کہ بڑی آئیں ناصح مشفق! انہی کو ان معاملات کے بارے میں ایسا کون سا تجربہ ہے جو مجھے نصیحت کرنے بیٹھ گئیں۔ یقیناً میں بھی عقل کل ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔ لیکن تمہاری چال ڈھال کو دیکھ رہی ہوں اور تم جتنا سمجھ رہے ہو اس سے کہیں زیادہ تاڑ رہی ہوں۔ میں دوسروں کے تجربات اور غلطیوں کو گہری نظر سے دیکھتی ہوں اور گو ان کا تجزیہ نہیں کر سکتی لیکن انہیں یاد رکھتی ہوں اور اپنے معاملات میں ان سے فائدہ اٹھاتی ہوں۔ ویسے تم جو سے زندگی بھر محبت کرتے رہو کوئی منع نہیں کرتا۔ لیکن اس محبت میں پڑ کر خود کو بگاڑو نہیں۔ قدرت نے تمہیں اتنی ساری خوبیاں بخشی ہیں ان سب پر اس لیے پانی پھیر دینا کتنا برا ہے کہ جس عورت کو تم چاہتے ہو وہ تمہیں نہیں ملتی۔ لو بس اب میں ختم کرتی ہوں کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری عقل بیدار ہو جائے گی اور اس سنگ دل لڑکی سے چوٹ کھانے کے باوجود تم مرد ثابت ہوگے۔''

Jal Tahir Foundation

کئی منٹ تک دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ لاری جو کی چھوٹی سی انگوٹھی کو اپنی انگلی میں گھماتا رہا۔ ایمی باتیں کرتے میں جلدی جلدی خاکہ بناتی رہی تھی۔ اب اس کی نوک پلک درست کی۔ پھر اسے گھٹنے پر رکھا اور پوچھا۔ ''کیا ہے؟ پسند آیا؟''

اس نے خاکے کو نظر بھر کر دیکھا۔ پھر مسکرایا۔ خاکہ خوب بنایا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ اس میں دراز قد کاہل نوجوان گھاس پر دراز تھا۔ چہرے پر مایوسی آنکھیں نیم وا ، ایک ہاتھ میں سگار جس کا دھواں ایک پتلے ہار کی طرح اس کے سر کے گرد پڑا تھا۔

اس نے سچ مچ حیران اور خوش ہو کر کہا۔ ''تم توخوب تصویر کھینچتی ہو۔'' پھر ہنس کر بولا۔ ''ہو بہ ہو میری تصویر ہے۔''

''یہ تمھاری اس وقت کی تصویر ہے۔'' ایمی بولی اور پھر ایک اور اسکیچ نکال کر اس کے برابر رکھ کر کہا:

''یہ اس سے پہلے اُس وقت کی ہے جب تم تم ہوا کرتے تھے۔''

یہ خاکہ اتنا اچھا نہیں بنا تھا۔ لیکن اس میں زندگی اور جان تھی جس سے بہت سے عیبوں پر پردہ پڑ گیا تھا۔ اسے دیکھنے سے ماضی کی یاد اتنے جلد تازہ ہوتی تھی کہ نوجوان لاری کے چہرے کا رنگ اس پر نظر پڑتے ہی بدل گیا۔ یہ لاری کا ایک رف اسکیچ تھا جس میں وہ ایک گھوڑے کو سدھا رہا تھا۔ کوٹ اور ٹوپی اتارے سراپا مستعدی بنا ہوا۔ چہرے پر عزم کے آثار ، انداز قہرانہ۔ غرض قوت اور عمل کا مجسمہ معلوم ہوتا تھا۔ خوش وضع گھوڑا جو ابھی ابھی قابو میں آ چکا تھا کسی ہوئی باگ تلے گردن جھکائے کھڑا تھا۔ وہ ایک پاؤں کے سم سے زمین پر ٹاپیں مار رہا تھا اور کان اس طرح کھڑے کر رکھے تھے جیسے اس شخص کی آواز پر لگا رکھے ہیں جس نے اس پر قابو پایا ہے۔ گھوڑے

Taj Tahir Foundation

کی وہ الجھی ہوئی ایال ، سوار کے وہ لہراتے ہوئے بال اور اس کا وہ تن کر کھڑا ہونا ، اسکیچ کیا تھا ، طاقت ، ہمت اور شباب سے بھرپور زندہ دلی کی چلتی پھرتی تصویر معلوم ہوتا تھا جو کاہلی کے منظر کے اسکیچ کی ضد تھی ۔

لاری منہ سے تو کچھ نہ بولا مگر جب اس کی نظر پہلے اسکیچ سے دوسرے اسکیچ پر گئی تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔ اس نے اس طرح ہونٹ بھینچ لیے گویا ایمی کا پڑھایا ہوا سبق دل پر نقش کر رہا ہے ۔ ایمی کو اس کی یہ کیفیت دیکھ کر تسلی ہوئی اور اس کے بولنے کا انتظار کیے بغیر اپنے مخصوص انداز میں پھرتی سے بولی ۔ ''تمہیں وہ دن یاد نہیں جب تم نے پک کے ساتھ 'ریڑے' کا کھیل کھیلا تھا اور ہم سب تماشا دیکھ رہے تھے ۔ میگ اور بتھ تو ڈر گئی تھیں لیکن جو اچھلنے کودنے اور تالیاں بجانے لگی تھی ۔ میں اس وقت جھاڑی پر بیٹھی تمہاری تصویر بنا رہی تھی ۔ کل یہ اسکیچ بستے میں پڑا مل گیا ۔ میں نے نوک پلک درست کرکے رکھ لیا کہ تمہیں دکھاؤں گی ۔

''بہت بہت شکریہ ۔ تم نے اس وقت سے اب تک بہت ترقی کی ہے ۔ مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ کیا اس ''ہنی مون کی جنت'' میں خاکسار یہ گوش گزار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ ہمارے ہوٹل میں پانچ بجے ڈنر چنا جاتا ہے ۔''

یہ کہتے ہوئے لاری اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔ اس نے مسکرا کر ادب سے جھکتے ہوئے تصویریں واپس کر دیں اور پھر اس طرح گھڑی کی طرف دیکھا جیسے اشارتاً اسے بتاتا ہے کہ اخلاقیات سے بھرے ہوئے لیکچروں کو بھی ایک مقررہ وقت کے اندر اندر ختم ہو جانا چاہیے ۔ اس نے پہلے ہی جیسی تغافلی کا انداز اختیار کرنا چاہا مگر اب یہ داؤں نہ چل سکا کیوں کہ ایمی نے اسے پوری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ۔

آخر ایمی نے اس کی سرد مہری کو محسوس کرتے ہوئے

Taj Tahir Foundation

دل میں کہا: ''میں نے اسے خفا کر لیا ہے لیکن اگر اس سے لاری کو فائدہ پہنچے تو مجھے خوشی ہوگی اور اگر اسے مجھ سے نفرت ہو گئی تو افسوس رہے گا۔ بہر حال جو کچھ کہا ہے اس کا ایک ایک لفظ اپنی جگہ پر اٹل ہے اور میں ایک شوشہ بھی واپس لینے کو تیار نہیں۔''

واپسی پر دونوں ہنستے بولتے رہے۔ بپٹسٹ نے جو پائدان پر کھڑا تھا یہی خیال کیا کہ دونوں مزے پر آئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی حالت یہ تھی کہ دونوں بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ دوستانہ صاف گوئی میں فرق آ چکا تھا۔ دھوپ کے چمکیلے پن پر کلونس آ گئی تھی اور ظاہری خوشی کے باوجود دونوں کے دلوں میں بے چینی چھپی ہوئی تھی۔

جب ایمی کی پھوپھی کے دروازے پر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے تو ایمی نے لاری سے پوچھا۔ ''کیوں جی پردیسی صاحب آج شام ملاقات ہوگی یا نہیں؟''

''بدقسمتی سے کسی اور سے ملاقات طے کیے بیٹھا ہوں۔ اچھا محترمہ۔ خدا حافظ۔'' اور لاری اس طرح جھکا جیسے یورپی طریقے سے اس کے ہاتھ چومتا ہے۔ اس پر یہ انداز دوسرے بہت سے مردوں سے زیادہ سجتا تھا۔ مگر اس کے چہرے پر جو کیفیت تھی اسے دیکھ کر ایمی نے جلدی سے جوش کے ساتھ۔ ''نہیں لاری میرے ساتھ تو ہوش میں رہ کر پیش آیا کرو۔ پہلے ہی کی طرح رخصت ہونا ٹھیک ہے۔ میں فرانسیسی طرز کے جذبات سے پر رخصتی سلام پر انگریزی طرز کے صاف دلی کے ساتھ کیے گئے مصافحے کو ترجیح دوں گی۔''

لاری نے کہا۔ ''خدا حافظ پیاری۔'' اور اس کے ساتھ بڑے تپاک سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ اس کا لہجہ ایمی کو پسند آیا۔ مگر اس نے مصافحہ جس تپاک سے کیا اس پر تکلیف محسوس ہوئی۔

دوسرے دن صبح کو لاری حسب معمول ایمی سے ملنے نہ

Taj Tahir Foundation

آیا بلکہ اس کی جگہ ایک رقعہ ملا اور جب ایمی اسے پڑھنے لگی تو شروع میں مسکرائی اور آخر میں اس نے ایک آہ بھری - رقعہ میں لکھا تھا :

میری عزیز استانی !

مہربانی کرکے اپنی پھوپھی صاحبہ کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دو اور تم اپنے دل میں خوب خوش ہو کیوں کہ کاہل وجود لارنس اچھے لڑکوں کی طرح اپنے دادا جان کے پاس واپس جا رہا ہے - خدا کرے تمہارا موسم گرما خوش گوار گزرے اور تمھیں والروزا میں ہنی مون گزارنے کی سعادت نصیب ہو - میرا خیال ہے فریڈ تم جیسی جھنجھوڑنے والی سے خوب فائدہ اٹھائے گا - اس سے بھی یہ بات کہہ دینا اور میری طرف سے مبارک باد بھی دے دینا -

تمہارا

''ٹیلی ماکس''

ایمی نے خط پڑھنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا - ''شاباش ! اچھا ہوا کہ چلا گیا - لیکن دوسرے لمحے جب اس نے بھائیں بھائیں کرتے ہوئے کمرے پر نظر ڈالی تو بسورنے لگی اور بے اختیار اس کے منہ سے آہ نکل گئی - بولی - ''اچھا تو ہوا - لیکن مجھے اس کی یاد کتنا بے چین رکھے گی ؟

سترھواں باب

وادیٔ تاریک

بتھ کی زندگی کا یہ آخری سال خاندان کے لوگوں میں اتفاق و محبت کا نیا پیام لایا - پہلے کی سب تلخیاں دور ہو گئیں اور وہ سب مل جل کر بتھ کی بیماری اور دکھ کو بٹانے میں ہمہ تن

Taj Tahir Foundation

متوجہ ہو گئے اور اپنے تمام تفکرات کو بھول بھال گئے ۔

مکان کا سب سے زیادہ ہوا دار کمرہ بتھ کے لیے مخصوص کر دیا گیا اور اس کی پسند کی تمام چیزیں وہاں جمع کر دی گئیں ۔ جیسے رنگ برنگ کے پھول ، دل فریب اور روح پرور مناظر کی تصاویر ، پیانو ، چھوٹی سی میز، خوب صورت بلیاں ، باپ کی بہترین کتابیں ، ماں کی آرام کرسی ، جو کا ڈیسک اور ایمی کے سب سے زیادہ خوب صورت خاکے وہاں پہنچ گئے ۔ میگ روزانہ بچوں کو لے کر آتی اور دیر تک بتھ کا وقت ہنسی خوشی میں گزارتی رہتی۔ جان نے کچھ رقم اس کام کے لیے علیحدہ رکھ دی کہ مریضہ کو وہ تازے پھل برابر ملتے رہیں جن کو وہ پسند کرتی ہے ۔

بوڑھی حنا مزے دار کھانے پکاتے نہ تھکتی تاکہ مریضہ کی بھوک بڑھے اور ساتھ ہی آنسو بھی بہاتی جاتی ۔ سمندر پار سے چھوٹے چھوٹے تحفے اور شگفتہ خطوط آتے رہتے جن سے ایسا معلوم ہوتا جیسے اس سر زمین سے جہاں کبھی سردی ہوتی ہی نہیں ، محبت کے پھولوں کی خوشبو چلی آ رہی ہے اور اس کی لپٹیں بتھ اور سب گھر والوں کے مشام جاں کو معطر کر رہی ہیں ۔

غرض بتھ کو اس طرح رکھا جا رہا تھا جیسے وہ کوئی ولی اللہ ہے اور گھر اس کی عبادت گاہ ہے ۔ بتھ کا یہ عالم تھا کہ وہ ہمیشہ اپنی حالت پر قانع اور صابر و شاکر تھی ۔ نیز عادتاً ہنس مکھ اور بے غرض تھی ۔ یہ جانتے ہوئے کہ دنیا چھوڑ رہی ہوں وہ ایک مثال قائم کرنے کے لیے مصروف عمل رہتی ۔ اس کی کمزور انگلیوں کے لیے ایک دل پسند شغل یہ بھی تھا کہ سکولوں کے ان چھوٹے چھوٹے بچوں کے لیے جو اس کی کھڑکی کے نیچے سے گزرا کرتے ، چھوٹی چھوٹی چیزیں تیار کرتی رہتی ۔ کبھی بغیر انگلیوں کے دستانے بنا کر پھینکتی ، کبھی ننھے بچوں کو قلم پونچھنے کی گدیاں بنا کر دیتی ۔ کبھی کسی لڑکی کے لیے کپڑے کی گڑیا سیتی ۔ کسی کو سوئیوں کا پتا پھینک دیتی ۔ ذرا ہوشیار

Taj Tahir Foundation

لڑکوں کو تصویروں کی کاپیاں دیتی ، غرض اس طرح بچوں کو طرح طرح کے تحفے ملتے رہتے - یہ بچے جو زینۂ علم پر رک رک کر چڑھنے والوں میں سے ہیں - محسوس کرنے لگے کہ ان کے راستے میں پھول بچھا دیے گئے ہیں اور اس تحفے دینے والی کو وہ پری سمجھنے لگے تھے جو کھڑکی میں بیٹھی بیٹھی تحفے پھینکتی رہتی ہے- ایسے تحفے جو بچوں کے مذاق اور ضرورت کے مطابق ہوتے ہیں - بتھ کو اس کا انعام ان ننھے ننھے بچوں کے خوشی سے چمکتے ہوئے چہروں اور معصوم لبوں کے تبسم سے مل جاتا تھا - بچے اپنا سر ہلا ہلا کر اسے خراج تحسین ادا کرتے اور پری زندہ باد کے نعروں سے فضا کو گونجا دیتے تھے - اکثر بچے اسے اپنی کچی پکی لکھائی میں خطوط بھی لکھا کرتے جن میں اس کی تعریفوں کے طومار بندھے ہوتے -

ابتدا کے چند مہینے بڑی مسرت کے ساتھ گزر گئے - بتھ اکثر خوش ہو کر چاروں طرف دیکھتی اور کہتی - یہ سماں کتنا اچھا ہے ماں بہنیں پاس بیٹھی کام کاج میں مصروف ہیں - بچے فرش پر چلتے ہیں اور گر پڑتے ہیں - کبھی کلکاریاں مارتے ہیں کبھی والد انجیل مقدس کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں - وہ امیدوں کو زندگی کا سہارا تصور کرتے ہیں اور بیماریوں کو خدا کی طرف سے ایک آزمائش - اس وعظ میں جب ان کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے تو ان کی گفتگو میں دگنا زور پیدا ہو جاتا ہے - بہر حال یہ گھر ایک چھوٹا سا گرجا تھا اور باپ پادری جو اپنے ریوڑ یعنی عقیدت مندوں کو وہ کٹھن سبق پڑھاتا جسے سب کو پڑھنا ہی پڑتا ہے -

بیماری لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہی تھی اور آنے والے غم ناک لمحوں کے لیے انھیں تیار کر رہی تھی - آخر نقاہت اس درجہ بڑھی کہ اس نے وہ سوئی جس سے بچوں کو تحفے ملتے تھے یہ کہہ کر ہاتھ سے رکھ دی کہ مجھے بہت بھاری معلوم ہوتی ہے اور پھر وہ سوئی اٹھانی غریب کو دوبارہ نصیب نہ ہوئی - بات کرنے

Taj Tabir Foundation

سے تکان معلوم ہونے لگی اور صورتوں سے نفرت ہو گئی - دن کاٹنا دوبھر تھا اور رات کو سونا حرام ہو گیا - سانس بار بار اکھڑنے لگا - اس کے پتلے پتلے ہاتھ اوپر کو اٹھے رہتے ، گویا وہ خاندان والوں سے التجا کر رہی ہے کہ مجھے بچاؤ - میری فریاد سنو - خاندان والے اس حالت کر دیکھتے تو خدا کے حضور میں گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں کرتے کہ الٰہی اس کی مشکل آسان کر دے - بتھ کی پر سکون روح ڈوبتی جا رہی تھی - موت اور زندگی کی کشمکش آخری مرحلے پر پہنچ گئی تھی لیکن بتھ کا استقلال اب بھی جنبش میں نہ تھا - معلوم ہوتا تھا کہ وہ موت سے قطعی خوف زدہ نہیں ہے بلکہ وہ بڑی خوشی کے ساتھ اپنی جان جانِ آفریں کو سپرد کرنے کے لیے تیار ہے -

چوں کہ بتھ نے جو سے کہا تھا کہ مجھے تمہارے پاس بیٹھنے سے تقویت ہوتی ہے اس لیے جو کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے جدا نہیں ہوئی - وہ بتھ کے کمرے میں کوچ پر ہی پڑ کر سو جاتی اور آتش دان میں لکڑیاں ڈالنے اور مریضہ کو اٹھانے یا اس کی دیکھ بھال کرنے کے لیے بار بار جاگتی - جہاں تک ہو سکتا بتھ بھی اسے تکلیف نہ دیتی - بلا ضرورت کوئی چیز نہ مانگتی جو نے بھی تیمار داری کی حد ختم کر دی - دن بھر اس کے کمرے کے چکر لگاتی ، دوائی پلاتی اور اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی - پھر یہ سمجھتی کہ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس سے بڑی عزت کبھی نصیب نہیں ہو سکتی - یہ خدمت کی گھڑیاں جو کے لیے بیش قیمت ثابت ہوئیں - اس خدمت سے اس کے دل میں وہ گداز پیدا ہوگیا جس سے وہ محروم تھی - حالات نے اسے تحمل اور برداشت کے وہ سبق سکھائے جن سے پہلے نا آشنا تھی - اس نے یہ بھی سیکھا کہ خیرات کا مستحق سب کو سمجھو - وہ مزاج پیدا کرو جو ظلم و جفا کو فراموش کر دے - نا مہربانیوں کو بھلا دے اور در گزر کی عادت راسخ کر دے - اپنا فرض

Taj Tahir Foundation

پوری وفاداری سے ادا کرو اس سے سخت سے سخت کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ وہ یقین کامل پیدا کرو جو کسی سے خوف زدہ نہ ہو اور شبہہ کے بغیر اعتماد کر سکے۔

اکثر جو کی آنکھ کھلتی تو دیکھتی کہ بتھ یا تو اپنی چھوٹی سی پرانی کتاب پڑھ رہی ہے۔ یا بے خواب رات کاٹنے کے لیے کچھ گنگنا رہی ہے یا چپکے چپکے رو رہی ہے

ے ہم چپکے چپکے روتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے

جو یہ دیکھتی اور اپنے خیالات میں ایسی غرق ہوتی کہ رونا بھی بھول جاتی وہ سوچتی کہ بتھ زندگی کو منقطع کرنے کے لیے کس کس طریقے سے کام لے رہی ہے۔ خاموش دعائیں، مقدس کتاب کی تلاوت اور موسیقی اس کام میں اس کا ہاتھ بٹا رہی ہیں۔

جو پر ان نظاروں نے اتنا اثر کیا کہ بڑے سے بڑے وعظ، اچھی سے اچھی مناجاتیں اور پرسوز آہیں بھی اتنا کام نہ کرتیں۔ اس کے دل کو غم کی چوٹ نے نرم و گداز بنا دیا تھا اور آنکھیں اشک ریزی سے پاک صاف ہو چکی تھیں۔ بہن کا یہ حسن دیکھنے کے بعد یوں سمجھیے کہ وہ خود حسین ہو گئی۔ ہر چند بتھ ہنگاموں اور عزائم سے خالی تھی مگر اس میں وہ حقیقی خوبیاں موجود تھیں جن سے انسان کی مشت خاک پھول کی طرح کھل کر مہک اٹھتی ہے۔ خود فراموشی جس سے اس دنیا کا حقیر ترین انسان آسانی دنیا میں جلد سے جلد یاد کیا جاتا ہے۔ ایسی سچی کامیابی ہے جسے حاصل کر لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

ایک رات بتھ اپنی میز کی رکھی ہوئی کتابوں میں کوئی ایسی چیز ڈھونڈ رہی تھی جس سے دل بہلائے اور تکلیف و تکان دور ہو جائے۔ چنانچہ وہ مشہور کتاب پلگرمز پروگریس کی ورق گردانی کرنے لگی۔ یہ کتاب اسے بہت پسند تھی۔ اتفاق سے اسی کتاب میں جو کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک پرزہ ملا۔ اس کی سطریں کچھ مٹی مٹی سی تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ لکھنے والی کے

Taj Tahir Foundation

آنسو بھی اس پر گرے تھے۔

بتھ نے سوچا اس وقت جو گہری نیند میں ہے جگانا مناسب نہیں اور بغیر اجازت اس کا پڑھنا بھی ٹھیک نہیں۔ پھر خیال کیا جب وہ خود اپنی سب چیزیں مجھے دکھا دیا کرتی ہے تو یہ پرزہ بغیر پوچھے پڑھ لوں گی تو ہرگز ناراض نہ ہوگی۔ چنانچہ اس نے حسب ذیل نظم پڑھی۔

میری بتھ

سائے میں بیٹھی ہوں صبر کے ساتھ
ایک خاموش و مقدس ہستی
جلوۂ صبح مسرت کے عیاں ہونے تک
میرے غم خانے کو رخشندہ بنا جاتی ہے
یاس و حرمان و امید و غم و آلام جہاں
جیسے دریا میں سبک رو موجیں
اس کے قدموں سے کہ ہے بر لب جو محو خرام
آ کے ٹکراتے ہیں ٹکرا کے پلٹ جاتے ہیں
اے بہن اب کے مجھے چھوڑ کے تو جاتی ہے
فکر انساں کی رسائی سے پرے
وہ محاسن مجھے تحفہ ہی سمجھ کر دے جا
بھر گئے ہیں جو تیری زیست میں اک رنگ جمال
بخشتی جا مجھے اب ورثے میں وہ صبر عظیم
جس میں قوت ہے کہ قائم رکھے
قفس رنج میں خوش باشی کو
اور کبھی وا لب شکوہ نہ کرے
کر عطا مجھ کو کہ ہوں حاجت مند
وہ حسیں حوصلۂ با تدبیر
جو بنائے ہوئے ہر گام پہ ہے
جادۂ فرض کو سر سبز ترے پاؤں تلے

Taj Tahir Foundation

دے مجھے فطرت بے لوث کہ جو
نگہ لطف خدا داد کے ساتھ
بخش سکتی ہے گناہوں کو بنام الفت
رحم دل ! میری خطائیں بھی معاف
اس طرح روز ہمارا یہ جدا ہو جانا
کچھ نہ کچھ درد کی شدت میں کمی کرتا ہے
اور یہ دشوار سبق سیکھنے سے
نفع بن جاتا ہے آخر مرا نقصان عظیم
کیوں کہ احساس الم فطرت وحشی کو مری
نرم و خاموش و سکون بخش بنا ڈالے گا
آئے گی زیست میں پھر تازہ امنگوں کی بہار
اور ایماں بھی مرا غیب پہ تازہ ہوگا
اب سے دریائے سبک رو کے اس پار
نظر آئے گی ہمیشہ سے زیادہ بڑھ کر
ایک محبوب گھریلو صورت
منتظر ساحل دریا پہ مری
یہی امید و عقیدہ مرے غم کی تخلیق
نگراں ہوں گے فرشتوں کی طرح
اور پہلے کی گئی میری بہن
ان کے ہاتھوں مجھے گھر لائے گی

اسے پڑھنے کے بعد بتھ کے دل میں ایک ٹھنڈک سی پڑ گئی - اسے یہ ملال تھا کہ دنیا میں رہ کر کچھ کر کے نہ دکھایا لیکن یہ پرزہ پڑھ کر اسے تسلی ہو گئی کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی زندگی بے مصرف نہیں رہی - وہ اس کاغذ کو لپیٹ کر اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی - اتنے میں وہ لکڑی جو آتش دان میں جل رہی تھی پھٹ کر گری - جو اس آواز سے فوراً جاگ اٹھی پھر ادھر اُدھر دیکھا - بتھ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی یہ سمجھی سو رہی ہے -

Taj Tahir Foundation

چوں کہ رات ابھی باقی تھی اس لیے جو اپنے بستر میں گھس گئی۔
بتھ نے کہا پیاری بہن میں سوئی ہوئی نہیں ہوں۔ اس وقت تو میں بے حد خوش ہوں۔ یہ کاغذ میرے ہاتھ لگ گیا تھا، یہ تمھارا ہے۔ مگر میں نے اسے پڑھ ڈالا ہے کیوں کہ میں جانتی تھی کہ تم کچھ نہیں کہو گی۔ کیا تم میرے بارے میں اتنی اچھی رائے رکھتی ہو؟ اس کے لہجے میں حسرت ناک عاجزانہ خلوص تھا۔

جو بہن کے تکیے پر اس کے سر کے قریب سر رکھ کر بولی: ''بتھ تمھیں کیا بتاؤں کہ تم میرے نزدیک کیا ہو۔''

بتھ نے کہا تو پھر مجھے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں نے زندگی یونہی گنوائی۔ میں اتنی اچھی تو نہیں ہوں جتنا تم نے ظاہر کیا ہے لیکن نیک راہ پر چلنے کی کوشش ضرور کی ہے اور اب جب کہ اس سے بہتر بننے کے لیے وقت ہی نہیں رہا ہے، تو اس بات سے بڑی دل کو ڈھارس بندھی ہے کہ کسی کو مجھ سے اتنی محبت ہے۔ اور میں نے اس کے خیال میں اس کی دست گیری کی ہے۔

جو: بتھ! میرے لیے دنیا میں جو تم ہو وہ دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ سوچا کرتی تھی تم کو مرنے نہیں دوں گی لیکن اب یہ بات سمجھ میں آتی جا رہی ہے کہ میں تمھیں ہاتھ سے کھو نہیں رہی ہوں۔ موت ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کرسکتی۔ گو بہ ظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے، اب تم مجھے پہلے سے بھی زیادہ عزیز ہو گئی ہو۔

بتھ: ہاں میں جانتی ہوں کہ موت ہمیں چھڑا نہیں سکتی۔ چنانچہ اسی وجہ سے مجھے موت کا خوف نہیں رہا ہے۔ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی ہے کہ مرنے کے بعد بھی میں تمھیں اتنی ہی عزیز رہوں گی اور پہلے سے زیادہ تمھارے کام آیا کروں گی۔ میرے بعد تم میری جگہ لے لینا جو، اور ماں باپ کا دل ہاتھ میں رکھنا۔ اس بات کو نہ بھولنا کہ میرے بعد ان کا دل تم ہی سے

Taj Tahir Foundation

بہلا رہے گا۔ ان کو سہارا دیے رہنا اور اکیلی ہونے کی وجہ سے دشواری محسوس ہو تو گھبرانا نہیں میں تمھاری مدد کروں گی۔ مجھے یاد کرکے تمھیں جتنی خوشی ہوگی اتنی معرکتہ الارا کتابیں لکھ کر یا دنیا کی سیاحت کرکے بھی نصیب نہ ہو سکے گی۔ بس یوں سمجھو محبت ہی ایسی چیز ہے جسے دنیا سے چلتے وقت ساتھ لے جایا جا سکتا ہے اور سچ پوچھو تو اسی سے انجام بہ خیر ہوتا ہے۔

جو: بتھ میں تمھاری وصیت پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ اس کے بعد جو نے اپنے سارے پرانے ارادے تج دیے اور ایک نئے اور بہتر عزم کا پیمان باندھ لیا اس نے سمجھ لیا کہ دوسری سب آرزوئیں اور ارمان کتنے لچر اور پوچ ہیں اور محبت کے غیر فانی ہونے پر یقین کرنے سے دل کو کتنی تسلی ہوتی ہے۔

غرض یوں بہار کے دن آئے اور گزر گئے۔ آسمان صاف شفاف رہنے لگا۔ زمین ہری بھری ہو گئی۔ پھول کھلنے لگے۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ پرندے ایسے وقت آ گئے کہ بتھ کو رخصتی سلام کر لیں۔ وہ ایک اعتماد کرنے والی بیٹی کی طرح ماں باپ کے ہاتھوں کو آخر تک تھامے رہی۔ کیوں کہ ان دونوں نے اس کی زندگی بھر رہنمائی کی تھی اور اس وقت بھی ان دونوں نے اسے موت کی تاریک وادی سے گزار کر خدا کے سپرد کر دیا۔

پو پھٹنے سے کچھ پہلے تاریکی میں اس نے ماں کے سینے پر جہاں دنیا میں آنے کے بعد پہلا سانس لیا تھا آخری سانس لیا اور ایک محبت بھری نظر ڈال کر اور ہلکی سی آہ بھر کر رخصت ہو گئی۔

کتابوں کے اوراق کے باہر ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے کہ مرنے والوں نے یادگار الفاظ ادا کیے ہوں یا انھیں کوئی جلوہ نظر آیا ہو یا مرتے وقت ان کے چہرے پر نور برسنے لگا ہو۔ جنھوں نے لوگوں کو بہ کثرت مرتے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ قدرتی موت اس طرح واقع ہوتی ہے جیسے نیند آ گئی ہو۔ بتھ کی

Tai Tahir Foundation

موت بھی اسی طرح ہوئی گویا اسے نیند آ گئی ہے یا ایک موج تھی جو آئی اور اتر گئی۔

ماں اور بہنوں نے روتے دھوتے اپنے ہلکے ہاتھوں سے جنازہ تیار کر دیا۔ گویا وہ ابدی نیند کے لیے مستعد ہو گئی۔ صبح ہوئی تو کئی مہینے بعد پہلی دفعہ کمرے کی آگ بجھی ہوئی تھی۔ جو اپنی جگہ پر نہ تھی، کمرہ سنسان پڑا تھا۔ لیکن قریب ہی شگوفے پھوٹتی ہوئی ایک شاخ پر کوئی پرندہ چہچہا رہا تھا۔ کھڑکی میں سنوڈ روپ (پھول) کھل رہے تھے۔ اور دھوپ مرحومہ کے چہرے پر اس طرح پڑ رہی تھی جیسے رحمت باری کا نزول ہو رہا ہے۔ اس کے چہرے پر غیر معمولی طمانیت اور سکون تھا اور اس پر جان چھڑکنے والوں کی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ خدا کا شکر ادا کر رہے تھے کہ بتھ آخر کار اچھی ہو گئی۔

اٹھارواں باب

بھلانے کی کوشش

ایمی کے وعظ و نصیحت کا لاری پر کافی اثر پڑا۔ گو اس نے کبھی زبان سے اس کا اقرار نہیں کیا۔ مرد کی فطرت ہے بھی کچھ ایسی ہی کہ وہ اس بات کا کبھی اقرار نہیں کیا کرتا کہ کسی عورت نے اسے نیک راہ پر لگایا ہے۔ اول تو وہ عورت کی صلاح مانتا ہی نہیں کیوں کہ اسے ناقص العقل سمجھتا ہے اور کسی مشورہ کو مان بھی لیا تو اس کی توجیہہ یوں کرتا ہے کہ یہ راستہ تو میرے ذہن میں بھی تھا اور میں عنقریب اس پر عمل کرنے والا تھا۔ اگر عورت کی کوئی ایسی صلاح جس پر عمل کرتے ہی کام بن جائے تو اس صورت میں اسے آدھی داد کا حق دار سمجھتا ہے۔

اور جو کام الٹا ہو جائے تو سارا الزام عورت کے سر منڈھ دیتا ہے ۔ مرد کی اس نفسیاتی کیفیت کو ملحوظ رکھیے اور دیکھیے کہ جب لاری اپنے دادا کے پاس واپس چلا گیا تو اس نے اپنے دادا کی خدمت اور فرماں برداری میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ بڑے میاں نے کہنا شروع کر دیا کہ نائس کی آب و ہوا نے اس کی صحت پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے اسے چاہیے کہ دوبارہ نائس کا چکر لگائے ۔ لاری بھی چاہتا تو یہی تھا مگر وہاں جانے میں غیرت مانع تھی ۔ ایمی کی ڈانٹ سننے کے بعد کوئی لاری کو سونے میں تول دیتا تو وہ نائس کا رخ نہ کرتا ۔ ایمی کے یہ الفاظ بار بار یاد آتے کہ ''میں تمھیں حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں ۔ کوئی ایسا کارنامہ دکھاؤ کہ جو تم سے محبت کرنے لگے'' ۔

لاری نے اس بات کو اپنے ذہن میں باربار اس شدت کے ساتھ دھرایا کہ اسے یقین آنے لگا کہ وہ حقیقتاً خود غرض اور کاہل ہے ۔ لیکن انصاف شرط ہے ۔ جب دل پر شدید غم و اندوہ طاری ہو تو اسے دور کرنے کے لیے آدمی کاہلی اختیار کر لیتا ہے ۔ اس معاملے میں بے کار پڑے رہنے سے قدرے آرام ملتا ہے۔ وہ کسی کام کرنے کے قابل رہتا ہی نہیں تو کام کیا کرے ۔ اگرچہ ناکامیٔ محبت کا اثر دور ہو چکا تھا مگر بہ تقاضائے وفا کبھی کبھی دل سے آہ ضرور نکل جاتی تھی ۔ اس نے محبت کے اس خفیف اثر کو بھی دور کرنے کی پوری کوشش کی اور پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ کوئی ایسا کارنامہ دکھائے کہ جو بھی اس کا احترام کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ایک لڑکی کے انکار شادی سے اپنی زندگی تباہ کر دینا کہاں کی عقل مندی ہے ۔ ایمی کی صلاح کی بھی کچھ ایسی ضرورت نہ تھی، میں تو خود ہی انتظار کر رہا تھا کہ ناکامیٔ محبت کا اثر زائل ہو جائے تو زندگی کی جد و جہد میں پوری طرح حصہ لوں ۔

مشہور شاعر گوئٹے کی عادت تھی کہ ہر خوشی یا غم پر ایک

Taj Tahir Foundation

گیت لکھ دیتا تھا ۔ اسی طرح لاری نے غم محبت کو موسیقی کی مومیائی سے محفوظ کرنے اور ایک ایسا مرثیہ لکھنے کا تہیہ کر لیا جو جو کے دل کو برما دے اور سامع کا دل پگھلا دے ۔ چنانچہ جب دادا جان نے پوتے کو بے چین اور فکر مند دیکھ کر ویانا جانے کا حکم دیا تو وہ فوراً وہاں پہنچ گیا ۔ ۔ وہاں اس کے موسیقار دوست تھے ۔ اس نے بڑے انہماک کے ساتھ نام پیدا کرنے کی دھن میں موسیقی کی دھنوں میں اپنے آپ کو گم کر دیا ۔ مگر یا تو اس کا غم اتنا وسیع تھا کہ موسیقی میں سما نہ سکا یا پھر موسیقی اتنی غیر مادی تھی کہ ایک مادی غم کا بار نہ اٹھا سکی۔ بہر حال اسے معلوم ہو گیا کہ مرثیہ لکھنا کم از کم اس کے بس کی بات نہیں ہے ۔ دماغ ابھی کام کرنے کے قابل نہ تھا اور خیالات سلجھنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا ۔ اکثر ایسا ہوتا کہ غم ناک راگ کے دوران میں وہ خود بہ خود رقص کی کوئی ایسی دھن گنگنانے لگتا جس سے نائس کے کرسمس کے رقص خاص کر گھٹیلے جسم کے فرانسیسی رقص کی تصویر آنکھوں تلے پھر جاتی اور غم ناک گیت لکھنے کا کام رک جاتا ۔

پھر اس نے اوپیرا کی کوشش کی کیوں کہ شروع میں اسے کوئی کام ناممکن معلوم نہ ہوتا تھا لیکن یہاں بھی ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کا پہلے سے سان و گمان تک نہ تھا ۔ وہ اس میں جو کو ہیروئن کے طور پر لانا چاہتا تھا لیکن اپنی محبت کے رومانی نظارے اور جذبات سے لبریز باتیں یاد کرنے کے لیے حافظے پر بہتیرا زور ڈالا ۔ دماغ نے کام ہی کرکے نہ دیا ۔ ایسا ہو گیا جیسے اس میں بھی سرکش جو کی روح حلول ہو گئی ہے ۔ اسے جو کی انوکھی حرکتیں، قصور اور کمزوریاں ہی یاد آتیں جن سے اس کے غیر جذباتی پہلو ہی آجاگر ہوتے ۔ مثلاً سر سے کپڑا باندھ کر چٹائیاں وغیرہ جھاڑنا ۔ اپنے گرد صوفے کے تکیوں کی باڑھ کھڑی کرنا یا اس جذبۂ محبت پر پانی پھیرنا ۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ

Taj Tahir Foundation

ہنسے بغیر نہ رہ سکا اور جس حرمانی تصویر میں رنگ بھرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ بگڑ کر رہ گئی ۔ لہذا جو کو اوپیرا میں رکھنا ناممکن نظر آیا اور یہ کہتا ہوا کہ ''اس لڑکی پر خدا کی رحمت ۔ آفت ہے ۔'' سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا رہ گیا ۔ عموماً گیت لکھنے والے پریشانی کی حالت میں یہی کیا کرتے ہیں ۔

ادھر ناکام ہونے کے بعد جب اسے نغمے کی شکل میں غیر فانی بنانے کے لیے کسی اور ایسی عورت کی تلاش ہوئی جو اتنی سر کش نہ ہو تو حافظے نے فوراً ہی ایک خیالی عورت بڑی مستعدی کے ساتھ حاضر کر دی جس کے چہرے تو مختلف قسم کے ہوتے مگر بال ہمیشہ سنہری ہوتے اور ایک بادل میں چھپی ، گلاب کے پھولوں ، موروں ، سفید خچروں اور نیلے فیتوں کے ہجوم میں گھری اس کے چشم تصور کے آگے تیرتی رہتی ۔ حکم پر حاضر ہو جانے والی اس خیالی عورت کا لاری نے کوئی نام تو نہ رکھا مگر اسے اپنی خیالی محبوبہ بنا کر گرویدہ ضرور ہو گیا اور کیسے نہ ہوتا جب کہ ہر صفت سے اسے متصف کر دیا تھا اور اس کے ساتھ کڑی سے کڑی آزمائش کی آگ میں کود پڑتا تھا اور لطف یہ کہ بال بیکا نہ ہوتا تھا ۔ حالاں کہ ایسی آزمائشوں میں پڑ کر کوئی گوشت پوست کی عورت زندہ سلامت نہیں رہ سکتی ۔

اس خالی صنم کے سہارے وہ کچھ عرصہ تو چلتا رہا پھر رفتہ رفتہ یہ سحر بھی ٹوٹ گیا۔ اب وہ گیت لکھنا بھول گیا۔ طبیعت ٹھس ہو کر رہ گئی ۔ قلم ہاتھ میں تھامے تفکرات میں گم بیٹھا رہتا یا دماغ تازہ کرنے اور اس میں نئے خیالات پیدا کرنے کے لیے شہر کے چکر لگاتا رہتا ۔ کام تو معمولی ہوا مگر سوچ بچار کا موقع خوب ملا ۔ چنانچہ وہ محسوس کرنے لگا کہ اس میں اندر ہی اندر غیر ارادی طور پر کوئی تبدیلی ہو رہی ہے ۔ وہ خود سے کہتا شاید میرا قدرتی جوہر اپنی نمود کے لیے پھڑک رہا ہے ۔ میں اسے پھڑکنے دوں گا اور نتیجہ کا منتظر رہوں گا ۔ پھر یہ شبہ پیدا

Taj Lahir Foundation

ہوتا کہ یہ قدرتی جوہر نہیں وقتی جذبہ ہے ۔ بہر حال اس جذبے کی وجہ سے لاری اپنی بے ترتیب زندگی سے غیر مطمئن نظر آنے لگا اور ٹھوس کام کرنے کی تمنائیں جو مدت سے خوابیدہ تھیں جاگ اٹھیں اور وہ بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ ہر وہ شخص جو موسیقی کا دلدادہ ہو گیت لکھنے کا اہل نہیں ہوتا ۔

رائل تھیٹر میں موزارت کا ایک اوپیرا بڑی شان سے ہوا ۔ وہاں سے واپسی پر اس نے اپنے لکھے ہوئے اوپیرا ایک ایک کرکے دیکھے اور جنھیں بہترین سمجھتا تھا ان میں سے چند بجا کر دیکھے ۔ پھر مینڈلسن بتھیرون اور باش کے مجسموں کو بیٹھا دیکھتا رہا اور وہ بھی اس کی صورت دیکھتے رہے ۔ پھر اپنے سب گیت ایک ایک کرکے پھاڑ ڈالے اور جب آخری گیت کا پھٹا ہوا پرزہ اس کے ہاتھ سے گر رہا تھا تو سنجیدگی سے بولا : وہ ٹھیک کہتی ہے ، قابلیت اور چیز ہے قدرتی جوہر اور چیز ہے اور کوشش سے ایک دوسرے کا بدل نہیں بنایا جا سکتا ۔ جس طرح روم کی فضا نے مصوری کا سودا اس کے دماغ سے نکال دیا ہے اسی طرح اس موسیقی نے میرا بھی دماغ درست کر دیا ہے ۔ میں فریب کا جامہ اتاروں گا لیکن اب کروں کیا ؟

اس سوال کا جواب آسان نہ تھا ۔ لاری تمنا کرنے لگا کاش وہ غریب ہوتا اور پیٹ کے لیے دھندا کرنے پر مجبور ہوتا مگر اس کے پلے تو دولت تھی اور کرنے کو کوئی کام نہ تھا ۔ شیطان کے متعلق مشہور ہے کہ ہمیشہ پیٹ بھرے بے کاروں کو ورغلا کر برائی کراتا ہے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ تو مجبور ہو کر اسے بھی یہ کہنا پڑا کہ میرے شیطان کے حوالے ہو جانے کا یہ اچھا خاصا موقع ہے ۔ مزید برآں لاری کو بگاڑنے کے لیے بیرونی اور اندرونی دونوں طرح کی تحریص موجود تھی لیکن اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنا دامن بچائے رکھا ۔ اگرچہ آزادی کا شائق تھا مگر ایمان و یقین کی قدر بہت زیادہ کرتا تھا ۔ پھر دادا سے نیک چلن رہنے کا

Taj Tahir Foundation

وعدہ کر چکا تھا اور جو لڑکیاں اس کی دل دادہ تھیں ان کی نظروں میں سبک ہونا نہ چاہتا تھا ۔

کوئی نہ کوئی شکی بیگم یہ سن کر فوراً کہہ ہی اٹھیں گی کہ میں یہ سب ماننے کو تیار نہیں ہوں لڑکے بالے لڑکے بالے ہی ہوتے ہیں اور نوجوان جوانی میں لغزش کے بغیر نہیں رہتے اور عورتوں کو یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ کوئی اعجاز دکھادیں گی ۔

ہم کہیں گے کہ ہاں بیگم صاحب آپ نہ مانیں مگر یہ بات ہے سچ کہ عورتیں اکثر اعجاز دکھایا کرتی ہیں بلکہ میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ اگر وہ اس قسم کی باتوں کو ماننے سے انکار کر دیں تو مردوں کے چال چلن کا معیار بھی اونچا کر سکتی ہیں ۔ لڑکے بالے جب تک لڑکے بالے بنے رہیں اسی وقت تک اچھا ہے ۔ اسی طرح اگر نوجوان بغیر لغزش کے نہ رہ سکیں ۔ انھیں روکو نہیں کرنے دو لیکن ماؤں بہنوں اور دوستوں کو چاہیے کہ انھیں حد سے نہ بڑھنے دیں بلکہ لڑکوں کے منہ پر اس کا اظہار بھی کر دیں کہ ان میں ایسی صفات موجود ہیں جن سے نیک عورتوں کی نظر میں مرد ہیرا بن جاتا ہے ۔ اگر یہ عورت کی خود فریبی ہے تو چلو یونہی سہی ۔ ہمیں اس مغالطے میں رہنے دو کیوں کہ اس کے بغیر زندگی کا آدھا حسن اور رومان غارت ہو جاتا ہے اور بری گھڑی کی دعائیں مانگتے رہنے سے بہادر اور نیک دل لڑکوں کے بارے میں ہماری توقعات کا خون ہو جاتا ہے ۔ وہ کیسے ہی ہوں مگر اپنی ماؤں کو اپنے سے بھی زیادہ چاہتے ہیں اور اس کا اقرار کرنے سے شرماتے ہیں ۔

لاری اس غلط فہمی میں تھا کہ جو کی محبت بھلانے کے لیے برسوں تک پوری قوت صرف کرنی پڑے گی لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کام روز بروز آسان ہوتا جاتا ہے ۔ ابتدا میں تو وہ خود پر بھی بہت بگڑا ۔ اس کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا

Taj Tahir Foundation

کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے مگر قدرت کے رنگ نیارے ہیں ، کبھی کچھ کبھی کچھ - ہمارے نہ چاہنے کے باوجود کائنات بدلتی رہتی ہے - ہر چیز میں تغیر آ جاتا ہے - اس لیے اس وقت لاری کے دل میں جو ٹیسیں اٹھتی تھیں ان کا بند ہو جانا بھی تعجب نہیں - لاری اپنے زخم کا اندمال دیکھ دیکھ کر حیران رہ گیا - کہاں تو یہ کوشش کہ جو کو دل سے بھلا دے اور کہاں یہ عزم کہ جو کی یاد ہمہ وقت رہے - اسے حالات کی اس اچانک کروٹ کا سان و گمان بھی نہ تھا اور نہ وہ اس تبدیلی کے لیے تیار تھا - اسے اپنے اس تلون پر بڑی حیرانی تھی - اتنی سخت چوٹ اتنی جلدی اچھی ہوتی دیکھ کر مایوسی اور افسوس کے ساتھ اسے تسلی بھی ہوئی اور یہ دال کھچڑی جیسی ملی جلی جذباتی کیفیت کچھ عجیب و غریب معلوم ہوتی - اس نے بارہا اپنی محبت کی آگ میں چنگاریاں کریدیں مگر انھوں نے بھڑکنے سے انکار کر دیا - صرف ایک تسکین بخش چمک دیتی رہیں جس کی گرمائی سے آرام تو آیا مگر حدت پیدا نہ ہوئی - اس نے محسوس کیا کہ جذبات دل کا جوش آہستہ آہستہ گھٹ کر ایک پر سکون جذبہ بنتا جا رہا ہے جس میں قدرے قدرے گداز ، غم اور خفگی کی آمیزش ہے لیکن یہی ماحول رہا تو رفتہ رفتہ یہ بھی جاتا رہے گا اور بھائی چارے کی آنسیت اس کی جگہ لے لے گی جو مرتے دم تک اٹوٹ رہے گی - لفظ ''بھائی چارے'' کا خیال آتے ہی وہ مسکرایا اور موزارت کی تصویر کو دیکھا جو اس کی نظروں کے سامنے تھی -

'موزارت' بڑا آدمی تھا - جب ایک بہن چھوٹ جاتی تھی تو دوسری بہن بنا لیتا تھا - یوں وہ ہمیشہ خوش رہا - یہ الفاظ لاری کے منہ سے ادا نہیں ہوئے صرف دماغ میں آئے اور دوسرے ہی لمحے جو کی دی ہوئی چھوٹی سی پرانی انگھوٹھی کو چوم کر دل ہی دل میں کہا - میں اسے بھولوں گا نہیں - ابھی تک بھولا نہیں ہوں اور نہ کبھی بھول سکوں گا ایک بار پھر کوشش کروں گا

Taj Tahir Foundation

اور اگر اب کے بھی ناکام رہا تو پھر ـــــ اس فقرے کو ناتمام چھوڑ کر وہ جو کو خط لکھنے لگا ۔ اس میں یہ فقرے قابل غور تھے کہ جب تک تمھارا ارادہ بدلنے کی آس باقی ہے میں کسی طرف متوجہ نہ ہو سکوں گا ۔ اور ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ شادی پر راضی ہو کر اسے گھر واپس آنے اور ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے کا موقع دے ۔ پھر جواب کے انتظار کے زمانے تک اس نے کوئی کام نہیں کیا ۔

انتظار میں بے تابی تو حد سے سوا ہوا ہی کرتی ہے ۔ یہ معلوم ہوتا تھا گویا بخار چڑھا ہؤا ہے ۔ آخر کار جواب آ ہی گیا اور وہ ٹکا سا جواب تھا ۔ جو کی حالت اس محل پر دگرگوں تھی ۔ وہ بتھ کی تیارداری میں اس قدر مصروف تھی کہ عشق و محبت کی کہانی اس کے لیے بے وقت کے راگ سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی ۔ اس نے جواب کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایمی کو بتھ کے بارے میں کچھ نہ بتانا ۔ اس کی حالت روز بروز بگڑتی جا رہی ہے، چند دن کی مہمان ہے ۔ ایمی موسم بہار میں گھر آ رہی ہے یہاں آ کر وہ سب کچھ دیکھ لے گی ۔ روم میں قیام کے جتنے دن رہ گئے ہیں انھیں سوگوار بنانے کی ضرورت نہیں ۔ ہاں تم اسے جلدی جلدی خط لکھا کرو تاکہ وہ تنہائی محسوس نہ کرے اور گھر کی یاد نہ ستانے لگے ورنہ وہ پریشان ہوگی ۔

لاری نے جو کا خط ختم کر کے کہا ۔ ہاں میں اسے فوراً خط لکھتا ہوں ۔ بے چاری کو گھر پہنچ کر بہت دکھ ہوگا اور اس طرح ڈیسک کھولا جیسے کچھ ہفتے پہلے جو فقرہ نا تمام چھوڑ دیا تھا اس کی تکمیل یونہی ہونی چاہیے تھی کہ ایمی کو خط لکھا جائے ۔ لیکن اس روز تو خط نہیں لکھا کیوں کہ بعض کاغذات کی تلاش میں ایک چیز ایسی ہاتھ لگ گئی جس نے ارادہ ہی بدل دیا ۔ ڈیسک کے ایک حصے میں بلوں، پاسپورٹ اور مختلف کاروباری دستاویزوں میں ملے جلے جو کے کئی خط مل گئے اور

Taj Tahir Foundation

ڈیسک کے ایک حصے میں ایمی کے تین خط بھی ملے جو ایک نئے فیتے میں احتیاط سے باندھ دیے گئے تھے اور ان رقعوں کے اندر رکھے ہوئے باسی پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ لاری نے کچھ ندامت اور کچھ خوشی کے ساتھ جو کے سارے خطوط لپیٹ کر ڈیسک کی ایک چھوٹی دراز میں رکھے۔ پھر ایک لمحے تک اس کی انگوٹھی کو انگلی میں گھماتا رہا اور کچھ سوچتا رہا اس کے بعد انگوٹھی بھی اتار کر خطوط کے ساتھ رکھ دی اور دراز کو قفل لگا دیا۔ اور سینٹ سیٹفان کے گرجا میں وعظ سننے کے لیے چلا گیا۔ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا گھر میں موتا ہوگئی ہے۔ اگرچہ تکلیف سے مغلوب نہیں تھا پھر بھی خوب صورت خواتین کو خطوط لکھنے کی بہ نسبت دن کا بقیہ حصہ اس طرح گزارنا زیادہ مناسب معلوم ہوا۔

ایمی کے نام بہت جلد خط روانہ کر دیا گیا اور اس کا فوراً جواب بھی آ گیا۔ ایمی کو گھر کی یاد بہت ستا رہی تھی اور اس نے بڑے پیارے راز دارانہ انداز سے یہ بھید بتا دیا تھا۔ ان کے درمیان خط و کتابت زور شور سے ہوتی رہی۔ موسم بہار کے ابتدائی دنوں میں یہ خط و کتابت باقاعدگی کے ساتھ جاری رہی۔ لاری نے اپنے مجسمے بیچ ڈالے۔ اوپیرا کو دیاسلائی دکھا دی اور اس توقع میں پیرس پہنچ گیا کہ بہت جلد کوئی اور بھی آن پہنچے گا۔ اصل میں تو نائس جانے کے لیے اس کا دل تڑپ رہا تھا مگر تہیہ کر لیا تھا کہ بن بلائے نہ جائے گا۔ مگر ایمی اسے بلاتی کس طرح وہ ان دنوں بعض ایسے تجربات سے دو چار تھی جنھیں لاری سے چھپانا چاہتی تھی۔

فریڈ پھر نمودار ہو گیا تھا اور اس نے شادی کی درخواست کر دی تھی۔ پہلے تو ایمی نے یہ درخواست منظور کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن اب پختہ ارادے کے ساتھ نامنظور کر دی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے دل کی دنیا جس نئی آرزو سے آباد

Taj Tahir Foundation

ہو رہی تھی اس کی تکمیل کے لیے روپیہ اور حیثیت کے علاوہ کسی اور چیز کی بھی ضرورت تھی اور وہ چیز فریڈ میں نہ تھی۔ اس کے علاوہ لاری کے یہ الفاظ کہ ''فریڈ برا آدمی نہیں ہے مگر میرا خیال ہے کہ وہ اس قسم کا آدمی نہیں ہے جسے تم پسند کر سکو گی۔'' کافی طور پر ناپسندیدگی کا جواز تھی اور اس کے ساتھ یہ بھی اسے یاد آتا رہا کہ کس طرح اس نے زبان سے نہیں مگر نظروں سے کہا تھا کہ ''میں تو دولت کے لیے شادی کروں گی۔'' اس کے حرکات و سکنات نے اس مفہوم کو لاری کے سامنے بالکل واضح کر دیا تھا۔ اس کا جی چاہا کاش یہ مفہوم لے سکتی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ لاری اسے ایک سنگ دل اور لالچی عورت خیال کرے۔ اسے اب چراغ محفل بننے کی اتنی تمنا نہیں تھی جتنی ایک پسندیدہ عورت بننے کی آرزو تھی۔ یہ خیال کر کے قدرے تسلی بھی ہو گئی کہ لاری نے یہ بے تکی باتیں سن کر نفرت ظاہر نہیں کی بلکہ تحمل سے سنتا رہا اور پہلے سے بھی زیادہ خلق و مروت کے ساتھ پیش آیا۔ ایمی کو لاری کے خطوط سے بھی بڑی تسلی ہوتی کیوں کہ ان میں تالیف قلب کا پورا مواد ہوتا تھا۔ وہ لاری کے خطوں کا جواب دینا فرض عین جانتی تھی۔ اس بےچارے کا تھا کون۔ پھر اس کی طرف سے جو سنگ دل بنی ہوئی تھی اس لیے وہ اور بھی نرم سلوک کا مستحق تھا۔ وہ سوچا کرتی تھی کہ جو کا یہ طرز عمل اچھا نہیں۔ اگر محبت نہیں تھی تو کوشش کر کے پیدا کرتی۔ لاری کے جذبہ محبت کی پذیرائی کے لیے تو بہت سی لڑکیاں تیار ہو جائیں گی، لیکن اس الگ اڑنے والی لڑکی کا جوڑا بڑی مشکل سے ملے گا۔ بہر حال لاری کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کیا جائے اور اسے بھائیوں کی طرح سمجھا جائے۔

چنانچہ ایمی نے ایسا ہی کیا۔ اب وہ اسے لیکچر نہیں پلاتی تھی بلکہ ہر معاملے میں اس کی رائے معلوم کرتی تھی اور ہر

Taj Tahir Foundation

اس کام میں جو لاری کرتا دلچسپی لیتی - ہر ہفتے دو خط ضرور لکھتی - اچھے اچھے تحفے بھیجتی اور بہن کی طرح بھید کی باتیں بتاتی - نیز جو دل کش مناظر دیکھتی ان کے مرقعے کھینچ کر بھیجتی - ایسے خوش نصیب بھائی تو گنے چنے ہی ہوتے ہیں جن کے خطوں کو ان کی بہنیں جیبوں میں لیے پھرتی ہوں - بار بار پڑھتی ہوں - مختصر ہو تو یہ بے تابی ہوتی ، کاش اور لکھا ہوتا- طویل ہوں تو گھنٹوں پڑھتی رہتی ہوں- غم انگیز ہوں تو رو لیتی ہوں اور نشاط افزا ہوں تو مسکراہٹ سے خیرمقدم کرتی ہوں -

ایمی نے لاری کے خطوط پڑھ کر اس قسم کی تو کوئی حرکت نہیں کی البتہ ان دنوں اس کا چہرہ زرد زرد اور وہ خود کھوئی کھوئی ضرور رہنے لگی اور لوگوں سے ملنا جلنا اور آنا جانا بھی کم کر دیا تھا - تصویریں کھینچنے جاتی تو زیادہ تر اکیلی ہی جاتی اور اکثر خالی ہاتھ واپس آتی - دال روزا کے چبوترے پر گھنٹوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے فطرت کے مناظر دیکھا کرتی یا پھر ہر اس خیال کی تصویر بنا ڈالتی جو اس کے ذہن میں گزرتا جیسے کسی مقبرے پر ایک قوی الجثہ سردار کی تصویر ، باریک نوجوان ٹوپی سے چہرہ ڈھانکے ہوئے گھاس پر محو خواب یا ایک گھنگریالے بالوں والی لڑکی شان دار لباس میں ایک دراز قد نوجوان کا سہارا لیے رقص گاہ میں جلوہ افروز - ان دونوں کے چہرے واضح نہ کرتی جو مصوری کی جدید ترین طرز ہے - بہر حال پریشان خیالی کی یہ تصویریں ایمی کے دل کا حال بتا رہی تھیں -

اس کی پھوپھی نے یہ حالت دیکھی تو سمجھیں کہ فریڈ کو انکار کرکے پچھتا رہی ہے - ایمی نے کہا بھی کہ ایسا نہیں ہے لیکن وہ نہ مانیں - اس نے انھیں معاملے کو سمجھانا چاہا تو وہ صاف ہونے کی بجائے اور الجھ گیا تو ایمی نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا کہ جو چاہیں خیال کرتی رہیں - البتہ لاری کو جو کچھ

Taj Tahir Foundation

بتایا وہ یہ تھا کہ فریڈ مصر چلا گیا ہے لیکن لاری اصلیت کو تاڑ گیا اور اطمینان محسوس کرتے ہوئے کہنے لگا، میں پہلے ہی سمجھے ہوئے تھا کہ اسے سمجھ آ جائے گی۔ مگر فریڈ بے چارے پر بری بیت رہی ہوگی۔ مجھ پر گزر چکی ہے اس لیے مجھے اندازہ ہے کہ کتنا قابل رحم ہے اور یہ کہہ کر اطمینان کا ایک لمبا سانس کھینچا اور پھر اس طرح جیسے عہد ماضی کی طرف سے جو فرض عائد ہوتا تھا اسے پورا کر چکا ہے۔ ٹانگیں صوفے پر پھیلا دیں اور مزے لے لے کر ایمی کا خط پڑھنے لگا۔

اس اثنا میں جب سمندر پار یہ تبدیلیاں ہو رہی تھیں گھر پر بتھ کی موت کی مصیبت نازل ہو گئی تھی۔ وہ خط جس میں بتھ کی حالت گرنے کی اطلاع تھی، ایمی کو ملا ہی نہیں۔ اس کے بعد کا خط اس وقت ملا جب بے چاری بتھ کو قبر میں سوئے کافی دن ہو چکے تھے۔ نائس میں مئی کے مہینے میں گرمی بہت بڑھ گئی تھی اس لیے وہ وہاں سے جینوا اور اطالوی جھیلوں کے راستے آہستہ آہستہ چل کر سوئٹزر لینڈ جا پہنچے تھے۔ یہیں ایمی کو بتھ کے انتقلال کی دل خراش خبر ملی۔ اس نے خاموشی سے یہ صدمہ برداشت کر لیا اور گھر والوں کے اس حکم کے آگے خاموشی سے سر جھکا دیا کہ وہ اپنا سفر منقطع نہ کرے۔ اب بتھ کے آخری دیدار تو نصیب ہو ہی نہیں سکتے تھے اس لیے کیوں نہ وہ سمندر پار رکی رہے تاکہ دور ہونے کی وجہ سے دل پر غم کا زیادہ بار نہ ہو لیکن اس کے باوجود ایمی کے دل پر غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اور اس کا جی چاہتا تھا کہ کسی طرح پر لگ جائیں تو اڑ کر گھر پہنچ جائے۔ چنانچہ ہر روز حسرت بھری نظروں سے جھیل کے اس پار دیکھتی رہتی کہ کب لاری آئے اور اس کا دکھ بانٹے۔

لاری جرمنی میں تھا کہ اس کو بھی اس ڈاک سے بتھ کے انتقال کی اطلاع ملی۔ خط پڑھتے ہی اس نے سامان سفر باندھ لیا اور دوستوں سے رخصت ہو کر اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے ایمی

Taj Tahir Foundation

کی طرف چلا - اس کے دل میں خوشی بھی تھی اور غم بھی ، امید بھی تھی اور تذبذب بھی -

یہ لوگ دیوے کے مقام پر تھے - لاری اس مقام سے بخوبی واقف تھا - چنانچہ کشتی رکتے ہی ساحل ساحل لاتور کی طرف چلا جہاں کیرول خاندان مقیم تھا - خادم کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ ملاقات کے لیے آیا ہے تو بڑے تاسف کے ساتھ بولا کہ سب لوگ آج جھیل کی سیر کرنے گئے ہیں - البتہ ایک گوری گوری سی خاتون باغ میں بیٹھی ہیں - اگر صاحب ذرا سا توقف فرمائیں تو میں انھیں اطلاع کر دوں وہ یہاں آ جائیں گی یا آپ بلا لیں گی مگر لاری خادم کو بولتا چھوڑ کر خاتون کی تلاش میں باغ کی سمت چل پڑا -

یہ خوش نما قدیم باغ جھیل کے سرے پر تھا جس میں ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ جا بجا نظر آتے تھے - چپے چپے پر شاداب ہری ہری بیلیں پھیلی ہوئی تھیں اور عمارت کے مینار کا سیاہ سایہ دھوپ میں چمکتے ہوئے پانی پر دور تک پھیلتا ہوا چلا گیا تھا - باغ کے گرد ایک چوڑی نیچی دیوار تھی اس کے کونے پر نشست گاہ تھی - ایمی اکثر مطالعہ یا تصویر کشی یا مناظر کے حسن سے غم غلط کرنے کے لیے یہاں آ بیٹھا کرتی تھی - آج وہ ایک ہاتھ پر سر ٹکائے بیٹھی تھی اور گھر کی یاد دل کو بے چین کر رہی تھی - آنکھوں میں غم کا اندھیرا چھایا ہوا تھا - پھر یہ بھی فکر تھا کہ لاری ابھی تک کیوں نہیں پہنچا - اس نے لاری کو آتے ہوئے نہ دیکھا جو نشیبی روش کے ساتھ ساتھ آ رہا تھا - لاری اسے دیکھ کر رک گیا اور غور سے دیکھا کہ اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمایاں ہیں ، یہاں تک کہ گلے میں پڑا ہوا آبنوسی صلیب بھی جو اس نے دیا تھا مضطرب نظر آ رہا ہے - لاری یہ منظر دیکھ کر تڑپ گیا اور بے ساختہ اس کے دل نے کہا

Taj Tahir Foundation

غضب ہے اور بھی اس سادگی پر مر گئے لاکھوں
کہا تھا کس نے بن بیٹھیں وہ میرے سوگواروں میں

پھر جب ایمی نے نظر اٹھا کر دیکھا اور اسے کھڑا پایا تو وہ سب کچھ پھینک پھانک کر بھاگی بھاگی اس کی طرف آئی اور کہا :

ارے !! لاری !! لاری !!! مجھے معلوم تھا کہ تم میرے پاس ضرور آؤ گے ۔ ایمی کی اس اضطراری حرکت نے لاری کے دل سے اس بارے میں رہے سہے شبہات بھی دور کر دیے کہ شاید وہ اچھی طرح نہ ملے ۔

اب یہ منظر تھا کہ لاری کا سر ایمی کو کے سر پر بطور محافظ جھکا ہوا تھا اور اس کی آغوش ایمی کے لیے وا ہو چکی تھی ۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ لاری کی طرح اور کوئی اسے تسلی یا سہارا نہیں دے سکتا اور لاری نے بھی یہ سمجھا کہ جو کے بعد ایمی ہی اس کی جگہ لے کر مجھے مسرور بنا سکتی ہے ۔

اس نے یہ بات اگرچہ ایمی سے کہی لیکن ایمی کو مایوس نہیں ہوئی ۔ دونوں اپنے اپنے دل میں یہی بات محسوس کر رہے تھے اور اپنی اپنی جگہ مطمئن تھے ۔ باقی سب کچھ خاموشی کے ذریعے کہہ سن لیا ۔

دوسرے لمحے ایمی لپک کر اپنی جگہ پہنچ گئی ۔ وہ اپنے آنسو خشک کرنے لگی اتنی دیر میں لاری نے بکھرے ہوئے کاغذ اکٹھے کر دیے یہ ملے ولے خطوط اور معنی خیز تصویریں تھیں جنھیں اس نے آئندہ کے لیے نیک فال سمجھا ۔ وہ ایمی کے پہلو میں بیٹھا تو ایک بار پھر وہ شرمانے لگی اور جس بے قراری کے ساتھ ملی تھی اس کے خیال سے چہرے پر حیا کی سرخی آ گئی ۔

اس نے معمول کے مطابق بولنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا : ''مجھ سے رہا نہیں گیا تنہائی اور اداسی سے دل بے حد گھبرا رہا تھا تمھیں دیکھ کر سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا ۔ میں تو ایسے

Taj Tahir Foundation

ڈر رہی تھی کہ شاید تم آؤ گے ہی نہیں - اس لیے جب نظر اٹھائی اور تمھیں سامنے کھڑا پایا تو حیرت کے مارے بے قابو ہوگئی -"

"میں تو خبر ملتے ہی فوراً ادھر سے چل پڑا - دل چاہتا ہے کہ پیاری بتھ کے انتقال کا صدمہ تمھارے دل سے دور کرنے کے لیے تسلی تشفی کی باتیں کروں مگر کچھ ایسی حالت ہے کہ بس محسوس ہی کر سکتا ہوں - اور - وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا کیوں کہ اسے بھی اچانک شرم آنے لگی تھی - اسے سوجھا نہیں کہ آگے کیا کہے - جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ ایمی سے کہے اپنا سر میرے شانے پر رکھ کر دل کی بھڑاس نکال لو لیکن کہنے کی ہمت نہ ہوئی - البتہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہمدردانہ انداز سے دبایا یہ حرکت الفاظ سے بہتر رہی -

ایمی نے آہستہ سے کہا : "تمھیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ، مجھے اسی سے تسلی ہو گئی - بتھ خدا کے گھر پہنچ کر یہاں سے اچھی اور خوش ہے - میں نہیں چاہتی کہ وہ واپس آئے لیکن مجھے گھر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے - حالاں کہ سب سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے - ہم تم بتھ کے بارے میں گفتگو نہیں کریں گے کیوں کہ اس کے ذکر سے مجھے رونا آتا ہے - میں جب تک یہاں ہوں تمھارے ساتھ ہنس بول کر وقت گزارنا چاہتی ہوں - تم فوراً واپس تو نہیں جا رہے ہو ؟"

"اگر تم کو میری ضرورت ہے تو میں نہیں جاؤں گا ، ڈیئر -"

مجھے تمھاری بہت زیادہ ضرورت ہے - پھوپھی اور فلو بھی میرے حال پر بہت مہربان ہیں لیکن تم گھر کے سے آدمی معلوم ہوتے ہو مجھے کچھ عرصہ تمھارے پاس رہنے سے بڑی تسلی ہوگی -

ایمی کی باتوں سے کیا اس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ اپنے گھر کی یاد میں تڑپنے والا ایک طفل نوخیز ہے جس کا دل درد سے بھرا ہوا ہے - لاری سب شرم و حجاب بھول گیا

Taj Tahir Foundation

اور اسے چمکارنے پچکارنے لگا اور ہنسنے ہنسانے والی باتوں سے اس کا دل بہلانے لگا جن کی وقتی طور پر ضرورت تھی۔

اس نے کہا: ''نیک بخت بی بی! تم تو ایسی نڈھال اور بے جان نظر آ رہی ہو جیسے غم کھاتے کھاتے اپنا برا حال کر لیا ہے۔ اب میں تمھاری دیکھ بھال رکھوں گا۔ لو اب روؤ نہیں چلو میرے ساتھ گھوم پھر آؤ۔ ہوا بہت ٹھنڈی چل رہی ہے اس طرح جم کر بیٹھ رہنے سے صحت پر برا اثر پڑے گا۔ اس لہجے میں پیار بھی تھا اور تحکم بھی۔ اس کی یہ ادا ایمی کو پسند تھی۔ لاری نے بات پوری کرتے کرتے ایمی کی ٹوپی اس کے سر پر رکھ کر فیتہ ٹھوڑی تلے باندھ دیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ڈال کر، ناریل کے درختوں کے نیچے جن کے نئے نئے پتے نکلے ہوئے تھے، ہوپ میں روش پر ٹہلنے لگا۔ ایمی کو یہ حرکت بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی کہ سہارے کے لیے ایک مضبوط بازو ہے۔ مسکرا کے دیکھنے کو ایک جانا پہچانا چہرہ اور ہنسنے بولنے کے لیے ایک نرم و شیریں آواز موجود ہے۔

یہ عجیب و غریب قدیم باغ جس میں وہ اس وقت ٹہل رہے تھے اس قدر الگ تھلک اور کھلا کھلا تھا گویا خاص طور پر محبت کرنے والے جوڑوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ مینار کے سوا اور کوئی تاک جھانک کرنے والا نہ تھا اور ان کی گفتگو کی گونج کو وسیع جھیل اپنے اندر مدغم کر لیتی تھی۔ چنانچہ ان سے پہلے بھی بہت سے جوڑے اس باغ کے سایے میں بیٹھ کر داستان محبت دہرا چکے تھے۔

ایک گھنٹے تک یہ نیا جوڑا ٹہلتا رہا۔ باتیں چیتیں کرتا رہا اور گھنے درختوں کی اوٹ میں آرام لیتا رہا۔ محبت کے اثر نے دونوں پر جادو سا کر دیا تھا۔ دونوں اس سے حظ اٹھاتے رہے اور جب کھانے کی گھنٹی بجی تو وہ چونکے گویا طلسم محبت ٹوٹا اور خمار محبت نے انگڑائی لی۔ جب وہ کھانے کے کمرے میں پہنچے

Taj Tahir Foundation

تو غم کا بار باغ ہی میں رہ گیا تھا ۔ مسز کیرول اس کے چہرے کی بدلی ہوئی کیفیت دیکھتے ہی سمجھ گئیں کہ معاملہ کیا ہے اور انھوں نے اپنے دل میں کہا ۔ اب میں سمجھی ۔ بچی لاری کے فراق میں گھل گھل کر مرنڈا ہو رہی تھی ۔ خدا میری عقل پر رحم کرے ۔ یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی !"

مگر عورت نیک نہاد تھیں ۔ نہ زبان سے کچھ کہا نہ اشارے کنائے سے ظاہر کیا کہ بات کی تہ کو پہنچ گئی ہیں ۔ البتہ لاری سے بڑی خوش خلقی کے ساتھ پیش آئیں اور اس کو اصرار کرکے روکا ۔ پھر ایمی کو نصیحت کی کہ لاری کے ساتھ ہنس بول کر تنہائی دور کرنے سے صحت پر اچھا اثر پڑے گا ۔ یہ ایمی کے دل کی بات تھی اس لیے بلا چون و چرا مان لی ۔ چونکہ پھوپھی فلو کے آگے تاگے لینے میں مصروف رہتی تھیں اس لیے ایمی کو اپنے دوست کی آؤ بھگت کے لیے خوب وقت ملا اور اس نے یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا ۔

نائس میں تو لاری پڑا اینڈا کرتا تھا ۔ جس پر ایمی نے اسے لتاڑا تھا ۔ یہاں دیوے میں لاری کبھی نچلا نہ بیٹھا تھا ۔ کبھی پیدل سیر و تفریح کبھی ، گھوڑا سواری ، کبھی کشتی چلانا اور یہ نہیں تو بڑی مستعدی اور سرگرمی سے کتابیں ہی پڑھتے رہنا ۔ ادھر ایمی اس کے ہر شغل کی تعریفیں کرتی اور جہاں تک بن پڑتا خود بھی اس کے قدم بہ قدم چلتی ۔ لاری کی رائے تھی کہ یہ تبدیلی آب و ہوا کا اثر ہے ۔ ایمی نے اس کی بات کو جھٹلایا نہیں ۔ اسے خوشی تھی کہ اس کی تندرستی اور چونچال پن کے لیے ایک بہانہ مل گیا ۔

دیوے کی صحت بخش آب و ہوا نے دونوں کو کچھ سے کچھ بنا دیا اور خوب ورزش کرنے سے دونوں کی جسمانی اور دماغی حالت بہت بہتر ہو گئی ۔ اس کوہستانی علاقے کی بلندیوں میں انھیں زندگی کے معنی اور اس کے فرائض سمجھ میں آنے لگے ۔

Taj Tahir Foundation

مغالطہ انگیز تصورات اور وہم و شبہ کی دھند چھٹ گئی - نئی نئی امنگیں پرورش پانے لگیں - ایسا معلوم ہوا جیسے جھیل نے عہد ماضی کی ساری مصیبت کو دھو ڈالا اور بلند پہاڑ یہ کہتے ہوئے معلوم ہوئے کہ پیارے بچو ! آپس میں محبت کرو -

ہر چند بتھ کی موت کا غم تازہ تھا مگر وقت اس قدر ہنسی خوشی گزر رہا تھا کہ لاری کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکال سکا جس سے غم کا اظہار ہوتا - ڈرتا تھا کہ اس ذکر سے مسرت میں خلل نہ پڑ جائے - جو کی طرف سے ٹھکرا دیے جانے کے بعد اس کے دل میں یہ بات جم گئی تھی کہ یہ اس کی آخری محبت تھی اور اب زندگی بھر اسے کسی اور سے محبت نہ ہوگی - لیکن یہ زخم اس قدر تیزی سے مندمل ہوا کہ وہ حیرت میں غرق ہو گیا - اس نے اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لی کہ جو کی بہن بھی جو ہی جیسی ہے - پھر اس کے لیے ایمی کے علاوہ کسی اور عورت سے اتنے جلد اور ایسی آسانی سے دل لگا لینا ممکن نہ تھا - اس نے جو کو اپنی طرف مائل کرنے میں بہت تیزی دکھائی تھی - چنانچہ جب پلٹ کر ان دنوں پر تصور کی نگاہ اس طرح ڈالتا جیسے بہت پہلے کی باتیں یاد کر رہا ہے تو ہمدردی اور تاسف کا ملا جلا احساس اس کے دل میں چٹکیاں سی لینے لگتا - وہ اس تیزی و تندی کا خیال کرکے شرمندگی تو محسوس نہ کرتا - ہاں یہ ضرور سوچتا کہ یہ بھی زندگی کے نرم گرم تجربات میں سے تجربہ تھا - جب چوٹ کی کسک جاتی رہے گی اس وقت یہ بھی حلاوت دینے لگے گا -

لاری نے تہیہ کر لیا تھا کہ ایمی کو اپنی طرف مائل کرنے میں سکون و سادگی سے کام لے گا - تیزی نہ دکھائے گا جس کا پہلے تلخ تجربہ ہو چکا ہے - ایمی اظہار محبت کے بغیر بھی سب کچھ جانتی ہے اور بہت پہلے بلا طلب جواب با صواب بھی دے چکی ہے - بہر حال یہ کام اتنی خوش اسلوبی سے ہو رہا ہے کہ جو سمیت سب ہی خوش ہوں گے - لاری نے وقت گزرنے دیا اور اقرار

Taj Tahir Foundation

محبت کے ہر لمحے کو ٹالتا رہا اور اس تلاش میں رہا کہ مناسب موقع اور وقت ملے تو اظہار کیا جائے۔ اس کا خیال اس قسم کا تھا کہ باغ میں رات کے وقت جب چاندنی چھٹکی ہوئی ہو تو بڑے بانک پن کے ساتھ اقرار محبت کیا جائے۔ لیکن ہوا اس کے برعکس۔ یعنی جھیل کے کنارے دوپہر کے وقت بس چند الفاظ کہے گئے اور معاملہ طے پا گیا۔

اس روز وہ دونوں صبح سے لے کر دوپہر تک دھندلے سنٹ گنگاف سے لے کر دھوپ میں چمکتے ہوئے مونٹ سنٹ مونٹریو تک کشتی رانی کرتے رہے تھے۔ ان کے ایک طرف سیوائے کا سلسلۂ ایلپس اور دوسری طرف مونٹ سنٹ برنارڈ اور وینسٹ دومیڈی تھے۔ وادی میں دیوے کی حسین بستی نظر آتی تھی اور پرے پہاڑی پر لوزان۔ سر پر صاف نیلا آسمان اور قدموں میں اس سے بھی زیادہ گہری نیلی جھیل جس میں جا بجا پڑی ہوئی خوش نما کشتیاں سفید پروں والی مرغابیاں معلوم ہوتی تھیں۔

جب وہ شلون کے قریب سے گزر رہے تھے تو بونیوارڈ کا تذکرہ کر رہے تھے اور جب کلیرنز کو دیکھ رہے تھے جہاں روسو نے ہیلوئی لکھی تھی تو روسو کی باتیں ہو رہی تھیں۔ دونوں میں سے کسی نے بھی یہ کہانی نہیں پڑھی لیکن اتنا جانتے تھے کہ کہانی بڑی اچھی ہے اور دونوں اپنی اپنی جگہ یہی سوچ رہے تھے کہ کیا یہ ہماری کہانی سے بھی زیادہ ہوگی! وہ دونوں بولتے بولتے خاموش ہوگئے تھے اور ایمی پانی میں ہاتھ ڈبو رہی تھی۔ دفعتاً اس نے نظر اٹھائی تو لاری کو چپو کا سہارا لیے ایسی نظروں سے دیکھتا پایا کہ بولے بغیر نہ رہ سکی اور محض خاموشی توڑنے کے لیے بول اٹھی، ''تم تھک گئے ہو، تھوڑا آرام کر لو، میں کشتی کھے لیتی ہوں۔ ہاتھ پیر کھلیں گے۔ جب سے تم آئے ہو میں سست اور کاہل وجود ہو گئی ہوں۔

''میں تھکا تو نہیں ہوں لیکن اگر تم چاہو تو پتوار سنبھال

سکتی ہو - یہاں تمہارے بیٹھنے کے لیے بھی جگہ ہے - گو مجھے بیچوں بیچ بیٹھنا پڑے گا کہ کہیں ایک رخ زیادہ بوجھ ہو جانے کی وجہ سے کشتی الٹ نہ جائے -'' لاری نے اس طرح جواب دیا جیسے ایمی کا کشتی کھینے کا ارادہ اس کے حسب منشا ہے -

ایک نشست کا ایک تہائی حصہ ایمی کو دیا گیا - اس نے تلافیٔ مافات کے خیال سے اس پر قناعت کر لی اور چہرے سے بال ہٹا کر ایک پتوار سنبھال لی - جس طرح اور بہت سے کام خوش اسلوبی سے انجام دیتی تھی - اسی طرح ایمی کو کشتی چلانا بھی خوب آتا تھا - چنانچہ گو لاری کا ایک ہاتھ تھا اور ایمی دونوں ہاتھوں سے پتوار چلا رہی تھی - پھر بھی چپو ایک ساتھ چلتے رہے اور کشتی پانی پر آرام سے بہتی چلی گئی -

ایمی کو اس وقت خاموشی کھٹکنے لگی - بولی - ''ہم کیسی اچھی طرح ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں -''

ایسی اچھی طرح کہ میرا جی چاہتا ہے زندگی بھر ایک ہی کشتی میں ساتھ رہیں -

''رہوگی ایمی ؟'' لاری نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا -

''ہاں لاری -'' ایمی نے بہت آہستہ سے جواب دیا -

پھر دونوں نے پتوار روک لیے اور نا دانستہ ان نظاروں میں جو جھیل کے پانی میں نظر آ رہے تھے ، ان میں ایک اور خوش نما منظر کا اضافہ کیا - وہ منظر تھا ''انسانی محبت اور ترنگ کی ایک چھوٹی سی خوش نما تصویر -''

انیسواں باب

تنہائی

جو نے اپنی ہستی مٹا ڈالنے کا دل سے عہد کر لیا تھا مگر یہ عہد اس وقت کیا گیا تھا جب اس کی ذات کسی اور میں مدغم

Tai Tahir Foundation

ہو گئی تھی اور ایک پاک مثال سامنے موجود ہونے کی وجہ سے اس کی روح حرص و آز سے پاک صاف ہو گئی تھی - جب بتھ کی وہ پیاری پیاری صورت نظروں سے اوجھل ہو گئی جو اس کے لیے ایک سہارا تھی اور وہ روح کے پیار و محبت کا روحانی سبق جو اسے روز و شب ملا کرتا تھا ختم ہو گیا اور جو باقی رہ گیا وہ رنج و غم اور تنہائی کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا - تو اب جو کو پتا چلا کہ عہد کر لینا آسان ہے اور اس پر قائم رہنا مشکل

ع وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے

وہ ماں باپ کو کس طرح تسلی دیتی جب کہ خود اس کا اپنا دل بھی بہن کی یاد میں تڑپ رہا تھا - گھر کی فضا میں مسرت کی لہریں کیسے دوڑاتی جب کہ اس کا دل خود ویران اور تاراج ہو گیا تھا اور سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ بات تھی کہ پہلے تو وہ جی جان سے بتھ کی خدمت کر کے خوش ہو لیتی تھی - اب سارا وقت خالی تھا - کام تو تھے مگر انھیں کر کے طبیعت خوش نہ ہوتی تھی - بس مایوسی کے عالم میں اپنا فرض پورا کیے جانے سے کام رکھا - اس دوران میں وہ بار بار سوچتی کہ قدرت کی یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ اپنی رہی سہی خوشیوں سے بھی محروم ہوتی جا رہی ہوں - زندگی ہے کہ روز بروز زیادہ کٹھن بنتی چلی جا رہی ہے - بعض لوگوں کی قسمت میں قدرت کے راوی نے چین ہی چین لکھ دیا ہے اور بعض مجھ جیسے بد قسمت لوگوں کے حصے میں غم ہی غم اور محنت ہی محنت آتی ہے - یہ بھی اچھا انصاف ہے کہ میں نیک بننے کی کوشش ایمی سے زیادہ کرتی ہوں مگر صلہ کچھ نہیں ملتا - ہر بار مایوسی اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے -

جو کے لیے یہ دن کاٹے نہ کٹتے تھے - وہ اکثر سوچتی رہی کہ ساری زندگی اس اکیلے اور سنسان گھر میں محبت ہی کرتے کرتے گزرے گی - چاروں طرف کام ہی کام دکھائی دیں گے - کبھی آرام نہ ملے گا اور خوشی نام کو نہ ہوگی - یہ خیال کر کے

Taj Tahir Foundation

اس کے دل پر مایوسی طاری ہو جاتی - شروع شروع تو اس نے نبھانے کی کوشش کی مگر جب ناکامی ہوئی تو دل میں کہا :
''مجھ سے یہ پاپڑ نہیں بیلے جاتے - میں ایسی زندگی گزارنے کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہوں - اگر کوئی میری مدد کو نہ پہنچا تو کچھ نہ کچھ کر بیٹھوں گی -'' اس کا دماغ گنگ سا ہو گیا - خود سر انسان کو جب حالات سر جھکانے پر مجبور کرتے ہیں تو ان کی حالت ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسی جو کی تھی - ہم اسے قابل رحم حالت کہہ سکتے ہیں -

ایسے موقعوں پر دستگیری کرنے والا کوئی نہ کوئی فرشتہ رحمت بن کر آ ہی جاتا ہے - اگر ایسا نہ ہو تو ڈرامہ ہی ختم ہو کر رہ جائے - اکثر و بیشتر راتوں کو جو کی آنکھ اس خیال سے کھل جاتی کہ بتھ بلا رہی ہے لیکن جب بستر خالی دیکھتی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی - وہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر چیختی ، ''بتھ واپس آ جاؤ کہاں چلی گئیں ؟'' بس فرشتہ رحمت یعنی ماں اسے تسلی دینے کے لیے فوراً پہنچ جاتی - وہ اسے محض لفظوں سے تسلی نہ دیتی بلکہ چمکار پچکار کر اور سینے سے چمٹا کر تحمل اور نرمی کا ایسا برتاؤ کرتی کہ شدت غم کا اثر فوراً زائل ہو جاتا اور جو کے دل میں ٹھنڈک سی پڑ جاتی - وہ بیٹی کو تسلی دیتے میں جب آنسو بہاتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے آنسو زبان بے زبانی سے یاد دھانی کرا رہے ہیں کہ بے شک تمھیں بہن کے مرنے کا بہت غم ہے مگر ماں کے دل سے بھی تو پوچھو، جس نے پالا پوسا۔ جب جوان ہوئی تو موت نے مروڑ کر برسوں کی کمائی لوٹ لی لیکن آنسو آنکھ سے گرنے نہ پائے کہ پی لیے - دل کے غم کو زبان سے ادا کرنا منشائے الٰہی کے خلاف جانا ، صبر و شکر کو شیوہ بنایا تاکہ یہ مصیبت رحمت بن جائے - جو نے ماں کی یہ تقریر دل کی زبان سے سنی تو اسے اپنا غم ہلکا محسوس ہونے لگا اور فرائض زندگی بجا لانے کی ہمت بندھ گئی - غرض ماں کی آغوش ایسی

Tai Tahir Foundation

محفوظ پناہ گاہ تھی کہ اس میں پہنچ کر سارے غم غلط ہو گئے۔

جب اس طرح دل کو قدرے راحت ملی تو دماغ کو بھی تسکین کا سامان مل گیا۔ ایک دن وہ مطالعے کے کمرے میں پہنچی اور بوڑھے باپ نے ایک پر سکون مسکراہٹ لیے ہوئے اس کی طرف نظر بھر کر دیکھا تو عاجزی کے ساتھ بولی: ''ابا مجھ سے بھی بتھ کی طرح باتیں کیجیے۔ اب مجھے یہ باتیں سننے کی زیادہ ضرورت ہے کیوں کہ میں بالکل غلط راستے پر جا رہی ہوں۔

باپ نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا: ''میری پیاری بیٹی! مجھے خود بھی اس سے بڑی تسلی ہوگی اور اس طرح جو کے گلے میں بانہیں ڈال دیں جیسے اسے بھی امداد کی طرورت ہے۔ جو اسی چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گئی جس پر بتھ بیٹھا کرتی تھی اور باپ کو اول سے آخر تک سب حال دل کہہ سنایا جس میں وہ مبتلا تھی، یعنی بتھ کے انتقال کا ملال۔ غم بھلانے کی کوشش بے یقینی کی ہمت شکن زندگی اور وہ غم ناک پریشانی جسے مایوسی کہتے ہیں۔ اس نے باپ کو رتی رتی حال بتا کر اپنا راز دار بنا لیا۔ باپ نے اسے سہارا دیا۔ سہارا ملتے ہی اس نے بھی باپ کو سہارا دیا اور دونوں کو اس امداد باہمی سے تسلی ہوئی۔ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ وہ باپ بیٹی کی طرح نہیں بلکہ مرد و عورت کی حیثیت میں بھی اپنے دل کو کھول کر ایک دوسرے کے سامنے رکھ دیں۔ وہ ہمدردی اور محبت ظاہر کرکے ایک دوسرے کا سہارا بن سکتے تھے اور اسی طرح ایک دوسرے کی خدمت کرنے میں خوش تھے۔

جو مطالعہ کے اس کمرے کو ایک ''رکن کا گرجا'' کہا کرتی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ گو وہاں عبادت کے لیے بہت سے لوگ نہیں آتے مگر اس کا باپ وہاں بیٹھ کر اسی طرح مطالعہ کرتا ہے جیسے گرجا گھر میں عبادت کی جاتی ہے۔ جو یہاں سے نیا ولولہ اور نئی امنگ لیے ہوئی نکلی۔ اب اس کے جذبات اعتدال پر آ گئے تھے۔ بغاوت کی جگہ فرمانبرداری نے لے لی تھی کیوں کہ جن والدین

Tai Tahir Foundation

نے اپنی ایک بچی کو یہ سکھایا تھا کہ موت آئے تو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانا چاہیے ، وہی والدین اب دوسری بچی کو اس بات کی تعلیم دے رہے تھے کہ زندگی کسی کی افسردگی اور ملال کے بغیر قبول کرنا چاہیے اور جب اچھے مواقع آئیں ان سے پوری طرح ہمت اور حوصلے کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اسی طرح گھر کے چھوٹے موٹے مگر خوش گوار کاموں سے بھی جو کو سہارا ملا اور وہ ان میں دل چسپی لینے لگی۔ جن صافیوں اور جھاڑوؤں سے گھن آنے لگی تھی وہی اب اچھی معلوم ہونے لگیں کیوں کہ ان سے بتھ کی یاد وابستہ تھی۔ جو انھیں استعمال کرتے وقت خیال کرتی رہتی کہ انھی کو بتھ بھی استعمال کیا کرتی تھی۔ اسی طرح اس نے بتھ کی جھاڑنوں اور پرانے برش کو سینے سے لگا کر رکھا۔ اور جب انھیں کام میں لاتی تو بتھ ہی کی طرح گنگنانے لگتی۔ اسی کی سی باقاعدگی پیدا کرتی اور اس طرح جھاڑتی پونچھتی اور نوک پلک سنوارتی کہ ہر چیز ستھری ستھری اور آرام دہ نظر آتی۔ یہ گھر کی خوشی اور شادمانی واپس لانے کا پہلا قدم تھا۔ گو اسے اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت تک نہ ہوا جب ایک روز حنا نے اس کا ہاتھ دبا کر نہ کہا۔

''بی بی ! خدا رکھے تم بڑی سمجھ دار ہو ، معلوم ہوتا ہے تم نے یہی ٹھان لی ہے کہ بتھ کی طرح جی لگا کر اس طرح کام کرنا ہے کہ گھر والے اس جنتی لڑکی کو بھول جائیں۔ تم زبان سے کچھ نہیں کہتیں مگر ہم سب دیکھ رہے ہیں۔ خدا تمھیں خوش رکھے۔ دیکھ لینا ایسا خوش رکھے گا کہ نہال کر دے گا۔''

ایک دن جو اور میگ ساتھ بیٹھی سینا پرونا کر رہی تھیں۔ جو نے دیکھا کہ میگ کی حالت کتنی بہتر ہو گئی ہے۔اس کی بول چال میں کتنی مٹھاس ہے۔ اسے نسوانی جذبات و احساسات کے بارے میں کتنی وسیع معلومات حاصل ہیں۔ وہ شوہر اور بچوں میں کتنی مگن ہے اور کس طرح وہ سب ایک دوسرے کا سہارا بنے

Taj Tahir Foundation

ہوئے ہیں ۔

اس نے ڈیمی کے لیے گڈی بناتے ہوئے میگ سے کہا : ''شادی بھی عورت کے لیے مفید ہی ثابت ہوتی ہے ۔ اگر میں شادی کر لوں تو کیا تم سے آدھی شاد آباد رہ سکوں گی ؟''

شادی کے بعد ہی عورت کے مزاج کا رخ سامنے آتا ہے جو ! تم ناریل کی بٹیا کی طرح اوپر سے کھردری مگر انداز سے ریشم کی طرح نرم اور گوی داری ہو ۔ مگر اس کا مزہ اسی کو آ سکتا ہے جس کا ہاتھ گودے تک پہنچ سکے ۔ ایک دن آئے گا جب محبت تمھیں دل کھولنے پر مجبور کر دے گی ۔ اس وقت تمھارا کھردرا خول ٹوٹ کر گر پڑے گا ۔

جو نے جواب دیا : ''بیوی ! ناریل کا خول برف باری سے پھٹ جایا کرتا ہے اور گری نکالنے کے لیے ناریل کو خاصا جھٹکنا پٹخنا پڑتا ہے ۔ لڑکے ناریل جمع کرنے تو نکلتے ہیں لیکن میں اس طرح کسی کے ہاتھ لگنا نہیں چاہتی ۔'' وہ گڈی پر چیپی لگا رہی تھی لیکن یہ گڈی کسی طرح بھی ہوا پر چڑھنے والی نہیں تھی کیوں کہ ڈیزی نے خود کو لا لنگر بنا کر اس میں لٹکا لیا تھا ۔

میگ یہ دیکھ کر ہنس پڑی کہ جو کی اس بات میں پہلے جیسی شوخی پائی جاتی ہے ۔ اسے خوشی ہوئی مگر ساتھ ہی اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اس وقت اپنی بات منوانا فرض ہے اور جو کو ہر ممکن دلیل سے قائل کر کے چھوڑنا ہے ۔ چنانچہ اس نے بحث شروع کر دی اور بہنوں کی یہ بات چیت بے نتیجہ نہیں رہی ۔ خاص کر اس لیے بھی کہ میگ کے پاس دو بڑی مؤثر دلیلیں اپنے بچے تھے جن پر جو جان چھڑکتی ہے ۔ بعض انسانوں کے دل غم سے موم ہو جاتے ہیں ۔ جو کا دل بھی بتھ کی موت کے صدمے سے پگھل چکا تھا ۔ گویا اس کا ناریل توڑے جانے کے لیے تیار تھا ۔ بس تھوڑی سی دھوپ کھائی جس سے گری پک گئی پھر کسی لڑکے نے اسے نکالنے کے لیے خول کو جھٹکا پٹخا نہیں بلکہ ایک مردانہ ہاتھ

Taj Tahir Foundation

بڑھا اور آہستہ سے کھردرے خول کے اندر سے گودا نکال لیا اور چکھا تو میٹھا اور مزے دار پایا ۔ اگر جو کو اس حملے کا کھٹکا محسوس ہو گیا ہوتا تو وہ ذرا زیادہ چوکنی رہی ہوتی ۔ گویا ناریل کی گری خول سے خوب اچھی طرح چمٹ گئی ہوتی اور خول پہلے سے بھی زیادہ کھردرا بن گیا ہوتا لیکن خوش قسمتی سے جو پر انانیت کا بھوت سوار نہیں تھا ۔ چنانچہ جب اسے توڑا گیا تو ٹوٹ گئی ۔

اب اگر وہ کسی اخلاقی قصے کی ہیروئن ہوتی تو زندگی کے اس مرحلے پر دنیا کو تج کر خدمت خلق کے لیے گھر سے نکل کر گھڑی ہوئی ہوتی اور پندو نصائح کے کتابچے بغل میں دبائے پھرنے لگتی ۔ لیکن وہ اس قسم کی ہیروئن نہیں تھی ۔ بلکہ سینکڑوں اور لڑکیوں جیسی ہی ایک لڑکی تھی ۔ اور بشریت کے تقاضے کے مطابق اس کا غم کے وقت غم زدہ جھنجھلاہٹ کے موقع پر جزبز اور جوش و خروش کے موقع پر سرگرم ہونا قدرتی بات تھی ۔ زبان سے یہ کہہ دینا آسان ہوتا ہے کہ ہم نیک بن کر دکھائیں گے لیکن فی الفور عمل کر دکھانا کارے دارد ۔ بڑی سخت اور طویل جد و جہد سے زندگی کا سارا نقشہ بدل ڈالنے کے بعد بھی چند ایک کے قدم سیدھے راستے پر پڑنے شروع ہوتے ہیں وگرنہ اکثر لوگ تو باتوں سے آگے نہیں بڑھتے ۔ جو اس مرحلے تک تو پہنچ گئی تھی ۔ وہ اپنا فرض پورا کرنا سیکھتی جا رہی تھی اور اگر اس میں کوتاہی کرتی تو رنجیدہ رہتی ۔ لیکن یہ اور بات تھی کہ اسے ابھی ہنسی خوشی فرائض پورے کرنے کا گر یاد نہ ہوا تھا ۔ وہ اکثر کہتی رہتی تھی کہ کوئی عظیم الشان کارنامہ دکھا کر رہے گی ۔ اب اس کی تمنا بر آنے کی صورت پیدا ہو گئی تھی ۔ اس سے بڑھ کر شاندار کارنامہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ والدین کی خدمت کے لیے زندگی وقف کر دے اور ان کے لیے گھر کو اسی طرح خوشی کی جنت بنا دے جس طرح انھوں نے جو کے لیے جنت بنایا تھا ۔ اگر اس جدوجہد کی شان میں اضافے کے لیے

Taj Tahir Foundation

مشکلات بھی ضروری تھیں تو ایک بے چین طبیعت کی من چلی لڑکی کے لیے اس سے زیادہ کٹھن کام اور کون سا ہو سکتا تھا کہ اپنے ارمانوں منصوبوں اور خواہشات کو تج کر خود کو ہنسی خوشی دوسروں کے لیے وقف کردے۔

قدرت نے اس کی بات پکڑ لی تھی۔ کام موجود تھا اور وہ بھی اس کی توقع سے بڑھ کر کیوں کر اس کام میں ذات کو دخل ہی نہیں تھا۔ سوال یہ تھا کہ آیا وہ کرنے پر آمادہ ہے؟ جو نے فیصلہ کیا کہ وہ کوشش کر کے دیکھے گی اور جب کوشش کی تو شروع میں اسے وہ امداد ملی جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ اسی طرح کی ایک اور مدد بھی اسے ملی اور اس نے وہ مدد قبول کر لی۔ بطور انعام نہیں بلکہ بطور تسلی۔

ایک مرتبہ جب جو پر مایوسی کا شدید دورہ پڑ رہا تھا اس کی ماں نے کہا: ''تم لکھتی کیوں نہیں؟ اس کام سے تمھیں راحت ہؤا کرتی تھی۔

لکھنے کو دل نہیں چاہتا اور اگر چاہے بھی تو میری تحریریں پڑھتا کون ہے۔

''ہم پڑھتے ہیں۔ تم ہمارے لیے کچھ لکھو۔ اور اس کی پروا نہ کر کہ باقی دنیا کیا کہے گی۔ پیاری بیٹی! یہ ترکیب آزما کر تو دیکھو۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس سے تمھیں فائدہ پہنچے گا۔ اور ہمیں تو خیر خوشی ہی ہو گی''۔

اس نے کہنے کو تو کہہ دیا کہ میں کیا لکھ سکوں گی لیکن اپنا ڈیسک نکال کر ناتمام مسودوں پر نظر ثانی کرنے بیٹھ گئی۔ کوئی گھنٹہ بھر کے بعد ماں نے کمرے میں جھانکا تو دیکھا کہ وہ اپنا سیاہ لبادہ پہنے سڑا سڑ لکھتی چلی جا رہی ہے اور کام میں ڈوبی ہوئی ہے۔ بیگم مارچ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اور وہ اپنی صلاح کے کارگر ہونے پر خوش ہوتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ اس وقت جو کہانی تیار ہوئی وہ اس قدر پر اثر

Taj Tahir Foundation

تھی کہ سننے والوں کے دلوں میں اتر گئی - جو کو پتا بھی نہ چلا کہ یہ معجزہ اس سے کس طرح سرزد ہؤا - بہر حال اس کو پڑھ کر خاندان والوں کی یہ حالت ہوئی کہ کبھی رو دیتے کبھی ہنس پڑتے اور اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف یہ کہانی ایک مشہور رسالے میں شائع کرنے کے لیے بھیج دی - جو یہ معلوم کرکے حیران رہ گئی کہ کہانی نہ صرف لے لی گئی بلکہ ایسی ہی اور کہانیاں لکھنے کی فرمائش کی گئی - جب یہ کہانی شائع ہو کر منظر عام پر آئی تو ایسے اشخاص کے تعریفی خطوط موصول ہوئے جن کی داد اعزاز کا درجہ رکھتی تھی - دوسرے اخباروں نے اسے نقل کیا - اجنبیوں اور واقف کاروں نے خوب خوب تعریفیں کیں - یہ کہانی تھی تو بہت چھوٹی سی مگر بڑی کامیاب - چنانچہ جب اس کا ناول چھپا اور بیک وقت تعریفیں بھی ہوئیں اور تنقیدیں بھی تو جو کو اور بھی تعجب ہوا -

اس نے حیران ہو کر کہا میری تو کچھ سمجھ میں آیا نہیں کہ اس چھوٹی سی کہانی میں ایسی کیا بات تھی جس کی وجہ سے لوگوں نے اس کی تعریفوں کے پل باندھ دیے -

''اس میں سچائی ہے - یہی اس کی مقبولیت کا راز ہے - مزاح اور رقت انگیزی کی وجہ سے اس میں جان پڑ گئی، آخر تم نے اپنی ایک راہ نکال لی - تم نے شہرت یا معاوضے کے خیال سے یہ کہانی نہیں لکھی تھی اس لیے اپنا کلیجہ نکال کر کاغذ پر رکھ دیا - تلخی کا مزہ چکھ لیا - اب حالات کروٹ بدل کر خوشگوار ہوتے جا رہے ہیں - خوب دل لگا کر کام کرو اور ہماری ہی طرح تم بھی اپنی کامیابی پر خوشی محسوس کیا کرو -'' باپ نے خوش ہو کر کہا -

جو کے دل پر باپ کی اس بات کا دوسروں کی تمام تعریفوں سے زیادہ اثر ہؤا - اس نے کہا : ''اگر میری تحریر میں کوئی خوبی یا حقیقت ہے تو آپ اور امی اور بتھ کے طفیل ہے - اس میں

میری تعریف کی کوئی بات نہیں ۔ ''

غرض محبت اور غم نے جو کو جو کچھ سکھایا اسی کے بل پر وہ کہانیاں لکھتی رہی اور چھپواتی رہی ۔ اب ان میں بڑا گہرا تاثر تھا ۔ جو پڑھتا تھا گرویدہ ہو جاتا تھا ۔ بے شمار لوگوں نے مصنفہ کو خراج تحسین بذریعہ خطوط بھیجا اور عملی طور پر اس کی خدمت میں اپنی قادردانی کا ثبوت پیش کیا ۔ چوں کہ تصنیف مصنف کی معنوی اولاد ہوتی ہے ، لہذا اس اولاد نے جو انتہائی فرمانبردار تھی ماں کے مقدر کا ستارہ چمکا دیا اور ماں کو ایسی نشانیاں بھیجیں جن سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ملا ۔

جب ایمی اور لاری نے اپنے منسوب ہونے کی خبر بھیجی تو بیگم مارچ کو یہ اندیشہ ہوا کہ جو کے لیے اس پر اظہار مسرت مشکل ہوگا لیکن ان کا یہ اندیشہ جلد ہی دور ہو گیا ۔ جو یہ خبر سن کر چپ تو ہو گئی مگر کسی قسم کی ناراضگی ظاہر نہ کی بلکہ خاموشی سے بات کو پی گئی اور ایک بار خط پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھنے سے پہلے اس نے اس رشتے پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ''بچوں'' کے لیے بہت سی تجویزیں بھی ماں کے سامنے رکھیں ۔ خط کیا تھا تحریری دوگانہ تھا جس میں ایمی اور لاری نے ایک دوسرے کے خوب گن گائے تھے ۔ اسے پڑھ کر لطف آتا تھا اور تسلی ہوتی تھی ۔ رشتہ سب کو پسند تھا کسی نے کوئی نی نہ نکالی ۔

جب جو نے پیوستہ رکھے ہوئے اوراق ہاتھ سے رکھے تو ماں سے پوچھا ۔ ''آپ کو یہ رشتہ پسند آیا ۔''

''ہاں پسند تو آیا ۔ جب ایمی نے لکھا تھا کہ فریڈ سے انکار کر دیا ہے تو مجھے اسی وقت سے رشتے کی امید بندھ گئی تھی ۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ تم جس کو ''خود غرضانہ جذبہ'' کہا کرتی ہو اس سے بہتر جذبے کے تحت یہ کام کیا گیا ہے ۔ اور اس

Taj Tahir Foundation

کے خطوں میں کہیں کہیں ایسے اشارے ہوتے تھے جن سے میرا یہ خیال ہونے لگا تھا کہ محبت کی بازی لاری ہی کے ہاتھ رہے گی۔"

"امی آپ کتنی تیز ہیں، مگر بات دل میں رکھتی ہیں، کسی سے کہتی نہیں۔ آپ نے مجھ سے اس بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔"

"بیٹی! جن ماؤں کو لڑکیوں کی دیکھ بھال رکھنی ہوتی ہے انھیں آئینے کی آنکھ اور تصویر کا دہن رکھنا پڑتا ہے۔ میں تمھیں بتاتے ہوئے اس لیے کچھ کچھ ڈرتی تھی کہ کہیں تم معاملہ طے پانے سے پہلے ہی انھیں مبارک باد کا خط لکھ کر نہ بھیج دو۔"

"امی! میں اب پہلے جیسی پریشاں خیالی کا شکار نہیں ہوں۔ آپ کو مجھ پر اعتماد کرنا چاہیے۔ اب اتنی سنجیدہ اور سمجھدار ہو گئی ہوں کہ مجھے راز دار بنایا جا سکتا ہے۔"

"ہاں پیاری بیٹی کیوں نہیں۔ تم یقیناً اس کی اہل ہو۔ میں نے کبھی کا تمھیں شریک راز کر لیا ہوتا، صرف یہ خیال روکتا رہا کہ تمھیں یہ معلوم کر کے تکلیف ہو گی کہ تمھارے ٹیڈی کو کسی اور سے محبت ہو گئی۔"

"دیکھئے امی یہ زیادتی ہے! جب میں نے اس کی محبت کو قبول کرنے سے ایسی حالت میں انکار کر دیا کہ وہ صرف میرا تھا تو پھر میں اتنی احمق اور خود غرض کیسے ہو سکتی تھی کہ ایمی کے ساتھ تعلق پیدا ہو جانے کا برا مانتی۔"

"بے شک اس وقت تو تمھارے انکار میں خلوص تھا۔ لیکن حال میں میرا خیال کچھ اس قسم کا ہو گیا تھا کہ اگر اس نے واپس آنے کے بعد دوبارہ شادی کے لیے کہا تو شاید تم اب کے پہلے سے مختلف جواب دو۔ دیکھو بیٹی! برا نہ ماننا اور اگر برا مانو تو معاف کر دینا، لیکن میں اس طرف سے آنکھیں تو بند

Taj Tahir Foundation

نہیں کر سکتی کہ تم بہت اکیلی اکیلی سی ہو اور کبھی کبھی تمہاری آنکھوں میں ایسی پیاس ہوتی ہے کہ دیکھ کر میرا دل پھٹنے لگتا ہے۔ اس لیے مجھے خیال ہوا کہ اگر تمہارے لاری نے اب کے کوشش کی تو تم اسے اپنے ویران دل میں بس جانے دوگی۔"

"نہیں امی جان۔ بس جو کچھ ہو گیا وہی ٹھیک ہے۔ مجھے اس کی خوشی ہے کہ ایمی اس سے محبت کرنی سیکھ گئی۔ البتہ آپ کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ میں اکیلی اکیلی ہو گئی ہوں اور اگر ٹیڈی نے دوبارہ کوشش کی ہوتی تو شاید میں راضی ہو گئی ہوتی۔ اس لیے نہیں کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں بلکہ اس لیے کہ میرے دل میں یہ خواہش کہ کوئی مجھ سے محبت کرے جتنی اب ہے لاری کے سمندر پار جانے وقت نہیں تھی۔"

"بیٹی مجھے تمہاری زبان سے یہ بات سن کر خوشی ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم آگے بڑھ رہی ہو۔ تم سے محبت کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ تم ماں باپ، بہنوں بھائیوں، دوستوں اور بچوں سے محبت کیا کرو۔ پھر وہ وقت بھی آئے گا جب سب سے بڑھ کر محبت کرنے والا بھی نمودار ہو کر تمہیں تمہارا حق دے گا۔"

"ماؤں سے بڑھ کر کون محبت کر سکتا ہے۔ مگر میں اپنی امی کے کان میں کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے ہر قسم کی محبت کا تجربہ کرنے کا خیال ہے۔ یہ بات ہے تو بڑی عجیب لیکن واقعہ ہے کہ میں خود کو قدرتی رشتوں کی محبت سے جتنا مطمئن کرتی ہوں محبت کی پیاس اتنی ہی بڑھتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ انسانی دل میں اتنوں کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔ میرا اپنا دل تو اتنا لچکدار ہو گیا ہے کہ کبھی بھرتا ہی نہیں حالانکہ ایک وقت وہ بھی تھا جب میں اپنے خاندان والوں کی محبت پر ہی قانع تھی۔ میں تو کچھ سمجھ نہیں رہی کہ یہ تبدیلی کیوں

Taj Tahir Foundation

ہو گئی ہے ؟"

"میں سمجھ رہی ہوں ۔" بیگم مارچ نے معنی خیز انداز سے مسکرا کر کہا ۔"

اس وقت جو خط کے اوراق الٹ رہی تھی کہ دیکھوں ایمی نے لاری کے بارے میں کیا لکھا ہے ۔ خط میں لکھا تھا ۔

"لاری مجھ سے جس طرح محبت کرتا ہے اس کو اظہار سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں ۔ میں نے دیکھ لیا وہ جذباتی انسان نہیں ہے ۔ زبان سے زیادہ محبت نہیں پکارتا ۔ مگر اس کے ہر فعل اور قول سے محبت کی خوشبو آتی ہے ۔ مجھے اس سے اتنی خوشی ہوتی ہے اور دل اس قدر ہلکا ہلکا محسوس ہونے لگتا ہے گویا مجھے نئی جون ملی ہے ۔ مجھے تو ابھی تک معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ کتنا نیک مزاج ، فراخ دست اور رحم دل ہے ۔ یہ تو اب پتہ چلا ہے جب اس اپنا دل کھول کر میرے سامنے رکھ دیا ہے ۔ اور میں دیکھ رہی ہوں کہ اس کا دل شریفانہ جذبات اور بلند ارادوں سے معمور ہے ۔ اور یہ محسوس کر کے میرا سینہ فخر و غرور سے پھول جاتا ہے کہ یہ دل میرا ہو چکا ہے ۔ لاری کہتا ہے اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ مجھے ساتھ لے کر ایک ایسا شاندار سفر کرے جس میں میں جہازی افسر ہوں اور محبت جہاز کا لنگر ۔ میں دل سے دعا کو رہی ہوں کہ ایسا ہی سفر ہو ۔ اور میں اس کے معیار پر پوری اتروں کیوں کہ میں اپنے جان باز کپتان کو دل و جان سے چاہنے لگی ہوں اور جب تک خدا کی مرضی ہو گی اس کے ساتھ نبھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گی ۔ امی ! مجھے معلوم نہیں تھا کہ جب دو انسان ایک دوسرے کی محبت میں گم ہو جاتے ہیں تو یہ دنیا کیسی جنت معلوم ہونے لگتی ہے ۔"

"یہ ہیں ہماری سرد مزاج ، مغرور اور دنیا دار ایمی ۔ سچ مچ محبت کا جزبہ ہی دکھاتی ہے ۔ یہ دونوں کتنے خوش ہوں گے ۔"

Taj Tahir Foundation

ہتے ہوئے جو نے کھڑ کھڑاتے ہوئے اوراق کو اس طرح احتیاط سے یکجا کر دیا جیسے کوئی شخص ایک دل کش رومانی داستان کی کتاب ، جسے ختم کیے بغیر چین نہ آیا ہو ، بند کر دیتا ہے اور ایک بار پھر یہی روزمرہ کی غیر دل کش دنیا اس کی نظروں کے آگے ہوتی ہے -

بارش ہو رہی تھی - جو باہر کہیں نہ جا سکتی تھی - وہ گھر میں پھرتی پھراتی اوپر چڑھ گئی - اس کا دل بے چین تھا - پرانی محبت کی کجلائی ہوئی چنگاری پھر لو دینے لگی تھی - اب اس میں پہلے جیسی تلخی نہیں تھی - لیکن دل پر غم کا بوجھ تھا - جسے تحمل سے اٹھائے ہوئے تھی اور یہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہی تھی کہ ایک بہن کی منہ مانگی مراد آتی ہے اور دوسری کی کوئی تمنا پوری نہیں ہوتی -

جو کا یہ شکوہ محض جذباتی تھا اس لیے درست نہ تھا - اس نے آگہ ہو کر خیال کا رخ بدلنے کی کوشش کی - لیکن محبت یا چاہنے کی خواہش اس قدر قوی تھی کہ وہ عقل و شعور کے روکے نہ رکتی تھی - پھر ایمی کی خوشی سے یہ خواہش اور بھی بھڑک اٹھی - اس نے طے کر لیا کہ وہ بھی کسی کو اچھی طرح دل و جان سے چاہے اور جب تک خدا کی مرضی ہو اس کے ساتھ نبھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے -

اوپر کی منزل کی ایک کوٹھڑی میں چار لکڑی کے چھرنے چھوٹے بکس ایک قطار میں رکھے تھے - یہ بچپن کے تحفوں سے بھرے ہوئے تھے اور دینے والے کا نام ہر بکس پر لکھا ہوا تھا نیز جس کو دیے گئے تھے اس کا نام بھی درج تھا - جب یہ اپنے نام کے بکس پر پہنچی تو دیر تک اسے گھورتی رہی - پھر اسے کھول کر اندر کی چیزیں دیکھنے لگی - اتفاق سے اس کی نظر پرانی کاپیوں کے ایک بنڈل پر جم گئی - اس نے اسے نکال لیا اور الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا - یہ بنڈل اس موسم سرما کی

Taj Tahir Foundation

یادگار تھا جب وہ فیاض دل مسز کرک کے ہاں مہمان تھی۔ اس کی آنکھوں تلے وہ سہانا سماں ناچنے لگا۔ کیسے مزے اور بے فکری کے دن تھے۔ وہ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے دیر تک سوچتی رہی۔ پھر مسکرائی اور کسی گہری سوچ میں پڑگئی۔ جیسے افسردہ ہوگئی ہو۔ اس بنڈل میں سے پروفیسر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مختصر سا پرزہ ملا۔ اس میں ایک پیغام درج تھا۔ جو نے اسے پڑھا تو وفور جذبات سے ہونٹ کپکپانے لگے۔ پرزہ ہاتھ سے چھوٹ کر اس کی گود میں گر پڑا اور وہ پروفیسر کے مشفقانہ الفاظ کو اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے ان میں کوئی ایسے نئے معنی پیدا ہو گئے ہیں جو اس کے دل میں اترے جا رہے ہیں۔

''میرا انتظار کرو دوست۔ شاید دیر لگے مگر میں آؤں گا ضرور۔''

جو نے دل میں کہا۔ کاش وہ آ جائیں۔ میرے پیارے فرٹز تم میرے ساتھ کیسی نیکی، شرافت اور ملنساری سے پیش آتے تھے۔ آہ۔ جب تم پاس تھے تو میں نے کوئی قدر نہیں کی۔ لیکن اب مجھ سے دور ہو تو تمھاری وفائیں یاد آتی ہیں اور یہ دل ملنے کے لیے کیسا بے قرار ہو رہا ہے۔ جو نے اس پرزے کو اپنی مٹھی میں اس طرح بھینچ لیا جیسے یہ کوئی وعدہ ہے۔ اور جس کے ایفا کا وقت ابھی باقی ہے۔ پھر ایک تھیلے پر سر رکھ کر اس طرح رونے لگی جیسے یہ اس بارش کا جواب ہے جو چھت اور صحن میں برابر ہو رہی ہے۔

آخر یہ کیفیت کیا تھی؟ احساس تنہائی یا دل گرفتگی یا خود پر ترس؟ یا یہ ایک ایسے جذبے کی بے داری تھی جو جذبہ بھڑکانے والے کی طرح وقت کاٹ رہا تھا۔ کون جانے۔

Taj Tahir Foundation

بیسواں باب

حیرت کی باتیں

جو کی عادت تھی کہ جب شام کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنے لگتا تو پرانے صوفے پر لیٹ جاتی ۔ کوئی اس وقت خلل انداز نہ ہوتا اور وہ سکون کے ساتھ لیٹی رہتی ۔ یہ طریقہ اسے بہت پسند تھا ۔ بتھ کے انتقال کے بعد وہ اس صوفے پر بتھ کا سرخ تکیہ سرہانے رکھ کر دراز ہو جاتی ۔ کہانیاں سوچتی ، تصورات میں کھو جاتی یا مرحوم بہن کے خیال میں اتنی محو ہو جاتی کہ اسے اپنے پاس ہی سمجھنے لگتی ۔ اس شام وہ اسی طرح لیٹی تھی اور آگ کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی ۔ اس کے چہرے پر تکان ، افسردگی اور تفکر کے آثار تھے ۔ کل اس کی سالگرہ کا دن تھا ۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کس طرح پلک جھپکتے میں برسوں گزر گئے ۔ عمر کتنی بیت گئی ۔ مگر ابھی تک کچھ بھی نہ کیا ۔ وہ قریب قریب پچیس سال کی ہو چکی تھی لیکن کچھ کرکے نہ دکھایا تھا ۔ یہ اس کی غلطی تھی ۔ اس کے پاس بہت کچھ تھا ۔ رفتہ رفتہ اسے اس بات کا پتہ چلتا گیا اور وہ شکرانہ ادا کرتی گئی ۔

جو نے سوچا میں یونہی بیٹھے بیٹھے بڑھیا ہو جاؤں گی ۔ شادی بیاہ کچھ نہ ہوگا ۔ قلم شوہر ہے ۔ کہانیاں اولاد ہیں اور شاید اب سے بیس برس بعد تھوڑی بہت شہرت بھی حاصل ہو جائے ۔ اسی کو کمائی سمجھ لو ۔ لیکن شہرت اس وقت ہوگی جب میں جانسن بے چارے کی طرح اس سے کوئی حظ نہ اٹھا سکوں گی ۔ اکیلی ہوں گی اس لیے کسی کو شریک کرنے کے قابل نہ ہوں گی آزاد ہوں گی اس لیے شہرت کی ضرورت سے بے نیاز ہوں گی مگر خیر دل جلا ولی یا خود غرض گنہگار بننے کی ضرورت نہیں ۔ اور بڑی عمر کی بن بیاہی عورتیں اکیلی رہتے رہتے اس زندگی کی عادی

Taj Tahir Foundation

ہو جاتی ہیں تو پھر ان کی بڑے آرام سے گزرتی ہے لیکن ——— یہاں پہنچ کر جو بولتے بولتے رکی اور اس طرح ٹھنڈا سانس بھرا جیسے مستقبل میں جو کچھ ہوتا نظر آ رہا ہے اس سے جی خوش نہیں۔

بالعموم پچیس برس کی عورت یہی سمجھا کرتی ہے کہ تیس برس کے بعد زندگی کی بہار ختم ہو جاتی ہے لیکن اس عمر کو پہنچ کر بھی عورت کی زندگی بالکل پھیکی نہیں ہو جاتی۔ اور اگر اپنے اندر مگن رہنے کا مادہ موجود ہو تو ہنسی خوشی گزر سکتی ہے۔ جن لڑکیوں کی پچیس برس کی عمر تک شادیاں نہیں ہوتیں ان کی زبان پر تو اس قسم کی باتیں آنے لگتی ہیں کہ وہ بڑھیا ہو گئی ہیں لیکن وہ اپنے دلوں میں تہیہ کر لیتی ہیں کہ کبھی بڑھاپا نہیں آنے دیں گی اور جب تیس برس کی ہو جاتی ہیں اور اس وقت تک بھی ناکت خدا ہی رہتی ہیں تو زبان سے کچھ نہیں کہتیں مگر یہ سمجھ لیتی ہیں کہ اب زندگی بھر کنوارا ہی رہنا ہے۔ ان میں جو سمجھ دار ہوتی ہیں وہ خود کو یہ خیال کر کے تسلی دے لیتی ہیں کہ ابھی تو زندگی کے بیس برس اور باقی ہیں جن میں وقار کے ساتھ بوڑھے ہوں گے۔

پیاری لڑکیو! بن بیاہی عورتوں پر ہنسا نہ کرو۔ ان کے سادہ اور صوفیانہ قسم کے لباس پر تمسخر نہ کرو۔ تمھیں کیا معلوم کہ ان کے سینے کے جو دل ہولے ہولے دھڑکا کرتے ہیں ان کی آواز محبت کی ناکامی کی وجہ سے زیادہ پرسوز اور درد انگیز ہوتی ہے۔ کاش ان کا سینہ چاک ہوتا اور تم دیکھ سکتیں کہ ان میں آرزوؤں اور ارمانوں کے کتنے مزار ہیں۔ ان کے مرجھائے ہوئے چہروں پر نفرت کی نظر نہ ڈالو۔ انھوں نے اپنے حسن و جوانی کو شیطانی خواہشوں پر قربان نہیں کیا۔ بلکہ صبر و رضا کے ساتھ اپنی رعفت و عصمت کی حفاظت کی۔ اس لیے تم نہ سمجھو تو اور بات ہے ورنہ وہ تو خدا کی نظر میں بہت ہی حسین و جمیل

Taj Tahir Foundation

ہیں - ایسی بہنیں اکثر رنجیدہ اور چڑچڑی رہتی ہیں - ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ کہ انھوں نے زندگی کے سب سے سہانے دن نہیں دیکھے - اور جن لڑکیوں کی جوانی پوری بہار پر آئی ہوئی ہو - انھیں بھی چاہیے کہ خدا کا خوف کھاتے ہوئے بن بیاہی عورتوں پر تحقیر کی بجائے ہمدردی سے نظر کریں - کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سہرے کے پھول بھی نہ کھلیں - انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ چہروں پر جوانی کی رونق سدا نہیں رہتی اور چمکیلے بھورے بھورے بالوں میں سفیدی نمودار ہو کر ہی رہتی ہے نیز جوانی میں تعریفیں جتنی اچھی معلوم ہوتی ہیں آگے چل کر عزت اور نرمی کی بھی اتنی ہی ضرورت پڑے گی -

لڑکو ! تم بھی شریف انسانوں کی طرح بڑی عمر کی بن بیاہی عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا کرو خواہ وہ کتنی ہی غریب سیدھی اور الھڑ ہوں - کیوں کہ جوان مرد وہی ہے جو بوڑھوں کا لحاظ ، کمزوروں کی حفاظت اور عورتوں کی خدمت کرنے کے لیے بلا امتیاز حیثیت سن و سال یا رنگ و نسل ہر وقت کمر بستہ رہے - ان پھوپھیوں ، خالاؤں کو یاد کرو جنھوں نے تمھیں محض نصیحتیں ہی نہیں کیں بلکہ گودوں میں کھلایا ، پال پوس کر پروان چڑھایا جس کا اکثر کوئی اجر نہ ملا - انھوں نے اپنی بوڑھی انگلیوں سے بڑے تحمل کے ساتھ تمھیں کپڑے سی سی کر پہنائے - تمھارے کام کرنے کے لیے اپنی بوڑھی ٹانگوں سے دوڑی دوڑی پھریں - تم کسی مشکل میں پھنس گئے تو اس الجھن سے نکالا - تمھیں کبھی پیسے ٹکے کی ضرورت پڑی تو گو ان کے پاس بھی کچھ زیادہ جمع جتھا نہ تھا پھر بھی اسی میں سے نکال کر دے دیا - تم ان احسانات کے بدلے میں اور کچھ نہیں تو اتنا تو کر ہی سکتے ہو کہ ان کے ساتھ عزت سے پیش آؤ اور بزرگ سمجھ کر ادب سے جھک کر ملو - عورتیں مرتے دم تک اسی بات کی خواہش مند رہتی ہیں کہ ان کے ساتھ لحاظ مروت برتی جائے اس سے ایک اور فائدہ بھی

Taj Tahir Foundation

ہے ۔ اس قسم کی باتوں پر نوجوان لڑکیوں کی فوراً نظر پڑتی ہے۔ وہ تمھیں اس صفت کی وجہ سے اور بھی زیادہ پسند کریں گی اور اگر موت کا بے رحم ہاتھ تمھیں اپنی ماں سے چھڑا دے تو کوئی پھوپھی خالا جس کے ویران بوڑھے دل میں اپنے پیارے بھتیجے کے لیے جگہ ہوگی ، سگی ماں کی طرح تمھاری خدمت کرنے کے لیے تیار ہو جائے گی ۔"

جو کی آنکھ لگ گئی ہوگی جس طرح وعظ سنتے سنتے ایک سامع اونگھ جاتا ہے ۔ بالکل اسی طرح وہ بھی اونگھ گئی ۔ دفعتاً اسے لاری کا بھوت سامنے کھڑا معلوم ہونے لگا ۔ وہ خاصا زندہ سلامت بھوت تھا جو اس کے اوپر جھکا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں وہی کیفیت تھی جو چلے ہوا کرتی تھی ، جب وہ اسے خبر نہیں کیا کیا سمجھتا تھا مگر ظاہر نہ کرتا تھا ۔ جو کی آنکھ کھل گئی ۔ وہ خاموش پڑی حیرت کے عالم میں اسے گھورتی رہ گئی ۔ در اصل جس طرح ایک مشہور گیت میں جینی نام کی لڑکی کے متعلق شاعر نے کہا کہ ع

اسے کیا خبر تھی کہ وہ آ گیا

اسی طرح جو لاری کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی ۔ جب اس نے جھک کر اس کی پیشانی چومی تب کہیں جو سمجھی کہ واقعی لاری آ گیا ہے ۔ وہ لپک کر اٹھی اور خوشی کے آنسو آنکھوں میں لیے ہوئے چلائی ۔

"ارے میرا ٹیڈی ! ارے میرا ٹیڈی !!"

"پیاری جو ! تم میرے آنے سے خوش ہوئیں ؟"

"میرے اچھے دوست ! میں تو اتنی خوش ہوئی ہوں کہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی ۔ ایمی کہاں ہے ؟"

"وہ تمھاری والدہ کے ساتھ میگ کے ہاں ۔ ہیں ہم راستے میں ان کے گھر رک گئے تھے ۔ بس انھوں نے میری بیوی کو آچک لیا ۔"

Taj Tahir Foundation

''تمھاری کس کو ؟'' جو نے چونک کر پوچھا - کیوں کہ لاری یہ دو لفظ نا دانستہ ایسے انداز سے کہہ گیا تھا جس سے پتہ چل رہا تھا کہ اس کا سینہ فخر و ناز سے اترا رہا ہے -

جو کے سوال سے اسے ہوش آ گیا - بولا ''افوہ چوک ہو گئی -'' اور وہ صورت سے کچھ اس طرح قصور وار معلوم ہونے لگا کہ جو نے بجلی جیسی تیزی سے سوال کیا - ''کیا تم دونوں شادی بھی کر بیٹھے ؟''

''جی ہاں جناب لیکن آئندہ یہ قصور کبھی نہ ہوگا'' اور گناہ بخشوانے والے گنہگار کی طرح دونوں ہاتھ جوڑے دو زانو ہو گیا - چہرے سے ظاہر تھا کہ مخول کر رہا ہے کیوں کہ دل خوشی اور کامیابی کے احساس سے بھر پور تھا -

''سچ مچ شادی کر لی کیا ؟'' جو نے پوچھا -

''جی ہاں سچ مچ - آپ کا شکریہ -'' لاری نے کہا -

''خدا رحم کرے ! اب اس کے بعد تم اور کیا خوف ناک کام کروگے'' اور جو سانس کھینچ کر اپنی نشست پر بیٹھ گئی -

لاری نے کہا ''مبارک باد تو ٹھیک اسی طرح ملی جس طرح تم سے توقع تھی مگر تعریفی نہیں ہے -''

ابھی تک لاری اسی طرح دو زانو تھا جیسے بڑی مشکل میں ہے لیکن دل خوشی سے لبریز تھا - اور یہ خوشی آنکھوں سے ٹپکی پڑتی تھی -

جو بولی ''ایسی حالت میں تم اس کے سوا اور کیا توقع کر سکتے ہو جب کہ تم چوروں کی طرح اندر گھسے اور ایک ایسی بات کہی جس سے سننے والے کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ جائے - بس اب اٹھو مسخرہ پن ہو چکا اور مجھے سارا ماجرا سناؤ -''

''اس وقت تک ایک لفظ نہیں کہوں گا جب تک اپنی پرانی جگہ پر نہ بیٹھ لوں گا اور تم وعدہ نہ کر لو گی کہ تکیہ درمیان

Taj Tahir Foundation

میں نہیں اڑاؤں گی ''

جو نے اس کے منہ سے یہ فقرہ سنا تو کھکھلا کر ہنس پڑی۔ بہت دنوں بعد وہ اس طرح کھل کر ہنسی تھی۔ صوفے کو تھپتھپا کر لاری کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خندہ پیشانی سے بولی ''وہ تکیہ تو اوپر والی کوٹھڑی میں پڑا ہے۔ اور اب اس بے چارے کی ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے۔ تم صوفے پر آ بیٹھو ٹیڈی اور گناہ کا اقرار کر ڈالو۔''

لاری نے کہا: ''تمھارے منہ سے ٹیڈی کیسا بھلا لگتا ہے اب تمھارے سوا اور کوئی مجھے اس نام سے نہیں پکارتا'' اور چین کا سانس لے کر بیٹھ گیا۔

''ایمی تمھیں کیا کہہ کر خطاب کرتی ہے؟''

''میرے آقا۔''

''وہ یہی کہتی ہوگی۔ اور تم معلوم بھی آقا ہی ہوتے ہو۔'' کہتے ہوئے جو نے لاری کو جن نظروں سے دیکھا وہ چغلی کھا رہی تھیں کہ اسے اپنا ''دوست'' پہلے سے زیادہ طرح دار معلوم ہو رہا ہے۔

بہر چند اس وقت ان کے درمیان تکیے کی آڑ نہیں تھی پھر بھی وقت، مفارقت اور دل بدل جانے سے ایک اور قدرتی آڑ پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں کو اس کا احساس تھا اور ایک لمحے کے لیے اس طرح ایک دوسرے کو دیکھتے رہے جیسے یہ نظر آنے والی دیوار دونوں پر اپنا سایہ ڈال رہی ہے لیکن جب لاری نے باتیں شروع کیں تو یہ دیوار آناً فاناً ہٹ گئی۔ اس نے باوقار بننے کی بے کار سی کوشش کرتے ہوئے کہا: ''کیا میں شادی شدہ اور گھر بار والا آدمی معلوم نہیں ہوتا؟''

''بالکل بھی نہیں اور نہ کبھی ہوں گے۔ تم بڑے ضرور ہو گئے ہو اور طرح دار بھی نکل آئے ہو مگر اب بھی وہی پہلے جیسا چھوکرا پن ہے۔''

Taj Tahir Foundation

لاری کو اس کی ان باتوں میں بڑا ہی لطف آ رہا تھا ۔ پھر بھی اس نے کہا: ''دیکھو بھئی جو! تمھیں میرا ادب کرنا چاہیے ۔''

''ادب کیسے کروں ۔ مجھے یہ خیال کرکے ہی ہنسی آتی ہے کہ تم اور شادی اور گھر لے کر بیٹھنا ۔ بس فوراً سنجیدگی کافور ہو جاتی ہے ۔'' کہتے ہوئے جو کچھ اس طرح مسکرائی کہ لاری بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ دونوں پھر ہنس پڑے اور پھر پہلے کی طرح مزے مزے میں باتیں کرنے لگے ۔

جو نے ایمی کو لانے کے لیے میگ کے ہاں جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو لاری نے کہا : ''سردی ہو رہی ہے تم باہر نہ جاؤ وہ سب ابھی ابھی خود ہی آ جائیں گے ۔'' پھر بولا : ''میں وہاں نہ ٹھہر سکا ۔ کیوں کہ مجھے ارمان تھا کہ یہ حیران کن خبر تم کو سب سے پہلے میں ہی سناؤں اور بالائی میرے ہی حصے میں آئے ۔ یاد ہے ہم کریم کی بالائی لینے کے لیے کس طرح لڑا کرتے تھے ۔''

''ہاں یاد ہے ۔ تم بہت لڑتے تھے اور کہانی غلط سرے سے شروع کرکے سارا مزہ کر کرا کر دیا کرتے تھے ۔ اچھا اب بتانا شروع کرو اور اول سے آخر تک بتاؤ کہ یہ سب کیسے ہو گیا ۔ پوری داستان سننے کے لیے میری جان بے قرار ہو رہی ہے ۔

لاری نے آنکھ مار کر کہا : ''میں ایمی کو خوش کرنے کے لیے راضی ہو گیا ۔''

''پہلا جھوٹ ۔ ایمی تم کو خوش کرنے کے لیے راضی ہوئی ہوگی ۔ آگے چلو ۔ اور دیکھو جھوٹ نہ بولو'' ۔

آگ آتش دان میں روشن تھی ۔ لاری نے جیسے آگ سے کہا : ''خوب مزے میں آ کر بول رہی ہے اور مجھے بھی اس کی یہ باتیں سن کر لطف آ رہا ہے '' اور آگ نے بھی جیسے چمک دمک دکھا کر اس سے اتفاق رائے کیا ۔

لاری نے جو سے کہا : ''میں ایمی کو خوش کرنے کے لیے راضی ہوا یا وہ مجھے خوش کرنے کو راضی ہوئی ایک ہی بات ہے

Taj Tahir Foundation

کیوں کہ وہ اور میں دونوں ایک ہیں ۔ ہمارا ارادہ مہینے سوا مہینے پہلے کیرول خاندان کے ساتھ واپس آنے کا تھا ۔ پھر انھوں نے اچانک فیصلہ کر لیا کہ ایک جاڑا اور پیرس میں گزاریں گے ۔ لیکن دادا جان واپس آنا چاہتے تھے ۔ وہ چوں کہ میری خاطر سے ساتھ گئے تھے اس لیے میں یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ اکیلے واپس آئیں ۔ لیکن اس کے ساتھ ایمی کو بھی چھوڑنا نہ چاہتا تھا ۔ ادھر مسز کیرول اڑ بیٹھیں کہ لڑکی کو اکیلا نہیں بھیجوں گی ۔ انگریزی قاعدے کے مطابق کوئی مرد ساتھ ہونا چاہیے ۔ میں نے یہ کہہ کر اس مشکل کو حل کر دیا کہ شادی ہو جانی چاہیے پھر ہم جو جی چاہے گا کریں گے ۔''

''ٹھیک ۔ تم تو ہمیشہ حالات کو کھینچ تان کر اپنے مطلب کے مطابق ڈھال ہی لیا کرتے ہو ۔''

''ہمیشہ تو نہیں ۔''

لاری کے لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ جو نے اس کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے پوچھا ''تم نے پھوپھی کو کیسے راضی کیا ؟''

''یہ کام بہت مشکل تھا ۔ لیکن ہم دونوں نے مل کر انھیں باتوں میں دبا لیا ۔ ہمارے پاس دلیلوں کی کیا کمی تھی ۔ خط لکھ کر اجازت حاصل کرنے کا وقت نہ تھا ۔ مگر تمھارے خاندان کے سب افراد نے اس شادی کو پسند کیا اور رفتہ رفتہ اس پر رضامندی کا اظہار کیا ۔ اور جیسا کہ میری بیگم کہتی ہیں ہمیں تقدیر نے جو موقع دیا اس سے فائدہ اٹھانا تھا ۔''

جو نے آگ سے خطاب کرتے ہوئے کہا : ''ہمیں خوشی اور فخر ہے کہ اس واقع سے فائدہ اٹھایا گیا ۔'' اور اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ لاری کی جن آنکھوں میں اس سے رخصت ہوتے وقت حسرت و یاس کی تاریکی تھی اب ان میں مسرت کے دیے روشن ہیں ۔

Taj Tahir Foundation

لاری کہہ رہا تھا : ''ہاں تمھیں تھوڑی بہت خوشی اور فخر ضرور ہوگا - ایمی عورت نہیں جادوگرنی ہے۔ مجھے اس پر ناز ہے۔ خیر تو چچا اور پھوپھی دلہن کے ولی بن گئے - ہم دونوں ایک دوسرے میں اس قدر کھو گئے تھے کہ الگ رہنے میں بے لطفی محسوس ہونے لگی تھی - اس دلیل نے سب کے سر جھکا دیے اور ہم نے اپنا کام بنا لیا -''

''شادی کب ، کہاں اور کس طرح ہوئی ؟'' جو نے بے قرار ہو کر پوچھا - اسے چٹیک لگی ہوئی تھی -

لاری نے بتایا: ''چھ ہفتے قبل پیرس کے امریکی قونسل خانے میں یہ رسم بہت سادگی اور خاموشی سے ادا کی گئی - کیوں کہ اس خوشی میں ہم نے پیاری بتھ کو دل سے نہیں بھلایا -''

جب لاری نے یہ بات کہی تو جو نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ اور لاری چھوٹے سے سرخ تکیے پر ہاتھ پھیرتا رہا - اسے یاد تھا کہ یہ بتھ کا ہے -

ایک لمحے تک خاموشی رہی - پھر جو نے دھیمے لہجے میں پوچھا: تم نے ہمیں بعد میں کیوں نہ بتایا -

''ہم سب کو اچنبے میں ڈالنا چاہتے تھے - پہلے خیال یہی تھا کہ بس سیدھے گھر چل رہے ہیں ، لیکن شادی ہوتے ہی بڑے میاں نے کہا : میں تو ابھی ایک ماہ تک سفر کے لیے تیار نہ ہو سکوں گا - تم جہاں چاہو ہنی مون منانے کے لیے چلے جاؤ - ایمی نے ایک مرتبہ والروزا کے بارے میں کہا تھا کہ ہنی مون منانے کے لیے بڑی موزوں جگہ ہے چنانچہ ہم وہیں چلے گئے - اور وہاں ایسے لطف و انبساط سے وقت کٹا کہ ایسے خوشی کے دن زندگی میں شاید ہی پھر کبھی نصیب ہوں - سچ کہتا ہوں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گلاب کے پھول ہم دونوں سے محبت کر رہے ہیں -''

لاری کا انداز گفتگو ایسا تھا جیسے وہ ایک لمحے کے لیے جو کی موجووگی سے بے خبر ہو گیا ہے اور جو یہ بات دیکھ کر خوش

Taj Tahir Foundation

ہوئی ۔ کیوں کہ وہ جس بے ساختگی کے ساتھ اپنی شادی کا حال سنا رہا تھا اس سے جو کو یقین آ گیا کہ اس نے جو کو معاف کر دیا ہے اور اس کے انکار کو بھول گیا ہے ۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا ۔ لیکن لاری نے اس طرح جیسے اس کے ارادے کو بھانپ لیا ہے ہاتھ نہیں چھوڑا اور ایک ایسی مردانہ سنجیدگی سے جو اس میں پہلے نہیں دیکھی گئی تھی کہا : ''پیاری جو میں ایک بات کہنی چاہتا ہوں ۔ اس کے بعد اس معاملے کو ہمیشہ کے لیے داخل دفتر کر دیں گے ۔ میں نے تمھیں خط میں لکھا تھا کہ گو ایمی میرے حال پر مہربان ہو گئی ہے لیکن تمھاری محبت میرے دل سے عمر بھر نہ نکلے گی ۔ مگر اب بات کچھ اور ہو گئی ہے اور میں سمجھ گیا ہوں کہ جو کچھ ہو گیا یہی ٹھیک ہے ۔ میرے دل میں تمھاری جگہ ایمی نے لے لی ہے ۔ میرا خیال ہے قسمت میں یہی لکھا تھا اور اگر میں ٹھہرا رہتا تو آپ ہی آپ حالات یہ شکل اختیار کر لیتے ۔ تم نے تو مجھے روکنے کی کوشش کی مگر بے صبر بن گیا ۔ اسی لیے یہ تکلیف اٹھائی'' ۔

''میں اس وقت ایک سرکش اور گرم مزاج لڑکا تھا ۔ ٹھوکر کھائے بغیر سمجھ نہ آئی ۔ تم ٹھیک کہہ رہی تھیں ۔ تمھیں لپٹنا میری غلطی تھی ۔ خود کو بیوقوف بنانے کے بعد عقل آئی ۔ یقین جاننا ایک زمانے میں تو میرا دماغ اتنا الجھا ہؤا تھا کہ مجھے اتنی تمیز نہ تھی کہ تم اور ایمی دونوں میں سے کس سے محبت کرتا ہوں ۔ چنانچہ میں نے دونوں سے یکساں محبت کرنے کی کوشش کی مگر کر نہ سکا ۔ چنانچہ جب سوئٹزرلینڈ میں اس سے ملنا ہؤا تو سب کچھ فوراً عیاں ہو گیا ۔ تم دونوں کو میرے دل میں مناسب مقام مل گیا ۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ نئی محبت میں پڑنے سے پہلے پرانی محبت ختم ہو گئی ۔ یہ اچھا ہی ہؤا ۔ اب میں تم کو بہن کی طرح اور ایمی کو بیوی کی طرح اپنے دل میں بٹھا سکوں گا ۔ اور دونوں سے محبت کر سکوں گا ۔ بولو ! تمھیں

Taj Tahir Foundation

میری بات کا یقین آیا ؟ کیا ہم پھر انہی دنوں کی طرف انہیں لوٹ سکتے - جب شروع شروع ملنا ہؤا تھا اور ہنسی خوشی وقت گزرا کرتا تھا -"

"مجھے دل سے یقین آ گیا- لیکن ٹیڈی اب ہم دوبارہ لڑکا اور لڑکی تو بنے سے رہے - بیتے ہوئے دن تو واپس نہ آئیں گے - اب تم مرد ہو اور میں عورت بن چکی ہوں - کھیل کود کا زمانہ ختم ہؤا - اب کام کرنا ہے، فضولیات چھوڑنی پڑیں گی - مجھے یقین ہے کہ تم بھی اس بات کو ضرور محسوس کر رہے ہو گے - مجھے تم میں تبدیلی دکھائی دے رہی ہے اور تم مجھ میں بھی تبدیلی دیکھو گے - مجھے اپنا لڑکا یاد کرے گا لیکن اب وہ مرد بن چکا ہے- میں مرد سے بھی اسی طرح محبت کروں گی اور میرے دل میں اس کی قدر اس لیے اور بھی زیادہ ہو گی کہ میں اسے جیسا دیکھنا چاہتی تھی ویسا ہی بننے کی فکر میں ہے - اب ہم پہلے کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ کھلنڈرا پن تو نہیں کر سکتے - البتہ بھائی بہن بن کر زندگی بھر آپس میں محبت کرتے ہوئے ایک دوسرے کا سہارا ضرور بن سکتے ہیں - بن سکتے ہیں نا لاری ؟"

لاری نے جواب میں کچھ نہ کہا - البتہ اس کے ہاتھ پر اپنا چہرہ رکھ دیا ، اور ایک لمحے تک یونہی رکھے رہا - وہ محسوس کر رہا تھا کہ طفلانہ جذبہ مر چکا ہے اور اس کی جگہ ایک پختہ جذبۂ رفاقت پیدا ہو گیا ہے جس سے دونوں کو فیض پہنچے گا -

پھر جو خندہ پیشانی سے کہنے لگی : "مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تم بچے ہو کر اور شادی کر کے گھر بسانے کے لائق ہو - ارے بھئی کل کی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ ایمی کے لبادے کے بٹن لگایا کرتی تھی اور جب کبھی تم تنگ کرتے تھے تو تمہارے سر کے بال نوچ گھسوٹ لیا کرتی تھی - خدا رحم کرے - وقت کیسے جلدی گزرتا ہے !"

TajTahir Foundation

اصل میں اس کی کوشش یہ تھی کہ لاری اور ایمی کے گھر واپس آنے پر افسردگی کی بجائے خوشی کا اظہار کرے۔

لاری اس کے بزرگانہ انداز سے بولنے سے بہت محفوظ ہؤا۔ اور کہا: ''بچوں میں ایک عمر کے لحاظ سے تم سے بڑا ہے اس لیے تمھیں یوں دادی اماں بن کر باتیں مٹھارنے کی ضرورت نہیں۔ میں مرد بن چکا ہوں اور ایمی جس کو تم بچہ سمجھ رہی رہو جب اس سے ملو گی تو دیکھو گی کہ وہ بھی بڑوں کے کان کترنے لگی ہے۔''

''ٹیڈی تم عمر میں بڑے ہو تو ہؤا کرو۔ لیکن میں جذبات کے اعتبار سے زیادہ بڑی بوڑھی ہوں۔ احساسات کے معاملے میں عورت ہمیشہ مرد سے زیادہ بوڑھی ہوتی ہے اور یہ پچھلا برس تو مجھ پر اتنا سخت گزرا ہے کہ اپنے آپ کو چالیس برس کا سمجھنے لگی ہوں۔''

''جو مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے۔ ہم خود تو تفریح کرنے نکل گئے اور تم کو ساری جوکھوں اٹھانے کے لیے اکیلا چھوڑ گئے۔ تم واقعی بڑی عمر کی معلوم ہونے لگی ہو۔ کہیں کہیں جھریاں بھی پڑ گئی ہیں۔ جب مسکرائی نہ ہو تو آنکھوں میں حزن و یاس کی کیفیت جھلکتی ہے۔ اور ابھی میں نے گدے کو ہاتھ لگایا تو اس پر آنسوؤں کی نمی تھی۔ تمھیں بڑی کڑیاں جھیلنی پڑی ہیں اور یہ سب مصیبت تم نے اپنے اکیلے دل پر لی ہے۔ تف ہے مجھ پر! کیسا خود غرض نکلا!'' اور لاری حزن و ملال کے ساتھ اپنے سر کے بال نوچنے لگا۔

مگر جو نے خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا: ''نہیں، میں اکیلی نہیں تھی۔ امی اور ابا نے میری دستگیری کی۔ پیارے بچوں سے دل بہلا رہا، اور اس خیال نے کہ تم اور ایمی ہنسی خوشی ہو، مصائب کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ کبھی کبھی تنہائی محسوس ہونے لگتی ہے لیکن اس سے مجھے فائدہ ہی پہنچتا

Taj Tahir Foundation

ہے ۔ اور ــــ'' ابھی یہ فقرہ ختم نہ ہؤا تھا کہ لاری بولا: ''آئندہ تمہیں کبھی تنہا نہیں رہنے دیا جائے گا ۔''

لاری نے جو کے گلے میں اس طرح بانہہ ڈال دی جیسے اسے ہر بلا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے اور بولا : ''ایمی اور میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ اس لیے تمہیں ہمارے ساتھ رہنا پڑے گا اور پہلے کی طرح ہر چیز میں تمہارا آدھوں آدھ حصہ ہوگا ۔ ہم تمہیں پیار محبت سے رکھیں گے اور سب مل جل کر ہنسی خوشی زندگی بسر کریں گے ۔''

جو نے کہا : ''اگر میں تمہارے راستے کا کانٹا بنوں تو واقعی زندگی بڑے لطف کے ساتھ کٹے گی ۔ میں تو اب بھی اپنے دل میں جوانی کی امنگ محسوس کر رہی ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمہارے آتے ہی ساری بلائیں دور ہو گئیں ۔ ٹیڈی تم سے ہمیشہ دل کو راحت ملتی ہے ۔'' اور اس نے اپنا سر اسی طرح اس کے کندھے پر رکھ دیا جس طرح برسوں پہلے جب ایک دفعہ بتھ بیمار تھی اور لاری نے اس کا سہارا چاہا تھا تو اسی طرح اسے تسلی دی تھی ۔

لاری نے اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالی ۔ سوچتا تھا کہ خبر نہیں اسے وہ وقت یاد ہے یا نہیں ، لیکن جو اس طرح مسکرا رہی تھی جیسے سچ مچ اس کے آنے سے ساری بلائیں دور ہو چکی ہیں ۔

''تم اب بھی وہی پرانی جو ہو کہ ابھی رو رہی ہو ابھی ہنس رہی ہو ۔ اس وقت بھی تمہاری نظروں سے شرارت ٹپک رہی ہے، بولو دل میں کیا ہے دادی اماں؟''

''میں یہ سوچ رہی تھی کہ تمہاری اور ایمی کی کیسی گزرتی ہو گی ۔''

''فرشتوں جیسی ۔''

''ہاں شروع میں تو ایسی ہی گزرے گی ۔ لیکن حکم کس

Taj Tahir Foundation

کا چلتا ہے ؟''

''میں یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ آج کل تو ایمی ہی کا حکم چلتا ہے ۔ کم از کم اسے یہی سمجھنے دیتا ہوں۔ اس کا دل خوش ہو جاتا ہے ، میرا کیا بگڑتا ہے ۔ رفتہ رفتہ ہم ہر کام باری باری کرنے لگیں گے ۔ کہتے ہیں کہ شادی سے حقوق آدھے رہ جاتے ہیں اور فرائض دگنے ہو جاتے ہیں ۔''

''اگر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو دیکھ لینا ایمی زندگی بھر تم پر حکم چلائے گی ۔''

''بھئی وہ حکم بھی کچھ اس طرح چلاتی ہے کہ مجھے ذرا گراں نہیں گزرتا ۔ اصل میں وہ اس قسم کی عورت ہے جسے حکم چلانا آتا ہے ۔ اور سچ پوچھو تو مجھے اس کی یہ بات پسند بھی ہے ۔ کیوں کہ وہ اس خوبی سے دوسرے کو اپنا تابع فرمان بنا لیتی ہے کہ اگلے کو ذرا بھی محسوس نہیں ہونے دیتی بلکہ وہ تمام وقت یہی سمجھتا رہتا ہے کہ جیسے اس پر احسان کیا جا رہا ہے ۔''

جو بیتابانہ ہاتھ اٹھا کر بولی : ''خدا کرے وہ دن جلد آئے کہ تم زن مرید شوہر بنو اور میں دیکھ کر خوش ہوں ۔''

لاری نے کندھے اچکائے اور اس مفسدہ پردازی پر تحقیر سے مسکرا کر بولا: ''ایمی اتنی پست خیال نہیں کہ مجھے زن مرید بنا کر رکھے گی اور نہ میں اس قسم کا گڈو شوہر ہوں کہ اس کی ہر بات بلا چون و چرا مان لوں گا ۔ میری بیوی اور میں دونوں ایک دوسرے کی اتنی عزت کرتے ہیں کہ آپس میں نہ کبھی لڑیں گے نہ زیادتی کریں گے ۔''

اس نے یہ فقرے کچھ اس شان سے کہے کہ انھیں ادا کرتے وقت بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا ۔ جو کو اس کی یہ ادا بہت بھائی ۔ اس کے خیال میں یہ شان خود نمائی لاری کو زیب دیتی تھی ۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی سوچا کہ لڑکا بہت تیزی سے مرد

Taj Tahir Foundation

ہنتا جا رہا ہے۔ چنانچہ خوشی کے ساتھ افسوس بھی ہوا۔

اس نے کہا: ''مجھے یقین ہے ایسا ہی ہو گا۔ تم اور ایمی اس طرح کبھی نہیں لڑے جس طرح مجھ میں اور تم میں لڑائی ہوتی رہی ہے۔ وہ سورج ہے اور میں ہوا۔ اور کہانی میں بتایا گیا ہے کہ ہوا نے مسافر کے کپڑے اتروا لیے تھے۔''

لاری ہنس کر بولا: ''نائس میں جس طرح اس نے مجھے لیکچر پلایا اس سے تو یہ معلوم ہوتا کہ وہ بیک وقت سورج اور ہوا دونوں کا کام کر سکتی ہے۔ یقین مانو اس کا یہ لیکچر تمھاری ملامت سے کہیں زیادہ کڑوا تھا۔ اس نے تو مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ میں کسی موقع پر تمھیں یہ سارا ماجرا سناؤں گا، ایمی شاید کبھی اس کا ذکر نہ کرے۔ کیوں کہ پہلے تو اس نے مجھ سے یہ کہا کہ میں تم کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہوں لیکن پھر مجھ حقیر کو دل دے بیٹھی اور مجھ ناکارہ انسان سے شادی بھی کر لی۔''

''توبہ توبہ۔ اتنی بدتمیزی۔ اگر اب کے اس طرح زبان چلائے تو مجھے بتانا تمھاری ہمایت میں اس کے وہ لتے لوں گی کہ یاد رکھے گی۔''

لاری بولا: ''میری وضع ہی ایسی تھی کہ معلوم ہوتا تھا اصلاح کے لیے اس طرح برا بھلا سننا ہی چاہیے تھا۔ ہے نا؟''

اتنے میں ایمی کی آواز سنائی دی: ''کہاں ہے میری پیاری جو؟''

لاری فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ابھی تک تو وہ شان جما رہا تھا لیکن اب دفعتاً شادماں نظر آنے لگا۔ ایمی کی آواز جو سنائی دے گئی تھی۔

خاندان کا لشکر اندر داخل ہوا۔ ایک بار پھر سب گلے ملے اور اس کے بعد تینوں مسافروں کو سامنے بٹھا کر ان کے دیدار سے شادماں ہونے کا موقع نکالا گیا۔ لاری کے دادا مسٹر لارنس

Taj Tahir Foundation

یوں تو پہلے بھی ہٹے کٹے تھے۔ لیکن سمندر پار کے سفر سے اوروں کی طرح ان کے چہرے پر بھی دو چلو خون اور بڑھ گیا تھا۔ مزاج کی سختی جاتی رہی تھی اور اس میں پرانے آداب و مراسم کی بجائے حسن اخلاق کی ملائمت آ گئی تھی۔ جب وہ دولھا دلہن کو ''میرے بچے'' کہہ کر خوشی سے چمکتی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے تو کتنے بھلے لگتے۔ ایمی ان سے بیٹی کی طرح محبت اور ادب سے پیش آتی تو وہ اُن سے بھی زیادہ بھلی معلوم ہوتی۔ اس نے اپنی ان اداؤں سے بڑے میاں کا دل موہ لیا تھا۔ اور وہ منظر تو دیکھنے ہی کے لائق ہوتا جب لاری دادا اور بیوی کے آگے پیچھے اس طرح چکر کاٹتا جیسے ان دونوں کے دیدار سے اس کا جی نہیں بھرتا۔

میگ نے ایمی پر نظر ڈالتے ہی پھانپ لیا تھا کہ اس کا اپنا لباس پیرس کی نئی طرز کا نہیں ہے۔ اور مسز موفاٹ تک مسز لارنس کے آگے ماند پڑ جائیں گی اور یہ محترمہ ہی سب سے زیادہ بانکی اور باوقار معلوم ہوں گی اور جو ان میاں بیوی کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ یہ جوڑی کیسی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ میرا خیال صحیح ہے۔ لاری کو ایسی حسین اور سگھڑ لڑکی مل گئی ہے جو مجھ جیسی بے ڈھنگی بوڑھی طوطی سے زیادہ اس کے گھر کی زینت بنے گی اور اس کے لیے مصیبت بننے کی بجائے باعث فخر ثابت ہوگی۔

بیگم مارچ اور ان کے شوہر کے چہرے خوشی سے کھلے جا رہے تھے۔ اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر سر ہلا ہلا کر مسکرا رہے تھے۔ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کی سب سے چھوٹی لڑکی نے مادی دولت کے علاوہ محبت، اعتماد اور مسرت کی دولت بھی حاصل کر لی ہے جو دنیاوی دولت سے زیادہ پائیدار ہوتی ہے۔

ایمی کے چہرے پر وہ چمک دمک اور ملائمت تھی جو سکون کا پتا دیا کرتی ہے۔ اس کی آواز میں لوچ آ گیا تھا اور اس

Taj Tahir Foundation

لوچ میں رس ہی رس تھا۔ بے حد شیریں۔ اس کی چال میں اکھڑ پن کی بجائے وقار و تمکنت آ گیا تھا اور قدرے مستانہ روی بھی شامل ہو گئی تھی ۔ دیکھنے والے عش عش کرتے تھے اور ہر گام پر سجدہ کرنے کی تمنائیں پاؤں پھیلاتی تھیں ۔ باتوں میں بناوٹ نہ تھی ، خلوص تھا ۔ حسن و رعنائی پہلے بھی موجود تھی لیکن شادی کے بعد ان میں اضافہ ہو کر عجیب دل کشی پیدا ہو گئی ۔ اب وہ سچ مچ اقلیم دل کی ملکہ معلوم ہوتی تھی اور یہی اس کی تمنا بھی تھی ۔

ماں نے آہستہ سے کہا : ''محبت نے ہماری بچی کو کچھ سے کچھ بنا دیا ۔''

مسٹر مارچ نے بیوی کے مرجھائے ہوئے چہرے اور سفید سر کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور منہ ان کے کان کے قریب لا کر کہا : ''میری پیاری ! اس کے سامنے زندگی بھر ایک اچھی مثال جو رہی ہے ۔''

ڈیزی کی ''کھو بچھولت'' (خوب صورت) خالہ کے چہرے سے نگاہ نہ ہٹتی تھی ۔ وہ گودی میں بیٹھنے والے کتے کی طرح اس خالہ سے چمٹ گئی تھی جو دل کشیوں کی پوٹ تھی ۔ مگر ڈیمی اتنی آسانی سے قابو میں نہ آیا اسے برن کے بنے ہوئے لکڑی کے ریچھ پیش کیے گئے اور یہ رشوت کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ قبول کرنے کے بعد ہی وہ خالہ سے رشتہ جوڑنے پر راضی ہوا ۔ مگر لاری نے کچھ اس ڈھب سے قبضہ جمایا کہ اس نے فوراً ہتھیار ڈال دیے ۔ اصل میں لاری اس بچے کی نفسیات سے واقف تھا ۔ اس نے اسے چند جھوٹے دے کر کہا : ''حضرت ! جب آپ سے پہلی ملاقات نصیب ہوئی تو آپ نے میرے منہ پر تھپڑ رسید کیا ۔ اب آپ کو شریفانہ طریقے سے سیدھا کرتا ہوں ۔'' یہ کہہ کر لمبے سے خالو نے چھوٹے سے بھانجے کو اس طرح اچھالنا اور گدگدانا شروع کر دیا کہ بھانجے صاحب کی ساری فلسفیانہ سنجیدگی غائب

Taj Tahir Foundation

ہو گئی اور وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

اُدھر بوڑھی حنا کے کھانا چننے میں ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ وہ الٹی سیدھی رکابیاں میز پر لگا رہی تھی اور ایمی کو دیکھ دیکھ کر زیر لب کہتی جاتی تھی۔ ''سر سے پاؤں تک ریشم میں لپٹی ہوئی ہے۔ اللہ قسم کیسی گڑیا سی دکھائی دیتی ہے اور لوگ بھی ایمی کے بجائے مسز لارنس کہہ کر خطاب کر رہے ہیں۔''

جب باتیں شروع ہوئیں تو وہ شور مچا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ پہلے ایک بولا۔ اس کے بعد دوسرا پھر سب نے ایک ساتھ بولنا شروع کر دیا۔ تین برس کی کہانی آدھے گھنٹے میں بیان کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ تو خیر گزری چائے موجود تھی جس کی وجہ سے گفتگو رک گئی اور کچھ کھا پی کر تازہ دم ہونے کا بہانہ ہو گیا۔ ورنہ اس طرح بولتے رہتے تو گلے بیٹھ گئے ہوتے اور آواز حلق کے سوراخوں سے برآمد نہ ہوتی۔ ان کے مختصر کھانے کے کمرے میں جانے سے ایک خوشی کے جلوس کا سماں بندھ گیا۔ مسٹر مارچ بڑے فخر کے ساتھ مسز لارنس کے ہمراہ تھے۔ اسی طرح بیگم مارچ نے بڑی تمکنت سے ''میرے بیٹے'' کے بازو پر سہارا لے رکھا تھا۔ لاری کے دادا نے جو کے کان کے قریب منہ لا کر کہا: ''اب تم میری ساتھی بنو۔'' اور آتش دان والے خالی گوشے کی طرف نظر کی۔ جو نے ان کے کان میں کہا: ''جناب میں اس کی جگہ پر کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں''۔ اس وقت اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ بہر حال وہ ان کے ساتھ ہو لی۔''

ننھے جڑواں بچے اچھلتے کودتے ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ان کے ہاں عید آ گئی تھی۔ کیوں کہ سب کے سب نو واردوں کی آؤ بھگت میں لگے رہنے کی وجہ سے انھیں من مانی کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی تھی اور انھوں نے بھی کرنی میں

Taj Tahir Foundation

کسر نہیں اٹھا رکھی - چھپ چھپ کر چائے کی چسکیاں لیں - ادرک کا کیک جی بھر کے کھایا - ایک گرم گرم بسکٹ پورے کا پورے اڑا لیا اور اپنی چھوٹی چھوٹی جیبوں میں میوے کے سموسے ٹھونس لیے جو اس زیادتی کی وجہ سے ٹوٹ گئے اور انھیں یہ سبق دیے گئے کہ انسانی فطرت اور پیسٹری دونوں کمزور ہوتے ہیں - اب چونکہ سموسے چھپا رکھے تھے - انھیں یہ فکر پڑی کہ ابا کی تیز نظریں کپڑوں سے گزر کر اس لوٹ کے مال تک پہنچ جائیں گی اس لیے ''بلے ابا'' (بڑے ابا) کے لپٹ گئے - جو اس وقت اپنی عینک نہیں لگائے ہوئے تھے -

مسز لارنس ابا کے بازو کا سہارا لیے ہوئے نشست گاہ میں واپس چلی گئی - باقی پہلے کی طرح جوڑے بنا کر گئے - جو جن کے ساتھ آئی اب انھیں یہ دو چمٹ گئے تھے اس لیے وہ اکیلی رہ گئی - اس نے تنہائی کا چنداں خیال نہیں کیا کیوں کہ وہ اس وقت حنا کے ایک سوال کا جواب دینے کے لیے رک گئی تھی -

حنا پوچھ رہی تھی - ''کیا مس ایمی گاڑی میں نکلا کریں گی اور ان کی سسرال میں چاندی کی جتنی خوب صورت طشتریاں رکھی ہیں ان سب کو بھی استعمال کیا کریں گی'' -

جو نے خوشی خوشی جواب دیا : ''کچھ عجیب نہیں کہ روزانہ چھ گھوڑوں کی گاڑی میں نکلا کریں اور سونے کی پلیٹوں میں کھانا کھایا کریں اور جواہرات ٹکے ہوئے زری کے کپڑے پہنیں - ٹیڈی کے خیال میں ایمی کے لیے جتنا بھی ہو تھوڑا ہے -''

''اچھا یہ بتاؤ کہ ناشتے کے لیے قیمہ ہو یا مچھلی کے کباب ؟'' حنا نے گفتگو کا رخ بدلنا چاہا -

''مجھے کچھ خبر نہیں'' کہہ کر جو نے دروازہ بند کر دیا اسے اس وقت کھانے پینے کی باتیں اچھی نہ لگیں - ایک منٹ تک کھڑی سب کو اوپر چڑھتا دیکھتی رہی - جب سب نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اچانک اسے اپنی تنہائی کا خیال ایسی شدت سے

Taj Tahir Foundation

آیا کہ پتھرائی ہوئی نظروں سے ادھر اُدھر اس طرح دیکھنے لگی جیسے کوئی سہارا ڈھونڈتی ہے۔ کیوں کہ ٹیڈی بھی اس کا ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ اس نے دل میں کہا: ''اس وقت ملول ہونا اچھا نہیں۔ سوتے وقت رو دھو کر دل کی بھڑاس نکالوں گی۔'' لیکن اگر اسے معلوم ہوتا کہ قدرت اس کے لیے سالگرہ کا کیا تحفہ بھیج رہی تھی تو ہرگز یہ بات منہ سے نہ نکالتی۔

بچپن سے رومال سنیت کر رکھنے کی عادی نہ تھی اس لیے رونکھی ہو کر یہ فقرے کہنے کے بعد آنکھیں ہاتھوں سے ڈھانپتی تھی کہ صدر دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے مہمان نوازی کے آداب کے مطابق جلدی سے کواڑ کھولے تو اس طرح حیران و ششدر رہ گئی جیسے اسے ڈرانے کے لیے ایک اور بھوت نمودار ہو گیا ہے۔ دروازے میں ایک گٹھیلے جسم کا ڈڑھیل آدمی کھڑا چمکتی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اندھیرے میں سورج نکل آیا ہے۔

''اخاہ! مسٹر بائر۔ آئیے آئیے، آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی۔'' جو نے اس طرح بے قرار ہو کر کہا جیسے بائر کو پکڑ ہی تو لے گی کہ کہیں یہ اندھیرا انھیں نگل نہ لے۔

''اور مجھے مس مارچ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔'' پروفیسر نے کہا۔ لیکن بولنے، چالنے اور ناچنے کی آوازیں سن کر بولا:

''مگر نہیں۔ یہاں تو ضیافت.....''

''ضیافت نہیں ہے۔ صرف اپنے خاندان کے آدمی جمع ہیں۔ میرے بہن بہنوئی باہر سے آئے ہیں۔ ہم سب خوشی منا رہے ہیں۔ آئیے آپ بھی ہماری خوشی میں شریک ہوجائیے۔''

میرا خیال ہے مسٹر بائر میل جول کے دل دادہ ہونے کے باوجود واپس چلے جاتے۔ کسی اور دن آ جاتے لیکن جاتے کس طرح، جو نے اندر آتے ہی کواڑ بند کر دیے تھے اور ٹوپی ان سے

Taj Tahir Foundation

لے لی تھی ۔ یا شاید اس کے چہرے پر جو خوشی تھی اس نے انھیں روک لیا ۔ وہ اپنی خوشی کو چھپانا بھول گئی تھی اور اسے ایسی صاف دلی سے ظاہر کر رہی تھی کہ تنہائی سے اکتائے ہوئے پروفیسر کا دل بے اختیار اس کی طرف کھنچا چلا گیا ۔ پھر کچھ یہ بھی تھا کہ ان کا خیر مقدم توقع سے کہیں زیادہ تپاک سے ہوا اس لیے زمین نے اور پھر قدم پکڑ لیے ۔

انھوں نے کہا ۔ ''اگر میں بار خاطر نہ ہوں تو یہ خوشی شریک ہوں گا ۔'' اور جب جو کے کوٹ لے کر ٹانگنے میں اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا تو جھٹ پوچھ بیٹھے ۔ ''کیوں خیر ہے ۔ کیا تم کچھ علیل ہو ؟''

جو : ''علیل نہیں تھکی ماندی اور غم زدہ ہوں ۔ جب آپ سے آخری ملاقات ہوئی تھی اس کے بعد ہم لوگوں کو ایک بھاری صدمہ اٹھانا پڑا ۔''

پروفیسر : ہاں مجھے معلوم ہے ۔ یہ اندوہ ناک سناؤنی سن کر دل تمھارے لیے بہت کڑھا تھا ۔''

یہ کہہ کر انھوں نے ایک بار پھر ایسی نظروں سے دیکھتے ہوئے مصافحہ کیا کہ جو یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی کہ ان مہر و محبت کی نظروں اور اس بڑے سے گرم گرم ہاتھ کے مصافحے سے زیادہ دل کو اتنا چین اور کسی چیز سے نہیں آ سکتا ۔

جب اس نے پروفیسر کو متعارف کرایا تو کہا : ''ابا جان! امی جان ! یہ میرے دوست پروفیسر بائر ہیں ۔'' اس کے چہرے اور لہجے سے ایسے فخر اور مسرت کا اظہار ہو رہا تھا جیسے اس کے بس میں ہوتا تو ڈنکا پیٹتی اور ایسے طمطراق سے دروازہ کھولتی جیسے کوئی بہت بڑا آدمی اندر داخل ہو رہا ہے ۔

نووارد کے دل میں اگر اپنے خیرمقدم کے بارے میں کوئی شبہہ ہوگا تو وہ منٹ بھر میں دور ہو گیا ہوگا ۔ خاندان کا ہر فرد اس سے شروع میں جو کی خاطر سے بڑے تپاک سے ملا ۔ اس کے

Taj Tahir Foundation

بعد اس کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے گرویدہ ہو گیا۔ وہ لوگ گرویدہ کیسے نہ ہوتے۔ اس کو دل موہ لینے کا منتر یاد تھا۔ ادھر یہ لوگ بہت سادہ دل تھے فوراً اسے من میں بسا لیا اور چوں کہ غریب تھا اس لیے اور بھی اپنایت محسوس کرنے لگے۔

ان لوگوں کے لیے جو دل کے غنی ہوتے ہیں غریبی بڑی دولت ثابت ہوتی ہے اور وہ صحیح معنوں میں مہمان نواز بن جاتے ہیں۔ مسٹر بائر ایک ایسے مسافر کی طرح اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال رہے تھے جیسے انھوں نے اجنبی دیس میں ایک دروازہ کھٹکھٹایا لیکن جب یہ دروازہ کھلا تو معلوم ہوا کہ جیسے یہ تو اپنا ہی گھر ہے۔ بچے ان کو اس طرح چمٹ گئے جیسے شہد کی مکھی شہد کی بوتل سے جا چپکتی ہے۔ دونوں ان کے ایک ایک گھٹنے پر بیٹھ گئے۔ کبھی ان کی جیبیں ٹٹولتے، کبھی ڈاڑھی نوچتے اور کبھی طفلانہ گستاخی سے ان کی گھڑی کھول کر دیکھنے لگتے۔ عورتوں نے آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے سے کہا کہ مرد برا نہیں ہے اور مسٹر مارچ نے جب یہ دیکھا کہ اپنے ہی جیسا ایک اور بندۂ خدا مل گیا ہے تو انھوں نے معلومات کے بیش بہا خزانے اس کے آگے ڈھیر کر دیے۔ جان خاموش بیٹھا سنتا رہا اور ان کی باتوں سے لطف لیتا رہا۔ وہ ان کی گفتگو میں اس قدر محو ہوا کہ منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ مسٹر لارنس کے سونے کا وقت ہو گیا تھا، مگر باتیں اس قدر دل چسپ معلوم ہوئیں کہ ان کی نیند بھی اڑ گئی۔

لاری کا رویہ بہت دل چسپ تھا اور اگر جو کی توجہ کسی اور طرف نہ ہوتی تو وہ اسے دیکھ کر بہت لطف لیتی۔ شروع میں وہ نووارد سے الگ الگ سا رہا۔ حسد تو نہیں البتہ اس کے دل میں ان نئے صاحب کی طرف سے شبہ سا ضرور تھا۔ چنانچہ الگ تھلگ رہ کر ان کو نظروں ہی میں تولنے ہی لگا۔ لیکن مسٹر بائر کی باتوں میں جادو تھا۔ بہت جلد لاری بھی ان میں دل چسپی لینے

Taj Tahir Foundation

لگا ۔ اس گھر کے مرد عورت مسٹر بائر سے مانوس ہو گئے تھے ۔ وہ خوب بول رہے تھے ۔ لاری رکنے جھجکنے کے باوجود گفتگو میں حصہ لینے پر مجبور ہو گیا ۔ مسٹر بائر لاری سے بولتے تو کم ہی تھے لیکن اسے بار بار دیکھتے ضرور تھے اور ہر بار جب اس کے چہرے پر نظر ڈالتے تو لاری کی پھلتی پھولتی جوانی دیکھ کر انھیں اپنی جوانی بے کار گزر جانے کا قلق ہوتا ۔ اسی کے ساتھ ان کی نگاہ حسرت جو پر بھی پڑتی ۔ اس میں ایک خاموش سوال ہوتا ۔ اگر جو دیکھتی ہوتی تو اس نے ضرور جواب دیا ہوتا مگر وہ متوجہ ہی نہیں تھی ۔ در اصل اسے اپنی نظروں پر بھروسہ نہیں تھا کہ دل کا بھید ظاہر کرنے سے باز رہیں گی ۔ اس لیے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اس چھوٹے سے موزے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی جسے بننے کا بہانہ بنا لیا تھا ۔ کنواری خالہ بھانجے کے لیے موزہ تیار کر رہی تھی ۔

کبھی کبھی آنکھ بچا کر باہر کو دیکھتی تو اس طرح دل خوش ہو جاتا جیسے پیاسا مسافر تازہ پانی پی کر تازہ دم ہو جاتا ہے ۔ ترچھی نظروں سے یوں تاک جھانک کرنے سے کئی باتیں ایسی معلوم ہوئیں جو نیک فال معلوم ہوتی تھیں ۔ مسٹر بائر یوں تو کھوئے کھوئے رہتے تھے لیکن اس وقت ترنگ میں تھے اس لیے وہ جو کو جوان اور خوب صورت معلوم ہوئے ۔ وہ اکثر اجنبیوں کا لاری سے مقابلہ کرنے لگتی تھی جس سے وہ غریب گھاٹے میں رہتے تھے مگر اس وقت جو مقابلہ کرنا بھول گئی ۔

گفتگو اس پر ہو رہی تھی کہ قدیم زمانوں کے انسان اپنے مردوں کو کس طرح دفناتے تھے ۔ یہ کوئی شگفتہ موضوع نہیں تھا لیکن بائر ترنگ میں تھے ۔ ایک دفعہ ٹیڈی بحث کرنے میں ہار گیا تو جو کا چہرہ فتح کی خوشی سے چمک اٹھا اور اس نے اپنے باپ کو کسی خیال میں ڈوبا ہوا دیکھا تو دل میں کہا : ''میرے باپ پروفیسر سے روزانہ تبادلۂ خیالات کرکے کیسے خوش

Taj Tahir Foundation

ہوں گے ۔"

مسٹر بائر سیاہ رنگ کے نئے سلے ہوئے سوٹ میں بڑے شریف صورت انسان معلوم ہو رہے تھے ۔ ان کے گھنے بال ترشے ہوئے تھے اور ان میں سلیقے سے کنگھا کیا گیا تھا لیکن وہ زیادہ دیر تک اس سجی سجائی حالت میں نہ رہے ۔ کیوں کہ بائر نے اپنی عادت کے مطابق جوش میں آ کر انھیں مل دل ڈالا اور جو کو ان کے یہ بکھرے اور اُلجھے ہوئے بال اس حالت میں اور بھی زیادہ اچھے معلوم ہوئے کیوں کہ اس کے خیال میں ان سے بائر کی پیشانی جوو (Jove) دیوتا جیسی شان دار نظر آتی تھی ۔ اصل میں جو بظاہر تو چپ چاپ بیٹھی موزہ بن رہی تھی لیکن ہر بات دیکھ رہی تھی ۔ اس نے یہاں تک دیکھ لیا کہ مسٹر بائر کے کفوں کے بٹن سونے کے ہیں ۔ غرض اس نے ایک سیدھے سادے انسان کو اپنے خیال میں کچھ سے کچھ بنا دیا ۔

آپ ہی آپ دل میں کہنے لگی : "بائر پیارے تو اس طرح سج بن کر آئے ہیں جیسے بر دکھاوے کے لیے بلائے گئے ہیں ۔" اور پھر اچانک اسے ایک ایسا خیال آیا کہ چہرے کی کیفیت چھپانے کے لیے اون کا گولا فرش پر گرا کر اسے اٹھانے کے بہانے جھک کر چہرہ چھپا لیا لیکن یہ چال اتنی کامیاب نہ رہی جتنی اسے توقع تھی ۔ پروفیسر اون کا گولا پکڑنے کے لیے لپکا ۔ دونوں کے سر ٹکرا گئے اور اس ضرب سے دونوں کو دن کے تارے نظر آ گئے ۔ دونوں کے چہرے سرخ ہو گئے اور گولا اٹھائے بغیر ہنستے ہوئے اپنی اپنی جگہ پر واپس آ گئے ۔ دلوں میں سوچ رہے تھے کاش یہ حرکت نہ کی ہوتی ۔

شام کا سارا وقت ایسے مزے سے گزرا کہ کسی کو اتنا وقت کٹنے کی خبر تک نہ ہوئی ۔ بچے دو گلابی پھولوں کی طرح نیند سے جھومنے لگے تو حنا انھیں سر شام ہی اٹھا کر لے گئی اور مسٹر لارنس آرام کرنے چلے گئے ۔ باقی سب آتش دان کے پاس

Taj Tahir Foundation

بیٹھے باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے میں اتنے محو ہو گئے کہ وقت کٹتا معلوم ہی نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ میگ کا دل اپنی اولاد کے لیے پھڑکا کہ ڈیزی پلنگ پر سے گر پڑی ہوگی اور ڈیمی نے دیا سلائیوں سے کھیلتے میں اپنے شب خوابی کے کپڑوں کو آگ لگا لی ہو گی۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر جانے کی ٹھہرائی۔

جو نے سوچا کہ اس کے دل کی بھڑاس چیخنے ہی سے نکل سکتی ہے۔ لہذا بولی: ''آپ لوگوں کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ رخصت ہونے سے پہلے سب مل کر شکرانے کا نغمہ گائیں کیوں کہ جامع متفرقین نے ہم کو ایک بار پھر ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔''

اس وقت وہاں سب تو خیر نہیں تھے لیکن یہ بات کسی کو بے موقع یا نا مناسب نہ معلوم ہوئی۔ کیوں کہ ان کے نزدیک بتھ بھی ان کے درمیان موجود تھی۔ گو وہ نظر نہ آتی تھی لیکن تھی ضرور اور ان کو پہلے سے بھی زیادہ عزیز ہو گئی تھی۔ موت اس تعلق کو کیسے توڑ سکتی تھی جسے محبت نے اٹوٹ بنا دیا تھا۔ بتھ کی کرسی اسی پرانی جگہ پر رکھی تھی اور وہ صاف ستھری ٹوکری اس ادھورے کام سمیت جسے اس نے نا طاقتی کے باعث پورا نہیں کیا تھا، اپنی اسی الماری میں رکھی تھی جس میں رہا کرتی تھی۔ اس کی پیاری سلائی جسے اب کوئی ہاتھ نہ لگاتا تھا جگہ سے ہلائی تک نہیں گئی تھی اور اس کے اوپر بتھ کا پر سکون چہرہ پہلے کی طرح مسکرا کر یہ کہتا معلوم ہوتا تھا کہ میں تمہارے پاس ہی ہوں رنجیدہ نہ ہونا۔

لاری نے ایمی کو ساز بجانے سکھائے تھے۔ اس نے بڑے فخر کے ساتھ لائق شاگرد سے کہا: ''ایمی ساز پر کچھ سناؤ تا کہ سب کو معلوم ہو تم نے کتنی ترقی کر لی ہے۔''

لیکن ایمی نے پرانے سٹول کو گھاتے ہوئے آنکھوں میں آنسو لا کر آہستہ سے کہا۔ ''ڈیر! آج رات نہیں، آج کی رات کمال نہ

Taj Tahir Foundation

دکھانا ہی مناسب ہے۔"

اس نے کمال سے بھی بہتر چیز پیش کی۔ اس نے وہی گیت شروع کر دیا جو بتھ گایا کرتی تھی۔ اس وقت اس آواز میں وہ جادو تھا جو کوئی بڑے سے بڑا استاد بھی سکھا کر پیدا نہیں کر سکتا۔ سننے والوں کے دل پر اس گانے نے ایسا اثر کیا کہ کوئی ملکوتی نغمہ الاپتی تب بھی نہ ہوتا۔ گیت کے آخری مصرع پر اس کا گلا رندھ گیا۔ اس نے بڑی مشکل سے یہ مصرع ادا کیا ع

اس جہاں کے سارے غم اس جہاں میں بھول جاتے ہیں۔

لاری اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ ایمی نے اپنا بوجھ اس پر ڈال دیا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ بتھ کے پیار کے بغیر گھر آنے میں کچھ لطف نہیں ملا۔

اس سے پہلے کہ خاموشی گراں گزرے جو نے کہا: "اب آخر میں مسٹر بائر سے مگنون کا گیت سننا چاہیے۔ یہ اسے خوب گاتے ہیں" اور مسٹر بائر "ہوں" کہہ کر گلا صاف کرتے ہوئے جو کے پاس جا کھڑے ہوئے اور اس سے بولے: "تم بھی میرا ساتھ دو گی۔ دونوں مل کر گائیں گے تو خوب رہے گا۔"

اور لطف یہ تھا کہ جو کو گانے کے نام کا رونا بھی نہ آتا تھا لیکن اس وقت اگر مسٹر بائر کہتے کہ پورا اوپیرا گاؤ تو وہ اس کے لیے بھی تیار ہو جاتی۔ چنانچہ لگی بے ڈھنگے پن سے الاپنے لیکن اس کی وجہ سے گیت خراب نہیں ہوا کیوں کہ مسٹر بائر نے بہت مزے لے لے کر گایا اور حق یہ ہے کہ خوب گایا۔ جو نے فوراً آواز نیچی کر لی اور محض ساتھ دینے کی غرض سے گنگنانے لگی تاکہ اس مدھر آواز کو سن سکے جو صرف اس کی خاطر گا رہی تھی۔ اس گیت میں یہ شعر پروفیسر کو بہت پسند تھا

پھلتے ہیں جہاں لیمو وہ دیس پیارا ہے
معلوم بھی ہے تجھ کو وہ دیس ہمارا ہے

لیکن اس وقت وہ بڑی دل سوزی سے لہک لہک کر اس کی

Taj Tahir Foundation

جگہ یہ گا رہے تھے ع

سنگت میں تری مجھ کو چلنا ہے وہیں پیارے

سننے والوں میں سے ایک کا دل اس لطیف اشارے کا مطلب سمجھ کر اس طرح لہرا اٹھا جیسے کہتا ہے ہاں مجھے معلوم ہے وہ دیس کون سا ہے اور وہ جب چاہے اس کے ساتھ خوشی خوشی وہاں جانے کو تیار ہوں۔

یہ گیت بہت پسند کیا گیا اور گانے والا تعریفوں سے لدا پھندا، شرمایا شرمایا اپنی جگہ پر واپس آ گیا لیکن اس کے چند منٹ بعد وہ سب ادب قاعدے بھلا بیٹھا اور ایمی کو ٹوپی پہنا دیکھ کر بری طرح گھورنے لگا کیوں کہ اس کا تعارف ''میری بہن'' کہہ کر کرایا گیا تھا اور کسی نے اسے اس طرح خطاب نہیں کیا تھا جس سے معلوم ہوتا کہ وہ بیاہی ہوئی ہے۔ پھر جب لاری نے رخصت ہوتے وقت بڑے تپاک سے کہا کہ ''جناب میں اور میری بیوی دونوں آپ سے مل کر بے حد مسرور ہوئے ہیں۔ واپسی پر ہمارے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمانا نہ بھولیے کیوں کہ ہم آپ کے لیے چشم براہ رہیں گے'' تو اس پر اور بھی خود فراموشی طاری ہوئی۔

اس نے لاری کا اس قدر گرم جوشی سے شکریہ ادا کیا اور اس قدر خوش خوش نظر آنے لگا کہ لاری نے سوچا اس قدر جلد کھل جانے والا انسان تو آج تک نظر سے نہیں گزرا۔

بائر نے بیگم مارچ سے مخاطب ہو کر کہا (گو اس کی نظریں جو پر تھیں) ''میں بھی اجازت چاہتا ہوں لیکن چوں کہ شہر میں ایک کام سے چند دن قیام رہے گا اس لیے پھر بھی حاضر ہوں گا بشرطیکہ آپ کی اجازت ہو۔''

بیگم مارچ نے بخوشی اجازت دے دی اور جس طرح ماں نے زبان سے اجازت دی۔ بیٹی نے آنکھوں سے وہی مطلب ادا کیا۔ ادھر بیگم مارچ بھی سب کچھ سمجھ رہی تھیں۔ وہ اولاد کے بھلے کی

Taj Tahir Foundation

طرف سے کیسے آنکھیں بند رکھ سکتی تھیں۔

مہمان رخصت ہو چکا تو مسٹر مارچ نے جو آتش دان کے پاس نمدے پر بیٹھے تھے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا: ''یہ شخص بہت دانا معلوم ہوتا ہے۔''

بیگم مارچ نے لبادہ میں لپٹے ہوئے کہا: ''ہاں۔ آدمی آدمی اچھا ہے۔''

جو وہاں سے اٹھ کر سونے چلی تو صرف اتنا کہتی گئی کہ ''میں نے ہی سمجھ لیا تھا آپ لوگ انھیں پسند کریں گے۔''

وہ حیران ہو ہو کر سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کون سا کام ہے جو مسٹر بائر کو شہر میں کھینچ لایا ہے۔ آخر یہ فیصلہ کیا کہ کہیں کسی معزز عہدے پر تقرر ہوا ہوگا، لیکن منکسر المزاج ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ کیا۔ اگر اس نے وہ منظر دیکھا ہوتا کہ مسٹر بائر اپنے کمرے میں پہنچ کر ایک سخت گیر اور نوجوان عورت کی تصویر دیکھنے لگے جس کے سر پر بالوں کا جھنڈ تھا اور جو نجانے کہاں دیکھتی نظر آ رہی تھی، تو جو کو ان کی آمد کا اصلی سبب معلوم ہو جاتا۔ خاص کر وہ منظر کہ جب بائر نے روشنی بڑھائی تو اندھیرے میں اس تصویر کو چوم لیا۔

اکیسواں باب

حضور عالی اور حضور عالیہ

اس کے دوسرے دن لاری سسرال آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی اپنی ماں کی گود میں اس طرح لیٹی ہے جیسے پھر سے ننھی بچی بن رہی ہے۔ اس نے کہا: ''امی جان! کیا آپ آدھے گھنٹے کے لیے میری بیوی مجھے مانگے کو دے سکتی ہیں؟ سامان آ گیا ہے۔ میں نے ضرورت کی کچھ چیزوں کی تلاش میں

Taj Tahir Foundation

ایمی کی پیرس میں خریدی ہوئی نفیس اشیا کو الٹ پلٹ کر مارا۔ لیکن میری چیزیں نہیں ملتیں۔''

بیگم مارچ نے اس گورے گورے ہاتھ کو جس کی انگلی میں شادی کی انگوٹھی جگمگا رہی تھی اس طرح دبایا جیسے مادرانہ شیفتگی پر معذرت طلب ہیں اور کہا: ''ہاں ہاں۔ جاؤ بیٹی۔ میں یہ بھول ہی جاتی ہوں کہ اب تمھارا گھر کہیں اور ہے۔''

لاری بولا: ''اگر میں یہاں آئے بغیر رہ سکتا تو ہرگز نہ آتا مگر اپنی بیوی کے بغیر میں اس طرح نہیں رہ سکتا جس طرح ــ'' اور مسکرانے کے لیے رکا ہی تھا کہ جو نے آوازہ پھینکا: ''جس طرح مرغ بادنما ہوا کے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

ٹیڈی کے گھر واپس آنے کے بعد جو ایک بار پھر پہلے کی طرح شوخ و شنگ ہوگئی تھی۔

لاری کہنے لگا: ''بالکل۔ ایمی ہر وقت میرا رخ جانب غرب رکھتی ہے۔ بس کبھی کبھار جنوب کو مڑتا ہوں اور شادی کے بعد سے پروا ہوا تو لگی ہی نہیں۔ رہا شمال تو اس طرف کی ہوائیں خاصی نکہت پروا ہیں اور دل ودماغ اس سے معطر ہیں۔ پھر اس نے مڑ کر ایمی سے پوچھا: ''کیوں حضور عالیہ ٹھیک ہے نا''

وہ بولی۔ ''ابھی تک تو موسم اچھا ہی ہے۔ البتہ یہ خبر نہیں کہ کب تک ایسا رہے لیکن میں طوفان کے خیال سے خوفزدہ نہیں ہوں کیوں کہ مجھے اپنی کشتی چلتی رکھنے کا گر آتا جا رہا ہے۔ لو چلو۔ گھر چل کر تمھیں بوٹ جیک (جوتا اتارنے کا آلہ) ڈھونڈ کر دوں۔ میرا خیال ہے تم نے اسی کی تلاش میں میری چیزیں کھوں دی ہوں گی۔'' پھر ماں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی: ''امی مرد عورت کا کتنا محتاج ہوتا ہے۔'' اور یہ بات اس نے کچھ ایسے بزرگانہ انداز سے کہی کہ لاری پھڑک گیا۔

Taj Tahir Foundation

جو نے چوپھا : ''تم گھر بار کے تو ہو گئے ، اب کیا کام کرنے کا سوچا ہے۔'' وہ اس وقت ایمی کے لبادے کے بٹن اسی طرح لگا رہی تھی - جس طرح کنوارپنے میں اس کی فرغل کے بٹن ٹانکا کرتی تھی -

لاری نے جواب دیا : ''بہت کچھ سوچ رکھا ہے لیکن زبان سے کچھ نہیں کہنا ہے کیوں کہ ابھی ہم انگھڑ ہیں - بہرحال یہ تو ظاہر ہے کہ بیکار بیٹھنے کا ارادہ نہیں ہے - کاروبار شروع کروں گا اور اس طرح تن من سے کام کرکے دکھاؤں گا کہ دادا جان بھی مان جائیں - وہ سمجھے ہیں کہ لاڈ پیار کی وجہ سے بگڑ گیا ہوں - ان کی یہ رائے بدل دینی ہے اور جب تک اس قسم کا کوئی مجاہدہ شروع نہ کر دوں گا تزکیۂ نفس کیسے ہو سکتا ہے۔ فضولیات سے جی پور چکا ہے اس لیے اب مردانہ وار جد و جہد کرنی ہے''

بیگم مارچ کو اس کا یہ جوش گفتار اور عزم بہت پسند آیا - پوچھنے لگیں ''اور ایمی ؟ یہ کیا کریں گی؟''

''پہلے تو ہم سب سے ملتے ملاتے پھریں گے اور اپنے بہترین جوڑوں کی نمائش کریں گے - اس کے بعد اپنے گھر میں جس شان سے مہانداری کیا کریں کے اور جس قسم کے نفیس لوگوں سے تعلقات پیدا کریں گے اور جس طرح دنیا کو فیض پہنچائیں گے ، ان سب باتوں کو دیکھ کر آپ لوگ حیران رہ جائیں گے -'' کہہ کر لاری بیوی سے بولا : ''کیوں جی مادام رکا میئر ثانی!''

ایمی بولی : ''یہ تو وقت بتائے گا کہ آپ کیا کیا کریں گے - اب تم یہاں سے چلو اور مہربانی کر کے میرے عجیب عجیب نام رکھ کر میرے میکے والوں کو حیران پریشان نہ کرو -'' اس نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا کہ مہانداری کرنے اور شمع محفل بننے سے پہلے گھر جانا اور اچھی بیوی بن کر دکھانا ہے -''

Taj Tahir Foundation

جب وہ دونوں میاں بیوی رخصت ہو گئے تو مسٹر مارچ جو ارسطو کے مقالات کا مطالعہ کر رہے تھے اور ادھر توجہ نہ کر سکے تھے کہنے لگے: ''یہ دونوں بچے ایک دوسرے کے ساتھ کیسے خوش ہیں!''

بیگم مارچ ان کی بات بڑی کرتے ہوئے بولیں: ''ہاں اور میرا خیال ہے کہ ان کی یہ خوشی پائیدار ہوگئی۔'' ان کے چہرے پر ایک ایسے ناخدا جیسا اطمینان تھا جو اپنے جہاز کو سلامتی کے ساتھ بندرگاہ میں لے آیا ہو۔

جو نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا: ''ہاں! ان کی خوشی پائیدار ہوگی۔ خوش نصیب ہے ایمی۔'' مگر جب پروفیسر بائر دروازے کے پھاٹک کو دھکا دے کر اندر داخل ہوئے تو آن کا چہرہ کھل گیا۔

لاری کو بوٹ جیک کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو شام کو بیوی سے اچانک بولا۔ ''مسز لارنس۔''

ایمی اس وقت اپنے آرٹ کے خزانوں کو سجانے کے لیے ادھر اُدھر بھاگی پھر رہی تھی۔ بولی: ''حضور عالی''۔ یہ شخص جو سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟ ''کون'' ایمی نے پوچھا۔ وہی ''مسٹر بائر'' لاری نے جواب دیا۔

توقع تو یہی ہے۔ ''ایمی نے جواب دیا۔''

''میرے انداز سے وہ آدمی ہے تو خوب لیکن ذرا نوجوان اور مالدار ہوتا تو اچھا رہتا'' لاری نے کہا۔ ''اب چھوڑو بھی اس تنگ نظری اور دنیاوی ہوس کو۔ اگر دونوں کو ایک دوسرے سے محبت ہے تو بڑی عمر اور غربت کی کوئی پروا نہیں۔ عورتوں کو دولت کے لیے کبھی شادی نہیں کرنی چاہیے.....''

کہتے کہتے ایمی اچانک اس طرح رک گئی جیسے اس کی کوئی چوری پکڑ لی گئی۔ اور اس نے فوراً اپنے شوہر کی طرف دیکھا جس نے شرارت بھری سنجیدگی سے کہا: ''نہیں کبھی نہیں کرنی

Taj Tahir Foundation

چاہیے۔'' گو بعض اوقات خوب صورت لڑکیوں کی زبان سے سنا یہی جاتا ہے کہ وہ دولت سے شادی کریں گی۔ اگر میری یاد خطا نہیں کرتی تو ایک زمانے میں تم کسی مالدار آدمی سے شادی رچانے پر ادھار کھائے بیٹھی تھیں۔ شاید اسی لیے مجھ جیسے ناکارہ سے شادی کی ہے۔''

''نہیں نہیں میری جان! ایسی باتیں نہ کرو۔ تمھارے ساتھ شادی پر آمادگی ظاہر کرتے وقت یہ بات میرے ذہن میں بالکل بھی نہیں تھی کہ تم مالدار ہو، تمھاری جیب میں ایک پائی بھی نہ ہوتی تو بھی تم ہی سے شادی کرتی۔ میرے دل میں کبھی کبھی تو یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش تم غریب ہوتے تاکہ میں ثابت کر سکتی کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔'' اور اس نے اپنی بات کا عملی ثبوت دیا۔ کیوں کہ وہ سب کے سامنے تو بہت لیے دیے رہتی تھی لیکن اکیلے میں بہت بے تکلف ہو جاتی تھی۔

پھر کہنے لگی: ''تم کہیں یہ نہ سمجھنے لگنا کہ میں ویسی ہی دنیا دار اور حریص عورت ہوں جیسے ایک مرتبہ بننے کی کوشش کی تھی۔ اگر تم کو میرے بارے میں دل سے اس بات کا یقین نہ ہؤا کہ میں ہر حال میں تمھاری رفیق اور غم گسار بنی رہوں گی تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔''

لاری بولا: ''کیا تم مجھے بے وقوف اور حیوان سمجھتی ہو؟ میں تمھارے بارے میں ایسی رائے کس طرح قائم کر سکتا ہوں۔ تم نے مجھ سے زیادہ مال دار آدمی سے انکار کرکے میرے ساتھ شادی کر لی اور اب میں اپنی پونجی کا آدھا حصہ تم کو دینا چاہتا ہوں تو لینے پر رضامند نہیں ہوتیں۔ لڑکیاں بے چاریاں روزمرہ ایسی ہی قربانیاں کرتی رہتی ہیں اور ان کے دماغوں میں یہ بات بٹھائی جاتی ہے کہ اسی میں اپنی نجات سمجھو۔ لیکن تمھیں جو سبق دیا گیا ہے وہ تو اس سے کہیں بہتر ہے اور گو ایک وقت وہ بھی تھا جب میں تمھارے انجام کا خیال کرکے لرز اٹھتا

Taj Tahir Foundation

تھا لیکن میں مایوس نہیں ہوا ، کیوں کہ بیٹی نے ماں سے جو کچھ سیکھا تھا اس پر عمل کر رہی تھی ۔ کل میں نے اماں جان سے یہی بات کہی تو سن کر ایسی مسرور اور ممنون نظر آنے لگیں جیسے میں نے انھیں خیرات کرنے کے لیے دس لاکھ کا چیک دے دیا ہے ۔"

ایمی کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خیال کہیں اور ہے ۔

لاری نے کہا : "مسز لارنس تم میری نصیحت آموز باتیں سن نہیں رہی ہو ۔"

"سن کیوں نہیں رہی ہوں ۔ بلکہ باتیں سننے کے ساتھ ساتھ تمھاری ٹھوڑی کے گڑھے کو بھی دیکھتی جاتی ہوں ۔ یہ اس لیے نہیں کہہ رہی ہوں کہ تم اترانے لگو لیکن سچ پوچھو تو اپنے خوب صورت شوہر پر اس کی دولت سے زیادہ نازاں ہوں ۔ نہ ، ہنسو نہیں ۔ تمھاری ناک مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہے ۔" اور ایمی نے اس پر آہستہ سے اس طرح پیار سے ہاتھ پھیرا جیسے فن کار کسی چیز سے حظ اٹھاتے ہیں ۔

لاری کی بڑی بڑی تعریفیں ہو چکی تھیں لیکن کوئی تعریف اتنی مناسب حال نہیں کی گئی تھی ۔ اس کے چہرے سے ظاہر تھا کہ بہت خوش ہے ۔ گو اسے اپنی شریک زندگی کے اس عجیب ذوق پر ہنسی آنے لگی ۔

ایمی نے پوچھا ۔ "کیوں ڈیر ! ایک بات پوچھ لوں ؟"

"ہاں ہاں ضرور ۔"

"اگر جو نے مسٹر بائر سے شادی کر لی تو کیا تمھیں برا لگے گا ؟"

"اچھا یہ بات تھی ۔ میں بھی کہوں یہ گاؤں میں گڑھا کیوں پڑ رہا ہے ، جو تمھیں زیب نہیں دیتا ۔ میری طبیعت میں حسد بالکل نہیں ہے کیوں کہ مجھ جیسا خوش نصیب تو شاید ہی

TaiTahir Foundation

کوئی ہوگا ۔ چنانچہ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ جو کی شادی ہو جانے پر بے حد خوش ہوں گا ۔ کیوں کیا تم کو اس میں شک ہے ؟''

ایمی نے نظر اٹھا کر شوہر کو دیکھا اور اس کا اطمینان ہو گیا ۔ اب اس کے دل میں لاری کی طرف سے ذرہ بھر وہم باقی نہیں رہا اور اس نے شوہر کا شکریہ ادا کیا تو اس کا چہرہ محبت اور اعتماد کا مرقع بنا ہوا تھا ۔

اب وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے طویل نشست گاہ میں ٹہلنے لگے ۔ انھیں اس طرح ساتھ ٹہلنا بہت پسند تھا ۔ اس بات سے ان دنوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی جب روم کی قیام گاہ کے باغ میں اس طرح ٹہلا کرتے تھے ۔

لاری نے کہا : ''میرا جی چاہتا ہے کہ اس پروفیسر کی کسی نہ کسی طرح امداد کروں ۔ اس کے کسی فرضی رشتے دار کو جرمنی میں مار کر ایک اچھی خاصی رقم ورثے میں دلوا دوں ؟''

''جو تاڑ جائے گی اور سارا بھانڈا پھوڑ دے گی ۔ جس طرح بائر جو پر نازاں ہے ، اسی طرح جو بھی اس پر فخر کرتی ہے ۔ کل ہی کہہ رہی تھی کہ اس کے خیال میں غریبی بہت اچھی ہوتی ہے ۔''

''اجی ابھی اکیلا دم ہے اس لیے یہ باتیں کر رہی ہے ۔ جب شوہر صاحب کی آمدنی معمولی ہوگی اور ایک درجن ننھے پروفیسرنیوں کو پالنا پڑے گا تو چوکڑی بھول جائے گی ۔ چلو ہم اس وقت کچھ نہیں کرتے لیکن موقع کی تاک میں رہیں گے اور ان کے نہ چاہنے کے باوجود ان کے ساتھ بھلائی کر گزریں گے ۔ ویسے بھی میں اپنی تعلیم کے سلسلے میں جو کا احسان مند ہوں اور وہ اس اصول کی قائل ہے کہ قرضہ ضرور اتارنا چاہیے ۔ چنانچہ میں اس طرح اس کا حساب بے باق کر دوں گا ۔''

Taj Tahir Foundation

ایمی نے کہا انسان دوسروں کی امداد کرنے کے قابل ہو تو اس کا دل کیسا خوش ہوتا ہے۔ میں ہمیشہ سے یہ خواب دیکھتی آئی ہوں کہ خدا مجھے اتنا دے گا کہ دوسروں کو فراخ دلی کے ساتھ دے سکوں گی۔ تمھارے طفیل میرا یہ خواب سچا ہو جائے گا۔"

ایسے ایسے نیک کام تو ہم کرتے ہی رہیں گے۔ مجھے غریب شرفا کی مدد کرنا خاص طور سے پسند ہے۔ بھک منگوں کی تو مانگ تانگ کر گزر ہو جاتی ہے شریفوں پر بری بیتتی ہے۔ کیوں کہ ایک تو وہ مانگنے کے عادی نہیں ہوتے۔ دوسرے لوگ ان کو سفید پوش دیکھ کر خیرات دینے کی جرأت بھی نہیں کرتے۔ لیکن اگر کسی کو اس طرح مدد کرنے کا ڈھنگ آتا ہو کہ انھیں ناگوار نہ گزرے تو ہزار رستے ہیں جن سے ایسے مستحقین کی دست گیری کی جا سکتی ہے۔ میں تو ایک چرب زبان بھک منگے سے زیادہ ایک خستہ حال شریف کو امداد دینا پسند کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں۔ لیکن میں تو یہی کروں گا، گو ہے مشکل ہی۔ لاری نے کسی خاص جذبے کے تحت کہا۔

"مشکل اس لیے ہے کہ یہ کام وہی انسان کر سکتا ہے جو خود بھی شرفا کے طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس وقت گویا گھریلو انجمن کا جلسہ ہو رہا تھا اور اس کا دوسرا رکن بولا تھا۔

"شکریہ۔ بات تو آپ نے ٹھیک فرمائی۔ بہر حال میں یہ کہنے والا تھا کہ جن دنوں میں سمندر پار کے ملکوں میں پھر رہا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے قابل نوجوان اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر قسم کی قربانیاں دے رہے ہیں اور سچ مچ مصیبتیں اٹھا رہے ہیں۔ ان میں سے بعض بڑے ہی اچھے نوجوان تھے جو غریبی اور بیکسی کی حالت میں بھی مردانہ وار جد و جہد کر رہے تھے۔ اُن میں برداشت کا حوصلہ بھی تھا اور ارادے میں پختگی بھی۔ یہ دیکھ کر مجھے اپنے پر خود شرم آئی اور یہ جی چاہا کہ ان کی

Taj Tahir Foundation

دست گیری کروں ۔ ان جیسے انسانوں کی مدد کرکے دل کو خوشی ہوتی ہے ۔ کیوں کہ اگر ان میں قدرتی جوہر ہو تو ان کی خدمت کرنا سعادت ہے ۔ اس طرح ان کا جوہر بے سر و سامانی کے باعث ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور اگر ان میں یہ جوہر نہیں ہے تو ان غریبوں کو تسلی تو رہے گی اور اصلیت ظاہر ہونے پر جو مایوسی ہوتی اس سے محفوظ ہو جائیں گے ۔"

ہاں ، بے شک ۔ ایک طبقہ اور بھی ہے جو ہاتھ نہیں پھیلا سکتا ۔ اس لیے زبان پر حرف شکایت لائے بغیر ہی تکلیفیں اٹھاتا رہتا ہے ۔ جس طرح وہ کہانی ہے کہ بادشاہ نے ایک فقیرنی کو اپنی ملکہ بنا لیا ۔ اسی طرح میں تم سے شادی کرنے کے بعد رئیس بن گئی ہوں ، ورنہ اس سے پہلے اسی طبقے میں تھی ، اس لیے واقف حال ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہوں ۔ جن لڑکیوں کے دلوں میں کچھ بننے کا ولولہ ہوتا ہے ان کی زندگی بہت بری گزرتی ہے چونکہ صحیح وقت پر تھوڑی امداد بھی نہیں ملتی اس لیے جوانی ، تندرستی اور مواقع ایک ایک کرکے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں اور وہ دیکھتی رہ جاتی ہیں ۔ مجھ پر تو خیر لوگ بہت مہربان رہے ہیں لیکن میں نے اور لڑکیوں کو بہت برے حالوں دیکھا ہے ۔ اسی طرح جب میں کسی لڑکی کو اپنی ساتھیوں کی طرح مصیبت جھیلتا دیکھتی ہوں تو جی چاہتا ہے ، جس طرح میرے محسنوں نے میری دست گیری کی تھی اسی طرح میں بھی اس کو سہارا دوں ۔"

"تمھاری یہ آرزو پوری ہوگی اور آئندہ تم اس قسم کی لڑکیوں کی ضرور دست گیری کرنا ۔" لاری نے بے تابانہ چلا کر کہا اور اس نے مخیرانہ جذبے کے جوش میں یہ تہیہ کر لیا کہ مصوری کی صلاحیتیں رکھنے والی لڑکیوں کے لیے ایک ادارہ قائم کرکے اسے مالی امداد دیا کرے گا ۔ پھر بولا : "دولت مندوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ پڑے پڑے عیش کرتے رہیں اور تجوریاں اس لیے بھرتے رہیں کہ اُن کی اولاد اس سرمایے سے عیش کرے ۔

Taj Tahir Foundation

بہت سی وراثتیں چھوڑ مرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ جیتے جی اپنے روپے کو صحیح مصرف میں لائے اور اس سے خلق خدا کا بھلا کرے۔ ہم خود بھی مزے سے زندگی بسر کریں گے اور دوسروں کو بھی فیض پہنچائیں گے۔ اس سے ہمارا لطف زندگی دوبالا ہو جائے گا۔ بولو تم ڈورکس کی طرح لوگوں کو آرام پہنچا کر ان کی دعائیں لینا پسند کروگی؟"

"تہ دل سے۔ اور تم بھی بہادر سنٹ مارٹن بن جاؤ کہ دنیا سے گزرتے وقت اس نے اپنے چغے میں گدا کو بھی شریک کر لیا تھا۔"

"تو ہو گیا معاملہ اور دیکھ لینا اس میں نفع ہی نفع ہے۔"

میاں بیوی نے ہاتھ ملائے اور ایک بار پھر ٹہلنے لگے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ہم دوسروں کے گھروں میں اجالا کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہمارا گھر اور بھی روشن رہے گا۔ انھیں اس بات کا یقین تھا کہ دوسروں کی راہ سے کانٹے ہٹائیں گے تو ہم فرش گل پر اور بھی تن کر چل سکیں گے۔ انھیں محسوس ہو رہا تھا کہ محبت کے جس جذبے کی وجہ سے انھیں بدقسمت انسانوں پر ترس آ رہا ہے اسی سے ان کے دل اور بھی مل گئے ہیں۔

بائیسواں باب

ڈیمی اور ڈیزی

میرا خیال ہے اگر مارچ خاندان کے دو اہم ارکان کے لیے ایک باب وقف نہ کیا تو اس خاندان کی ناچیز مؤرخ بن کر جو فرض انجام دے رہی ہوں، اس میں کوتاہی کروں گی۔ میری مراد ڈیمی اور ڈیزی سے ہے۔ اب وہ دونوں کسی قدر سیانے ہو گئے ہیں۔ آجکل تین چار برس کی عمر کے بچے بھی اپنے حقوق ماننے لگتے ہیں اور ان کے بڑے چاہے یہ نہ کر سکیں مگر وہ اپنے

Taj Tahir Foundation

حقوق منوا کر چھوڑتے ہیں۔

ان بچوں سے اتنا لاڈ پیار کیا جاتا تھا کہ ان کے بگڑ جانے کا سب سے زیادہ احتمال تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بچے غیر معمولی قسم کے تھے۔ آٹھویں مہینے پاؤں پاؤں چلنے لگے۔ سال بھر کے تھے کہ فرفر بولنے لگے۔ دو برس کی عمر میں بڑوں کے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھانا شروع کر دیا اور اس قدر تمیز داری دکھاتے کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھتے۔ ڈیزی تین برس کی تھی کہ اس نے سوئی مانگ چار ٹانکے بھر ایک تھیلی سی ڈالی۔ اس طرح گھر داری بھی کرنے لگی۔ ایک بہت ہی چھوٹے برقی چولہے کو ایسے سلیقے سے برتتی کہ حنا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ جاتے۔ ڈیمی نے الف بے تے اپنے دادا سے پڑھی۔ انھوں نے یہ انوکھا طریقہ نکالا کہ بازوؤں اور ٹانگوں سے حرف بنواتے۔ اس طرح ورزش بھی ہو جاتی۔ بچے کے اندر چھوٹی عمر ہی میں میکانکی صلاحیت کا جوہر پیدا ہو گیا۔ اس بات سے باپ تو بہت خوش ہوا مگر ماں کو الجھن رہنے لگی۔ وہ جس مشین کو دیکھتا اسی جیسی مشین تیار کرنے کی کوشش کرتا۔ اس نے ڈوریوں، کرسیوں، پنوں اور چرخیوں سے ایک پر اسرار ڈھانچہ بنا رکھا تھا جیسے ''چھینے کی مچھین'' (سینے کی مشین) کہتا تھا۔ اس مشین کی وجہ سے کمرے میں ہر وقت ابتری رہتی۔

اسی طرح ایک بڑی سی کرسی کی پشت پر ایک ٹوکری لٹکائی تھی۔ اس میں بہن کو بٹھاتا، وہ بھائی کے کہنے میں تھی اس لیے بے چاری ٹھس ٹھسا کر بیٹھ جاتی اور اس وقت تک بیٹھی رہتی جب تک سر فرش سے نہ ٹکراتا اور ماں آ کر نہ بچاتی۔ ننھا موجد اس پر غضب ناک ہو کر کہتا: ''امی کیا کر دیا آپ نے! یہ میرا ''لفٹ'' ہے۔ میں ڈیزی کو اوپر کھینچ رہا ہوں۔''

مزاج دونوں بچوں کا بالکل مختلف تھا، مگر ان کی نبھتی خوب تھی اور دن میں تین بار سے زیادہ کبھی لڑائی نہ ہوتی تھی۔ ڈیمی

Taj Tahir Foundation

خود تو ڈیزی کے ساتھ زیادتی کرتا تھا ، لیکن اور کوئی کچھ کرتا تو لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتا ۔ ڈیزی بھائی کی زرخرید لونڈی بنی ہوئی تھی ۔ وہ سرخ و سفید، گول مٹول، ہنس مکھ لڑکی تھی ۔ وہ جس دل میں گھر بنا لیتی تھی وہاں سے نکلنے کا نام نہ لیتی تھی ۔ وہ آن من لبھانے والے بچوں میں سے تھی جنھیں اپنے تو اپنے غیر بھی پیار کرتے ہیں ۔ گودیوں میں چڑھائے چڑھائے پھرتے ہیں ، بلکہ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور کوئی تقریب ہو تو ایسے بچوں کی بڑی پوچھ ہوتی ہے ۔ اگر اس میں تقضائے بشریت، شرارت کا مادہ نہ ہوتا تو لوگوں کو فرشتہ معلوم ہوتی ۔ اس کی دنیا میں کوئی خراب موسم نہ تھا ، سب اچھے ہی تھے ۔ روزانہ صبح کو شب خوابی کا لباس پہنے کھڑکی پر چڑھ جاتی ۔ پھر چاہے بارش ہو رہی ہو، چاہے سورج چمک رہا ہو، یہی کہتی دن بڑا سخت ہے ، بڑا سخت ہے اور یہ کہنا سب کو اچھا معلوم ہوتا ۔ اجنبیوں سے نفرت نہ تھی ، ان کے پاس چلی جاتی ، توتلی زبان سے باتیں مٹھارتی۔ وہ پیار کرتے تو ناراض نہ ہوتی۔ غرض اپنے پرائے سب اس کے گرویدہ تھے ۔ ایک مرتبہ اس نے لہر میں آ کر کہا میں چھب (سب) سے موبت (محبت) کرتی ہوں۔ اس وقت اس کے ایک ہاتھ میں چمچہ تھا دوسرے میں پیالہ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ لڑکی ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے کر چمچے سے دودھ پلا رہی ہے ، جو اس کے پیالے میں بھرا ہوا ہے ۔

جب بچی بڑی ہونے لگی تو ماں کو احساس ہونے لگا کہ خدا نے اس کے گھر میں بھی ایک دوسری میگ بھیج دی ہے جس نے جان کے گھر کو اپنے سگھڑاپے کی بدولت بہشت بنا رکھا ہے ۔ پھر وہ دعائیں کیا کرتی کہ خدا اسے ویسے صدمے سے بچائے جیسے اس کے گھر والوں پر گزر چکے ہیں ۔ اس کے نانا انتہائی محبت کے باعث اسے بتھ کہا کرتے اور نانی بھی بے انتہا نگہداشت رکھتیں ۔ گویا کسی ایسی پچھلی غلطی کا کفارا ادا کر رہی ہیں

Taj Tahir Foundation

جس پر صرف ان ہی کی نظر جا سکی ہے ۔

ڈیمی میں تجسس کا مادہ بہت تھا ۔ وہ ہر بات جاننی چاہتا تھا اور جب اس کے بار بار ''کیوں'' کا جواب تسلی بخش نہ ملتا تو اکثر بہت جھلاتا ۔

اس میں فلسفیانہ رجحان بھی تھا ، جس سے اس کے نانا کو بہت خوشی ہوتی ۔ وہ اس سے ارسطو کی باتیں کرتے جن میں بعض دفعہ شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ۔ گھر کی عورتیں ایسے موقعوں پر کھلم کھلا اظہار مسرت کرتیں ۔

ایک رات وہ کھیل کود کے بعد آرام کر رہا تھا کہ اس نے اپنی ٹانگوں کی طرف دیکھ کر پہلے تو کچھ سوچا ، پھر پوچھنے لگا : ''ابا ! میری ٹانگوں کو کون چلاتا ہے ؟''

انھوں نے اس کے سنہری سر کو آہستہ سے تھپک کر جواب دیا ۔ ''تمھارا یہ چھوٹا سا دماغ ۔''

''یہ چھوٹا سا دماغ کیا چیز ہے ؟''

''یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے تمھارا جسم حرکت کرتا ہے ، جس طرح میری گھڑی کی کمانی سب پرزوں کو حرکت دیتی ہے ، اس طرح دماغ کی کمانی سارے جسم کو متحرک کر دیتی ہے ۔''

''مجھے کھولیے میں اسے چلتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں ۔''

''جس طرح تم گھڑی کو نہیں کھول سکتے اسی طرح میں تم کو نہیں کھول سکتا۔ خدا نے تمھارے دماغ میں کوک بھری ہے ، جب تک وہ نہ روکے گا تم چلتے رہو گے ۔''

''اچھا !'' یہ نئی بات معلوم کرکے ڈیمی کی بھوری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور چمکنے لگیں ۔

''مجھ میں گھڑی کی طرح کوک بھری ہوئی ہے !!''

''ہاں لیکن میں تمھیں یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ کوک کس طرح بھری گئی ہے ۔ کیوں کہ یہ کوک اس وقت بھری جاتی ہے جب ہم

Taj Tahir Foundation

اسے دیکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔''

ڈیمی نے اپنی کمر کو چھو کر دیکھا جیسے گھڑی کی کوک کی طرح اپنی کوک کا راز معلوم کرلے گا اور پھر سنجیدگی سے بولا :

''میرا خیال ہے خدا سوتے میں کوک بھرتا ہوگا۔''

نانا نے بڑی احتیاط سے اسے سمجھانا شروع کیا۔ نواسا اتنی زیادہ توجہ سے سنتا رہا کہ اس کی نانی کو تشویش پیدا ہو گئی۔ وہ بولی : ''اجی دیکھنا کیا بچے سے اس قسم کی باتیں کرنا عقل مندی ہے ؟ اس کی آنکھیں پھٹتی جا رہی ہیں اور وہ ایسے سوال پوچھنے لگا ہے جن کا جواب دینا ناممکن ہے۔''

''اگر وہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ ایسے سوال پوچھ سکے تو ان کے صحیح جواب سمجھنے کے قابل بھی ہو گیا ہوگا۔ میں اس کے دماغ میں نئے خیالات پیدا نہیں کر رہا ہوں بلکہ جو خیالات پہلے ہی سے وہاں موجود ہیں ان کو سلجھا رہا ہوں۔ آجکل کے بچے ہم بوڑھوں سے زیادہ سمجھ دار ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ میرے منہ سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کا مطلب سمجھتا ہے، اچھا ڈیمی ذرا بتاؤ تو تمہارا دماغ کہاں ہے ؟''

اگر لڑکے نے سقراط کے شاگرد 'السی بیاویز' کی طرح یہ کہا ہوتا کہ ''دیوتاؤں کی سوگند، سقراط ! میں نہیں بتا سکتا۔'' تو اس کے نانا کو چنداں تعجب نہ ہوا ہوتا، لیکن جب وہ ایک منٹ تک لم ڈھیک کی طرح ایک ٹانگ پر کھڑا سوچتا رہا اور پھر بڑے یقین کے ساتھ بولا : ''پیٹ میں'' تو نانی ہنس پڑیں اور نانا کو بھی ساتھ دینا پڑا اور اس کے بعد الٰہیات کی جماعت برخاست کر دی گئی۔

ماں کو اس کی طرف سے تشوتش ہونے لگی تھی۔ وہ تو ڈیمی نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ نرا ننھا فلسفی ہی نہیں، ہنسوڑ بچہ بھی ہے، ورنہ اسے ضرور فکر پڑ جاتی۔ بحث مباحثہ اس طرح کرتا کہ حنا سر ہلا ہلا کر کہنے لگتی کہ ''یہ بچہ تو اس دنیا کی مخلوق

Taj Tahir Foundation

معلوم ہی نہیں ہوتا ۔'' وہ اس کام سے فارغ ہو کر ایسی شرارتیں شروع کر دیتا جن سے ماں باپ کے دلوں میں ٹھنڈک سی پڑ جایا کرتی ہے ۔

میگ نے بہت سے قاعدے قانون بنائے اور اس پر چلانے کی کوشش کی ، لیکن شریر لڑکے لڑکیوں کی دل کش مسکراہٹوں ، بہانہ سازیوں اور گستاخیوں کے آگے ایسے قاعدے کہاں چلتے ہیں یہ ننھے منے مرد عورت بنے بنائے بہانہ باز ہوتے ہیں ۔

جس دن بیر کی پڈنگ بنا کرتی ، ڈیمی بڑی باقاعدگی کے ساتھ باورچی خانے میں پہنچ کر ماں کا ہاتھ بٹانے لگتا اور ساتھ ساتھ کشمش بھی کھاتا جاتا ۔ ماں کہتی ''دیکھو ڈیمی اتنی کشمش نہ کھاؤ بیمار پڑ جاؤ گے ۔''

وہ جواب دیتا ۔ ''میں بیمار پڑنا چاہتا ہوں ۔''

''میں تو نہیں چاہتی کہ تم بیمار پڑو ۔ چلو بھاگ جاؤ ۔ اور ڈیزی کا کیک بنانے میں ہاتھ بٹاؤ ۔''

وہ بادل ناخواستہ چلا جاتا ، لیکن دل میں یہ بات جم جاتی کہ امی نے دھتکارا ہے ۔ اس لیے جب حساب برابر کرنے کا موقع ملتا تو چالاکی سے کام لے کر ماں کو زک دیتا ۔

جب پڈنگ تیار ہو جاتی اور پیالوں میں ڈالی جا چکتی تو میگ اپنے مددگار باورچیوں کو اوپر لے جاتے ہوئے کہتی : ''تم نے خوب کام کیا ۔ لو اب جو گیت تم کہو گے وہی ساز پر سناؤں گی ۔''

''اچھا امی'' ۔ ڈیمی خوش ہو کر کہتا ۔ اسے ایک ترکیب سوجھ جاتی ۔

''ہاں ۔ جو کچھ تم کہو وہی سناؤں گی ۔'' اور وہ گانے کے لیے تیار ہو کر بیٹھ جاتی ۔

''آپ ہمارا کہا کریں گی؟'' ڈیمی پوچھتا ۔

''ہاں ۔''

Taj Tahir Foundation

''تو ہمیں پڈنگ میں سے ساری کشمش چن کر کھانے دیجیے۔''

خالہ دودو (جو) سے بچوں کی خوب نبتی تھی۔ سب سے زیادہ وہی ان سے کھیلتی تھیں۔ انہی سے ساری باتیں کہی جاتیں تھیں۔ خالہ ایمی سے سرسری واقفیت تھی۔ بتھ کی یاد ہی یاد رہ گئی تھی۔ البتہ خالہ دودو جیتی جاگتی حقیقت تھیں۔ چنانچہ دونوں بچے ان ہی کو لپٹ گئے۔ اور وہ بھی اس عزت افزائی سے پھولی نہ سمائی، لیکن مسٹر بائر آئے تو جو کی توجہ ادھر سے ہٹ گئی اور ننھی جانوں پر مایوسی اور افسردگی چھا گئی۔ ڈیزی کے بوسوں کی بہترین خریدار ہاتھ سے جاتی رہی، جس سے اس کا چوما چاٹی کا کاروبار ہی ختم ہونے لگا۔ ڈیمی بڑا سرتا تھا۔ اس نے بہت جلد تاڑ لیا کہ دودو اس سے نہیں کھیلتی بلکہ ڈاڑی والے آدمی سے کھیلنا پسند کرتی ہے۔اسے اذیت تو محسوس ہوئی لیکن اسے چھپا گیا۔ اس میں ایسے رقیب کی ہتک کرنے کی ہمت نہیں تھی جس کے پاس ایسی گھڑی تھی جسے کیس سے نکال کر خوب جھٹکے دیے جا سکتے تھے۔

کوئی اور ہوتا تو اس نے ان رعایتوں کو رشوتیں سمجھ لیا ہوتا۔ لیکن ڈیمی نے معاملے کو اس روشنی میں نہیں دیکھا اور ڈاڑھی والے آدمی کے ساتھ مروت قائم رکھی، گو اس میں کچھ کچھ اداسی بھی شامل ہوگئی تھی۔ اُدھر ڈیزی نے دو دفعہ تو تکلف کیا، مگر تیسری دفعہ بلائے جانے پر اس سے گھل مل گئی۔ اس نے اس آدمی کے کندھے کو اپنا تخت اور اس کے بازو کو اپنی جائے پناہ بنا لیا اور اس کے تحفوں کو بیش قیمت خزانہ کہنے لگی۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اجنبی مرد جن عورتوں سے محبت یا لحاظ کرتے ہیں ان کے ننھے بھائی بہنوں اور بھانجے بھتیجوں سے بے انتہا شفقت کرنے لگتے ہیں۔ بایں ہمہ کوئی اس مصنوعی محبت سے دھوکا نہیں کھاتا۔ سب سمجھتے ہیں کہ یہ پیار کسی

Taj Tahir Foundation

کی خاطر کیا جا رہا ہے مگر مسٹر بائر کو جو کے بھانجھے بھانجی سے جو محبت تھی اس میں خلوص تھا اور جہاں خلوص ہوتا ہے، وہاں تاثر ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے ڈیمی اور ڈیزی مسٹر بائر سے گھل مل گئے تھے۔ اس کے علاوہ اس قسم کے آدمیوں میں سے تھے جن کی بچوں سے خوب نبتھی ہے۔ وہ بچوں میں بچہ بن جاتے تھے اور بڑوں میں بڑے۔ وہ جس کام سے یہاں آئے تھے وہ نامعلوم سی قسم کا تھا، اس میں دیر ہی لگتی گئی۔ اور وہ روزانہ شام کو جو کے گھر آ جاتا، مگر ہر بار مسٹر مارچ ہی کو پوچھتا ہؤا آتا، جیسے ان ہی سے لگاؤ ہے اور مسٹر مارچ بھی خوب تھے کہ انھیں بھی مغالطہ ہو گیا کہ میرے پاس ہی آتا ہے۔ کسی اور سے غرض نہیں رکھتا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ لمبی لمبی بحثیں کرتے اور اپنی ہمہ دانی کا سکہ جماتے۔ مگر یہ مغالطہ ان کے تیز فہم نواسے نے ایک فقرہ بول کر دور کر دیا اور ان کی آنکھیں کھول دیں۔

ایک شام مسٹر بائر آئے اور مطالعہ گاہ کی چوکھٹ پر ٹھٹکے تو ایک عجیب منظر دیکھا۔ مسٹر مارچ فرش پر ٹانگیں اوپر اٹھائے لیئے تھے۔ ان کے برابر ڈیمی بھی فرش پر اپنی چھوٹی چھوٹی لال جرابوں والی ٹانگیں اٹھائے لیٹا تھا، جیسے ان کی نقل کر رہا ہے۔ دونوں اپنے کام میں سنجیدگی سے اس قدر محو تھے کہ انھیں بائر کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ بائر کو ہنسی آ گئی۔ جو نے ناراضگی سے کہا: ''ابا! ابا! پروفیسر آ گئے۔''

انھوں نے فوراً ٹانگیں نیچی کر لیں اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بلا پس و پیش وقار کے لہجے میں بولے: ''سلام شام مسٹر بائر، معاف کیجیے ہم ذرا اپنا سبق پورا کر لیں۔ ہاں جی ڈیمی حرف بنا کر دکھاؤ اور اس کا نام بولو۔''

''مجھے معلوم ہے آپ نے کیا حرف بنایا ہے'' اور چند بار گھبرا گھبرا کر ٹانگیں اٹھانے کے بعد ذہین شاگرد کامیابی

Taj Tahir Foundation

کی خوشی میں چلا اٹھا ۔ وی (V) ہے نانا ابا ۔

جو ہنس کر بولی : ''یہ لڑکا پیدائشی ذہین ہے ۔'' اس وقت اس کے ابا اٹھ کر بیٹھ رہے تھے اور اس کا بھانجہ چھٹی ملنے کی خوشی میں سر کے بل کھڑا ہو رہا تھا ۔

مسٹر بائر نے اسے گود میں اٹھا کر پوچھا : ''کہو جی پہلوان صاحب آج کیا کرتے رہے ؟''

''ننھی میری سے ملنے گیا تھا ۔''

''وہاں کیا کیا ۔''

''ڈیمی نے بڑی سادگی اور بے تکلفی سے کہا اس کا چوما لیا ۔''

''ارے ابھی سے ۔ ننھی میری اس پر کیا بولی ؟ مسٹر بائر اس طرح پوچھتے رہے ، جیسے ننھے گنہگار سے اقرار گناہ کرا رہے ہیں ۔ وہ اس وقت ان کے گھٹنے پر کھڑا ہؤا واسکٹ کی جیب ٹٹول رہا تھا ۔

اس نے کچھ نکال کر منہ میں رکھ لیا ، جس سے منہ بھر گیا اور خوش ہو گیا ۔ بولا ''میری نے میرے چومنے کا برا تھوڑی مانا اور اس نے بھی میرا چوما کیا ۔ مجھے بھی اچھا معلوم ہؤا ۔ کیا ننھے لڑکے ننھی لڑکیوں کو پسند نہیں کیا کرتے ؟''

جو اور پروفیسر دونوں ان معصوم انکشافات سے لطف لے رہے تھے ۔ جو نے اس سے پوچھا ۔ ''ذہین چوزے یہ بات تیرے دماغ میں کس نے ڈالی'' ؟

ڈیمی سمجھا وہ چاکولیٹ کی بابت پوچھ رہی ہے ۔ اس نے زبان باہر نکال کر دکھائی جس پر چاکولیٹ کا ٹکڑا رکھا تھا اور بولا ۔ یہ میرے دماغ میں تو نہیں ہے ، منہ میں ہے ۔''

''میں نے تھوڑی سی اپنی دوست کے لیے بھی بچا رکھی ہے ۔ میٹھے انسانوں کے لیے مٹھائی ہی بہترین تحفہ ہو سکتا ہے ۔''

کہہ کر مسٹر بائر نے مٹھائی جو کو بھی نذر کی ، لیکن ساتھ ہی ایسی نظروں سے دیکھا کہ جو سوچنے لگی شاید دیوتا جو امرت

Taj Tahir Foundation

پیتے ہیں وہ چاکولیٹ ہی ہوتی ہے۔ ڈیمی نے بھی یہ مسکراہٹ دیکھ لی۔ متاثر ہو کر بولا: ''کیوں خیر! کیا بڑے لڑکے بھی بڑی لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں؟''

جس طرح واشنگٹن جوانی میں بھی جھوٹ نہیں بول سکا تھا، اسی طرح مسٹر بائر بھی سچ کہے بغیر نہ رہ سکے۔

چنانچہ اس نے گول مول سا جواب دے دیا کہ کبھی کبھی ایسا ہی ہوتا ہے، مگر اس کے لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ مسٹر مارچ نے جو کپڑے صاف کر رہے تھے، برش ہاتھ سے رکھتے ہوئے مڑ کر دیکھا۔ اس وقت جو کمرے سے باہر جا رہی تھی، وہ اپنی کرسی میں نیم دراز ہو گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ''ذہین چوزے'' نے ان کے دماغ میں ایک ایسا خیال پیدا کر دیا ہے، جو بیک وقت خوش گوار بھی تھا اور ناخوش گوار بھی۔

اس کے آدھے گھنٹے بعد ڈیمی کی جو سے مڈبھیڑ ہو گئی تو اس نے ایسا بھینچ کر گلے لگایا کہ ڈیمی کا دم گھٹنے لگا۔ وہ اس وقت چینی کی الماری میں گھسا ہوا تھا۔ ڈیمی حیران تھا کہ یہاں پکڑے جانے پر سزا مل جانے کی بجائے اس قدر شدت سے پیار کیوں کیا گیا۔ یہی نہیں، ڈبل روٹی کا ٹکڑا اور مربا بھی دیا گیا۔ جو کی یہ دونوں حرکتیں اس قدر خلاف معمول تھیں کہ ڈیمی نے ان کا بھید معلوم کرنے کے لیے اپنی کچی عقل پر بہت کچھ زور ڈالا۔ مگر کچھ پلے نہ پڑا اور وہ اس الجھن کو بغیر سلجھائے چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا۔

تئیسواں باب

چھتری کا سایہ

جس وقت لاری اور ایمی مخملی فرش پر ٹہل رہے تھے اور گھر کو بنانے سنوارنے اور آئندہ زندگی کو خوش گوار بنانے کے بارے

Taj Tahir Foundation

میں گفتگو کر رہے تھے اسی وقت مسٹر بائر اور جو کیچڑ سے اٹی ہوئی سڑکوں اور گڑھوں کو لانگ پھلانگ رہے تھے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جو روزانہ شام کو گھومنے پھرنے نکلتی تھی اور میگ کے گھر بھی ہو آتی تھی۔ اب میگ کے گھر کو دو راستے جاتے تھے ان میں سے وہ جس راستے جاتی پروفیسر آتے یا جاتے کہیں نہ کہیں اسے ضرور مل جاتا۔ وہ ہمیشہ بہت تیز چلتا اور ایسا بن جاتا جیسے جو اسے قریب پہنچنے پر ہی نظر پڑی ہے اور ضعف بصارت کی وجہ سے دور سے آتی ہوئی نہیں دکھائی دی۔ اگر وہ میگ کے گھر جاتی ہوتی تو بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ نکال کر حوالے کر دیتا اور اگر اس کا رخ گھر کی جانب ہوتا تو یہ بات بناتا کہ دریا پر گیا تھا اب واپس آ رہا ہے اور ان کے ہاں جانے کا ارادہ بھی ہے بہ شرطیکہ وہ اس کے بار بار جانے سے اکتا نہ گئے ہوں۔ جب دو تین مرتبہ اسی طرح مڈھ بھیڑ ہوئی تو جو کو فکر ہوئی کہ اب کیا کروں۔ آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے تو روزانہ شام کو باہر نکلنے کی عادت سی ہے۔ راستے میں پروفیسر مل جاتے ہیں تو اپنا معمول کیوں چھوڑ دوں۔

رہا پروفیسر کو گھر بلانا ـــــ وہ اس انداز سے بات کہتا کہ جو کو اسے گھر بلانا ہی پڑ جاتا اور اگر وہ اس کے بار بار آنے سے اکتا بھی گئی ہو تو اس کو بڑی ہوشیاری سے چھپا جاتی اور ہمیشہ کھانے کے ساتھ کافی کا انتظام رکھتی کیوں کہ مسٹر بائر (جنھیں اب وہ ''فریڈ رخ'' کہنے لگی تھی)۔ چائے پسند نہیں کرتے تھے۔

دوسرے ہی ہفتے سب کو خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ تاہم سب ایسے بنے رہے جیسے جو کے چہرے کی بدلتی ہوئی کیفیت ان کو نظر ہی نہیں آ رہی ہے۔ انھوں نے اس کے کام کرتے میں گنگناتے، دن میں تین تین مرتبہ بال بنانے

Taj Tahir Foundation

اور شام کی ورزش سے اس قدر تازہ ہو جانے کے بارے میں ایک لفظ نہیں پوچھا ، گو کسی کو اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں تھا کہ پروفیسر بائر باپ سے فلسفے پر گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ بیٹی کو محبت کا سبق پڑھا رہا ہے ۔ جو سلیقے سے دل بھی نہ دے سکی بلکہ جذبات کو دبانے کی کوشش کرنے لگی ۔ چنانچہ گھبرائی گھبرائی سی رہتی ۔ اندیشہ اس بات کا تھا کہ آزاد رہنے کے لمبے چوڑے دعووں کے بعد اس طرح ہتھیار ڈالنے پر لوگ ہنسیں گے اور سب سے زیادہ ڈر لاری کا تھا ۔ لیکن اسے باندھ کر رکھنے والی ایسی مل گئی تھی کہ وہ سیدھا سیدھا رہا ۔ سب کے سامنے کبھی مسٹر بائر ''بڈھے میاں'' نہ کہا ۔ جو کے بناؤ سنگھار کا بھول کر ذکر نہ کیا ۔ جو کے گھر میں پروفیسر کے تقریباً روزانہ شام کو آن دھمکنے پر ذرا متعجب نہ ہوا ۔ البتہ اکیلے میں خوش ہو ہو کر ذکر کرتا اور کہتا کہ خدا وہ وقت جلد لائے تاکہ میں جو کو ریچھ اور پرانے عصا کی کھدی ہوئی تختی نذر کروں کیوں کہ اس کے لیے یہی مناسب نشان ہو سکتا ہے ۔

دو ہفتے تک تو پروفیسر دل کی لگی بجھانے کے لیے روز بلا ناغہ آتا رہا ۔ پھر لگاتار تین دن غائب رہا ۔ اس سے سب سناٹے میں آ گئے ۔ جو پہلے تو اداس ہوئی پھر بہت چڑچڑی رہنے لگی ۔

ایک دن سہ پہر کو مطلع ابر آلود تھا ۔ جو نے معمول کے مطابق سیر کو نکلنے کی غرض سے کپڑے پہنے تو سوچنے لگی ، ''میرا خیال ہے ان کا دل اچاٹ ہو گیا ۔ اس لیے جس طرح اچانک آئے تھے، اسی طرح واپس چلے گئے ۔ لیکن شریفوں کی طرح مل کر تو جاتے !''

چلنے لگی تو ماں نے کہا ۔ ''بیٹی بارش کے آثار ہیں ۔ چھتری ساتھ لیتی جاؤ ۔'' جو نے نئی ٹوپی پہن رکھی تھی، مگر ماں نے اس کا ذکر نہیں کیا ورنہ جو چڑ جاتی ۔

Taj Tahir Foundation

جو نے کہا ۔ ''اچھا امی لے لیتی ہوں ۔ میں شہر سے کاغذ لینے جا رہی ہوں ۔ آپ کو بھی کچھ منگوانا ہو تو بتا دیجیے ۔'' مگر ماں سے آنکھ ملا کر بات نہ کی ۔

بیگم مارچ بولیں : ''ہاں مجھے تھوڑا ٹویل وار سلیشیا نمبر نو کی سوئیوں کا پتہ اور دو گز پتلا گلابی رنگ کا فیتہ منگوانا ہے .....تم نے موٹے جوتے اور گرم کپڑا بھی پہن رکھا ہے یا نہیں ؟''

''ہاں پہن رکھا ہے ۔'' جو جواب دیتے وقت کھوئی کھوئی سی تھی ۔

بیگم مارچ بولیں ۔''اگر مسٹر بائر سے ملنا ہو جائے تو انھیں چائے پلانے کے لیے ساتھ لیتی آنا ۔ ان سے ملنے کو میرا بڑا جی چاہ رہا ہے ۔''

جو نے ماں کی یہ بات سنی ان سنی کر دی ۔ ماں کو چوما اور جلدی جلدی قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی ۔ دل میں کسک تھی ، پھر بھی ماں کے حسن سلوک سے اس میں گرمی پیدا ہو گئی اور جو سوچنے لگی کہ امی مجھ پر کتنی مہربان ہیں ۔ جن لڑکیوں کی مائیں نہ ہوتی ہوں گی انھیں مصیبت کے وقت کون سہارا دیتا ہوگا !

جن دکانوں سے ماں کی بتائی ہوئی چیزیں خریدنی تھیں وہ دفتروں ، بینکوں وغیرہ کے آس پاس نہیں تھیں ۔ لیکن چونکہ مرد یہیں اکٹھے ہوتے تھے اس لیے جو بھی وہیں جا نکلی ۔ یاد رہے کہ ابھی اس نے سودا سلف کچھ بھی نہیں خریدا تھا ۔ یہاں اس طرح مٹرگشت کرتی رہی ، جیسے کسی کی راہ دیکھ رہی ہے ۔ کہیں کھڑی ہو کر انجنیری کے اوزار دیکھنے لگتی کہیں اون کے نمونے ۔ بھلا عورتوں کو ان کاموں سے کیا علاقہ ! کہیں پیپوں سے ٹھوکریں کھائیں ، کہیں گانٹھیں اتاری جا رہی تھیں ، ان میں ایسی گھری کہ دم گھٹنے لگا ۔ آتے جاتے مرد اسے دھکیلتے ہوئے

Taj Tahir Foundation

گزر جاتے ۔ وہ مصروفیت کی وجہ سے جلدی میں ہوتے ۔ عورت کا لحاظ کرنے کی فرصت کہاں ۔ البتہ دل میں ضرور حیران ہوتے کہ یہ لڑکی یہاں کیسے آ نکلی ۔ دفعتاً جو کے گال بارش کے چھینٹے سے تر ہوئے تو ہوش آیا اور ناکام تمناؤں کو چھوڑ کر ٹوپی کے فیتوں کی فکر پڑی ۔ بارش ہوتی رہی جو گرفتار محبت تھی مگر پھر بھی عورت تھی اور عورت کو اپنے لباس کی حفاظت کی ہر وقت فکر رہتی ہے ۔ اس نے سوچا دل کا بچنا مشکل ہے ، البتہ ٹوپی کو بچایا جا سکتا ہے ۔ اسی کی حفاظت کر لوں ۔ اس وقت بے اختیار چھتری یاد آئی ۔ مگر اسے جلدی میں گھر ہی بھول آئی تھی ۔ بہت پچھتائی ۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوتا تھا—چارہ کار یہی تھا کہ یا تو چھتری کسی سے مانگی جائے ورنہ بھیگ کر پانی میں شرابور ہوا جائے ۔ اس نے پہلے گھرے ہوئے بادلوں کی طرف دیکھا ، پھر اپنی ٹوپی کی طرف نظر کی ۔ اس کے بعد سڑک کو دیکھا تو وہ کیچڑ سے اٹی پڑی تھی ۔ مڑ کر دیکھنے لگی تو ایک میلا کچیلا ساگودام نظر پڑا جس کے دروازے پر ''ہوف مین سوارٹز اینڈ کو'' کا بورڈ لگا ہوا تھا ۔ اس نے خود کو ملامت کرتے ہوئے کہا ، ''بہت اچھا ہوا ، میری یہی سزا تھی ۔ آخر اس طرح بہترین لباس پہن کر اس موقع پر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی ۔ کیا پروفیسر یہاں مل جائے گا ؟ جو تمہیں شرم آئے یا نہ آئے مجھے تم پر شرم آ رہی ہے ۔ نہیں چھتری مانگنے کے لیے وہاں جانے اور اس کے دوستوں سے اس کا پتا چلانے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ گھر چلو ۔ راستے میں بارش سے بھیگتے ہوئے سامان خریدو ۔ اگر سردی کھا کر مر جاؤ اور ٹوپی ستیاناس ہو جائے تو اچھا ہوگا ۔ تم اسی کی مستحق ہو ، لو اب چلو ۔''

یہ کہہ کر اس قدر تیزی سے سڑک پار کرنے لگی کہ ایک ٹرک کے نیچے آن کر کچلی جانے سے بال بال بچی اور لمبے قد کے ایک بوڑھے آدمی پر جا گری ۔ اس نے کہا : ''معاف کیجیے

Taj Tahir Foundation

خاتون'' اور اس کی طرف بہت ناک بھوں چڑھا کر دیکھا ۔ جو نے کسی قدر ڈر کر خود کو سنبھالا ۔ فیتوں پر اپنا رومال پھیلایا اور پھر تیز چال سے چل پڑی ۔ جوتے گیلے ہونے کی وجہ سے چپچپا رہے تھے ، سر پر لوگوں کی چھتریاں ٹکرا رہی تھیں ۔ وہ چلی جا رہی تھی، مگر ایک پرانی دھرانی میلی سی چھتری برابر اس کی ٹوپی پر چھائی رہی ۔ جو نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مسٹر بائر کو اپنی طرف دیکھتا پایا ۔ بولے :

''میں اس مضبوط دماغ کی عورت سے واقف ہونا چاہتا ہوں جو اتنے گھوڑوں کے آگے سے کتراتی ہوئی کیچڑ پانی کی پروا کیے بغیر ایسی تیزی سے گزری چلی جا رہی ہے ۔''

''میری دوست تم یہاں کیا کرنے آئی تھیں ؟''

''کچھ خریدنا تھا ؟''

مسٹر بائر مسکرائے، مسکرانے کی بات ہی تھی ۔ ایک طرف اچار مربے کا کارخانہ تھا ، دوسری طرف کھالوں اور چمڑے والے تھے ، لیکن انھوں نے کہا تو یہی کہا : ''تمھارے پاس چھتری نہیں ہے ، چلو میں چل کر سودا دلوا دوں ۔''

''ہاں دلوا دیجیے ۔ شکریہ ۔''

جو کے گال اس کے فیتوں کی طرح سرخ ہو رہے تھے ۔ دل میں سوچ رہی تھی خبر نہیں مسٹر بائر نے میرے متعلق کیا رائے قائم کی ہوگی ۔ مگر جب دوسرے لمحے اپنے پروفیسر کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر روانہ ہو گئی تو اس قسم کے وسوسے دور ہوگئے۔ اب تو اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سورج معمول سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ نکل آیا ہے ۔ سارے بگڑے کام سنور گئے ہیں اور ایک خوش نصیب عورت بارش برستے میں راستہ طے کر رہی ہے ۔

''ہم تو یہ سمجھے کہ آپ چلے گئے ، جو نے جلدی سے کہا ، کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ بائر کی نظریں اس کے چہرے پر

Taj Tahir Foundation

پڑیں - ٹوپی اتنی بڑی نہیں تھی کہ اس کا چہرہ چھپ جاتا - جو کو ڈر ہوا کہ کہیں وہ اس کے چہرے کی شگفتگی سے یہ نہ سمجھ لے کہ لڑکی بڑی بے حیا ہے -

بائر نے ملامت آمیز لہجے میں جواب دیا : ''کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ میں ان لوگوں سے ملے بغیر ہی رخصت ہو جاؤں گا جو میرے ساتھ اتنی مہربانی سے پیش آئے -'' جو کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے ان کی ہتک کر دی - لجاجت سے بولی : نہیں میرا تو یہ خیال نہیں تھا - میں سمجھ گئی تھی کہ آپ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے ، لیکن آپ ہمیں خاص کر ابا اور امی کو بہت یاد آتے رہے -''

''اور تمہیں ؟''

''میں تو آپ سے مل کر ہمیشہ ہی خوش ہوتی ہوں، جناب -''

جو کو یہ فکر تھی کہ اس کی آواز پر سکون رہے ، اس لیے لہجے میں سرد مہری پیدا ہو گئی اور آخری لفظ گرمئی گفتار سے اتنا خالی تھا کہ پروفیسر کی ساری گرم جوشی رخصت ہو گئی - چنانچہ پہلے پہل ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی ، لیکن اب سنجیدگی سے بولے : ''شکریہ میں جانے سے پہلے ایک بار ضرور آؤں گا -''

''تو آپ جا رہے ہیں ؟''

''ہاں ، اب یہاں رہ کر کیا کروں گا ، جس کام کے لیے آیا تھا وہ ہو گیا -''

''مجھے امید ہے آپ کو کامیابی ہوئی ہوگی ! اسے پروفیسر کے مختصر جواب سے بڑی مایوسی ہوئی تھی -''

''ہاں، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ایک راستہ نکل آیا ہے، جس سے اپنا پیٹ پالنے کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی بھی مدد کر سکوں گا -

''کون سا راستہ، مہربانی کر کے مجھے بھی بتائیے- میں آپ کے لڑکوں کے بارے میں بھی تفصیل سے معلوم کرنا چاہتی ہوں -''

Taj Tahir Foundation

جو کے لہجے سے ظاہر تھا کہ تفصیلات معلوم کرنے کے لیے بے قرار ہے۔

یہ تمھاری مہربانی ہے جو تفصیل معلوم کرنا چاہتی ہو، میں بڑی خوشی سے بتاتا ہوں۔ میرے دوستوں نے میرے لیے کسی کالج میں ایک جگہ ڈھونڈی ہے میں وہاں پڑھاؤں گا اور اتنی آمدنی ہو جایا کرے گی جس سے فرانز اور ایمل کا خرچ اٹھا سکوں گا۔ مجھے اس عنایت کے لیے ممنون ہونا چاہیے، ہونا چاہیے یا نہیں؟''

''یقیناً ہونا چاہیے۔ یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ آپ کو اپنی پسند کا کام مل گیا اور ہمارے لیے آپ سے اور بچوں سے بار بار ملنے کا موقع نکل آیا۔''

''بار بار ملنا نہیں ہو سکے گا، جس مقام پر تقرر ہوا ہے وہ مغرب کی طرف ہے۔''

''اتنی دور!'' جو دامن سنبھالے چل رہی تھی۔ اب اس نے دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جیسے اب اس بات کی پروا ہی نہیں رہی کہ کپڑوں کا یا اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔

مسٹر بائر زبانیں تو کئی جانتے تھے مگر ابھی عورت کی فطرت سے بالکل نابلد تھے۔ وہ بزعم خود جو سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ اس لیے اس روز اس کے لہجے، چہرے کی کیفیت اور طور طریق میں جلدی جلدی تبدیلی ہوتی دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ جو نے آدھے گھنٹے کے قلیل وقفے میں گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے۔ جب ملاقات ہوئی تو متعجب معلوم ہوتی تھی، حالاں کہ صاف ظاہر تھا کہ ملاقات ہی کے لیے آئی تھی۔ جب بائر نے اپنا بازو پیش کیا تو ایسے انداز سے ہاتھ میں ہاتھ ڈال لیے کہ ان کا دل خوش ہو گیا، لیکن جب پوچھا کہ وہ اسے یاد آئے تھے یا نہیں تو اس نے ایسی سرد مہری سے رسمی جواب دیا کہ جس سے وہ مایوس اور افسردہ ہو گئے۔ ان کی کامیابی کا حال سن کر نہال

Taj Tahir Foundation

نہال ہو گی ۔ کیا یہ ساری خوشی بچوں کی بابت سن کر ہی ہوئی تھی ۔ پھر جب یہ معلوم کیا کہ کہاں تقرر ہوا ہے تو ''اتنی دور'' ایسی مایوسی کے لہجے میں کہا کہ بائر کا دل امیدوں سے لبریز ہو گیا ، لیکن دوسرے لمحے اس نے جو کچھ کہا اس سے گویا پروفیسر کو زمین پر دے مارا ۔ بولی : ''یہاں سے سامان خریدنا ہے ، آئیے دیر نہیں لگے گی ۔''

جو کو اپنی سودا خریدنے کی سوجھ بوجھ پر ناز تھا اور اس وقت اپنے ساتھی کو خاص طور سے دکھانا چاہتی تھی کہ کیسی پھرتی اور ہوشیاری سے سودا خریدتی ہے ، لیکن دل بے چین ہونے سے ہر بات الٹی پڑی ۔ سوئیوں کا طباق الٹ دیا ، سلیشیا بغیر ٹوئل لگا پھڑوا لیا ، ریزگاری کچھ کی کچھ گن دی ، فیتے کو پوچھنا کہیں تھا مگر پوچھا کہیں اور غرض بالکل گھبرا گئی ۔ مسٹر بائر الگ کھڑے دیکھتے رہے کہ وہ کس طرح ٹھوکریں کھا رہی ہے اور شرمسار ہو رہی ہے اور جب یہ نظارہ دیکھ رہے تھے تو ان کی اپنی حیرت بھی جاتی رہی تھی ۔ کیوں کہ اب انھیں یہ پتا چلتا جا رہا تھا کہ بعض موقعوں پر عورتوں کی باتوں کا مطلب بھی خواب کی تعبیر کی طرح الٹا ہوتا ہے ۔

باہر نکل کر جب پروفیسر نے سامان کی پوٹلی بغل میں دبائی تو وہ پہلے سے زیادہ مگن تھا ، اور گڑھوں میں سے اس طرح چھینٹیں اڑاتا ہوا گزر رہا تھا جیسے اس میں لطف آ رہا ہے ۔

ایک دکان پھولوں اور پھلوں سے لدی ہوئی تھی ۔ اس کے آگے رک کر مسٹر بائر نے کہا : ''آؤ بچوں کے لیے کچھ خرید لیں ۔ آج رات جب میں رخصت ہونے سے پہلے تمھارے ہاں ملنے آؤں گا تو ضیافت ہو جائے گی ۔''

جو نے آخری فقرہ سنا ان سنا کر دیا ۔ وہ دکان کے اندر داخل ہو رہے تھے ، پھولوں اور پھلوں کی ملی جلی خوشبو سونگھ کر خوشی ظاہر کرتے ہوئے بولی : ''کیا خریدیں ؟''

Taj Tahir Foundation

''انھیں نارنگیاں اور انجیر پسند ہیں ؟''

''ہاں مل جاتے ہیں تو کھا لیتے ہیں ۔''

''تمھیں اخروٹ بھاتے ہیں ۔''

''گلہری کی طرح ۔''

''اور ہمبرگ کے انگور ؟ وہ تو ضرور پسند ہوں گے ۔''

جو کو یہ فضول خرچی پسند نہ آئی ، اس نے پوچھا کہ آپ تھوڑی کھجوریں ، کشمش اور بادام لے کر قصہ ختم کیوں نہیں کر دیتے ؟ مسٹر بائر نے یہ سن کر اس کا بٹوہ واپس کرکے اپنا بٹوا نکالا اور کئی سیر انگور ، گل بہار کے پھول اور شہد کا ایک خوش نما مرتبان خریدا ، پھر یہ چیزیں اپنی جیبوں میں ٹھونسیں ، پھول جو کو تھمائے اور پرانی دھرانی چھتری لگا ایک بار پھر دونوں چل پڑے ۔

کچھ دور جانے کے بعد پروفیسر نے کہا : ''مس مارچ مجھے آپ سے ایک درخواست کرنی ہے ۔''

''فرمائیے ۔'' جو بولی اور دل کے اتنے زور زور سے دھڑکنے سے اسے اندیشہ ہوا کہیں دھڑکن کی آواز پروفیسر کے کان تک نہ پہنچ جائے ۔

''اس وقت بارش ہو رہی ہے ، لیکن اس کے باوجود میں یہ درخواست پیش کرنے پر مجبور ہوں ، کیوں کہ میرے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے ۔''

''تو فرما دیجیے نا ؟'' کہتے ہوئے جو نے چھوٹے گلدان کو اچانک اتنے زور سے دبوچا کہ وہ ٹوٹتے ٹوٹتے بچا ۔

''میں اپنی ٹائنا کے لیے کپڑے خریدنا چاہتا ہوں ۔ مگر اکیلا سودا خریدنا نہیں جانتا ۔ کیا تم مہربانی کرکے کپڑے پسند کر دوگی ؟''

''ہاں جناب کردوں گی'' اور جو ایک دم خود کو اس قدر پر سکون اور خنک محسوس کرنے لگی جیسے وہ ریفریجریٹر میں جا

Taj Tahir Foundation

کھڑی ہوئی ہے۔

''ٹائنا کی ماں کے لیے بھی ایک شال خرید لیں۔ بے چاری بہت غریب ہے اور بیمار بھی رہتی ہے۔ شوہر کی دیکھ بھال بھی اسی بے چاری کے ذمے ہے۔ ہاں ہاں۔ موٹا گرم شال اچھا رہے گا۔''

جو نے اپنے دل میں کہا: مسٹر بائر میں تمھارا یہ کام بڑی خوشی سے کروں گی۔ تم ہر لمحہ میرے دل کے زیادہ قریب ہوتے جا رہے ہو اور اس کے بعد جیسے دماغ کو جگا کر ایسی سرگرمی اور جوش سے کام کرنے لگی جسے دیکھ کر خوشی ہوتی تھی۔

مسٹر بائر نے سب کچھ اسی پر چھوڑ دیا۔ اس نے ٹائنا کے لیے ایک خوب صورت گاؤن پسند کیا اور پھر شال دکھائے جانے کا حکم دیا۔ کلرک خود بھی شادی شدہ تھا اس نے اس جوڑے میں دل چسپی لینی شروع کر دی جو اپنے گھر والوں کے لیے چیزیں خریدتے معلوم ہوتے تھے۔

ایک عمدہ خاکستری رنگ کا شال نکلوا کر جو کے کندھوں پر ڈال دیا اور کہا:

''آپ اس کو پسند کریں گے، بڑھیا چیز ہے، رنگ بھی بہت اچھا ہے۔ بنی ہوئی بہت اچھی ہے۔''

جو نے بائر کی طرف پیٹھ کرکے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے پوچھا: ''کیوں مسٹر بائر یہ مناسب رہے گا؟''

بائر نے دام ادا کرکے مسکراتے ہوا کہا: ''بہت مناسب رہے گا۔ یہی لے لیتے ہیں۔'' اس اثنا میں جو سودا خریدنے والی عورتوں کی طرح کاؤنٹروں کی چھان بین کرتی رہی۔

''اب چلیں'' پروفیسر نے اس طرح پوچھا جیسے یہ الفاظ اسے بہت مزے دار معلوم ہو رہے ہیں۔

جو بولی: ''ہاں، دیر بھی ہوگئی ہے اور میں تھک بھی گئی

Tai Tahir Foundation

ہوں ۔'' اس کی آواز میں بڑا درد تھا ، کیوں کہ سورج کے اچانک نکلنے کے بعد اسی طرح اچانک چھپ جانے سے اس کی نظروں میں ساری دنیا اندھیر ہو گئی تھی ۔ اب اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ اس کے پاؤں ٹھنڈے ہیں اور دل ان سے بھی زیادہ سرد ہو چکا ہے۔ سر دکھ رہا ہے اور خمار تشنہ کامی سے آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں ۔ ''مسٹر بائر جا رہے ہیں ، وہ اسے محض دوست سمجھتے ہیں ۔ انھوں نے سینے میں جو آگ بھڑکا دی ہے اس کی تپش سے بے خبر ہیں ۔ خیر یہ قصہ جتنی جلدی ختم ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے ۔

اس خیال کے آتے ہی اس نے سامنے سے آتی ہوئی اومنی بس کو روکنے کے لیے اس قدر جلدی سے اشارہ کیا کہ پھول گلدان سے نکل کر گر پڑے اور بری طرح خراب ہو گئے ۔ پروفیسر نے یہ رنگ دیکھا تو بس کو اشارے سے ٹال دیا اور کہا : ''یہ ہماری طرف جانے والی اومنی بس نہیں ہے'' اور فوراً پھولوں کو اٹھانے کے لیے رک گیا ۔

جو اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوئی اور کہا : میں معاف چاہتی ہوں نام صاف نہیں پڑھ سکی ۔ آپ خیال نہ کیجیے میں کیچڑ مٹی میں چلنے کی عادی ہوں ۔'' یہ کہہ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے ۔ انھیں پینے کے لیے جلدی جلدی آنکھیں جھپک رہی تھیں ۔ کیوں کہ آنسو پوچھنے میں راز افشا ہونے کا ڈر تھا۔ حافظ شیرازی نے شاید اسی موقع کے لیے کہا تھا ؎

ترا حیا و مرا آب دیدہ شد غماز
وگرنہ عاشق و معشوق راز دارانند

گو اس نے منہ پھیر لیا تھا پھر بھی مسٹر بائر نے اس کے رخساروں پر آنسو بہتے ہوئے دیکھ لیے ۔ ان کے دل پر چوٹ لگی ، آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا : ''خیر ہے پیاری جو ! تم رو کیوں رہی ہو ؟'' ان کے لہجے سے محبت کے رسیلے نغمے پھوٹے پڑتے تھے۔ جو کوئی بہانہ باز عورت تو تھی نہیں ورنہ کہہ دیتی کہ

Taj Tahir Foundation

مجھے اس وقت بتھ یاد آ گئی یا نزلہ ہے اس کا اخراج آنسوؤں کے ذریعے ہو رہا ہے - اس نے ایک ہلکی سی سبکی لے کر جواب دیا : ''کیوں کہ آپ جا رہے ہیں -''

مسٹر بائر چھتری اور بنڈل تھامے ہوئے تھے پھر بھی کسی نہ کسی طرح انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ اظہار حیرت کے طور پر ملائے اور چلا اٹھے : ''میرے اللہ ! کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں ، تو نے ایک بت خود کام کو رام کر ہی دیا -'' پھر جو سے مخاطب ہو کر کہا : ''آرم جاں ! میں یہاں نوکری کی تلاش میں نہیں آیا ، صرف یہ دیکھنے کے لیے آیا تھا کہ تمھیں بھی میرا کچھ خیال ہے یا نہیں اور چند دن اس لیے رکا رہا کہ تم مجھے دوست سے زیادہ اور کچھ بھی سمجھتی ہو یا نہیں - بولو سمجھتی ہو ؟ اس بوڑھے فرٹز کے لیے اپنے دل میں تھوڑی سی جگہ پیدا کر سکتی ہو - میرے پاس تمھیں دینے کے لیے محبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے - کیا یہ تحفہ تمھیں قبول ہے -'' وہ ایک سانس میں بولتے چلے گئے -

جو نے فوراً جواب دیا : ''میں اس تحفے کو سر آنکھوں پر رکھوں گی اور یہ کہہ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ بائر کے بازوؤں میں دے دیے اور ایسی نظروں سے اس کی طرف دیکھا جن سے صاف عیاں تھا کہ وہ زندگی کی شاہراہ پر بائر کے ساتھ چلنے میں خوشی محسوس کرے گی ، خواہ پناہ کے لیے بائر کے پاس ایک پرانی چھتری کے سوا کچھ بھی نہ ہو -

مسٹر بائر شادی کی درخواست بڑے مشکل حالات میں کر رہے تھے - راستہ کیچڑ سے اٹا ہوا تھا اس لیے اگر چاہتے بھی تو دو زانو نہ ہو سکتے تھے - اسی طرح دونوں ہاتھ گھرے ہوئے تھے ، جو کی طرف ہاتھ کس طرح بڑھاتے - پھر سر راہ محبت کا عملی مظاہرہ کس طرح کرتے ، گو کرنے کے قریب تھے - اس لیے بے اندازہ مسرت کے اظہار کا ایک ہی طریقہ ان کے پاس رہ گیا تھا

Tai Tahir Foundation

کہ نظروں سے محبت کا نذرانہ پیش کر دیں ۔ چنانچہ انھوں نے اپنی دل آرام کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جن سے اُن کے چہرے پر نور برسنے لگا اور ڈاڑھی پر چمکتی ہوئی بارش کی بوندوں میں قوس و قزح جھلکنے لگی ۔ اگر انھیں جو سے اتنی محبت نہ ہوتی تو ان پر یہ کیفیت کبھی طاری نہ ہوتی کیوں کہ اس وقت ذرا بھی خوب صورت معلوم نہیں ہو رہی تھی ۔ اس کا سایہ بری حالت میں تھا ۔ ربڑ کے جوتوں میں پانی بھرا ہوا تھا ، جو اُچھل اُچھل کر ٹخنوں تک آ رہا تھا ۔ ٹوپی بد وضع ہو گئی تھی لیکن خوش قسمتی سے مسٹر بائر جو کو دنیا کی حسین ترین عورت سمجھتے تھے ۔ ادھر جو کو وہ اس وقت پہلے سے زیادہ جوو (Jove) دیوتا جیسے دکھائی دے رہے تھے ، حالاں کہ چھتری ساری کی ساری جو پر کیے رہنے کی وجہ سے اُن کی ٹوپی پانی سے پلپلی ہو چکی تھی اور اُس میں سے پانی کندھے پر تلیاں باندھ کر گر رہا تھا ، اسی طرح دستانوں کی ہر انگلی مرمت طلب تھی ۔

راہ گیروں نے اُن کو پاگلوں کا جوڑا سمجھا ہوگا کیوں کہ وہ بارش میں ہلتے جلتے پیدل ہی چلے جا رہے تھے ۔ شام کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا ۔ کہرا دبیز ہو گیا تھا مگر وہ اپنی دھن میں بس سے بے نیاز چلے جا رہے تھے ۔ انھیں کسی کے کچھ کہنے کی کوئی پروا نہ تھی ۔ کیوں کہ وہ اس وقت اُن لمحات سے گزر رہے تھے جو زندگی میں صرف ایک بار آتے ہیں ۔ یہ پر سحر لمحات بوڑھے کو جوان 'معمولی صورت کو حسین' اور غریب کو مال دار بنا کر انسانی دلوں کو فردوس کی فضاؤں کی سیر کرا دیتے ہیں ۔ پروفیسر کی چال ڈھال سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے کوئی ملک فتح کر کے آ رہا ہے اور دنیا کی بڑی سے بڑی خوشی اُسے حاصل ہو چکی ہے ۔ اُدھر جو اس طرح اس کے ساتھ ساتھ چلی جا رہی تھی جیسے اس کی صحیح جگہ ہمیشہ سے یہیں تھی اور دل میں تعجب سے سوچ رہی تھی کہ اس نے اپنے لیے اور کوئی صورت

Taj Tahir Foundation

پسند ہی کیوں کی ۔ اس نے پروفیسر کے پوچھنے پر ''ہاں'' کہہ دیا تھا ، اس کے بعد جو جذباتی باتیں منہ سے نکلیں وہ اس قدر بے ربط تھیں کہ لکھنے کے قابل نہیں ۔ البتہ اب پہلے اسی نے زبان کھولی اور کہا : ''فریڈ رخ ! تم نے کیوں نہ ۔''

پروفیسر ایک گڑھے سے گزر رہے تھے وہیں رک کر اس طرح جو کو دیکھنے لگے جیسے ممنون بھی ہیں اور مسرور بھی ۔

اور بولے : ''اللہ تیرا شکر ہے انھوں نے میرا وہی نام لیا ہے جو حنا کے انتقال کے بعد کسی اور کے منہ سے نہیں سنا میں اپنے دل میں آپ کو ہمیشہ اسی نام سے یاد کرتی ہوں ۔ کہنا بھول گئی تھی آپ پسند کریں گے تو اسی نام سے مخاطب کیا کروں گی ۔''

''تم کہتی ہو پسند کریں گے ارے بھئی ! یہ تو میرے لیے اس قدر خوش آئند ہے کہ کیا بتاؤں ۔ مجھے ''آپ'' ''جناب'' کی جگہ ''تم'' کہہ کر خطاب کیا کرو، پھر میں سمجھوں گا کہ تمھاری بولی بھی میری ہی جیسی میٹھی ہوگی ۔

جو نے اپنے دل میں تو یہی خیال کیا کہ ''تم'' بڑا پیارا معلوم ہوتا ہے ، لیکن بائر سے کہا کیا لفظ ''تم'' تھوڑا سا جذباتی نہیں ہے ؟

''جذباتی ؟ ہاں جذباتی ہے ۔ میری آرام جاں ! اب مجھے تم کہو تمھاری زبان سے مجھے یہ لفظ سن کر جتنا قرار آئے گا بیان نہیں کر سکتا ۔'' وہ اس وقت ایک سنجیدہ پروفیسر سے زیادہ ایک رومان پسند طالب علم معلوم ہو رہے تھے ۔

جو نے شرماتے ہوئے پوچھا : ''ہاں جی ! بتاؤ نا تم نے پہلے مجھے یہ سب باتیں کیوں نہ بتائیں ۔''

''لو میں اپنا دل کھول کر تمھارے سامنے رکھے دیتا ہوں اور مجھے ایسا کرنے میں بڑی خوشی ہے کیوں کہ آئندہ یہ دل تمھارے ہی پاس رہے گا ۔'' ''اچھا سنو تو میری جو ! یہ عجیب نام مجھے کیسا پیارا لگتا ہے ۔ میں تو اسی روز تم سے کہنے کا

Taj Tahir Foundation

ارادہ رکھتا تھا جس روز نیویارک سے آ رہی تھیں ، لیکن خیال گزرا کہ تمھاری اپنے خوب صورت دوست سے منگنی ہو چکی ہے اس لیے کچھ نہ کہا ۔ اگر میں نے اس وقت اظہار محبت کیا ہوتا تو کیا تم نے قبول کر لیا ہوتا ؟''

''کہہ نہیں سکتی ، شاید نہ کرتی ۔ کیوں کہ اس وقت تک میرے دل میں سوز و گداز پیدا نہیں ہوا تھا ۔''

''واہ جی ! تمھاری اس بات کا مجھے یقین نہیں آتا ۔ تمھارا دل سویا ہوا تھا اور پرستانی شاہزادے نے آ کر اسے جگا دیا تھا ، آہ! پہلی محبت سب سے اچھی ہوتی ہے ، لیکن اس کی مجھے توقع نہیں رکھنی چاہیے ۔''

''ہاں ! پہلی محبت سب سے اچھی ہوتی ہے اس لیے تم میری طرف سے ملول نہ ہو کیوں کہ میں نے تم سے پہلے کبھی کسی مرد سے محبت نہیں کی ۔ ٹیڈی محض لڑکا تھا اور بہت جلد اپنی خام خیالی سے باز آ گیا ۔'' جو چاہتی تھی کہ پروفیسر کی غلط فہمی دور ہو جائے ۔

''بہت خوب ! تب تو میں اور بھی خوش ہوں گا اور مجھے یقین رہے گا کہ تم تمام و کمال میری ہو ، پروفیسرائن ! میں اتنے عرصہ انتظار کرنے کی وجہ سے خود غرض ہو گیا ہوں ۔''

جو اپنا یہ نیا نام سن کر اور خوش ہو کر بولی : ''مجھے یہ بات پسند ہے ۔ اب یہ بتاؤ کہ تم ٹھیک اسی موقع پر کیسے پہنچ گئے جب کہ مجھے تمھاری سب سے زیادہ ضرورت تھی ۔''

''ایسے'' کہہ کر مسٹر بائر نے اپنی واسکٹ کی جیب سے ایک میلا سا کاغذ نکال کر دکھایا کہ میں اس کی وجہ سے پہنچ گیا ۔ جو نے اسے کھولا تو دیکھ کر شرما گئی ۔ یہ اس کی ایک نظم تھی جو معاوضہ دینے والے ایک پرچے میں شائع ہوئی تھی ۔

اس نے حیران ہو کر پوچھا : ''تم اس کی وجہ سے کیسے پہنچ گئے ؟''

Taj Tahir Foundation

"یہ اتفاقاً میرے ہاتھ لگ گیا ۔ میں اسے ناموں اور مخفف حرفوں سے پہچان گیا ۔ اس میں ایک شعر ہے جو مجھے تمہاری پکار معلوم ہوا اور میں اسی پکار پر چلا آیا ۔" جو نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اشعار پر ایک نظر ڈالی ۔ نظم یہ تھی ۔

ایک چھوٹی کوٹھڑی

چار چھوٹے بکس جو رکھے ہوئے ہیں پاس پاس
کچھ پرانے اور میلے ہو گئے ہیں گرد سے
چار بچوں نے بنایا تھا انھیں کچھ سال قبل
جو خدا کے فضل سے اب ہیں جواں سال و حسیں
اپنی سب چیزیں انھی بکسوں وہ رکھتے رہے
ان کی چاروں کنجیاں بھی ہیں وہیں لٹکی ہوئی
ان کے دھاگے گو پرانے ہیں ولیکن خوب ہیں
مالکوں نے ان کو باندھا تھا بڑے ہی چاؤ سے
مدتیں گزریں کہ بارش ہو رہی تھی ایک دن
چار ننھے نام ان بکسوں کے چاروں ڈھکنوں پر
ننھے ننھے چار ہاتھوں نے وہ کھودے شوق سے
کیوں کہ ان بکسوں میں پوشیدہ ہے ان کی داستاں
کس قدر شادان و فرحاں کھیل میں تھے یہ مگر
چھت پہ ننھی بوندیوں نے جب بجایا ہے ستار
روک کر کھیل اپنا یہ سننے لگے ساز بہار

پہلے ڈھکنے پر کھدا ہے میگ خوشخط اور صاف
اس کے اندر جھانکتی ہوں پیار کی نظروں سے میں
کتنی ہی چیزیں رکھی ہیں لپٹی لپٹائی یہاں
رکھنے والے کے سلیقے سے تو واقف ہیں سبھی
اس کی ساری زندگی گزری ہے کیسی پر سکوں
کرتی ہیں چیزیں زبان بے زبانی سے بیاں

Taj Tahir Foundation

اور چیزیں کیا ہیں ؟ اک لڑکی کو جو تحفے ملے
ایک پوشاک عروسی اور کچھ اشعار ہیں
جو کہ اک دولھا نے لکھ کر اپنی دلہن کو دیے
چند تحفے اور بھی ہیں جو کہ بچے کو ملے
ایک ہے ننھا سا جوتا اور اک بالوں کی لٹ
تھے کھلونے بھی مگر اب وہ نظر آتے نہیں
ان پرانے ساتھیوں کو یوں لیا ہے اب نکال
دوسری اک میگ ہے جی بھر کے کھیلے گی وہ
میگ! اے خوش باش ماں! سن تو سہی معلوم ہے
بوندیاں جب چھیڑتی ہیں نغمۂ ساز بہار
اک رسیلے راگ کی مانند سن لیتی ہے تو
میٹھی میٹھی اچھی اچھی پیاری پیاری لوریاں

دوسرے ڈھکنے پہ "جو" کھودا گیا تھا مٹ چلا
اور اندر ان گنت چیزوں کی اک بھرمار ہے
کتنی ہی گڑیاں ہیں سر جن کے ندارد ہو گئے
کتنی ہی درسی کتابیں پارہ پارہ ہو گئیں
کچھ پرندے اور کچھ حیوان جو خاموش ہیں
ایسی چیزیں جو پرستانی زمیں کی لوٹ ہیں
جس پہ بچوں کے سوا کوئی نہیں دھرتا قدم
خواب ایسے جن کی تعبیریں کبھی ملتی نہیں
ایسی اشیا جن سے تازہ ہوتی ہے ماضی کی یاد
چند نظمیں نامکمل ، چند قصے بے تکے
ماہ اپرل کے بہار افزادنوں کے کچھ خطوط
گرم جوشی بھی ہے جن میں اور خنک جذبات بھی
خود سری بچپن کی ظاہر جن سے ہو ، وہ ڈائریاں
ایسی اک عورت کی باتیں جس کا پر ارمان دل

Taj Tahir Foundation

وقت سے پہلے ہی بوڑھا ہو گیا صدمات سے
آہ وہ عورت اکیلے گھر میں جو محصور ہے
بوندیاں جب چھیڑتی ہیں نغمۂ ساز بہار
ایک غم انگیز نغمہ بن کے آتی ہے صدا
میری پیاری ! تیرا پیارا آنے والا ہے ابھی

میری پیاری بتھ ! تیرے نام کے ڈھکنے کی گرد
صاف کرتی ہیں ہماری چشم ہائے اشک بار
کپکپاتے ہاتھ سے جب جھاڑتے ہیں اس کو ہم
یاد آ جاتی ہو تو ہو جاتا ہے دل بے قرار
بھیس میں انسان کے تو کوئی دیوی تھی جسے
موت نے اپنے اثر سے غیرفانی کر دیا
اور ہمارا گھر کہ معبد ہے ترا - ہم اس میں روز
تیری چیزوں کو سجاتے رہتے ہیں گا کر بھجن
نقرئی گھنٹی تری ، اس کو بجائے کون اب !
اور وہ ٹوپی جو مرتے وقت تھی پہنے ہوئے
روح کو تیری فرشتے لے گئے جنت میں ساتھ
کیسے کیسے گیت گایا کرتی تھی خوش ہو کے تو
روح تیری قید تھی آلام جسمانی میں ، پر
گیت راحت کے سدا سب کو سناتی ہی رہی
بوندیاں جب چھیڑتی ہیں نغمۂ ساز بہار
اس میں ہم سنتے ہیں تیرے گیت کی میٹھی سی لے

آخری ڈھکنے کو گر دیکھیں تو اس پر کندہ ہے
ایک سچی داستاں جس میں ہے شان دل بری
اس کا ایک ہیرو ہے جس کی ڈھال پر محبوبہ کا
نام ایمی ہے سنہری حرفوں میں لکھا ہوا

Taj Tahir Foundation

بکس میں ہے بال جن سے باندھتی تھی وہ موباف
اور وہ چھوٹے سلیپر بھی جو اب بے کار ہیں
پھول مرجھائے ہوئے ہیں جو رکھے تھے سینت کر
ایسے پنکھے پیچ کھل کر جو پرانے ہو گئے
ایسی ہی کچھ اور چیزیں ہیں جو اب بے سود ہیں
ہاں مگر جب بالے پن کے دن تھے ان ایام میں
یہ بھی ارمانوں امنگوں اور تمناؤں کے ساتھ
مالکہ کے حال دل کی بنتی رہتی تھیں شریک
غور سے دیکھو تو یہ کڑیاں ہیں اس افسانے کی
جو کہ ایک ناکت خدا لڑکی کے دل نے تھا لکھا
بوندیاں جب چھیڑتی ہیں نغمۂ ساز بہار
آن میں سن لیتی ہیں وہ شادی کے باجوں کی پکار

چار چھوٹے بکس جو رکھے ہوئے ہیں پاس پاس
کچھ پرانے اور میلے پڑ گئے ہیں گرد سے
چار ایسی عورتیں ہیں رنج و راحت میں جنھیں
پیار اور محنت سے جینے کا سبق سکھلا دیا
چار بہنیں ایک گھنٹے کو جدا ہونے کے بعد
آ ملیں پھر لیکن اک پہلے روانہ ہو گئی
ہے محبت غیرفانی اور محبت میں انھیں
کر دیا ہے پہلے سے بھی بڑھ کے پیارا اور عزیز
اپنی یہ پونجی چھپا کر ہم نے رکھا ہے جسے
رحمت جاوید کی پڑ جائے کاش اس پر نظر
اک نظر ایسی کہ جو اس کو بنا دے کیمیا
کارنامے ہوں وہ ظاہر جو بنا دے ہستیاں
ہستیاں ایسی کہ جن کا ہر نفس اک نغمہ ہو
اور نغمہ ؟ وہ جو بھر دے روح و دل میں بجلیاں

Taj Tahir Foundation

روح و دل جو باد و باراں کی فضا کے بعد بھی
دھوپ نکلے پر کریں پرواز اور گاتے پھریں

جے - ایم

پروفیسر نے تو اس کاغذ کو اتنے دنوں سے اپنے سینے سے لگا کر رکھ چھوڑا تھا - مگر جو نے اس کو یہ کہہ کر پرزے پرزے کر ڈالا کہ بالکل واہیات نظم ہے - اس کی وجہ تسمیہ بھی سن لو کہ ایک دن جب تنہائی کاٹے کھاتی تھی تو میں خوب روئی تھی اور یہ شعر لکھ ڈالے تھے - مجھے تو گمان بھی نہیں تھا کہ ان سے کسی پر میرے دل کا راز افشا ہو جائے گا -

مسٹر بائر نے اس پرزے کو ہوا میں اڑتے دیکھ کو مسکراتے ہوئے دل میں کہا : ''چلو پھاڑ ڈالا تو کیا ہوا - اس کاغذ کا کام تو ختم ہی ہو گیا تھا جب اس کی لال پوتھی دیکھنے کا موقع ملے گا تو کوئی اور نئی نظم نکال لوں گا'' اور پھر جو سے بولے : ہاں میں نے جب یہ نظم پڑھی تو دل سے کہا کہ جو غمگین اور اکیلی ہے اسے سچی محبت ہی سے قرار و سکون ملے گا چوں کہ میرا دل اس کی محبت سے لبریز ہے اس لیے اس کے پاس چل کر کہتا ہوں کہ ہر چند یہ ناکارہ دل تم پر سے صدقے کرکے چیلوں کو دینے کے سوا کسی اور مصرف کا نہیں ہے لیکن تم چاہو تو اسے خدا کے نام لے کر میری عزت افزائی کر سکتی ہو ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

جو نے مسکراتے ہوئے کہا : آپ کا دل کوہ نور ہیرے سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے - مجھے ایسی ہی بیش بہا شے کی ضرورت تھی - خدا کا شکر ہے کہ آج بغیر کاوش کیے مل گئی -

مسٹر بائر نے سر ہلا کر اس طرح ظاہر کیا جیسے کہرے کی دیواریں جو اردگرد اٹھی ہوئی ہیں اور ان کے اور جو کے درمیان سد راہ ہیں انہیں یا تو عبور کرنا ہے یا جواں مردی سے مسمار کر دینا ہے -

Taj Tahir Foundation

جو کو ان کی یہ ادا بہت بھائی اور اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اپنے کو سورما کے لائق بن کر دکھائے گی ۔ گو وہ سورما پرانے وقتوں کے سورماؤں کی طرح شاہانہ لباس پہنے گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں آیا ہے ۔

چوں کہ اب اسے راز داری کی باتیں پوچھنے اور ان کے پر لطف جواب سننے میں مزہ آ رہا تھا ۔ اس لیے چپ نہ رہ سکی اور پوچھ بیٹھی ''تم اتنے عرصے تک وہاں کیوں رکے رہے ۔''

''کیا بتاؤں تم سے دور رہ کر کس طرح تڑپتا رہا ، لیکن تمھیں ماں باپ سے چھڑاتے ہوئے دل دکھتا تھا ۔ یہاں تم بہت ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہی تھیں اور میں شاید کافی عرصہ اور محنت کے بعد ہی تمھارے لیے ایسا گھر بنا سکوں اس لیے میں اپنے جیسے غریب آدمی کی خاطر جس کے پاس تھوڑے بہت علم کے سوا اور کچھ بھی نہیں ، تم سے یہ گھر چھوڑنے کی درخواست کر کیسے سکتا تھا ۔''

''تم مجھے کتنا حوصلہ اور آس دلا رہی ہو ۔ ادھر میرے پاس ایک درد بھرے دل اور خالی ہاتھوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔''

پروفیسر وفور جذبات میں چلا اٹھا ۔

جو سدا کی بے دھڑک تھی اب بھی اس نے ویسی ہی حرکت کی ۔ وہ دونوں اس وقت سیڑھیوں پر کھڑے تھے جب پروفیسر نے یہ الفاظ کہے تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں میں ڈال دیے اور پیار بھرے لہجے میں کہا : ''اب تم خالی ہاتھ نہیں ہو اور جھک کر چھتری کے اندر اپنے فریڈ رخ کا بوسہ لے لیا ۔

یہ حرکت بڑی بے ڈھب تھی لیکن اول تو وہاں ان چڑیوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا ، جو جھاڑی کی باڑھ پر بیٹھی تھیں ، لیکن ان چڑیوں کی جگہ اگر وہاں انسانوں کا ہجوم ہوتا تب بھی وہ اسی طرح پروفیسر کا بوسہ لیتی ۔ کیوں کہ اس وقت وہ قابو سے

Taj Tahir Foundation

باہر ہو چکی تھی اور اسے اپنی خوشی کے سوا اور کسی بات کی پروا نہ تھی۔ اب ہر چند یہ ملکوتی لمحہ ایسی سادگی سے آیا، لیکن یہ ان دونوں کی زندگی کا سب سے بیش قیمت لمحہ تھا۔ کیوں کہ یہیں تو رات اور طوفاں باراں اور تنہائی سے گزر کر انھوں نے گھریلو زندگی کی چہل پہل اور اس کے سکون کی دنیا میں قدم رکھا جس کے دروازے ان کے انتظار میں کھلے ہوئے تھے۔ جو اپنے محبوب کو لیتے ہوئے اندر داخل ہوئی اور اس نے کواڑ بند کر دیے۔

چوبیسواں باب

کھیتی

ایک برس تک جو اور اس کا پروفیسر دونوں اس طرح اپنا کام کرتے ہوئے موقع کے منتظر رہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کی محبت سے سرشار اور سنوارنے کی امیدوں سے ہم کنار تھے۔ کبھی کبھی ان میں ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔ اور خط تو ایسے لمبے لمبے لکھتے کہ لاری نے مزاحاً یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اسی لیے تو کاغذ مہنگا ہو گیا ہے۔ ایک برس تک یہی رفتار رہی، درسرا برس شروع ہوا تو اس وقت بھی حالات کی رفتار کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ اچانک بھوپھی مارچ چل بسیں۔ مرحومہ زبان کی تو کڑوی تھیں لیکن اس عیب کے باوجود سب ان کے گرویدہ تھے اس لیے ان کی موت کا سوگ منایا گیا۔ لیکن جہاں تک جو کا تعلق ہے سوگ ختم ہونے کے بعد اسے خوشی بھی ہوئی کیوں کہ مرحومہ پلم فیلڈ کا مکان جو کے نام چھوڑ گئی تھیں۔ جس سے تنگی دور ہونے کا بہت کچھ امکان نکل آیا۔

چند ہفتے بعد جب اس معاملے پر بات چیت ہو رہی تھی تو

Taj Tahir Foundation

لاری نے کہا : ''تمھارا ارادہ اسے فروخت کر ڈالنے کا ہے - مکان خاصا اچھا ہے - اچھی موٹی رقم ہاتھ آ جائے گی -''

جو پھوپھی کے لمبے بالوں والے چھوٹے سے کتے کو تھپک رہی تھی جسے اس نے پچھلی مالکہ کی خاطر پال لیا تھا - چنانچہ اس کو تھپکتے ہوئے بولی - ''میں تو اسے فروخت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی -''

''تو کیا وہاں رہنے کا ارادہ ہے -''

''ہاں ایسا ہی کچھ خیال ہے -''

''مگر وہ مکان تو کافی بڑا ہے - اسے اچھی حالت میں رکھنے پر کافی روپیہ خرچ کرنا پڑے گا - دو تین آدمی تو پائیں باغ اور کیاریوں کی دیکھ بھال ہی کے لیے درکار ہوں گے اور میں سمجھتا ہوں مسٹر بائر کو کھیتی باڑی سے کوئی علاقہ نہیں -''

''اگر میں صلاح دوں گی تو وہاں کھیتی شروع کر دیں گے -''

''گویا تم اس جگہ کی پیدا وار پر گزارہ کرنے کی سوچ رہی ہو - بہ ظاہر تو بات بڑے مزے کی ہے لیکن اس پر عمل کرنا بہت کٹھن ہوگا -''

جو نے ہنس کر کہا : ''ہم جو فصل اگائیں گے اس میں بہت نفع ہوگا -''

''آخر وہ کون سی فصل ہے ہم بھی تو سنیں -''

''میں وہاں چھوٹے بچوں کے لیے ایک سکول کھولنا چاہتی ہوں - فرٹز پڑھائیں گے - میں بچوں کی دیکھ بھال کروں گی -''

لاری سمیت سب لوگ یہ تجویز سن کر حیران رہ گئے - لاری نے سب سے مخاطب ہو کر کہا : ''ایسی انوکھی تجویز جو جیسی عورت ہی کے دماغ میں آ سکتی ہے - جیسی وہ آپ ہے ویسی ہی اس کی تجویز -''

بیگم مارچ بولیں : ''مجھے تو یہ تجویز پسند ہے -''

مسٹر مارچ نے بیگم کی بات کو سراہتے ہوئے کہا : ''مجھے

Taj Tahir Foundation

بھی پسند ہے۔'' وہ آج کل کے زمانے میں سقراط کا طریق تعلیم آزمانا چاہتے تھے۔''

میگ نے اپنے ایک بچے کا سر تھپکتے ہوئے کہا: ''جو پر بہت زیادہ کام آن پڑے گا۔''

مسٹر لارنس بولے: ''جو سب کر لے گی۔'' وہ پروفیسر اور جو کی امداد کرنے کے متمنی تھے مگر جانتے تھے کہ امداد لینے سے انکار کر دیا جائے گا۔

جو کہنے لگی: ''جناب مجھے معلوم تھا کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔ ایمی بہن کی آنکھوں سے پایا جاتا ہے کہ یہ بھی میری ہمنوا ہیں۔ گو ابھی بات منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ بچار کر رہی ہیں۔ اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ میرے ذہن میں یہ تجویز بہت دنوں سے ہے۔ فرٹز سے تعلقات ہونے سے پہلے بھی میں یہی سوچا کرتی تھی کہ جب روپیہ ہو جائے گا تو چونکہ یہاں گھر پر کسی کو میری ضرورت نہیں ہے۔ ایک بڑا سا مکان کرائے پر لوں گی اور بن ماں کے غریب بچوں کو اس میں رکھ کر ان کی خدمت سے روحانی خوشی حاصل کروں گی۔ اس قسم کے بہت سے بچے بر وقت امداد نہ ملنے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اس سے پہلے کہ پانی سر سے اونچا ہو میں انھیں بچا لوں گی۔ ایسے بچوں کی خدمت کرنے کا مجھے بڑا ارمان ہے۔ ان کی ضرورتیں پوری کرکے اور ان سے ہمدردی ظاہر کرکے مجھے بڑا سکھ ملتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ میں ان بن ماں کے بچوں کی ماں بن کر انھیں پالوں، پوسوں اور پروان چڑھاؤں۔''

بیگم مارچ نے وفور مسرت سے اپنا ہاتھ جو کے ہاتھ میں دے دیا اور اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے ان کا ہاتھ تھام لیا اور اپنی گرم جوشی کے ساتھ جو ایک عرصے کے بعد دیکھنے میں آ رہی تھی کہنے لگی: ''میں نے اپنا یہ منصوبہ ایک بار فرٹز سے بیان کیا تھا۔ انھوں نے بے حد پسند

Taj Tahir Foundation

کیا اور کہا کہ رقم ہو جائے تو پھر میں یہی کروں گا۔ خدا ان کو اس کا اجر دے وہ تو ساری زندگی اسی طرح غریب بچوں کی امداد کرتے رہے ہیں۔ اس لیے پیسہ ان کے ہاتھ میں ٹھہرتا ہی نہیں۔ اب میں اپنی مرحومہ پھوپھی کے طفیل جو مجھے اتنا زیادہ چاہتی تھیں مال دار ہو گئی ہوں۔ کم سے کم میں تو اپنے آپ کو مال دار سمجھ رہی ہوں۔ اگر ہمارا سکول چل پڑے تو ہم پلم فیلڈ میں خاصی اچھی طرح گزر بسر کر سکتے ہیں۔ مکان خاصا وسیع ہے۔ فرنیچر مضبوط مگر سادہ ہے۔ بچوں کے لیے جگہ بالکل موزوں رہے گی۔ اندر درجنوں بچوں کے لیے گنجائش ہے۔ باہر لمبے چوڑے گراؤنڈ ہیں۔ باغ اور کیاریوں میں بھی بچے کام میں ہاتھ بٹائیں گے۔ اس سے ان کی تندرستی پر اچھا اثر پڑے گا۔ پڑے گا یا نہیں؟ فرٹز اپنے خاص طریقوں سے بچوں کی تعلیم و تربیت میں حصہ لیں گے اور ابا ان کی امداد کرتے رہیں گے۔ میں ان کے کھلانے پلانے۔ چمکارنے پچکارنے ڈانٹ ڈپٹ کرنے کا کام سنبھال لوں گی۔ امی میرا ہاتھ بٹاتی رہیں گی۔ مجھے ہمیشہ بہت سے بچوں کی دیکھ بھال کرنے کی تمنا رہی ہے جو کبھی پوری نہ ہوئی۔ اب میں بچوں سے گھر بھر لوں گی اور جی بھر کے ان کی خدمت کروں گی۔ ذرا سوچیے کیا لطف رہے گا۔ پلم فیلڈ میری ملکیت ہوگا اور بچوں کا ایک جم غفیر میرے ساتھ ہی زندگی بسر کرے گا۔''

کہتے کہتے جو نے کچھ اس انداز سے ہاتھ لہراتے ہوئے چین کا سانس لیا کہ سب بے اختیار ہنسنے لگے اور مسٹر لارنس تو ہنستے ہنستے اس طرح پھڑک اٹھے کہ سب یہی سمجھے ان پر مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے۔

جب شور کم ہوا اور جو کو بولنے کا موقع ملا تو اس نے کہا: ''مجھے تو اس میں ہنسی کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ میرے پروفیسر کے لیے سکول کھولنا اور میرے لیے اپنے مکان میں رہنا ہی مناسب ترین شغل ہے۔''

Taj Tahir Foundation

لاری بولا : ''لو بھئی یہ تو ابھی سے رعب جمانے لگیں۔''
اس کے نزدیک جو کی تجویز بڑا دل چسپ مذاق تھا : ''مگر کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ مسز بائر اس ادارے کا خرچ کس طرح چلائیں گی۔ اگر اس میں پڑھنے والے سارے بچے ننگے بھوکے ہی ہوں گے تو یہ کھیتی کس طرح نفع بخش ہوگی۔''

''بھئی ٹیڈی۔ ہمت شکنی نہ کرو۔ میرے اسکول میں مال دار ماں باپ کے بچے بھی ہوں گے۔ بلکہ شاید شروع میں ایسے ہی بچے لوں۔ پھر جب کام چل نکلے گا تو صرف مزہ لینے کے لیے دو ایک ننگے بھوکے بچے بھی داخل کر لوں گی۔ غریبوں کے بچوں کی طرح امیروں کے بچوں کو بھی خبر گیری اور آرام و آسائش کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ امیروں کے بہت سے بد نصیب بچے ملازموں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیے جاتے ہیں یا نکموں کو صرف دھکیل کر آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ کچھ تربیت نہ ملنے یا بے توجہی برتی جانے کی وجہ سے شریر ہو جاتے ہیں۔ بعض کی مائیں مر گئی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہترین قسم کے بچوں کو بھی عنفوان شباب کے دور سے گزرنا پڑتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہوتا ہے جب ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تحمل اور مہربانی سے پیش آنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لوگ ان پر ہنستے ہیں اور انھیں ادھر اُدھر دھکیل دیتے ہیں۔ انھیں نظروں سے اوجھل رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ ننھے بچوں سے پلک جھپکتے میں عمدہ قسم کے نوجوان بن جائیں گویا عنفوان شباب کے دور کو پھلانگ جائیں۔ بچے کچھ زیادہ شکایت نہیں کرتے۔ بے چارے ساری سختیاں جھیل لیتے ہیں ان کے دلوں پر بوجھ سا رہتا ہے۔ مجھ پر یہ حالت گزر چکی ہے اس لیے سب جانتی ہوں مجھے اس قسم کے ننھے لقندروں سے گہری دل چسپی ہے اور انھیں دکھانا چاہتی ہوں کہ ان کے بے ڈھنگے بازؤں اور ٹانگوں اور الٹ پلٹ سروں کے باوجود میری نظر ان کی گرم جوشی ایمان داری

اور نیک دلوں پر ہے - مجھے اس کام کا تجربہ بھی ہے ایک لڑکے کو تربیت دے چکی ہوں یا نہیں ؟ جو اپنے خاندان کے لیے باعث فخر و ناز ثابت ہوا -''

جو بولی : ''اجی کوشش کیسی مجھے تو توقع سے بڑھ کر کامیابی ہوئی - سب جانتے ہیں کہ تم کیسے مستقل مزاج سمجھ دار کاروباری آدمی نکلے ہو اور اپنی دولت سے دولت ہی کما رہے ہو بلکہ غریبوں کی دعائیں بھی لے رہے ہو- پھر تم نرے تاجر نہیں ہو، بلکہ اچھی اور خوب صورت چیز پسند کرنے کی سلاحیت بھی رکھتے ہو - یہی نہیں ان سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی آدھے کا شریک بناتے ہو جیسے پہلے بنایا کرتے تھے - ٹیڈی ! سچ پوچھو تو مجھے تمھاری ذات پر فخر ہے - کیوں کہ تم سال بہ سال بہتر سے بہتر ہوتے جا رہے ہو - گو یہ بات تم کسی کی زبان پر نہیں آنے دیتے ، لیکن ہر شخص اس کو محسوس کر رہا ہے - ہاں ہاں یہی بات ہے - جب میرے پاس شاگردوں کا ریوڑ اکٹھا ہو جائے گا تو میں تمھاری طرف اشارہ کرکے ان سے کہا کروں گی بچو ! ان جیسے بنو -''

لاری بغلیں جھانکنے لگا - وہ اب مرد تھا لیکن لڑکپن کا شرمیلا پن عود کر آیا تھا - جو کی زبان سے اس کی یہ تعریفیں سن کر سب اس کی طرف دیکھنے لگے تھے -

اس نے پہلے کی طرح لڑکپن کے انداز سے کہنا شروع کیا : ''اصل میں بات یہ ہے کہ تم نے میری زندگی سنوارنے کی جتنی کوشش کی ہے اس کا میں پوری طرح شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا - مجھ سے اگر کچھ بن پڑا تو یہی کہ تمھیں مایوس کروں - کچھ دنوں سے تم نے مجھے اپنے سے دور کر دیا ہے - اس کے باوجود تم سے زیادہ سے زیادہ مدد ملی - تاہم اگر میں اپنی راہ چلتا رہا ہوں تو اس کے لیے تم ان دونوں کا شکریہ ادا کرو'' اور اس نے اپنے دادا اور ایمی کی طرف اشارہ کیا جو اس کے پاس

Taj Tahir Foundation

ہی بیٹھے تھے۔

اس وقت جو خاص طور سے ترنگ میں تھی وہ چلا اٹھی:

''خاندان اور گھر بار بھی دنیا میں کیسی اچھی چیزیں ہیں۔ جب میرا اپنا خاندان بنے گا تو یہی امید ہے کہ وہ بھی ان تینوں کی طرح خوش و خرم رہے گا، جن سے میں واقف ہوں اور جو مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں'' اور پھر ذرا آہستہ سے بولی: ''اگر اس وقت جان اور فرٹز بھی یہاں ہوتے تو بس ایسا معلوم ہوتا جیسے جنت زمین پر اتر آئی ہے۔''

شام کا سارا وقت صلاح مشوروں اور تجویزوں وغیرہ میں کٹ گیا۔ رات کو جب وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئی تو دل خوشی سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ بتھ کے خالی پلنگ کے پاس جو اس کا بستر بچھا ہوا تھا وہ اس پر دو زانو بیٹھ کر بتھ کا تصور کرنے لگی۔

اس سال واقعات ایسی تیزی سے جو کی مرضی کے مطابق نمودار ہوتے چلے گئے کہ اس کی عقل حیران رہ گئی۔ کچھ ایسا ہوا کہ جیسے اسے پتہ بھی نہیں چلا اور شادی کے بعد پلم فیلڈ میں جا بسی۔ پھر چھ سات لڑکے آ گئے۔ لیجیے اچھا خاصا خاندان بن گیا جو خوب پھلا پھولا۔ یہ بچے غریب بھی ہوتے تھے اور امیر بھی۔ مسٹر لارنس کسی غریب لڑکے کو پکڑ لاتے اور بائر خاندان سے اس کے حال پر رحم کھانے کی درخواست کرتے اور اسی کی امداد کے طور پر تھوڑا بہت اپنی جیب سے ادا کر دیتے اور اس بہانے بڑے میاں غیور طبع جو کو کچھ نہ کچھ دیتے رہتے۔

شروع میں بڑی سرتوڑ کوشش کرنی پڑی اور جو سے عجیب عجیب غلطیاں ہوتی رہیں، لیکن پروفیسر سیانا آدمی تھا وہ رفتہ رفتہ حالات کو اعتدال پر لے آیا اور آخر میں سب سے زیادہ شریر لڑکے کو بھی سیدھا کر لیا۔ بچوں کی اس بھیڑ بھاڑ کے درمیان رہ کر جو کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا، لیکن اگر پھوپھی مارچ زندہ ہوتیں اور اپنے پاک صاف گھر میں نتھوؤں بدھوؤں

Taj Tahir Foundation

کو اس طرح اودھم مچاتا دیکھتیں تو یقیناً سر پیٹ لیتیں ۔ مگر اس کو قدرت کا انصاف ہی سمجھنا چاہیے ۔ کیوں کہ بڑی بی اپنی زندگی میں میلوں دور تک بچوں کے لیے ہوا بنی رہی تھیں ۔ اب وہی بچے جو ان کی نظروں میں مردود تھے مزے سے ان کے پائیں باغ کے ممنوعہ اخروٹ چٹ کرتے تھے ۔ روشوں کی بجری کو ٹھوکروں سے اڑاتے تھے اور بڑے سارے میدان میں کرکٹ کھیلتے تھے ۔ پھوپھی مارچ کی زندگی میں مڑے ٹوٹے سینگوں والی گائے بندھی رہا کرتی تھی کہ اگر کوئی سر پھرا لڑکا ادھر آ نکلے تو اسے سینگوں پر اٹھا کر پرے بھینک دے ، مگر اب یہ میدان کھلنڈرے بچوں کے لیے جنت ارضی بن گیا تھا ۔ چنانچہ لاری نے تو یہ تجویز بھی پیش کر دی کہ اس کا نام ''بائر باغ'' رکھ دیا جائے جس سے اس کے مالک اور اسے استعمال کرنے والوں کی تعریف کا پہلو نکلتا تھا ۔

جو کے سکول میں کچھ زیادہ شان و شوکت نہیں تھی ۔ اسی طرح پروفیسر نے بھی کوئی دولت جمع نہیں کی ، مگر جو کا مدعا پورا ہو گیا ۔ وہ ''تعلیم ، خبرگیری اور مہربانی کے ضرورت مند بچوں کے لیے ایک اچھی سی گھر جیسی جگہ'' چاہتی تھی ۔ جلد ہی بڑے سارے مکان کا ہر کمرہ بھر گیا ۔ باغ کے ہر قطعے کا مالک پیدا ہو گیا ۔ کھلیان اور چھپر میں باقاعدہ ناندیں گڑ گئیں کیوں کہ بچوں کو پالتو جانور رکھنے کی اجازت بھی تھی ۔ دن میں تین مرتبہ ایک لمبی میز پر کھانا چنا جاتا اور اس کے دونوں طرف بچوں کی قطاریں بیٹھتیں ۔ ہر بچہ اپنی بھولی بھولی پیاری پیاری آنکھوں سے ''اماں بائر'' کو دیکھتا ۔ اس سے دل کھول کر باتیں کرتا اور اسے دل سے دعا دیتا ۔ ایسے موقعوں پر جو میز کے سرے پر بیٹھی ہوتی اور اپنے فرٹز کو اس طرح مسکرا کر دیکھتی جیسے اس کا دل خوشی سے باغ باغ ہے ۔ اب اس کے پاس کافی تعداد میں لڑکے جمع ہو گئے تھے ۔ وہ سب معصوم تو تھے مگر فرشتے نہیں

Taj Tahir Foundation

تھے - چنانچہ ان میں سے بعض لڑکے پروفیسر اور پروفیسرائن کو بہت ستاتے اور تکلیف پہنچاتے تھے ، لیکن جو ان سے بیزار نہ ہوئی - اسے یقین تھا کہ سب سے زیادہ شریر ، شوخ اور تکلیف دہ بچہ بھی دل سے نیک اور شریف ہوتا ہے - چنانچہ وہ صبر و تحمل سے کام لیتی اور آخرکار اسے کامیابی ہو ہی جاتی - کیوں کہ جہاں ابا بائر مہربانی کے باوجود نیکی پر مجبور کر دیں اور اماں بائر ستر مرتبہ قصور معاف کرنے کو تیار ہوں ، وہاں کوئی کب تک سیدھا نہ ہو - جو کو ان کی دوستی ، ان کا قصور کے بعد پچھتانا ، ان کا مسخرا پن ، دل کی باتیں بیان کرنا ، ان کا جوش میں آنا ، امیدیں باندھنا ، منصوبے باندھنا ، (یہاں تک کہ ان کی بدنصیبیاں بھی) غرض ہر ادا بھاتی تھی - کیوں کہ اس طرح وہ اسے اور بھی عزیز ہوتے جا رہے تھے - لڑکے ہر قسم کے تھے - کند ذہن ، شرمیلے ، کمزور ، فسادی ، اٹک اٹک کر بولنے والے ، ہکلانے والے ، دو ایک لنگڑے ، ایک چھوٹا سا ہنس مکھ دوغلا بھی تھا - ماں ملاٹو نسل سے تھی باپ سفید فام تھا اور کسی سکول نے اسے داخل نہ کیا مگر ''بائر باغ'' کا دروازہ سب کے لیے کھلا ہوا تھا - کچھ لوگوں نے پیشین گوئی بھی کی کہ اسے داخل کرنے سے سکول تباہ ہو جائے گا ، مگر یہاں ان باتوں کی کون پرواہ کرتا تھا -

جو کو بہت محنت کرنی پڑتی تھی - تفکرات میں گھری رہتی اور گھر میں تمام وقت غل غپاڑہ رہتا - مگر ان سب باتوں کے باوجود بہت خوش تھی - اصل میں اسے یہ زندگی بہت پسند تھی - اب اس نے کہانیاں لکھنی ترک کر دی تھیں - صرف اپنے جوشیلے چیلوں ہی کو کہانیاں سناتی تھی - اسے دنیا کی تعریف سے زیادہ اپنے بچوں کی تعریف تسلی بخش معلوم ہوتی تھی - پھر اس کے ہاں بھی دو بچے ہو گئے جن سے اس کا دل اور بھی مگن رہنے لگا - ایک کا نام نانا ابا نے روب رکھا - دوسرا ٹیڈی بڑا ہنستا کھیلتا بچہ تھا جس میں باپ کی خوش مزاجی کے ساتھ ساتھ ماں کی زندہ دلی بھی حصہ

Taj Tahir Foundation

یں آئی تھی ۔ نانا اور خالاؤں کو تو اسی پر تعجب تھا کہ وہ بچے اس کے بھنور میں زندہ سلامت کیسے ہیں ، لیکن وہ تو ککڑی کی بیل کی طرح بڑھتے چلے گئے ۔ ان کے پالنے پوسنے والے بے سر و سامان سہی مگر اپنے بچوں کو دل سے چاہتے تھے اور ان کی پوری تندہی سے سیوا کرتے تھے ۔

پلم فیلڈ میں چھٹیاں بہت زیادہ ہوتی تھیں اور سب سے زیادہ پر لطف تعطیل وہ ہوا کرتی تھی ۔ جب سب مل کر سیب توڑنے جایا کرتے ۔ یہ چھٹی سال میں ایک بار ہوتی اور مارچ ، لارنس ، بیروک اور بائر سب خاندانوں کے افراد ایک ساتھ نکلتے اور خوب لطف اٹھاتے ۔ جو کی شادی کے پانچویں سال اس قسم کی ایک تعطیل آئی جو ان سب کے لیے تہوار کا درجہ رکھتی تھی ۔ اکتوبر کا مہینہ تھا ، دن معتدل تھا ، ہوا میں ایک ایسی تازگی تھی جس سے دلوں میں سرور کی لہریں اٹھنے لگیں اور خون رگوں میں تیزی سے دوڑنے لگے ۔ قدیم باغ ہرا بھرا تھا ، کائی لگی ہوئی دیواروں پر سنہری کونپلیں اور شاخیں پھیلی ہوئی تھیں ۔ گھاس میں مینڈک پھدکتے پھرتے تھے اور جھینگر اس طرح جھنکار رہے تھے جیسے کسی ضیافت کے موقع پر پریاں شہنائیاں بجاتی ہوں ۔ گلہریوں نے کتر کترا کر جو تھوڑے بہت پھل اکٹھے کیے تھے انھیں کھانے میں لگی ہوئی تھیں ۔ پرندے گلی کے اونچے اونچے درختوں پر اس طرح چہچہا رہے تھے جیسے سلام کر رہے ہیں اور ہر درخت جھٹکتے ہی سرخ یا زرد سیب نچھاور کرنے کے لیے کھڑا تھا ۔ سب موجود تھے اور سب ہی ہنس رہے تھے اور درختوں پر چڑھ اور اتر رہے تھے ۔ سب کی زبان پر یہی تھا کہ نہ کبھی ایسا سہانا دن دیکھا نہ کہیں ایسے مرد عورت اکٹھے ہوئے ہوں گے ۔ دنیاوی غم و اندوہ اور تفکرات کو بھلا کر سب زیادہ سے زیادہ لطف اٹھا رہے تھے ۔

مسٹر مارچ ، رسیلا سیب کھاتے جاتے تھے اور ٹہل ٹہل کر

Taj Tahir Foundation

ٹوسر ، کاؤلے اور کولو میلا کا کلام مسٹر لارنس کو سناتے جاتے تھے ۔ پروفیسر نے قدیم زمانے کے سورماؤں کی طرح نیزے کی جگہ ایک بانس سنبھالا اور لڑکوں کا لشکر لے کر ہری بھری کیاریوں پر ہلہ بول دیا ۔ جنھوں نے از خود امدادی فوج بن کر درختوں پر چڑھنے اترنے کا کام سنبھال لیا ۔ لاری نے خود کو چھوٹے چھوٹے بچوں کے لیے وقف کر دیا تھا ۔ اس نے اپنی ننھی سی بچی کو بتیس سیری ٹوکری میں چڑھایا ۔ ڈیزی کو پرندوں کے گھونسلوں تک پہنچا دیا اور بھاگنے دوڑنے کے شوقین روب کو گرتے گرتے بچا لیا ، ورنہ میاں جی کی گردن ٹوٹ گئی ہوتی ۔ بیگم مارچ اور میگ سیبوں کے ڈھیروں میں بیٹھی پھل چھانٹ رہی تھیں جس کا تار بندھا ہوا اور ایمی اپنے چہرے پر مادرانہ شفقت لیے ہوئے تصویریں کھینچ رہی تھی اور ایک زرد رو بچے کی دیکھ بھال بھی کرتی جاتی تھی جو اپنا چھوٹا سا عصا پاس رکھے بیٹھا تھا اور ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا ۔

جو کی طبیعت اس روز رنگ پر آئی ہوتی تھی ۔ گاؤن سمیٹے ادھر اُدھر بھاگتی پھرتی تھی ۔ بچے کو بغل میں مار رکھا تھا ۔ سر کھلا تھا ، ٹوپی کی کچھ خبر نہیں تھی کہ کدھر پڑی ہے اور ہر زندہ دلانہ مہم میں کود پڑنے کو تیار تھی ۔ اس کا ننھا بچہ ٹیڈی بسم اللہ کے گنبد میں زندگی گزار رہا تھا یعنی کبھی کسی حادثے سے دو چار نہ ہوتا تھا ۔ چنانچہ اسے جب ایک لڑکے نے جھٹکے سے ایک درخت پر کھینچ لیا تو جو کو کچھ بھی تشویش نہیں ہوئی ۔ پھر ایک اور لڑکا اسے پیٹھ پر بٹھا کر لے اڑا ۔ اس کے باپ نے اسے کسیلے سیب کھلا دیے ۔ وہ ایک تو بیٹے کا لاڈ کرتا تھا دوسرے جرمنوں والے اس مغالطے میں تھے کہ بچوں کو گوبھی سے لے کر بٹنوں ناخنوں اور اپنے جوتوں تک سب کچھ ہضم ہو جاتا ہے ۔ جو کو ان سب ''زیادتیوں'' پر اس لیے تشویش نہیں ہوئی کہ وہ جانتی تھی ٹیڈی کچھ دیر بعد ویسے کا

Taj Tahir Foundation

ویسا ہی سلامت ، سرخ و سپید ، میلا کچیلا مگر ہنستا ہوا نمودار ہو جائے گا اور وہ تو اس کے لیے ہر وقت آغوش کھولے ہی رہتی تھی کیوں کہ اپنے بچوں پر جان چھڑکتی تھی ۔

چار بجے کے قریب بھاگ دوڑ کچھ دیر کے لیے تھمی اور ٹوکریاں خالی رکھی رہیں ۔ سیب اکٹھے کرنے والے دم لے رہے تھے اور ایک دوسرے کو اپنے اپنے پھٹے ہوئے کپڑے اور خراشیں دکھا رہے تھے ۔ پھر جو اور میگ نے بڑے لڑکوں کی ایک ٹولی کو اپنے ساتھ لگا کر گھاس پر کھانا چنا کیوں کہ سیر سپاٹے ہی میں تو چائے پینے کا سب سے زیادہ لطف آتا ہے ۔ ایسے موقعوں پر سچ مچ زمین پر دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں ، اس لیے کہ یہاں بچے میزوں پر بیٹھنے کے تو پابند ہوتے نہیں ۔ وہ جس طرح چاہیں انھیں کھانے پینے کی آزادی ہوتی ہے ۔ اور بچے ٹھہرے آزادی کے رسیا ۔ چنانچہ اس موقع پر بچوں نے اس نادر رعایت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا ۔ بعض نے سر کے بل کھڑے ہو کر دودھ پینے کی کوشش کی ۔ بعض مینڈک مینڈک کھیلتے میں سموسے اور کچوریاں کھانے لگے ، جس سے کھیل میں بڑا لطف آیا ۔ میٹھے کیک سارے میدان میں اس طرح پھیلا دیے گئے جیسے بیج ڈالا جا رہا ہے ۔ سیب کے ہلالی سموسے درختوں میں اس طرح بسیرا کرتے نظر آئے جیسے انوکھی قسم کے پرندے ہیں ۔ چھوٹی لڑکیوں نے الگ بیٹھ کر چائے پارٹی کی ۔ ٹیڈی ان بے چاریوں کی پارٹی میں جا گھسا اور کھانے پینے کی سب چیزوں کو روندتا پھرا ۔

جب سب کے پیٹ ناکوں ناک بھر گئے تو پروفیسر نے پہلی بار باقاعدگی سے صحت و سلامتی کا جام تجویز کیا ۔ ایسے موقعوں پر یہ جام صحت ضرور پیا جاتا تھا ۔ انھوں نے کہا : ''پھوپھی مارچ ! خدا ان کی مغفرت کرے ۔'' وہ بھولے نہیں کہ مرحومہ پھوپھی کا ان پر کتنا بڑا احسان تھا ۔ بچوں نے چپ چاپ جام پیا

Taj Tahir Foundation

انھیں سکھایا گیا تھا کہ مرحومہ کی یاد ہمیشہ تازہ رکھنی ہے۔

''اب نانی اماں کی ساٹھویں سال گرہ کا جام صحت۔ خدا ان کو عمر خضر عطا کرے۔''

اس پر خوب تالیاں بجیں اور جب شروع ہو گئیں تو ان کا روکنا مشکل ہو گیا اور پھر جو جام صحت پینے کا سلسلہ شروع ہوا تو اتنا دراز ہوا کہ مسٹر لارنس سے لے کر، جو بچوں کے خاص مربی سمجھے جاتے تھے، اس پالتو سؤر تک کا جام صحت نوش کر ڈالا گیا۔ جو اپنے ننھے مالک کی تلاش میں پھرتا پھراتا ادھر نکل آیا تھا اور اس اودھم کو دیکھ کر حیران تھا۔ پھر ڈیمی نے سب سے بڑے نواسے کی حیثیت سے خصوصی مہمان کو مختلف قسم کے اتنے سارے تحفے پیش کیے کہ انھیں دستی ریزی میں لاد کر لانا پڑا۔ ان میں بعض تحفے بڑے عجیب سے تھے، لیکن چوں کہ وہ سب کے سب بچوں نے خود تیار کیے تھے اس لیے دوسروں کی نظروں میں جو باتیں عیب ہوں گی وہی نانی اماں کو بھلی لگیں۔ بیگم مارچ کے نزدیک ڈیزی نے رومالوں کے کنارے بناتے وقت اپنی ننھی ننھی انگلیوں سے جو ٹانکے بھرے تھے ان میں سے ایک ایک کارچوبی کام سے بہتر تھا۔ ڈیمی نے جوتے کا بکس بنا کر پیش کیا تھا۔ اس کا ڈھکنا بند نہ ہوتا تھا پھر بھی میکانکی کاریگری کا اعجاز تھا۔ روب کے سٹول کے پائے اونچے نیچے تھے، مگر نانی اماں کو یہ بڑا آرام دہ معلوم ہوا اور ایمی کے بچے نے جو بیش قیمت کتاب تحفے میں دی اس کا کوئی صفحہ اس صفحے جتنا خوب صورت نہیں تھا۔ جس پر ٹیڑھے ترچھے حرفوں میں لکھا تھا ''ننھی بتھ کی طرف سے پیاری نانی اماں کی خدمت میں۔''

اس تقریب کے دوران میں بچے پر اسرار طریقے سے غائب ہو گئے تھے اور جب بیگم مارچ اپنے بچوں کا شکریہ ادا کرتے

Taj Tahir Foundation

میں اس وقت رو پڑیں جب ٹیڈی نے اپنے آنسو ان کے لبادے سے پوچھنے چاہے تو پروفیسر نے ایک دم گانا شروع کر دیا اور درختوں پر سے سب بچوں نے ایک ایک کر کے آواز ملانی شروع کر دی ۔ سارے درخت اس گانے سے گونج اٹھے۔ سب بچے جی جان سے گانے میں حصہ لے رہے تھے ۔ یہ گانا جو نے لکھا تھا ، لاری نے موسیقی دی تھی اور پروفیسر نے بچوں کو سکھایا تھا ۔ یہ جدت بہت کامیاب رہی ۔ بیگم مارچ حیران ہو کر درختوں کو تکنے لگیں اور انھوں نے ان بے پر کے پرندوں میں سے ہر ایک سے با صرار ہاتھ ملایا۔ پروفیسر کے لمبے تڑنگے لڑکے فرانز اور ایمل تو خیر پھر بھی کچھ تھے، اس اعزاز سے ننھے دوغلے تک کو نوازا گیا ۔ اس ظالم کی آواز سب سے اچھی تھی ۔

اس کے بعد بچے آخری نغمہ الاپنے کے لیے ادھر اُدھر ہو گئے اور درخت کے تلے صرف بیگم مارچ اور ان کی بیٹیاں رہ گئیں ۔

جو نے کہا : ''میرا خیال ہے اب جب کہ میری دلی تمنا اس قدر خوش اسلوبی سے پوری ہو گئی ہے مجھے آئندہ خود کو بدنصیب جو نہیں کہنا چاہیے'' ۔ اور ٹیڈی کی ننھی سی مٹھی کو دودھ کے برتن میں سے نکالا جو بڑے مزے میں اس میں مکھن بلو رہا تھا ۔

لاری اور جان بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے ۔ ایمی نے ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوا کہا ۔

''مگر تمھاری زندگی ویسی تو نہیں بنی جس کے خواب دیکھا کرتی تھیں ۔ یاد ہے ہم تصور میں کیسے کیسے محل بنایا کرتے تھے'' ؟

جو نے بھی لاری اور جان کی طرف دیکھا اور کہا : ''یہ دیکھ کر دل کیسا خوش ہوتا ہے کہ کم از کم ایک دن تو

Taj Tahir Foundation

کام کاج کے جھمیلوں سے چھوٹ کر کھیل کود میں لگے ہوئے ہیں"۔ اب وہ دنیا بھر کا ذکر مادرانہ شفقت سے کرنے لگی تھی۔

"ہاں! مجھے سب یاد ہے۔ لیکن اب مجھے! اس قسم کی زندگی جس کی اس وقت تمنا تھی خود غرضانہ، اکیلی اکیلی اور بے سری معلوم ہوتی ہے۔ ابھی تک مجھے یہ آس ہے کہ کوئی عمدہ کتاب لکھوں گی۔ در اصل میں موقع کی منتظر ہوں اور مجھے یقین ہے کہ ان جیسے تجربوں اور مناظر کے بعد کتاب اور بھی اچھی لکھی جائے گی۔" اور اس نے اشارہ کیا پہلے لڑکوں کی طرف (جو کچھ فاصلے پر مزے سے کھیل کود رہے تھے) اور پھر اپنے باپ کی طرف (جو پروفیسر کے بازو کا سہارا لیے ہوئے دھوپ میں ٹہل رہے تھے اور بڑے انہماک سے باتیں کرتے جاتے تھے) اور پھر اپنی ماں کی طرف (جو بیٹیوں کے درمیان اس طرح بیٹھی تھیں کہ ان کے بچے ان کی گودیوں میں تھے یا ماں کے قدموں میں اس طرح لیٹے تھے گویا یہ ہنسی ان سب کے لیے مسرت اور محبت کا سر چشمہ ہے)۔

"بہن میرا خوابوں کا محل تو بن گیا ہے۔ ہر چند تمنا یہی تھی کہ شاندار چیزیں نصیب ہوں لیکن دل میں سمجھتی تھی اگر میرا گھر بس جائے اور خدا جان جیسا شوہر اور دوچار پیارے پیارے بچے دے دے تو مطمئن ہو جاؤں گی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ سب کچھ مل گیا۔ میں تو خود کو دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت خیال کرتی ہوں۔" کہتے ہوئے میگ نے اپنے دراز قد لڑکے ڈیمی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے چہرے پر تلبی سکون و اطمینان کی کیفیت نمایاں تھی۔

"میرا محل میرے تصورات سے مختلف ہے لیکن میں اس میں تبدیلی نہیں کروں گی۔ گو جو کی طرح مجھے بھی اپنے فن کی

Taj Tahir Foundation

تکمیل کرنے کی آس ہے اور میں دوسروں کی حاجت روائی تک محدود ہو کر نہیں رہ گئی ہوں ۔ میں نے ایک بچے کی مورت بنانی شروع کر دی ہے اور لاری کا کہنا ہے کہ یہ میرا شاہکار ہے ۔ میرا اپنا خیال بھی یہی ہے۔ یہ مورت سنگ مرمر کی بناؤں گی تاکہ آئندہ خواہ کچھ ہو اس ننھے فرشتے کی یہ مورت میرے پاس محفوظ رہے ۔''

جب ایمی یہ فقرہ ادا کر رہی تھی تو اس کی آنکھ سے ایک آنسو اس کی گود میں سوئی ہوئی بچی کے سنہری بالوں پر ٹپکا ۔ اس کی یہ بچی کمزور تھی اس کے ہاتھ سے جاتے رہنے کے اندیشے نے ایمی کے رنگ میں بھنگ ملا دی تھی ۔ ماں باپ دونوں اس اندیشے سے ملول تھے مگر محبت کی طرح اس غم نے بھی انھیں ایک دوسرے سے اور وابستہ کر دیا ۔

ایمی کی طبیعت میں روز بہ روز مٹھاس، گہرائی اور نرمی آتی رہی ۔ لاری زیادہ سنجیدہ طاقت ور اور مستقل مزاج بنتا جا رہا تھا اور دونوں میاں بیوی کو یہ سبق ملتا جا رہا تھا کہ حسن، جوانی، دولت حتیٰ کہ محبت بھی اپنے پیاروں کے غم میں آلودہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی کیوں کہ ؎

ہر زندگی میں ہوتی ہے آلام کی بارش
کچھ دن تو گزرتے ہی ہیں تاریک و غم انگیز

نرم دل ڈیزی اپنی ننھی خالہ زاد بہن کے زرد گال پر اپنا گلابی رخسار رکھنے کے لیے بیگم مارچ کے گھٹنے سے اتر رہی تھی کہ بیگم مارچ نے ایمی سے کہا: ''تمھاری بچی کی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے ۔ مایوس نہ ہو بہتری کی امید رکھو اور خوش رہو ۔''

''جب تک آپ دل بڑھانے کے لیے موجود ہیں مجھے مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔ ادھر لاری ہر بوجھ آدھے سے زیادہ خود اٹھا لیتے ہیں ۔''

Tai Tahir Foundation

ایمی نے گرم جوشی سے جواب دیا : ''وہ بھی فکر مند ہیں مگر مجھ پر ظاہر ہونے نہیں دیتے - میرے ساتھ بڑی نرمی اور محبت سے پیش آتے ہیں - بتھ کے فدائی ہیں اور ہمیشہ میرا سہارا بن کر مجھے تسلی دیتے ہیں - اس لیے اس ایک غم کے باوجود میں بھی میگ کی طرح یہی کہتی ہوں کہ خدا کا شکر ہے اس نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے -''

جو نے پہلے اپنے نیک شوہر پر نظر ڈالی پھر اپنے گول مٹول بچے کی طرف دیکھا جو گھاس پر لڑھکنیاں کھا رہا تھا اور بولی : ''مجھے تو اپنے بارے میں اپنی زبان سے کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں - کیوں کہ سب جانتے ہیں میں کتنی خوش ہوں - فرٹز کے بال سفید ہو رہے ہیں اور وہ گھٹیلے ہوتے جا رہے ہیں - میں سوکھ کر کانٹا ہوتی جا رہی ہوں - عمر تیس سے اوپر ہو چکی ہے - ہم کبھی دولت جمع نہیں کر سکتے اور پلم فیلڈ کسی رات بھی جل سکتا ہے کیوٹامی جنیگس بستر پر چادر کے اندر گھس کر سگار پیتا ہے - تین مرتبہ آگ لگ چکی ہے مگر وہ نہیں مانتا - تاہم ان معمولی حالات کے باوجود مجھے کوئی شکایت نہیں اور میں اپنی زندگی میں کبھی اتنی خوش نہیں رہی جتنی آج کل ہوں -''

ایک بڑا کالا جھینگر ٹیڈی کو گھور رہا تھا جس سے وہ بسورنے لگا تھا - بیگم مارچ نے جھینگر کو بھگاتے ہوئے کہا :

''جو تمھاری کھیتی اچھی ہوگی -''

جو بولی : ''امی کھیتی تو آپ کی اچھی رہی - یہ رہی ہماری نظروں کے سامنے آپ نے جس صبر و تحمل سے کھیتی اگائی اور کاٹی اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے -''

ایمی نے آہستہ سے کہا : ''امید کرنی چاہیے کہ سال کے سال گندم زیادہ ہوگی اور وہ پودا نہ آگے جو اس کے ساتھ پیدا ہو کر جگہ تو گھیرتا ہے مگر اس میں دانہ بالکل نہیں ہوتا -''

Taj Tahir Foundation

میگ نے نرمی سے کہا : ''گٹھا بڑا ہے مگر پیاری امی میں جانتی ہوں کہ آپ کے دل میں اس کے لیے جگہ نکل آئے گی ۔''

بیگم مارچ کا دل بھر آیا ۔ انھوں نے آغوش کھول کر بیٹیوں اور نواسے نواسیوں کو سینے سے چمٹا لیا اور مادرانہ شفقت سے کہا : ''میری بچیو ! چاہے تم قیامت کے بورے سمیٹو لیکن خوش اس وقت ہو میں تمھارے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی دعا نہیں کر سکتی ۔

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن

چند مفید اور دلچسپ کتابیں

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن غیر تجارتی ادارہ ہے ۔ یہ پاکستانی ناشرین سے اچھی انگریزی کتابوں کے اردو تراجم شائع کرنے میں تعاون کرتا ہے ۔ اس اشتہار اور فروخت کا انتظام اس لیے کیا جاتا ہے کہ شائقینِ کتب کو ایک ہی مرکز سے بہ سہولت ہمارے سب معاون ناشرین کی کتابیں مل سکیں ۔ کتابوں کی فروخت کی پوری آمدنی آخرکار معاون ناشرین ہی کو منتقل کر دی جاتی ہے ۔

کتب	مترجم	قیمت
مذہب		
خدا موجود ہے	عبدالحمید صدیقی	۶/۵۰
خدا ہمارے ساتھ ہے	مولانا صلاح الدین احمد	۳/-
اسلامیات		
اسلام اور قانونِ جنگ و صلح	مولانا غلام رسول مہر	۹/-
اسلام—صراطِ مستقیم	,, ,,	۱۳/۵۰
دنیائے اسلام	سید ہاشمی فرید آبادی	۱۵/-
جزیہ اور اسلام	مولانا غلام رسول مہر	۱۰/-
تاریخ		
سو تاریخی واقعات	مولانا غلام رسول مہر	۵/-
عرب دنیا	ڈاکٹر محمود حسین	۱۲/-
جنگ : میکیاولی سے ہٹلر تک	بریگیڈیر گلزار احمد	۹/-
انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم (تین جلدوں میں)	مولانا غلام رسول مہر	۴۵/-

Taj Tahir Foundation

کتب	مترجم	قیمت
صلیبی جنگیں	سید رئیس احمد جعفری	-/۵
تاریخ بھی مزے کی چیز ہے	عبدالمجید سالک	-/۲
تاتاریوں کی یلغار	عزیز احمد	-/۱۳
ابنِ خلدون اور امیر تیمور	ضیاء الدین برنی	-/۷
تاریخِ شام	مولانا غلام رسول مہر	-/۲۴
تاریخِ لبنان	,, ,,	-/۱۵

سوانح عمری

چند عظیم علمائے جراثیم	پروفیسر عبدالمجید قریشی	-/۱۰
سکندر اعظم	مولانا غلام رسول مہر	۱۰/۵۰
ہینی بال	سید ہاشمی فرید آبادی	۱۰/۵۰
سلطان صلاح الدین ایوبی	یوسف عباسی	۱۷/۵۰
سلیمان عالی شان	اختر عزیز احمد	۹/۵۰
ایڈیسن	محمد سعید	۳/۵۰
غازیانِ تہذیب	سید ہاشمی فرید آبادی	-/۱۰
سو بڑے آدمی	مولانا عبدالمجید سالک	-/۳
عظیم علمائے نفسیات	عبدالمجید قریشی	-/۱۲
آئن شٹائن کی کہانی	سید رئیس احمد جعفری	-/۴
چنگیز خاں	عزیز احمد	-/۶
سقراط	آنسہ صبیحہ حسن	۲/۵۰
مشہور موجد اوران کی ایجادیں	ابوالحسن نغمی	۳/۵۰

جغرافیہ اور سیاحت

پاکستان کی پہلی کتاب	سید ہاشمی فرید آبادی	۳/۷۵
عرب اور اہلِ عرب	مولانا غلام رسول مہر	-/۵

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

کتب	مترجم	قیمت
قطبی برفستان	مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش	۴/۵۰
سرزمین اور باشندے		
ایران	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	-/۶
عراق	محمد ہادی حسین	-/۴
چین	سید علی ناصر زیدی	-/۴
جاپان	مولانا غلام رسول مہر	-/۶
مصر	سید ہاشمی فرید آبادی	-/۴
انڈونیشیا	ابوالحسن نغمی	-/۶
ترکی	مولانا غلام رسول مہر	-/۵
انگلستان	سید علی ناصر زیدی	-/۵
جرمنی	عبدالمجید قریشی	-/۵
ہالینڈ	شیخ صادق علی دلاوری	-/۵
فرانس	عبدالحمید صدیقی	-/۵
ہسپانیہ	سید ہاشمی فرید آبادی	-/۵
تدریس		
آزاد تعلیم اور تہذیب نفس	پروفیسر سید وقار عظیم	۳/۵۰
تعلیمی مقالات	پروفیسر عبدالغفور	-/۷
ابتدائی مدارس میں تدریس	خواجہ محمد عبداللہ	-/۶
جامع نفسیات تعلیم	امینہ قریشی	-/۱۰
بہتر نگرانی ، بہتر تدریس	مولانا غلام رسول مہر	-/۱۰
کنڈر گارٹن کی تعلیم	ملکہ رضوی	۱/۵۰
معاشرتی علوم کی تدریس	انعام علی قریشی	۱/۵۰
سمعی بصری آموزش	ملکہ رضوی	۱/۵۰
تدریس کے لیے جماعتی تنظیم	نذر محمد بخاری	۱/۵۰

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

کتب	مترجم	قیمت
ابتدائی مدارس میں جسمانی تعلیم	قریشی محمد اقبال	۱/۵۰
بچہ پانچ سے دس سال تک	ڈاکٹر اے ایچ علوی	۱۷/۵۰
پڑھنا کیسے سکھایا جائے	سید نذر محمد بخاری	۱/۵۰

سائنس

کائنات اور ڈاکٹر آئن شٹائن	میجر آفتاب حسن	۱/۷۵
سائنس کے ساتھ قدم بہ قدم	سید علی ناصر زیدی	۴/۵۰
آنکھوں سے کام لیجیے	محمد سعید	۱/۵۰
جوہر کی سرگزشت	پروفیسر محمود احمد خاں	۵/-
عجائباتِ کیمیا	محمد فاروق	۶/-
کیمیا کے رومان	پروفیسر حمید عسکری	۵/-
طاقتور جوہر	ڈاکٹر نذیر احمد	۳/۷۵
موسم کی کہانی	بشیر احمد ساجد	۶/-
آواز کی کہانی	مسعود احمد خاں	۱/۲۵
دنیا پر پہلی نظر	سیدہ نسیم ہمدانی	۱/۵۰
سائنس کے تجربات	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	۵/-
نوعمر سائنسدان کے مشاہدات	پروفیسر محمود احمد خاں	۶/-
خلا کا پرامن استعمال	فاروق احمد صدیقی	۱/۵۰

بنیادی سائنس

حرارت	مولانا صلاح الدین احمد	۱/۵۰
روشنی	,, ,,	۱/۵۰
آواز	,, ,,	۱/۵۰
مقناطیس	,, ,,	۱/۵۰
مٹی	,, ,,	۱/۵۰
موسم	,, ,,	۱/۵۰

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

کتب	مترجم	قیمت
چاند	مولانا صلاح الدین احمد	۱/۵۰
پرندے	,, ,,	۱/۵۰
پودوں کی دنیا	پروفیسر محمود احمد خاں	۱/۵۰
صحت اور طب		
بہتر توجہ بہتر صحت	مظہر انصاری دہلوی	۱/۵۰
اعصابی کمزوری	فرحت پرویز حسن	۱/۵۰
آپ کا آپریشن	ڈاکٹر شفیق الرحمان	۱/۵۰
بچہ اور اس کی دیکھ بھال (قسم دوم)	ڈاکٹر محمد عبدالقوی لقمان	۶/۵۰
میرے اندر کیا ہے	,, ,, ,,	۲/-
فنی معلومات		
بجلی کی پہلی کتاب	سید علی ناصر زیدی	۳/-
موٹروں کی پہلی کتاب	مولانا غلام رسول مہر	۳/-
طیاروں کی پہلی کتاب	,, ,, ,,	۳/-
انجن	محمد سعید	۲/۵۰
ریڈیو اور ٹیلی ویژن	زیڈ۔ اے۔ بخاری	۶/-
ٹیلیفون کیسے کام کرتا ہے	خلیق ابراہیم خلیق	۲/-
امورِ عامہ کے کتابچے		
معاشرہ اور ذہنی صحت	ڈاکٹر شفیق الرحمان	۱/۵۰
آپ کا بچہ	عذرا ماجد	۱/۵۰
ادھیڑ عمر	ابوالحسن نغمی	۱/۵۰
شرمیلا بچہ	شیر محمد اختر	۱/۵۰
معذوروں کی دستگیری	مکین احسن کلیم	۱/۵۰
اکلوتا بچہ	سید قاسم محمود	۱/۵۰

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

کتب	مترجم	قیمت
عالمی ادارۂ صحت	سید اسرار زیدی	-/۱

والدین اور اساتذہ کے لیے رہنما کتابیں

کامیاب باپ	مولانا شاہد احمد دہلوی	۱/۵۰
بچوں کی ذہنی صلاحیتیں	ابرار صدیقی	-/۳
والدین اور معلمین	مولانا شاہد احمد دہلوی	۱/۷۵
خود اعتمادی بڑھائیے	مولانا غلام رسول مہر	-/۳
ذہین بچہ	طاہر قریشی	۲/۵۰
بچوں کے مسائل	مشرف انصاری	۲/۵۰
اپنے بچوں کو دوست بنائیے	سید قاسم محمود	-/۶

معاشیات

آبادی کا مسئلہ	شبلی ایم کام	-/۴
کوئی بھوکا نہ رہے	پروفیسر محمد عثمان	۱/۵۰
عظما کے معاشی نظریات	ڈاکٹر ایس ایم اختر	۵/۵۰

فلسفہ و منطق

داستانِ فلسفہ (دو جلدیں)	سید عابد علی عابد	-/۱۹
نشاطِ فلسفہ	ڈاکٹر محمد اجمل خاں	-/۱۵
درسِ زندگی	مولانا سالک و شفیق الرحمان	-/۸
فکرِ سلیم کی تربیت	مولانا غلام رسول مہر	-/۱۰
آدمی کی انسانیت	مولانا محمد بخش مسلم	۷/۵۰
جینے کے سلیقے	سید رئیس احمد جعفری	۵/۵۰
منطقی فکر کی طرف رہنمائی	سید وقار عظیم	۱/۸۷

فنونِ لطیفہ

فنونِ لطیفہ اور انسان	سید عابد علی عابد	۳/۷۵

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

کتب	مترجم	قیمت
شاہکار تصاویر	سید امتیاز علی تاج	۷/۵۰
گھاس کی پتیاں	قیوم نظر	۱۰/-
تہذیب و تمدن		
ثقافت کا مسئلہ	سید قاسم محمود	۳/۵۰
تاریخ تہذیب (دوجلدیں)	مولانا غلام رسول مہر	۵۰/-
ناول ، افسانے اور ڈرامے		
عجیب لڑکی	قمر نقوی	۴/۵۰
پھول کی پتی ہیرے کا جگر	ہلال احمد زبیری	۷/-
حیرتناک کہانیاں	مولانا شاہد احمد دہلوی	۵/-
انوکھی کہانیاں	,, ,,	۶/-
بشر ہے کیا کہیے	سید عابد علی عابد	۶/۵۰
ہمیں چراغ ہمیں پروانے	قرۃ العین حیدر	۱۰/-
موبی ڈک (قسم دوم)	محمد حسن عسکری	۱۰/-
انسانی تماشا	شفیق الرحمان	۴/-
ایک حمام میں	عشرت رحمانی	۳/-
لاکھوں کا شہر	ابن انشاء	۳/۵۰
بچوں کے لیے کتابیں		
خزانے کی تلاش	شبلی ایم - کام	۳/-
انوکھی باتیں	اشرف صبوحی دہلوی	۵/-
سارہ کی بہادری	انتظار حسین	۲/۵۰
خوراک کی کہانی	شوکت تھانوی	۲/-
ناشکرا خرگوش	اشرف صبوحی دہلوی	۳/۵۰
نیا گھر	مولانا صلاح الدین احمد	۲/۵۰
بھومل داس	شاہد نیاز احمد	۲/-

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

کتب	مترجم	قیمت
بڑا ریچھ	اشرف صبوحی دہلوی	۳/۵۰
نٹ کھٹ ہاتھی بچہ	سیدہ نسیم ہمدانی	۱/۷۵
پولیانا مکمل	فہمیدہ نیاز احمد	-/۶
فرصت کے مشغلے	سید امجد الطاف	-/۲
آئیے دوست بن جائیں	پروفیسر سید وقار عظیم	۱/۷۵
بوڑھا بگولا	مولانا عبدالمجید سالک	۲/۵۰
دیانت داری کیا ہے ؟	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۲/۵۰
سورج کے ساتھ ساتھ	عشرت رحمانی	۷/۵۰
متفرقات		
امریکہ کا سیاسی نظام	مولانا صلاح الدین احمد	۳/۵۰
استقلال کے پیکر	حکیم حبیب اشعر دہلوی	۶/۷۵
آزادی کے جنم دن	مولانا سالک و مولانا مہر	-/۵
نوعمروں کی جرم پسندی	ملکہ رضوی	۱/۵۰
آسمان کی سیر	محمد سعید	۲/۵۰
ستاروں کی باتیں	ڈاکٹر نذیر احمد	-/۵
خلا میں سفر کی پہلی کتاب	مولانا غلام رسول مہر	-/۳
جمہوریت گھر سے شروع ہوتی ہے	مکین احسن کلیم	۱/۵۰
آپ کا حافظہ	شیر محمد اختر	-/۵
خوراک کا مسئلہ	شبلی ایم کام	۳/۵۰

مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation